UNIVERSAL LIBRARY

سلسلۂ آصفیہ

جلد سوم

تاریخ دکن

حصۂ اوّل

جس مین ابتداے عہد ہنود سے لیکر تمام حالات سلاطین بہمنیہ گلبرگہ و بیدر و سلاطین عادل شاہیہ بیجاپور و نظام شاہیہ احمدنگر و قطب شاہیہ گولکنڈہ و بریدشاہیہ بیدر و عماد شاہیہ برار و خاندان فاروقیہ برہانپور و سلاطین ہندوون کی حکومت دکن پر رہی ہے و نیز آمد پرتگالیان تا اختتام حکومت راجہ ہاے بیجانگر جب کہ مسلمانون نے ہندوون کو دکن سے بالکل بیدخل کر دیا تھا مندرج ہین

اور جو

بعہد مبارک

حضرت خاقان ابن خاقان سکندر شوکت دارا دربان **میر محبوب علیخان** بہادر فتح جنگ نظام الدولہ نظام الملک مظفر الممالک آصف جاہ سادس والی دکن خلد اللہ ملکہ

و بہ ہدایت و نگرانی

شمس العلما **مولوی سید علی** صاحب بلگرامی بی اے بی ایل ایف جی ایس
ایسوشئیٹ رایل اسکول آف مائنس لنڈن
ممبر آف دی ایشیاٹک سوسائٹی آف گریٹ برٹین اینڈ ایرلینڈ
ممبر آف دی نارتھ آف انگلینڈ انسٹی ٹیوشن آف مائننگ انجنیرس
ممبر ایشیاٹک سوسائٹی بنگال و بمبئی
بی اے ایل گولڈ میڈلسٹ کلکتہ یونیورسٹی
ممتحن سنسکرت مدراس یونیورسٹی وغیرہ وغیرہ
معتمد تعمیرات و ریلوے و معدنیات و صفائی وغیرہ ممالک محروسہ سرکار نظام

سررشتہ علوم و فنون مین مرتب ہوئی

اور مطبع مفید عام آگرہ مین باہتمام محمد قادر علیخان صاحب کے چھپی
۱۸۹۰ء

سلسلۂ آصفیہ

جلد سوم

تاریخ دکن

حصہ اول

جس مین ابتدا سے عہد ہنود سے لیکر تمام حالات سلاطین بہمنیہ گلبرگہ و بیدر و سلاطین عادل شاہیہ بیجاپور و نظام شاہیہ احمد نگر و قطب شاہیہ گولکنڈہ و بریدشاہیہ بیدر و عماد شاہیہ برار و خاندان فاروقیہ برہانپور و سلاطین ہند جن کی حکومت دکن پر رہی ہے و نیز آمد پرتگالیان تا اختتام حکومت راجہ ہاے بیجانگر جب کہ مسلمانون نے ہندوون کو دکن سے بالکل بیدخل کر دیا تھا مندرج ہین

اور جو

بعہد مبارک

حضرت خاقان ابن خاقان سکندر شوکت دارا دربان **میر محبوب علیخان** بہادر فتح جنگ نظام الدولہ نظام الملک مظفر الممالک آصف جاہ سادس والی دکن خلد اللہ ملکہ

و بہ ہدایت و نگرانی

شمس العلما **مولوی سید علی** صاحب بلگرامی بی۔ اے۔ بی۔ ایل۔ ایف۔ جی۔ ایس۔

ایسوشیئٹ رایل اسکول آف مائنس لنڈن

ممبر آف دی ایشیاٹک سوسائٹی آف گریٹ برٹین اینڈ ایرلینڈ

ممبر آف دی نارتھ آف انگلینڈ انسٹی ٹیوشن آف مائننگ انجینیرس

ممبر ایشیاٹک سوسائٹی بنگال و بمبئی

بے۔ ایل گولڈ میڈلسٹ کلکتہ یونیورسٹی

ممتحن سنسکرت مدراس یونیورسٹی وغیرہ وغیرہ

معتمد تعمیرات و ریلوے و معدنیات و صفائی وغیرہ ممالک محروسہ سرکار نظام

سررشتہ علوم و فنون مین مرتب ہوئی

اور مطبع مفید عام آگرہ مین باہتمام محمد قادر علیخان صاحب چھپی

۱۸۹۷ء



جس وقت پیروان دین اسلام نے عرب کے ریگستان سے قدم باہر نکالا اور اعلائے کلمۃ اللہ سے فارغ ہوئے تو ان کی ترقی تمدنی کا پہلا کام یہ ہوا کہ مشرق و مغرب کے علوم و فنون کو انہون نے زبان عربی کی فصاحت و بلاغت کا زیور پہنایا۔ اور جو بے بہا قدیم تصنیفات یونان و روم کی اُجڑی ہوئی خانقاہون اور ہندوستان و ایران کے افسانہ آمیز رموز و کنایون مین چھپی ہوئی تھین ان کو نہ فقط تلف ہونے سے بچایا بلکہ ترجمون کے ذریعہ سے ان کو ایسے زمانون مین زندہ و سلامت رکھا جب یورپ جہالت کی تاریکی مین گھرا ہوا تھا اور انہی تراجم کی بدولت یورپ نے وہ جدید نشو و نما پائی جس کا نام تاریخ مین نشئۃ الثانیہ رکھا گیا ہے۔

دوسری صدی ہجری کا آغاز تھا کہ ۱۱۳ھ ہجری مین ہشام عبد الملک کے حکم سے فارس کی سب سے مفصل تاریخ کا عربی مین ترجمہ کیا گیا۔ پھر رفتہ رفتہ اس صیغہ ترجمہ نے وہ وسعت حاصل کی

کہ دنیا کی تمام قومون کا علمی ذخیرہ عربی زبان مین آگیا۔

اسلام کی حکومت اندلس مین بہی پہلے یہی طریقہ جاری رہا اور اس کے بعد وہ علمی اور عملی تحقیقات ہوئین جن سے آج تک مسلمانون کا نام روشن ہے۔

تمدن اسلامی کی وہ فطرت جس کا بہت بڑا جز ترقی علوم و فنون ہے ہندوستان کے سلاطین مغلیہ مین بھی اعلی درجہ پر رہی۔ البیرونی۔ اور ابوالفضل و فیضی کے سے نامور علما و محققین نے ہندوستان ہی کے سلاطین اسلامیہ کے دربار مین نام و عزت حاصل کی۔

دکن کے سلاطین بہمنیہ بھی علم و ادب کے کم قدردان نہ تہے۔ انھین کے سایۂ عاطفت مین القاسم فرشتہ نے وہ بے نظیر تاریخ ہندوستان و دکن کی لکھی جو اس وقت تک بھی ایک بہت معتبر ذخیرۂ تاریخی ہے۔

دولت آصفیہ خلد اللہ تعالی نے بھی جو وقتاً فوقتاً ترقی علوم مین کوششین کی ہین وہ محتاج بیان نہین ہین لیکن اس دولت ابد قرار مین اس وقت تک کوئی مستقل سررشتہ تراجم و تصنیفات کا جس کے ذریعہ سے علوم مغربیہ کی اشاعت زبان اُردو مین ہوسکے نہ تھا۔ الحمد للہ کہ مدار المہام وقت وزیر باتدبیر عالیجناب معلی القاب جناب نواب **محمد فضل الدین خان** سکندر جنگ۔ اقبال الدولہ اقتدار الملک سر وقار الامرا بہادر۔ کے۔ سی۔ آئی۔ ای۔ وزیر اعظم ریاست دکن نے ایک صیغۂ علوم و فنون قایم فرمایا ہے جس سے غرض یہ ہے کہ مفید اور بکار آمد کتابین مختلف السنہ یورپ سے اُردو زبان مین ترجمہ ہون اور نیز جدید تصنیفات و تحقیقات علمیہ اسی زبان مین شایع کرائی جائین جس سے اُردو زبان مین نہ فقط مضامین مختلفہ کے بیان سے وسعت تامہ پیدا ہو بلکہ علوم و فنون و تاریخ کے زبان ملکی مین ہوجانے سے تعلیم قومی مین ترقی ہو۔

اس سررشتہ کی نگرانی جناب شمس العلما مولوی **سید علی** صاحب **بلگرامی** بالقابہ

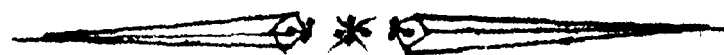
کے سپرد کی گئی ہے جس سے پورا اطمینان ہوسکتا ہے کہ حسب امیدیہ صیغہ علوم وفنون ترقی کریگا اور عامۂ خلائق کو معتد بہ فواید حاصل ہونگے۔ جو کتابین اس صیغہ کی نگرانی مین مرتب ہونگی وہ **سلسلہ آصفیہ** کے نام سے مشتہر کی جائینگی۔

اس سلسلہ کی پہلی کتاب سفرنامہ موسیو ٹیورنیر کا ترجمہ ہے جس کو ایک خاص مناسبت **سلسلہ آصفیہ** کے ساتھ ہے کیونکہ موسیو ٹیورنیر نے سترہوین صدی کے وسط مین ممالک محروسہ سرکار عالی کے ایک بہت بڑے حصہ کا سفر کیا ہے جس کی سرگذشت اس کتاب مین لکھی گئی ہے۔

اس سلسلہ کی دوسری جلد موسیو تھیونو کے سفرنامہ کا ترجمہ ہے۔

اس کے تیسری جلد بھی ہے۔ جس مین دکن کی تاریخ ابتدائے عہد ہنود سے بیجانگر کی حکومت کے زوال تک ہے۔

اس کی چوتھی جلد تاریخ دکن کی دوسری جلد ہے جس مین اوس زمانہ تک کا بیان ہے جب تک کہ دکن مین ہندوون کا دخل نہین رہا۔ اور پانچوین جلد نظام اکبری ہے۔ جس مین ذکر جلال الدین محمد اکبر بادشاہ کی حکومت کا بیان فلسفیانہ طرز پر کیا گیا ہے۔ یہ دونون جلدین زیر طبع ہین فقط۔



فہرست مضامین تاریخ دکن

جلد اول

باب	مضمون	صفحہ
	اعلان	۳
	فہرست ہذا	۷
	تمہید زمانہ قدیم - عہد ہنود ۱- جغرافیہ	۲۵
۱	ہندوستان کے قدرتی حصہ	۲۷
۲	شمالی ہند کے قدرتی حصے	۲۸
۳	دکن کی قدرتی صورت	۲۹
۴	ملک دکن کے قدیم زمانہ کے حصے	۳۰
۵	دکن کی قدیمی قومین اور اونکی بود باش کا زمانہ	۳۱
	۲- دکن کے قدیمی راج	
۶	پانڈیون کا راج	۳۲
۷	چولا کا راج	۳۳

باب	مضمون	صفحہ
۸	چیرہ کا راج	۳۴
۹	کرالا یعنے مالا بار اور کنارہ کا راج	۳۴
۱۰	چلوکیا قوم کا راج	۳۵
۱۱	کالا بھوریا بنس اور لنگ کی پوجا	۳۶
۱۲	قدیم مرہٹون کا راج	۳۶
۱۳	ورنگل کا راج	"
۱۴	اوڑیسہ کا راج	۳۷
	۳- دکن کے قدیمی مذاہب	
۱۵	آریا قوم اور اون کا مسکن اور زمانہ	۳۸
۱۶	ہندوون کا ابتدائی مذہب اور وید	"
۱۷	برہمنون کی نمود اور اونکا عروج ..	۳۹
۱۸	ویدون مین فلسفہ	۴۰
۱۹	منو کے قوانین اور ہندوون کی چار ذاتین	"

نمبر فقرہ	مضمون	صفحہ
٢٠	رام چندرجی کا دکن مین آنا اور مہابھارت کی لڑائی	٤١
٢١	بدہ کی پیدایش اور اوسکا مذہب	٤٢
٢٢	بدہ مذہب کی اشاعت اور تنزل	٤٤
٢٣	ہندوستان کا نیا مذہب اور اسلام کا اوسپر اثر	٤٥
٢٤	جین مذہب	٤٦
	زمانہ وسطی عہد اسلام	
	١- مسلمانون کی ابتدا	
٢٥	صحیح تاریخ	٤٧
٢٦	عرب کا ملک اور باشندون کے اخلاقی حالت	٤٨
٢٧	حضرت محمد صلعم	″
٢٨	حضرت کی نبوت	٤٩
٢٩	مکہ والون کا مسلمانون کا ایذا دینا	″
٣٠	حضرت کی ہجرت مدینہ کو	٥٠
٣١	اسلام کے فتوحات عرب مین ..	″
٣٢	مصر و شام و ایران پر اسلام کا قبضہ	٥١
	٢- ہندوستان پر مسلمانونکا قبضہ	
٣٣	تھانہ اور سندہ پر مسلمانون کا قبضہ	٥١
٣٤	مسلمانون کا سندہ پر قبضہ کرنا اور چھوڑکر چلا جانا	٥٢
٣٥	اسلام کا اسلام کے مخالفون سے برتاؤ	٥٣
٣٦	اٹک تک مسلمانون کا قبضہ ..	٥٤
٣٧	گجرات کی فتح	″
٣٨	اسلام کا ہندوستان پر مستقل قبضہ	″
٣٩	قطب الدین ہندوستان کا اول مسلمانون پادشاہ	٥٥
٤٠	غلامون سے سلطنت کا خلجیون کے خاندان مین منتقل ہونا	″
٤١	علاءالدین خلجی کی نمود	″
	٣- دکن کا دہلی کی سلطنت مین شامل ہونا-	
٤٢	شاہزادہ علاءالدین کا دکن پر حملہ	٥٦

بابت	مضمون	صفحہ
۴۳	رام دیو کا اطاعت کرنا اور علاء الدین کا بادشاہ ہونا	۵۸
۴۴	ملک کافور کی دکن مین فتوحات	ایضاً
۴۵	ملک کافور کا ورنگل پر حملہ	۶۱
۴۶	فتح کرناٹک	۶۲
۴۷	علاء الدین کی وفات	۶۳
۴۸	علاء الدین کے صفات اور اوسکا انتظام	ایضاً
۴۹	قطب الدین خلجی کا دکن مین آنا اور خسرو خان کا عروج	۶۵
۵۰	قطب الدین مبارک شاہ کا قتل	۶۶
۵۱	خسرو خان کا قتل اور غازی خان کا بادشاہ ہونا	۶۷
۵۲	شاہزادہ جونا خان کی ورنگل پر چڑہائی اور ناکامیابی	۶۸
۵۳	جونا خان کا ورنگل اور راجا جنگر کو فتح کرنا	۶۹
۵۴	محمد تغلق کا بادشاہ ہونا اور اوسکے اوصاف	۷۰
۵۵	بہاؤالدین جاگیردار ساغر کی بغاوت اور دولت آباد کا دار السلطنت مقرر ہونا	۷۱
۵۶	محمد تغلق کے ظلم اور بغاوتین	۷۲
۵۷	بیجانگر کی آبادی اور کرناٹک مین ایک نئی ہندو حکومت کا قیام	۷۳
۵۵	محمد تغلق کا خلیفۂ عباسی سے سلطنت کی اجازت لینا	۷۵
۵۹	نصرت خان اور علی شاہ کی بغاوت	۷۶
	۴ - سلطنت خاندان بہمنی دکن کا انقلاب	
۶۰	امیران صدہ کی محمد تغلق سے بغاوت	۷۷
۶۱	محمد تغلق کا امراے دکن کو طلب کرنا اور اون کی بغاوت	۷۹
۶۲	دکن کا بلوہ اور اسمٰعیل کا بادشاہ ہونا اور دکن کا دہلی کی حکومت سے نکل جانا	۸۰
۶۳	محمد تغلق کا دولت آباد مین آکر باغیون کو شکست دینا اور پھر گجرات کی	

باب	مضمون	صفحہ
	بغاوت کے فرو کرنے کو چلا جانا ۔	۸۲
۶۴	عمادالملک سرتیز کا قتل اور محمد تغلق کی دکن سے بیدخلی	۸۳
	سلطان علاء الدین حسن کانگوی بہمنی	
۶۵	امراے دکن کا ملک حسن کو دکن کا بادشاہ کرنا ۔ ۔ ۔ ۔	۸۵
۶۶	حسن کی اصلیت اور اوس کی ایمانداری	۸۶
۶۷	گنگو برہمن کے نجوم سے اور حضرت نظام الدین کی بشارت کے باعث حسن کا دکن کی سلطنت کی جستجو مین یہان آنا ۔ ۔ ۔ ۔ ۔	۸۷
۶۸	نجوم وغیرہ پر مسلمانون کا غلط اعتقاد	۸۹
۶۹	علاء الدین حسن کا اپنے رفقا سے مروت اور وفاداری کرنا اور گلبرگہ کی مسجد اور قلعہ کی تعمیر ۔ ۔ ۔	۹۰
۷۰	محمد تغلق کی موت ۔ ۔ ۔ ۔	۹۲
۷۱	شاہزادہ محمد کی شادی اور اوس کی خالہ	

باب	مضمون	صفحہ
	کا ملتان سے آنا ۔ ۔ ۔ ۔	۹۴
۷۲	اسمعیل مخ کا بادشاہ کے برخلاف سازش کرنا ۔ اور اوسکا قتل ۔	۹۶
۷۳	علاء الدین کا ملک گیری کا ارادہ اور تلنگانہ اور کرناٹک کے راجاون کا مطیع ہونا	۹۷
۷۴	سلطان علاء الدین کی گجرات پر لشکر کشی اور بیمار ہوکر واپس ہونا اور ملک کو چار صوبون مین تقسیم کرنا	۹۸
۷۵	سلطان علاء الدین حسن کے اوصاف اور اوس کی وفات ۔	۱۰۰
	سلطان محمد شاہ	
۷۶	محمد شاہ کا کر و فر اور اوسکا چال چلن	۱۰۳
۷۷	راجایان تلنگ و بیجانگر کا حملہ و شکست	۱۰۴
۷۸	تلنگانہ پر چڑھائی اور ناگدیو پسر راجاے تلنگانہ کا قتل ۔	۱۰۶
۷۹	گولکنڈہ کی فتح ۔ ۔ ۔ ۔	۱۰۷
۸۰	راے بیجانگر کا حملہ اور اوسکی شکست	۱۰۸
۸۱	بہرام خان کی بغاوت اور اوسکا فرو ہونا	۱۱۲

بیان	مضمون	صفحہ
۸۲	شیخ زین الدین دولت آبادی کی نصیحت بادشاہ کو اور بادشاہ کی وفات	۱۱۳
	سلطان مجاہد شاہ	
۸۳	مجاہد شاہ کا تخت نشین ہوکر بیجانگر پر فوج کشی کرنا - - - - -	۱۱۴
۸۴	بیجانگر والون سے سخت لڑائی کے بعد مجاہد شاہ کی واپسی	۱۱۶
۸۵	مجاہد شاہ کا قتل - - -	۱۲۰
	سلطان داؤد شاہ	
۸۶	داود شاہ کا بادشاہ ہوکر قتل ہونا	۱۲۱
	سلطان محمود شاہ	
۸۷	محمود شاہ کی تخت نشینی - -	۱۲۲
۸۸	محمود شاہ کی سلطنت اور وفات	۱۲۳
	سلطان غیاث الدین	
۸۹	غیاث الدین کی تخت نشینی -	۱۲۵
	شمس الدین بہمنی	
۹۰	تغلچین کا غیاث الدین کو تخت سے اوتار کر شمس الدین کو تخت پر بٹھانا -	ایضاً
	سلطان فیروز شاہ	
۹۱	فیروز شاہ کا بادشاہ ہونا - - -	۱۲۶
۹۲	فیروز شاہ کا مذہب امامیہ کے بموجب متعہ کی حلت پر عمل اور اوس کے عادات واطوار - - -	۱۲۹
۹۳	بیجانگر پر فوج کشی - - -	۱۳۲
۹۴	نرسنگہ راجہ گوندوانہ کی سرکشی	۱۳۴
۹۵	فیروز شاہ کا امیر تیمور کی خدمت مین ایلچی بھیجنا - - - - -	۱۳۶
۹۶	ایک سنارن کے واسطے دیورائے کی چڑہائی - - - - -	۱۳۷
۹۷	فیروز شاہ کی دیورائے پر چڑہائی -	۱۳۸
۹۸	دیورائے کا صلح کرنا - - -	ایضاً
۹۹	سید محمد گیسو دراز بندہ نواز - - -	۱۴۰
۱۰۰	دیورائے کا حملہ اور فیروز شاہ کی سخت شکست - - -	۱۴۱
۱۰۱	احمد خان کا بیدر سے بھاگنا -	۱۴۲
۱۰۲	احمد خان کا ہشیار و بیدار کو شکست دینا	۱۴۳

باب	مضمون	صفحہ
۱۰۳	احمد شاہ کا بادشاہ ہونا - - -	۱۴۴
	سلطان احمد شاہ	
۱۰۴	احمد شاہ کا سید محمد گیسو دراز پر اعتقاد	۱۴۵
۱۰۵	احمد شاہ کی دیوراسے پر چڑہائی اور مصیبت مین پہنسکر پہر فتح پانا - -	۱۴۷
۱۰۶	دکن کا قحط اور احمد شاہ کا ولی مشہور ہونا - - - -	۱۵۱
۱۰۷	تلنگانہ و ماہور کی فتح - - -	ایضاً
۱۰۸	ہوشنگ شاہ کا حملہ و شکست	۱۵۲
۱۰۹	احمد آباد بیدر کی آبادی و بہمن نامہ	۱۵۳
۱۱۰	شاہزادون مین ملک کی تقسیم	۱۵۴
۱۱۱	ملک راجہ حاکم خاندیس - -	۱۵۵
۱۱۲	نصیر خان حاکم خاندیس - -	۱۵۶
۱۱۳	احمد شاہ گجراتی سے جہگڑا - -	۱۵۹
۱۱۴	ہوشنگ شاہ والی مالوہ سے جہگڑا	۱۶۰
۱۱۵	سادات اور احمد شاہ اور اوسکی موت	۱۶۱
	سلطان علاء الدین	
۱۱۶	علاء الدین کی تخت نشینی اور محمد خان کی بغاوت - - -	۱۶۴
۱۱۷	دلاور خان کی کوکن پر چڑہائی	۱۶۵
۱۱۸	نصیر خان کا برار پر حملہ - - -	ایضاً
۱۱۹	ملک حسن بصری کی خاندیس مین تاخت	۱۶۶
۱۲۰	غریبون اور دکہنیون مین عداوت پیدا ہونا - - - - -	۱۶۷
۱۲۱	دیوراسے کا سلطنت بہمنیہ پر حملہ اور شکست - - - - -	۱۶۸
۱۲۲	علاء الدین کے عادات و اطوار	۱۷۰
۱۲۳	سرکہ کا خلف حسن بصری کو دغا سے قتل کرنا - - - -	۱۷۱
۱۲۴	دکہنیون اور غریبون کا فساد	۱۷۳
۱۲۵	سکندر خان کی بغاوت - -	۱۷۷
۱۲۶	محمود خلجی کا حملہ اور واپسی اور سکندر خان کی اطاعت - -	۱۷۸
۱۲۷	علاء الدین کا مرنا - - - -	۱۷۹
	سلطان ہمایون شاہ ظالم	
۱۲۸	ہمایون شاہ کا بادشاہ ہونا - -	۱۸۰

فصل	مضمون	صفحہ
۱۲۹	سکندر خان کی بغاوت اور اوس کا خاتمہ - - - - -	۱۸۱
۱۳۰	دیورکندہ پر خواجہ جہان کی شکست	۱۸۲
۱۳۱	شاہزادہ حسن خان کی بغاوت - -	۱۸۳
۱۳۲	ہمایون شاہ کا قتل - - -	۱۸۵
۱۳۳	ظلم اور انصاف کے معنے - -	۱۸۶
	نظام شاہ	
۱۳۴	نظام شاہ کی تخت نشینی اور رایان اوریا و اوڑیسہ کی چڑہائی - -	۱۸۷
۱۳۵	محمود شاہ خلجی والی مالوہ کی دکن پر لشکرکشی - - - - -	۱۸۹
۱۳۶	محمود شاہ خلجی کی مراجعت - -	۱۹۱
	سلطان محمد شاہ	
۱۳۷	نظام شاہ کی موت اور محمد شاہ کی تخت نشینی اور خواجہ جہان کا قتل	۱۹۳
۱۳۸	قلعہ کہرلہ کا جھگڑا اور صلح - - -	۱۹۵
۱۳۹	یوسف عادل خان کی اصلیت	۱۹۶
۱۴۰	کوکن کی فتح - - - -	۱۹۹

فصل	مضمون	صفحہ
۱۴۱	ہمیر راے اوریا کی امداد اور فتح راجمندری و کوندبیر - - -	۲۰۰
۱۴۲	ملک حسن نظام الملک اور ملک فتح اللہ عماد الملک کی اصلیت	۲۰۱
۱۴۳	یوسف عادل خان کا سرلشکری دولت آباد پر تقرر اور انتور و ویراکہیرہ اور لانجی کی فتح - - - -	۲۰۲
۱۴۴	بلگوین کی فتح اور مخدومہ جہان کا انتقال - - - - - -	۲۰۳
۱۴۵	دکن کا قحط - - - -	۲۰۴
۱۴۶	اوریا و اوڑیسہ کی فتح - - -	۲۰۵
۱۴۷	مملکت بہمنیہ مین محمود گاوان کی اصلاحین اور امرا کی اوس سے عداوت - - - -	۲۰۶
۱۴۸	کوندپور پلی سے کنجی اور مچھلی پٹن تک کی فتح - - -	۲۰۹
۱۴۹	قتل محمود گاوان - -	۲۱۱
۱۵۰	خواجہ کی اصلیت اور اوصاف	۲۱۵

نمبر باب	مضمون	صفحہ
۱۵۰	خواجہ کی بے جرمی کا ثبوت ..	۲۱۶
۱۵۲	امرا کی سرکشی اور محمد شاہ کی موت	۲۱۸
	۵- دکن کی طوائف الملوکی - واقعات کثیر الاختلال عہد محمود شاہ ثانی	
۱۵۳	محمود شاہ ثانی کی تخت نشینی اور درباری فریق . . .	۲۲۱
۱۵۴	قاسم برید کی اصلیت .	۲۲۳
۱۵۵	امراے ترک مغل اور حبشی دکھنیون کا میل اور مناصب کی تقسیم	۲۲۴
۱۵۶	دکھنیون اور ترکون کی لڑائی .	۲۲۷
۱۵۷	دلاور خان حبشی اور ملک حسن کا جھگڑا اور ملک احمد کا جنیر پر تقرر	۲۲۹
۱۵۸	ملک حسن نظام الملک کی بغاوت اور دل پسند خان کے ہاتھ سے اوس کا قتل . . .	۲۳۱
۱۵۹	ملک احمد کی مستقل حکومت .	۲۳۳
۱۶۰	دکھنی اور حبشیون کا محمود شاہ کے قتل کی سازش کرنا اور پھر خود اونہین کا قتل ہونا	۲۳۳
۱۶۱	سلطان قلی کی اصلیت .	۲۳۵
۱۶۲	ملک احمد نظام الملک کی فتح چاکنہ مین اور شیخ مودی عرب پر	۲۴۰
۱۶۳	جہانگیر خان پر احمد نظام الملک کی فتح	۲۴۱
	۶- سلاطین بہمنیہ دکن کے غلامون کی سلطنتین	
	سلاطین نظام شاہیہ احمد نگر - عادل شاہیہ بیجاپور - عماد شاہیہ برار - برید شاہیہ بیدر - قطب شاہیہ گولکنڈہ	
۱۶۴	احمد نظام الملک یوسف عادل شاہ و فتح اللہ عماد الملک کا خطبہ وچتر . . .	۲۴۳

باب	مضمون	صفحہ
۱۶۵	ملک قاسم برید کا خود مختار ہونا	۲۴۵
۱۶۶	راے بیجانگر اور بہادر گیلانی حاکم گوا کا حملہ علاقہ بیجاپور پر	۲۴۶
۱۶۷	احمد نظام الملک کی ملک اشرف پر حملہ کی تیاری	۲۴۸
۱۶۸	یوسف عادل شاہ کا حملہ قاسم برید پر	۲۴۹
۱۶۹	یوسف عادل شاہ کی بیجانگر والون سے مدگل رایچور کا واپس لینا ۔	۲۵۰
۱۷۰	محمود شاہ والی گجرات کا محمود شاہ بہمنی کو بہادر گیلانی کی شکایت لکہنا	۲۵۱
۱۷۱	محمود شاہ کا بہادر گیلانی حاکم گوا پر فوج کشی کرکے اوسے قتل کرنا ..	۲۵۲
۱۷۲	محمود شاہ کی بیدر کو براہ بیجاپور مراجعت اور گجراتی ایلچیون کی رخصت ..	۲۵۶
۱۷۳	دستور دینار کی محمود شاہ سے سرکشی اور اوسکا انجام	۲۵۷
۱۷۴	قاسم برید کے قبضہ سے محمود شاہ کی آزادی مگر بیفائدہ	۲۵۹
۱۷۵	یوسف عادل شاہ کا گلبرگہ لینے کی تدابیر اور اوسپر حملے	۲۶۰
۱۷۶	احمد نظام الملک کے دولت آباد پر حملے اور احمد نگر کی بنا	۲۶۱
۱۷۷	احمد نظام الملک کا میران عینا کی مدد کے لیے سلطان محمود شاہ گجراتی سے مقابلہ	۲۶۱
۱۷۸	احمد نظام الملک کا سلطان محمود شاہ گجراتی کو دہوکے سے زک دینا	۲۶۳
۱۷۹	کنکاش یوسف عادل شاہ و احمد نظام الملک نسبت ملک گیری ..	۲۶۵
۱۸۰	میان محمد جاگیردار گوا کا یوسف عادل شاہ کا مطیع ہونا	۲۶۶
۱۸۱	سلطان محمود شاہ گجراتی کا حملہ دولت آباد پر اور احمد نظام الملک کا دولت آباد وغیرہ پر قبضہ	ایضاً
۱۸۲	قاسم برید کی موت اور یوسف عادل شاہ	

باب	مضمون	صفحہ
	کا گلبرگہ ایتگر وغیرہ کو فتح کرنا ۔ ۔	۲۶۸
۱۸۳	یوسف عادل شاہ کا علی الاعلان اپنے شیعہ مذہب کو جاری کرنا ۔ ۔	۲۶۹
۱۸۴	امیر برید کی یوسف عادل شاہ پر لشکرکشی اور اوسکا انجام ۔ ۔	۲۷۱
۱۸۵	احمد نظام الملک کی میران داؤد خان حاکم خاندیس پر لشکرکشی ۔ ۔	۲۷۵
۱۸۶	محمود شاہ گجراتی کا عادل خان کو خاندیس کی حکومت دلانا ۔ ۔ ۔	۲۷۶
۱۸۷	عادل خان اعظم ہمایون کا امراے باغی کو قتل کرنا ۔ ۔ ۔	۲۷۷
۱۸۸	احمد نظام الملک کی وفات اور ایک سے ایک کے لڑنے کی رسم ۔ ۔	۲۷۹
۱۸۹	ہندوستان کے ساحل غربی پر مسلمانونکی آبادی ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔	۲۸۱
۱۹۰	پرتگیزون کا کلی کوٹ مین آنا ۔	۲۸۲
۱۹۱	پرتگیزون کے راجہ ہاے کوچین و کلی کوٹ سے جھگڑے ۔ ۔	۲۸۳
۱۹۲	پرتگالیون کی سلطان محمود شاہ گجراتی وقانصور والے مصر و راجہ کلی کوٹ سے لڑائیان ۔ ۔	۲۸۶
۱۹۳	پرتگالیون کا بندر گوا کو لینا۔ اور پھر شکست کھا کر چلا جانا ۔ ۔	۲۸۸
۱۹۴	انتقال یوسف عادل شاہ ۔ ۔	۲۸۹
۱۹۵	اسمعیل عادل شاہ کی تخت نشینی اور گوا کا پرتگالیون کے قبضہ مین جانا۔	۲۹۰
۱۹۶	علاء الدین عماد شاہ کا حملہ احمدنگر پر اور شکست ۔ ۔ ۔ ۔ ۔	۲۹۱
۱۹۷	امیر برید اور کمال خان کے بادشاہ ہونے کی تجویزین ۔ ۔ ۔ ۔	۲۹۲
۱۹۸	کمال خان کا قتل ۔ ۔ ۔	۲۹۳
۱۹۹	بیجاپور مین شیعہ مذہب کا ازسرنو اجرا پانا ۔ ۔ ۔ ۔ ۔	۲۹۶
۲۰۰	سلطان قلی۔ گولکنڈہ کی آبادی اور اوس کی تاریخ ۔ ۔ ۔	۲۹۷
۲۰۱	سلطان قلی کا راجکنڈہ دیورکنڈہ	

باب	مضمون	صفحہ
	پانگل کھنورہ کو تلکنڈہ کا فتح کرنا اور اپنے نام کا خطبہ پڑھوانا	۲۹۹
۲۰۲	امیر برید کا اسمٰعیل عادل شاہ پر حملہ اور شکست	۳۰۱
۲۰۳	سلاطین بیجاپور کا سلاطین صوبہ ایران سے تعلق	۳۰۳
۲۰۴	محمود شاہ کا برار کو بھاگنا اور علاء الدین کا امیر برید پر حملہ اور شکست	۳۰۵
۲۰۵	ماہور کا علاء الدین کے ماتحت ہونا	۳۰۶
۲۰۶	سلطان قلی کا ایلگندل اور ملنگور قوام الملک سے لینا	ایضاً
۲۰۷	محمود شاہ اور اوس کے بیٹے احمد شاہ کی موت	۳۰۷
۲۰۸	سلطان قلی کی علاء الدین عماد الملک پر فتح	۳۰۸
۲۰۹	برہان شاہ کا پاتری کو فتح کرنا اور آمنہ رنڈی سے نکاح کرنا	۳۰۹
۲۱۰	اسمٰعیل شاہ کا رائیچور کی تسخیر کو جانا اور سخت شکست کھا کر لوٹنا	۳۱۰
۲۱۱	شاہ طاہر کا ایران سے ہندوستان کو بھاگنا	۳۱۱
۲۱۲	شاہ طاہر کا احمد نگر میں آنا	۳۱۳
۲۱۳	امیر برید کا علاء الدین ابن احمد شاہ کو قتل کرنا	۳۱۴
۲۱۴	برہان شاہ سے مریم سلطانہ ہمشیرہ اسمٰعیل شاہ کی شادی	۳۱۵
۲۱۵	استرداد شولاپور کے لیے برہان نظام شاہ کا اسمٰعیل عادل شاہ پر حملہ اور شکست	۳۱۶
۲۱۶	سلطان قلی کی شتاب خان راجہ کھمم مٹھ پر فتح	۳۱۷
۲۱۷	علاء الدین اور برہان نظام شاہ کا پاتری پر جھگڑا اور محمد شاہ والی خاندیس کی علاء الدین کو مدد	۳۱۸
۲۱۸	بہمنیوں کے نام کے بادشاہوں کا خاتمہ	۳۱۹
۲۱۹	سلطان قلی کا کندہ پلی وایلور کو فتح کرنا	۳۲۲

باب	مضمون	صفحہ
۲۲۰	اسمعیل کی برہان پر فتح اور خدیجہ سلطانہ کا علاءالدین عماد الملک سے نکاح	۳۲۳
۲۲۱	سلطان قلی کا کوندبیر پر حملہ اور کنندہ پلی کی بغاوت - - - - -	۳۲۴
۲۲۲	سلطان قلی کا کوندبیر والون کو مطیع کرنا۔ اور کنندہ پلی کی بغاوت فرد ہونا	ایضاً
۲۲۳	سلطان بہادر شاہ گجراتی کا دکن پر حملہ اور والیان دکن کی اوسکے مقابلہ کے لیے تیاری -	۳۲۵
۲۲۴	سلطان بہادر شاہ گجراتی کا احمد نگر مین آنا - - - - - -	۳۲۷
۲۲۵	سلطان بہادر شاہ کا ایک مہیب خواب دیکھنے کے باعث احمد نگر کو چھوڑنا اور دولت آباد کو جانا - - - -	۳۲۸
۲۲۶	گجراتیون اور دکھنیون کی دولت آباد کے قریب لڑائیان - - -	۳۳۰
۲۲۷	سلطان بہادر شاہ کی گجرات کو واپسی	۳۳۱
۲۲۸	اسمعیل کا حملہ بیدر پر - - -	۳۳۲

باب	مضمون	صفحہ
۲۲۹	امیر برید کی گرفتاری - -	
۲۳۰	بیدر کے قلعہ پر اسمعیل کا قبضہ اور واپسی اور رایچور و مدگل کی فتح -	
۲۳۱	برہان نظام الملک کا شاہ طاہر کو گجرات بھیجنا۔ اور وہان اوسکی فضیلت کی قدر - - - -	
۲۳۲	برہان نظام شاہ کا سلطان بہادر شاہ کی ملاقات کے لیے برہانپور کو جانا۔	
۲۳۳	برہان اور اسمعیل کی لڑائی۔ اور ملک گیری کی نسبت دونو کا تصفیہ	
۲۳۴	اسمعیل کا تلنگانہ پر حملہ۔ اور اوس کی وفات - - - - - -	
۲۳۵	بیجاپور مین ملوخان کی تخت نشینی کے بعد ابراہیم عادل شاہ کا تخت پر بیٹھنا	
۲۳۶	سلطان قلی کا حملہ امیر برید پر۔ اور گجویل وایلور و کوہیر کی فتح - -	
۲۳۷	سلطان قلی کا نلگنڈہ کو دغا بازی سے لینا - - - - - -	

نمبر	مضمون	صفحہ
۲۳۸	ابراہیم کا ایرانیون کونکالکر دکھنی اور ہندوون کو عروج دینا۔ اور فارسی کے بجاے ہندی مین دفتر رکھنا	۳۴۷
۲۳۹	بیجانگر کا راج شیورا سے کے گھرانے سے نکل جانا	۳۴۹
۲۴۰	رامراج کا بیجانگر مین راجہ ہونا	۳۵۱
۲۴۱	ادھونی پر اسد خان لاری کا حملہ اور واپسی	۳۵۲
۲۴۲	ہمایون کی بہادر شاہ گجراتی پر چڑھائی اور پرتگیزون کا بہادر شاہ کو دغا سے قتل کرنا۔ اور میران محمد شاہ کی موت	۳۵۳
۲۴۳	فوجی آدمیون کے مخزنون کے اختلاف سے دکن مالوہ گجرات وغیرہ ملکون کی طاقتون کا اختلاف	۳۵۵
۲۴۴	دکن مین شیعہ مذہب پھیلنے کے اسباب	۳۵۷
۲۴۵	برہان شاہ کے بیٹے کی بیماری اور شاہ طاہر کا برہان شاہ سے شیعہ ہونے کی منت منوانا	۳۵۹
۲۴۶	برہان شاہ اور اوس کے اہل وعیال کا شیعہ ہونا	۳۶۲
۲۴۷	برہان کا شیعہ سنی علما سے باہم بحث کرانا۔ اور علی الاعلان شیعہ مذہب کا پھیلانا	۳۶۳
۲۴۸	سنیون کا ملا پیر محمد کی سرداری مین شور مچانا	۳۶۵
۲۴۹	احمد نگر مین شیعون کا مجمع	۳۶۶
۲۵۰	مبارک خان کا برہانپور مین اور محمود شاہ کا گجرات مین بادشاہ ہونا	۳۶۷
۲۵۱	برہان پر شاہان گرد و نواح کی لشکر کشی کی تجویز	۳۶۸
۲۵۲	سلطان قلی کا کوتدبیر کو تسخیر کرنا	ایضاً
۲۵۳	برہان کی قوت اور ابراہیم کی کمزوری	۳۶۹
۲۵۴	ابراہیم عادل شاہ اور اوس کے ایک سرزارا اسد خان کا رنج	″

باب	مضمون	صفحہ
۲۵۵	شاہ طاہر کا سلطان قلی کے پاس قلعہ میدک کی کنجی لانا ۔ اور سلطان قلی کا برہان کی مدد کرنا	۳۷۱
۲۵۶	برہان کا اسد خان کی بغاوت کی بنا پر ابراہیم پر حملہ	۳۷۲
۲۵۷	ابراہیم کا دریا عماد شاہ کی مدد اور اسد خان کی واپسی سے برہانپور پر فتح پانا	۳۷۳
۲۵۸	امیر برید کی وفات	۳۷۴
۲۵۹	جمشید خان کا اپنے باپ سلطان قلی کو قتل کرنا	ایضاً
۲۶۰	شاہ طاہر کا گولکنڈہ کو آنا	۳۷۶
۲۶۱	علی برید کا شاہزادہ ابراہیم قلی کی مدد کے لیے جمشید کو گولکنڈہ مین محصور کرنا	ایضاً
۲۶۲	برہان کے حملہ کے باعث علی برید کا بیجاپور کو بھاگنا	۳۷۷
۲۶۳	شاہزادہ ابراہیم قلی کا بیجانگر کو جانا	ایضاً
۲۶۴	برہان شاہ جمشید شاہ اور امراج کا ابراہیم عادل شاہ پر حملہ	۳۷۸
۲۶۵	برہان کے پاس شاہ طہماسپ کے ایلچی کا آنا	۳۸۰
ایضاً	اسد خان کا جمشید پر حملہ اور اہل نجوم وغیرہ کا فائدہ	۳۸۱
۲۶۶	برہان پر ابراہیم کی اور علی برید پر جمشید کی فتح	۳۸۲
۲۶۷	جمشید کا علی برید پر حملہ اور قلعہ کولاس کی بنانا	۳۸۳
۲۶۸	شاہ طاہر کی علی برید کے یہان ناقدری	۳۸۴
۲۶۹	علی برید اور ابراہیم کی برہان جمشید اور دریا عماد شاہ سے شکستین	۳۸۵
۲۷۰	شیعون کا سنی بنکر ابراہیم کو دہوکے دینا	ایضاً
۲۷۱	ابراہیم کا بدخواہون کو قتل کرنا اور شاہزادہ عبداللہ کا بھاگ کر بندر گوا مین پناہ لینا	۳۸۶

باب	مضمون	صفحہ
۲۷۲	امراے بیجاپور و برہان و جمشید کا عبداللہ کو ابراہیم کے بجاے تخت نشین کرنے کا ارادہ مگر ناکامیاب ہونا	۳۸۷
۲۷۳	اسدخان کی موت - - -	۳۸۹
۲۷۴	شاہ طاہر کا انتقال پر ملال - -	۳۹۰
۲۷۵	جمشید کی وفات - - -	۳۹۲
۲۷۶	سبحان قلی کا گولکنڈہ مین سیف خان کی مدد سے تخت نشین ہونا اور دولت قلی اور جگدیوراو کا ہنگامہ	۳۹۲
۲۷۷	شاہزادہ ابراہیم قلی کا بیجانگر کا زمانہ	۳۹۴
۲۷۸	ابراہیم قلی کا بیجانگر سے آکر گولکنڈہ پر قابض ہونا - - - - - -	۳۹۵
۲۷۹	جگدیوراو کی خلاصی اور سیف خان کے فرار کے بعد ابراہیم قلی کا گولکنڈہ مین بادشاہ ہونا - - - - -	۳۹۶
۲۸۰	برہان کا قلعہ کلیان پر محاصرہ اور ابراہیم عادل شاہ کا استخلاص کو جانا	۳۹۷
۲۸۱	لفظ بری کی اصلیت - - -	۳۹۸
۲۸۲	ابراہیم پر سیف خان عین الملک کا چھاپہ مارنا اور ابراہیم عادل شاہ کا بھاگنا	۳۹۹
۲۸۳	برہان کا قلعہ کلیان کو فتح کرنا - اور پرینڈہ کو واپس لینا - - - - -	۴۰۱
۲۸۴	رامراج کا قلعہ رائچور و مدگل کو اور برہان کا قلعہ شولاپور کو فتح کرنا - - -	۴۰۲
۲۸۵	برہان نظام شاہ کا بیجاپور پر حملہ اور اوس کی موت - - - -	۴۰۳
۲۸۶	حسین نظام شاہ کا بھائیون کے فرار کے بعد احمدنگر مین بادشاہ ہونا اور ابراہیم عادل شاہ سے صلح کرنا -	۴۰۵
۲۸۷	خواجہ جہان کے بھاگنے پر حسین شاہ کا پرینڈہ پر قبضہ - - - -	۴۰۶
۲۸۸	ابراہیم عادل شاہ اور حسین نظام شاہ کا شولاپور مین مقابلہ - - -	۴۰۷
۲۸۹	ابراہیم عادل شاہ کا سیف خان کی بیوفائی پر شبہ کر کے میدان سے بھاگنا	۴۰۸
۲۹۰	ابراہیم عادل شاہ کا سیف خان کو	

نمبر	مضمون	صفحہ
	موقوف کرنا ۔ ۔ ۔ ۔	۴۰۹
۲۹۱	حسین شاہ اور ابراہیم قلی قطب شاہ کا حملہ گلبرگہ پر ۔ ۔ ۔ ۔ ۔	۴۱۰
۲۹۲	سیف خان کا ابراہیم عادل شاہ کو متواتر تین مرتبہ شکست دینا ۔	۴۱۲
۲۹۳	دینکٹادری سے شکست کھا کر سیف خان کا بھاگنا ۔ ۔ ۔	۴۱۳
۲۹۴	حسین شاہ کا سیف خان اور صلابت خان کو دغا سے قتل کرنا	۴۱۴
۲۹۵	قبول خان کا سیف خان کے اہل و عیال کے ساتھ گولکنڈہ بھاگنا ۔	۴۱۶
۲۹۶	سیف خان عین الملک ۔	۴۱۷
۲۹۷	ابراہیم قطب شاہ کا رامراج کو مدد دینا ۔ ۔ ۔ ۔ ۔	۴۱۸
۲۹۸	ابراہیم قلی قطب شاہ کے سردار جگدیوراو کی بغاوت ۔ ۔ ۔ ۔	۴۱۹
۲۹۹	میران مبارک خان والی خاندیس اور سلطان محمود شاہ گجراتی کا جھگڑا ۔	۴۲۰
۳۰۰	جگدیوراو کا برار خاندیس کے جھگڑے کے بعد پھر قطب شاہی ملک مین آنا	۴۲۱
۳۰۱	جگدیوراو کا شکست کھا کر بیجانگر کو بھاگنا	״
۳۰۲	ابراہیم عادل شاہ کی وفات ۔	۴۲۲
۳۰۳	شیعون کا حنفی بنکر ابراہیم عادل شاہ کے بیٹون کو شیعہ بنانا ۔ ۔	۴۲۴
۳۰۴	تقیہ کے برے نتائج شیعہ مذہب کیلئے	۴۲۵
۳۰۵	علی عادل شاہ کی تخت نشینی ۔ ۔	۴۲۶
۳۰۶	علی عادل شاہ کا شیعہ مذہب جاری کرنا اور کوئی فتنہ نہونا ۔ ۔ ۔ ۔	۴۲۸
۳۰۷	ابراہیم قلی اور حسین شاہ کا گلبرگہ پر حملہ	۴۲۹
۳۰۸	علی عادل شاہ کا حسین شاہ کی عداوت کے باعث رامراج سے ارتباط پیدا کرنا ۔ ۔ ۔ ۔ ۔	۴۳۰
۳۰۹	علی عادل شاہ کا رامراج کے پاس بیجانگر کو جانا ۔ اور حسین شاہ کا دریا عماد شاہ کی دختر سے شادی کرنا ۔ ۔	۴۳۱
۳۱۰	علی عادل شاہ اور حسین نظام شاہ کی	

بیان	مضمون	صفحہ
	شولاپور اور کلیان کی نسبت سوال و جواب - - - -	۴۳۲
۳۱۱	علی عادل شاہ رامراج اور ابراہیم قطب شاہ کا احمد نگر پر حملہ - -	۴۳۳
۳۱۲	ابراہیم قطب شاہ کا احمد نگر کو چھوڑ کر گولکنڈہ چلا جانا - - - -	۴۳۴
۳۱۳	حسین شاہ کا بڑی ذلت کے ساتھ رامراج اور علی عادل شاہ سے صلح کرنا - - - - -	۴۳۶
۳۱۴	دریا عماد شاہ اور میران مبارک خان کا باز بہادر کی مدد کرنا اور دریا عماد شاہ کی موت - - - -	۴۳۷
۳۱۵	حسین نظام شاہ اور ابراہیم قطب شاہ کا قلعہ کلیان پر حملہ - اور علی عادل شاہ رامراج اور علی برید شاہ کا ملکر مدافعہ کے لیے جانا - - - -	۴۳۹
۳۱۶	حسین شاہ کا توپخانہ چھن جانا اور ابراہیم قطب شاہ کی بزدلی اور دونون	

بیان	مضمون	صفحہ
	کی اپنے اپنے ملکون کو واپسی -	۴۴۰
۳۱۷	افواج متفقہ مین ہندو مسلمانون کی نااتفاقی - - - - -	۴۴۲
۳۱۸	رامراج و علی عادل شاہ کی احمد نگر سے واپسی - - - - -	۴۴۳
۳۱۹	مرتضیٰ خان انجو اور شاہ نقی نظام شاہی کی گرفتاری اور خلاصی - -	۴۴۴
۳۲۰	رامراج کا ابراہیم شاہ اور علی شاہ سے بعض پرگنات کا لینا - - - -	۴۴۵
۳۲۱	تلنگانہ کے نایکواڑیون کی بغاوت اور اوس کا فرو ہونا - - - -	۴۴۷
۳۲۲	ابراہیم قطب شاہ کا دیلور دویلی سر کا فتح کرنا - - - - -	۴۵۰
۳۲۳	رامراج کا عروج اور مسلمانون کو اوس سے نفرت - - -	۴۵۱
۳۲۴	علی عادل شاہ حسین نظام شاہ ابراہیم قطب شاہ علی برید شاہ کا رامراج کے مقابلہ کے لیے اتفاق کرنا	۴۵۲

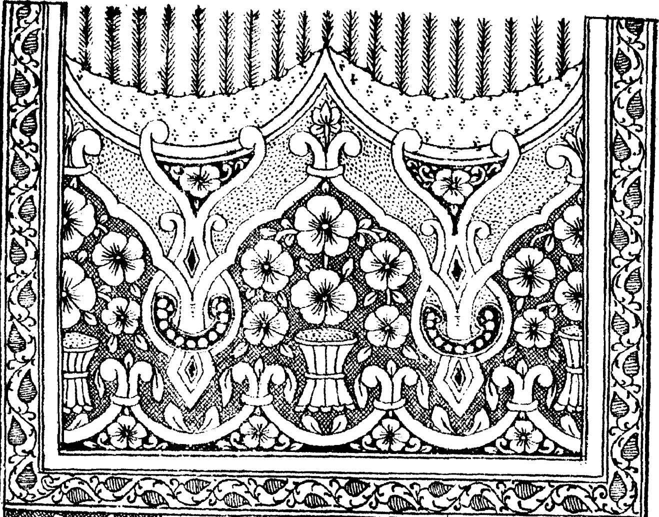
باب	مضمون	صفحہ
۳۲۵	شاہان اسلام کا رامراج پر حملہ ۔ ۔	۴۵۴
۳۲۶	مسلمانون کا دریاے کشنا سے عبور کرنا	۴۵۵
۳۲۷	تالی کوٹہ کے مقام پر سلاطین اسلام اور رامراج کا مقابلہ ۔ ۔ ۔	۴۵۷
۳۲۸	اہل اسلام کی عظیم الشان فتح اور رامراج کا قتل ۔ ۔ ۔ ۔	۴۵۹
۳۲۹	بیجانگر کا غارت اور برباد ہونا ۔ ۔	۴۶۱
۳۳۰	بیجانگر کے گرد و نواح کے غارت ۔	۴۶۲
۳۳۱	حسین شاہ و ابراہیم شاہ و علی برید شاہ کی بیجانگر سے واپسی ۔ ۔ ۔	۴۶۳
۳۳۲	باکہارا سے اور ہری ہر کا وویارن کی اخلاقی امداد سے بیجانگر کو بسانا اور بیجانگر کی سلطنت کی نشوو ۔ ۔ ۔	۴۶۵
۳۳۳	بیجانگر کا موقع اور دشمن سے حفاظت کے لیے اُس کی تیاریان ۔ ۔	۴۶۷
۳۳۴	بیجانگر کے راجاون کے نامون مین تاریخ فرشتہ سے اختلاف ۔ اور عبدالرزاق سفیر فارس کی سیاحت بیجانگر مین ۔ ۔	۴۶۹
۳۳۵	شہر بیجانگر کی وسعت اور آبادی ۔ اور راجہ کی فوج اور لڑائی کا جوش ۔ اور بیجانگر کی تجارت	۴۷۱
۳۳۶	بیجانگر کی تباہی کا ہندوون کے ہاتھ سے ہونا ۔ نہ مسلمانون کے ہاتھ سے راجہ کا حمام اور مسافرون کے کہانے کی سلیں	۴۷۴
۳۳۷	بیجانگر کے مندر اور پتھر کی گاڑی ۔ ۔	۴۷۶
۳۳۸	بیجانگر کا بقیہ آباد حصہ اور اناگندی مین وہان کے راجاون کی اولاد ۔ ۔	۴۷۷
۳۳۹	رامراج کی سلطنت کا عروج اور ملک کی قدرتی زرخیزی ۔ ۔ ۔ ۔	۴۷۸
۳۴۰	بیجانگر کے راج کی قوت اور اوسکا سبب	۴۸۰
۳۴۱	بیجانگر کی حالت لڑائی کے بعد	۴۸۱
۳۴۲	رامراج بیجانگر کا وارث راجہ تھا اور وہان کے راجاون کا شجرہ ۔	۴۸۲

فہرست مضامین حصہ اول تمام ہوئی

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

تمہید

مذہبی ہادیون کی بالمشافہ سحر انگیز تقریرون کے بعد جو کسی قوم کے مردہ دلون مین جوش پیدا کرنے اور ہمت بڑہانے کا سب سے عمدہ ذریعہ ہے وہ تاریخ ہے اور تاریخ بھی کونسی اُنکے آباو اجداد کی اسواسطے ہمنے اہل دکن کے لیے دکن کی تاریخ لکہنا شروع کی ہے۔ اصلی مقصد تو ہمارا اس تاریخ سے سلاطین آصفیہ کی تاریخ لکھنا ہے۔ مگر ہر شے کے لیے سر و پا ہوتا ہے۔ یہ ضرور ہے کہ ہم اس مبارک خاندان کے پہلے زمانہ کا بہی حال لکھدین۔ یہ حصہ اوّل ہے جسمین ابتدا سے مسلمانونکی اوس فتح تک کا ذکر ہے۔ کہ جب اونہون نے ہندؤن کو دکن سے بالکل بیدخل کردیا۔ اور بیجانگر کی سلطنت کا استیصال ہوگیا اسکے بعد دوسرا حصہ وہ ہے۔ کہ جسمین اورنگ زیب عالمگیر کے آخر عہد تک کا ذکر ہے۔ یہ دونون حصے اصلی تاریخ کی تمہید کے طور پر ہین۔ بعدمین ہم اس مبارک خاندان سلاطین آصفیہ کی ایسی تاریخ لکھین گے کہ جسکے بعد اور کسی تاریخ دکن کی ضرورت نہ رہے۔



بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

زمانہ قدیم عہد ہنود

۱ - ہندوستان کے قدرتی حصے کوہ بندھیاچل سے جو گجرات کے شمال مغرب سے مشرق کو گنگا تک چلا گیا ہے براعظم ہندوستان کے شمالاً جنوباً دو حصے ہوجاتے ہین - ایک شمالی ہند دوسرا جنوبی ہند - اس کے شمالی ملک کو ہندوستان خاص اور جنوبی کو دکن کہتے ہین - بعض کا قول ہے کہ اس ملک کا نام جو دکن ہوا ہے وہ لفظ ڈنڈکا سے مشتق ہے جس کے معنی جنگل کے ہین اور جس مین راجہ رام چندر نے بن باس لیا تھا - مگر یہ خیال نہایت بعید ہے - یہ دکن کا لفظ سنسکرت کے لفظ دکھشن کا بگڑا ہوا ہے جو جنوب کے معنی مین ہے اور بالکل صحیح ہے - غرض کہ مسلمانوں کے زمانہ مین ہندوستان خاص اور دکن کی مصنوعی حد فاصل دریاے نربدا تھا - مگر چونکہ قوموں کی قدرتی

تفریق پہاڑون سے ہوا کرتی ہے اسلیے ہم نے بندہیاچل کو ہی حدفاصل مانا ہے - بنگالہ جو بندہیاچل کے مشرق کو ہے اور گجرات جو اوسکے مغرب مین ہے نہ شمالی ہند مین داخل سمجھے جاتے ہین اور نہ جنوبی ہند مین - یہ دونون حصے جدا ہی ہین -

۲ - شمالی ہند کے قدرتی حصے ہندوستان خاص اون اضلاع کا نام ہے جنمین دریاے گنگا اور سندہ بہتے ہین اور اسی مین دریاے سندہ کے قریب کا ریگستان اور وسط ہند کا بلند حصہ بہی داخل ہے - دریاے سندہ کے قریب کا حصّہ پنجاب دریاے جہیلم کے مشرق تک نہایت زرخیز اور دلکشا ہے - اور جہیلم کے مغرب مین ناہموار ہے - اور جہان پانچون دریا ملتے ہین اور ان کی دہار ایک ہوکر پہاڑون اور بیابان کے بیچ کے میدان مین بہتی ہے - اور اوس پانی سے جس قدر زمین سیراب ہوتی ہے اوس قدر حصہ اوس میدان کا سرسبز ہے - اور جب یہ دہار دریاے سندہ کی بہکر سمندر کے قریب پہونچتی ہے تو اوس کی کئی دہارین ہوجاتی ہین اور اون سے ایک وسیع قطعہ زمین کا ایک مثلث کی صورت بنجاتا ہے جو نہایت زرخیز ہے - وہ تمام میدان جسمین گنگا بہتی ہے باوجود اسکے کہ جن ندیون سے وہ ملک سیراب ہوتا ہے اون کا مخرج اکثر کوہستان ہمالیہ مین ہی ہے اور اون کے درمیان کی زمین مرسی بہی دونون طرح کی ہے نہایت وسیع اور زرخیز اور بارآور ہے - یہی سرزمین اون لوگون کی بود و باش کا مقام ہے جو ہندوستان کی تاریخ مین اول درجہ رکہتے ہین اور اب بہی ہندوستان کے اور حصون سے یہان کے باشندے تعلیم و تربیت مین بڑہے ہوئے ہین اور اس ملک کے موقع وسطی اور آب و ہوا کے لحاظ سے معلوم ہوتا ہے کہ ہمیشہ ہنرمندی مین بڑہکر ہی رہینگے - اروَلی پہاڑ کا سلسلہ مغربی ریگستان اور وسط ہند کے بیچ مین حدفاصل ہے - اور بندہیاچل کے مغربی سرے سے گجرات کی حد پر ملتا ہے اور اجمیر سے آگے دہلی کی جانب پہیلتا چلا گیا ہے - یہ مغربی ریگستان ایک نشیبی ملک ہے - اسکے جنوب و مشرق جودہپور کا

زرخیز قطعہ ہے۔ باقی اُس کا تمام حصہ ریت ہی ریت ہے اور کوہ ارولی اور دریاے سندہ کے بیچ مین شمال کو ستلج تک اور جنوب مین سمندر تک پہیلا ہوا ہے۔ اسمین کہین کہین زرخیز قطعات بہی ہین جسمین سب سے بڑا قطعہ جیسلمیر کا ملک ہی۔ اور ایک چہوٹا حصہ کچہہ ریگستان اور کچہہ سمندر کے درمیان ہے جو ملک سندہ اور گجرات کے لیے ایک قسم کا پُل اور رہگذر ہے۔ وسط ہند ان چارون قدرتی تقسیم کے حصون سے چہوٹا ہے۔ اور زمین اوسکی ناہموار ۱۵۰۰ فیٹ سے ۲۵۰۰ فیٹ تک سطح سمندر سے بلند ہے۔ اسکے مغرب مین کوہستان ارولی اور جنوب مین بندہیاچل اور مشرق مین بندیلکہنڈ کی پہاڑیون کا سلسلہ ہی۔ شمال مشرق کو اس حصہ کی زمین ڈہلوان ہوکر اُن قطعات کی زمین سے جاکر ہموار ہوجاتی ہے جسمین گنگا بہتی ہے۔ یہ زمین بہی زرخیز ہے۔

۳۔ دکن کی قدرتی صورت | جنوبی ہند مین بندہیاچل کا جنوبی ملک نشیب مین آکر واقع ہوا ہے اور اوسکے بعد انجادری یاست پڑا پہاڑ کا سلسلہ شروع ہوتا ہے۔ دریاے تاپتی کے میدان کی زمین جو غالباً قدیم زمانہ مین مشرقی اور جنوبی سمندر کے ملنے کا راستہ ہوگی نہایت ہی نیچی ہے وہان اسی پہاڑ پر ہوکر جاتے ہین۔ باقی جنوبی ہند وسط ہند کی طرح بلند اور مثلث کی صورت پر ہے اور سب طرف پہاڑون سے گھرا ہوا ہے جنمین سے پہاڑون کے ۲ دو بڑے بڑے سلسلے جنوب کو چلے گیے ہین جن سے یہ ملک جزیرہ نما کی صورت بنجاتا ہے۔ ان دونون سلسلون کو گہاٹ کہتے ہین مغربی گہاٹ بڑا اور بلند ہے۔ اور اوسکے دامن مین سمندر کی طرف جو خطہ زمین کا ہے وہ نہایت ہی پتلا اور ناہموار ہے۔ دکن کی بلند زمین ہموار ہے۔ اور بارآوری مین حد سے زیادہ مختلف ہے۔ جو ملک ست پڑا پہاڑ کے مشرق مین ہے اوسکے شرقاً غرباً دریاے وارد ہا سے دو حصے ہوجاتے ہین یہ دریا ست پڑا پہاڑ اور ناگپور کے شمال و مغرب سے نکلتا ہے اور گوداوری مین جاکر مل جاتا ہے۔ اسکے شمال و مشرق مین جنگل ہے جسمین آبادی اور زراعت کم ہے۔ مگر اسکے جنوب و مغرب مین جو ملک

ہے اوسمین اگرچہ مختلف قسم کی زمین ہے مگر کثرت سے بارآور اور زیر کاشت ہے۔ اوڑیسہ کا ملک دکن مین گنا جاتا ہے اور تلنگانہ کے شمال مشرق کو بنگالہ تک سمندر کے کنارے کنارے چلا گیا ہے اور برار سے ملا ہوا ہے۔

۴۔ ملک دکن کے قدیم زمانے کے حصے — سنسکرت زبان کے مخلوط ہونے سے پیشتر دکن مین پانچ زبانین بولی جاتی تہین۔ دراوردیس مین تامل۔ کرناٹا یا کنارا مین کنارٹی۔ تلنگانہ مین تلنگی۔ مرہٹ مین مرہٹی۔ اوڑیا یا اوڑیسہ مین اوڑیا۔ علاوہ اسکے گونڈوانہ مین گونڈی زبان بہی تہی جو جنگلی بولی سمجہی جاتی تہی۔ اسی لیے ہندؤن کے نزدیک دکن کے پانچ بڑے بڑے حصے ہین۔ دراور۔ کرناٹک یا کرناٹا۔ تلنگانہ یا اندور۔ مرہٹ یا مہاراشٹر۔ اوڑیا یا اوڑیسہ ان خطون کے حدود مین بڑا اختلاف ہے۔ اسلیے ان کی حدین علمانے وہ ٹھہرائی ہین جہانتک ہر ایک ملک کی زبان بولی جاتی ہے۔ دراوردیس جنوب مین سمندر سے شروع ہوتا ہے اور شمال مین اوس مفروضہ خط تک چلا گیا ہے جو مدراس کے شمال مین پولیکٹ سے بنگلور تک کھینچا جاے پہر یہ خط گہاٹ کے خمدار حصے سے گذرتا ہوا مغرب کی جانب مالابار اور کنارہ کی حد فاصل تک اور کنارے کے پاس پاس سمندر تک اسطرح پر گذرے کہ اوس سے مالابار اسی ملک مین شامل ہوجاے دراوردیس کی شمالی حد کا ایک حصہ کرناٹا کی جنوبی حد کا ایک جزو ہے۔ پہر یہ ملک مغرب مین مقام گوا تک سمندر سے اور کولاپور کے قریب تک مغربی گہاٹ سے محدود ہے۔ شمالی حد اوسکی نہایت ٹیڑہے بیڑہے خط سے قایم ہوتی ہے جو کولاپور سے بیدر تک کھینچا جاوے۔ مشرقی حد اوس مفروضہ خط سے بنتی ہے جو بیدر سے شروع ہوکر ادہونی اور اننت پور اور نندرگ مین گذر کے گہاٹ کے اوس مقام تک جو پولیکٹ اور بنگلور کے درمیان مین ہے پہونچے۔ تلنگانہ کی مغربی حد اور کرناٹا یا کنارہ کی مشرقی حد باہم مشترک ہے۔ مگر اسکی یہ مغربی حد ٹیڑہی بیڑہی مقام چاندہ تک جو دریای واردہ

پر واقع ہے بڑہانی چاہیے - اِس مقام سے شمالی حد اِس سے بہی زیادہ اوٹ پٹانگ مشرق کی
جانب سوہن پور تک ہے جو مہاندی پر واقع ہے اور مشرقی حد سوہن پور سے سیکاکول تک اور
سیکاکول سے سمندر کے قریب قریب پولیکٹ تک سمجہی جاسے جہان وہ اوس ملک سے ملتی
ہے جسمین ٹامل زبان بولی جاتی ہے - مرہٹی کی جنوبی حد کرناٹا اور تلنگانہ ہے جو گوا سے شروع
ہوکر کولاپور اور بیدر مین گذر کر چانده مین ختم ہوتی ہے - اور مشرقی حد اوس کی دریاے وارده کے
ساتہہ ساتہہ ست پڑا پہاڑ تک ہے شمالی حد کوه ست پڑہ سے نندود تک جو تربدا کے قریب ہے
سمجہنا چاہیے - اور مغربی حد اوس کی اوس خط مفروضه سے قایم ہوتی ہے جو نندود سے دامن
تک اور دامن سے سمندر کے قریب قریب ہوتا ہوا گوا تک کہینچا جاے - مہاراشٹر کے اوس حصه
کو کانکن کہتے ہین جو مغربی گہاٹ اور سمندر کے درمیان سداشیو گڑه سے تاپتی ندی تک چلا گیا ہے
اوڑلیسه کی جنوبی حد تلنگانه ہے اور مشرق مین سمندر ہے اور سوہن پور و مدناپور واقع بنگال تک
ایک خط مفروضه سے مغرب اور شمال کی حدین قایم ہوتی ہین -

مہاراشٹر اور اوڑلیسه کے درمیان کی میدان کا بڑا حصه جنگل ہی جسمین جابجا گونڈ قوم کے لوگ
آباد ہین - اگرچه اون کی زبان باقی اور حصه کی زبان سے علیحده ہے مگر اوسکو پہاڑونکی وحشیانه
بولی کہتے ہین اور وه دکن کی پانچون زبانون مین نہین شمار کیجاتی ہے -

۵ - دکن کی قدیمی قومین اور اونکی بود و باش کا زمانہ

دکن کے اصلی باشندون کا تو کچہہ حال ہی معلوم نہین کہ وه کون تہے اور
کب تہے نه تو اون کی کوئی لکہی ہوئی تاریخ باقی ہے اور نه اُن کے
کسی قسم کے آثار دنیا مین پاۓ جاتے ہین - لیکن اتنا ضرور خیال ہوتا ہے که وه ایک زمانه مین
موجود تہے اور اونکے بعد اور دوسرے لوگ آئے اور اونہون نے یہان غلبه پایا - ان نوواردون کی بہی کوئی
تحریری تاریخ نہین ہے جو کچہه ملتا ہے اوس سے اصلی حالت کا پتا نہین چلتا - اور بہر قیاس سے

کام لینا پڑتا ہے۔ سواے اسکے یہ لوگ ایک ہی مرتبہ نہین آئے بلکہ یکے بعد دیگرے صدیونکے بعد آ آکر ایک دوسرے کی جانشینی کرتے رہے ہین اور اپنے سابقین کو دکن کے کونے کی طرف نکال نکالکر باہر کردیا ہے۔ یہانتک کہ جو سب سے پہلے آئے تھے وہ دکن کے انتہائی گوشہ مین پہونچ گیے۔ اسوجہ سے قیاس ہوتا ہے کہ سب سے پہلے وہ قوم آئی تھی جو ٹامل زبان بولتی تھی۔ بعدازان کنٹری یا کرناٹکی بولنے والی پھر تلنگی بولنے والی اور انکے بعد مرہٹی اور گونڈ زبان والی یہ سب لوگ شمالی روس اور مغلستان کے رہنے والے تھے اور توران مین ہوکر اول اول ہندوستان شمالی مین آکر بسے تھے پھر رفتہ رفتہ اپنے پچھلون کے دباؤ سے یا اپنی فتوحات کی غرض سے آگے بڑھتے چلے آے۔ اور بتدریج ہیا چل پا کر دکن مین آگیے۔ ان سب زبانون مین ٹامل زبان زیادہ شایستہ ہے۔ جسکی وجہ یہی معلوم ہوتی ہے کہ اسی قوم کے لوگ یہان سب سے پہلے آئے ہین اور مدت دراز تک ایک جگہ مستقل رہنے کے بعد اونکی زبان شایستہ ہوگئی ہے۔ ہندؤن کی روایتون سے معلوم ہوتا ہے کہ اوتر سے دکن مین علم وہنر حکمت وفلسفہ حکیم اگستیا کی بدولت پہونچا۔ قیاساً یہ حکیم چھہ سات سو برس پیشتر حضرت مسیح سے ہوا ہے۔ مشہور ہے کہ ٹامل زبان کی صرف ونحو کی تصنیف اور اوس زبان مین علم طب کی تدوین اسی نے کی ہے۔ اگر رامائن اور مہابھارت کی تحریرات سے قطع نظر بھی کرلین تب بھی دوسرے ذرایع سے اس زبان کی شایستگی کا زمانہ سن مسیح سے ایک ہزار برس قبل ثابت ہوتا ہے۔ اور جس سے یقین ہوتا ہے کہ دکن مین اس سے بہت پیشتر یہ لوگ آئے ہونگے اور ہندوستان شمالی مین اس سے بھی بہت پہلے پہونچے ہونگے۔ کیونکہ اونہین دکن تک آنے کے لیے تعجب نہین کہ صدیان لگ گئی ہون۔

۲- دکن کے قدیمی راج

۶- پانڈیون کا راج	سنہ مسیح سے تقریباً پانچ سو برس پہلے ایک راج انتہاے جنوب مین

۵۰۰ برس قبل سنہ عیسوی

قایم ہوا تھا جس کا دارالحکومت مدورا تھا - اِس راج کی اصلی تو دو ہی ضلع تھے مدورا اور تینولی - مگر اسمین
کمی بیشی بہی ہوتی رہتی تھی - اِس راج کا بانی ایک کاشتکار پانڈی نامی تھا جو اودہیا سے آکر راجہ ہوگیا
تھا - اسواسطے اِس راج کو پانڈیون کا راج کہتے ہین - اِس راج سے اور چولا خاندان کے ہمسایہ راجاون
سے لڑائی جہگڑے رہا کرتے تھے - اگرچہ سنہ مسیحی کے ابتدا مین اِن مین اتفاق ہوگیا تھا - مگر پھر
نااتفاقی ہوگئی - سنہ ۹۰۰ ع کے قریب اِس راج کو کمال عروج ہوگیا - اور اس کی حدین بھی بڑھ گئین - مگر
اوس سے بعد یہ حکومت کبھی کبھی باجگذار اور کبھی کبھی خود مختار رہی آخری راجہ اِس بنس کا کن تھا جو
گیارہوین صدی عیسوی تک زندہ رہا - ان راجاؤن مین بعض کی تصانیف ٹامل زبان مین
بڑے رتبہ کی ہین اور اب تک موجود ہین - انہین راجاون مین سے ایک نے اپنا ایلچی اغسٹس قیصر
کے دربار مین بھیجا تھا -

۷ - چولا کا راج دکن مین دوسری سلطنت اِسی ٹامل زبان والون کی چولا کی تھی جسکا دارالسلطنت
کانجی ورم مین تھا - اِس سلطنت کا بانی من نال بھی خاص ہندوستان سے آیا تھا - چولا اور پانڈی بنسون
مین ہمیشہ جنگ وجدال کا بازار گرم رہا کرتا تھا مگر ۳۵۰ برس قبل سنہ عیسوی سے ۲۱۲ عیسوی تک
اون مین ملاپ رہا - اس کے بعد پہر علیحدگی ہوگئی - اِس راج کی اصلی حدین تو وہ ہی تہین جہان ٹامل زبان
بولی جاتی تہی - مگر آٹھوین صدی عیسوی مین کنارا اور تلنگانہ کے بڑے حصون پر انہون نے قبضہ کرلیا
تہا - اور گوداوری تک اوس تمام ملک پر قابض رہے تھے جو نلدرک کے پہاڑون کے مشرق مین واقع
ہے - اسوقت دارالسلطنت بھی تانجور مین منتقل ہوگیا تھا لیکن بارہوین صدی مین اون کی اولوالعزمی
کا انسداد کیا گیا - آخرکار وہ اپنے قدیمی ملک پر قناعت کرنے کو مجبور ہوئے - اور اس حالت مین تیرہوین
صدی کے اخیر تک خود مختار اور کبھی بیجانگر کے تابعدار رہے - اور اسی زمانہ مین شیواجی کا بھائی جو بیجاپور
کے مسلمان بادشاہ کے افسرون مین تھا اور جسکو بادشاہ نے چولا کے اخیر راجہ کی کمک کو بھیجا تھا چولا کے

(۳۵۰ ق م سے ۲۱۲ برس بعد سنہ عیسوی)

۸۰۰ ع

۱۲۰۰ ع

راج پر قبضہ کر بیٹھا اور یون یہ راج ختم ہو گیا۔

۸۔ چیرہ کا راج۔ چیرہ کا ایک چھوٹا سا راج پانڈیون کے راج اور مغربی سمندر کے درمیان تھا۔ اس مین ٹراونکور اور ایک حصہ مالابار کا اور کایمٹور جو میسور کا مغربی حصہ ہے شامل تھا۔ غالباً سنہ عیسوی کے شروع مین یہ راج ہوگا۔ ایک زمانہ مین وہ کنارہ کے بہت بڑے حصہ پر پھیل گیا تھا لیکن دسوین صدی عیسوی مین بالکل برباد ہو گیا۔ اور اوس کا ملک پاس پڑوس کے حاکمون نے تقسیم کر لیا۔

۹۔ کرالا یعنی مالابار اور کنارہ کا راج۔ کرالا مین جیسے ہندون کی تحریر کے بموجب پرسورام چھتریون کے قاتل نے خرق عادت کے ذریعہ سے کانکن سمیت سمندر سے نکالا تھا پہلی یا دوسری صدی عیسوی مین کنارا کے کسی راجہ نے ہندوستان سے برہمنون کو بلا کر بسایا۔ یہ برہمن ایک عرصہ تک یہان قابض رہے۔ ان کی حکومت پنچایت کے ذریعہ سے ہوتی تھی۔ سرپنچ تین تین سال کے بعد بدل جاتا تھا۔ باقی چار پنچ اوس کی امداد کیا کرتے تھے اُنھون نے اس ملک کو ۶۴ ضلعون مین تقسیم کر رکھا تھا کمتر درجہ کے لوگون کو اراضی جوتنے بونے کو دیا کرتے تھے۔ بعد مین وہان ایک چھتری راجہ مقرر ہو گیا۔ پھر اس ملک کے شمالاً جنوباً کنارہ اور مالابار دو حصے ہو گیے جنوبی حصہ یعنی مالابار کا راجہ نوین صدی کے اخیر مین مسلمان ہو گیا جس سے اوسکی رعایا نے سرکشی کر کے وہان چھوٹے چھوٹے اور راج قایم کر لیے۔ ان مین سے بڑی ریاست سامری کی تھی جسے انگریزی تاریخون مین زیموزن لکھا ہے۔ اور جسے واسکوڈیگاما نے ۱۴۹۸ء مین کالیکٹ پر قابض پایا تھا۔ یہ لوگ ٹیپو سلطان کے حملہ تک وہان راج کرتے رہے۔ کنارا کا ملک بھی چولا اور پانڈیون مین تقسیم ہو گیا تھا پھر اور بھی چھوٹی چھوٹی ریاستون مین ۱۱۰۰ء تک منقسم رہا۔ بعد ازان وہان ایک بڑا خاندان راجپوتون کا بلال بنس قایم ہوا وہ اپنے تئین جادو بنس بتلاتے تھے۔ اونکی دار الریاست دوار سمندر مغربی میسور مین تھی انکا غلبہ ایک زمانہ مین تمام کرناٹا مالابار اور اوس ملک پر جسمین ٹامل زبان بولی جاتی ہے اور

۱۴۹۸ء

۱۱۰۰ء

سنہ ۱۰۳۳ع

کسیقدر تلنگانہ پر ہو گیا تہا۔ پہلے یہان کے راجہ جین مت رکہتے تہے سنہ ۱۰۳۳ع مین رام نج نے
یہان کے راجہ وشنو بودہن کو وشنو بنالیا - یہ برہمن بہی اپنے وقت کا علامہ گذرا ہے آخر سنہ ۱۳۱۹ع مین
یہ بنس مسلمانون کے ہاتھ سے خاتمہ کو پہونچا - کانکن کا علاقہ کرالا کے راج سے پہلے سے ہی جدا تہا -
اوسمین جنگل بہت تہا - اور آبادی نہایت قلیل تہی غالباً وہان مرہٹون کی بود و باش ہمیشہ سے رہی ہے

سنہ ۱۳۱۹ع

۱۰- چلوکیا قوم کا راج

پانڈون کی نسل سے ایک راجپوت خاندان چلوکیا قوم کا کلیان مین مدت سے
راج کرتا تہا - یہ بیدر کے مغرب مین کرناٹا اور مرہٹ کے حدود پر واقع ہے - ان لوگون نے اودہ سے آکر
سنہ ۲۵۰ع مین یہان اپنی سلطنت کی بنیاد ڈالی تہی جسکی رونق چوتہی پانچوین صدی عیسوی مین زیادہ
ہو گئی تہی کتبون سے ظاہر ہوتا ہے کہ اون کے قبضہ مین جنوب و مغرب کی طرف ملک پانڈیون اور
چولا کی راج تک اور شمال مین تمام مہاراشٹر دریاے نربدا تک تہا - اور تلنگانہ کا راجہ اون کا مطیع تہا جنمین
سے ایک نے چولا کے راجہ کو بہی شکست دی تہی - اس خاندان کے ایک راجہ نے ایک عورت سے
جو گجرات کی وارث تہی شادی بہی کر لی تہی - جس سے گجرات بہی ایک مرتبہ ان کے قبضہ مین آگیا تہا
ان لوگون کا مذہب بودہ تہا - اس خاندان کے اخیر راجہ کو اوسکے وزیر نے تخت سے اوتار دیا -
اور اوس وزیر کو شب کے ایک متعقد فقیر نے قتل کر ڈالا - بعد ازان سنہ ۱۱۸۲ع مین یہ راج کالا بہوریا بنس
کے ہاتہون مین چلا گیا -

سنہ ۲۵۰ع

سنہ ۱۱۸۲ع

۱۱- کالا بہوریا بنس اور لنگ کی پوجا

کالا بہوریا بنس بہت جلد مٹ گیا مگر اس تہوڑے عرصہ کا راج اس بات مین مشہور
ہے کہ اسمین ایک فرقہ ہندون کا ایسا پیدا ہوا جو شیو کے لنگ کی پوجا
کرنے لگا - لنگ ایک نشانی بار آور شے کی خیال کی گئی ہے - یہ پوجا ایک پنڈت بسیا صاحب نے
ایجاد کی تہی - اور اوس سے برہمن اور جین مت والون دونون کو نفرت قلبی تہی - ہرچند بسیا نے
کالا بہوریا بنس کے آخری راجہ وجل کی قوت کو کمزور کر دیا - مگر وہ خود بہی اپنی قوت کو سنبہال نہ سکا -

لنگ کی پوجا ابتک اس ملک مین مروج ہے۔

۱۲- قدیم مرہٹون کا راج مرہٹ کے موقع سے خیال ہوتا ہے کہ یہان کی تاریخ دکن کی تاریخ مین اول درجہ کی ہوگی۔ لیکن ہمکو یہان کا حال بہت ہی کم معلوم ہے۔ کہتے ہین کہ ایک کمہار شالیاہن نے بغاوت کرکے اس ملک کا راج چھین لیا تھا اور پٹن مین گوداوری کے کنارہ پر اپنا پایۂ تخت بنایا تھا۔ مشہور ہے کہ یہ راجہ بڑا زبردست ہوا ہے۔ بکرماجیت اوجین کے راجہ پر جو غالباً بکرماجیت اول کی اولاد مین ہوگا اس نے فتح حاصل کی تہی۔ اس کا سن جو سن مسیحی سے ۷۷ برس بعد شروع ہوتا ہے اب ملک دکن مین مشہور ہے۔ اسکے بعد اس ملک کا حال اسیقدر معلوم ہوا ہے کہ کلنکا یعنی تلنگانہ کے مشرقی حصہ مین نوین صدی عیسوی کے آخر جادو بنس راجپوت سلطنت کرتے تہے اون کا دار الخلافت دیوگڈہ تھا۔ اور اب وہان دولت آباد ہے انہون نے سلطنت وسیع کالابھوریا بنس کو راجہ دجل کے مرنے پر بالکل فتح کرلیا تھا۔ جب سلطان علاؤالدین خلجی نے ۱۲۹۴ع میں حملہ کیا تو دیوگری مین اسی خاندان کا راجہ حکومت کرتا تہا۔ ایلوا کی بدہ مت کے مندرونکو دیکھنے سے ثابت ہوتا ہے کہ مرہٹے کسی زمانے مین بڑے ہنرمند ہونگے۔ مگر حال کے زمانہ مین جو کچھہ لیاقت اونکو حاصل ہوئی تہی وہ صنف مسلمانون کی صحبت کے اثر سے اونہون نے حاصل کی تہی۔

۱۲۹۴ع

۱۳- ورنگل کا راج۔ ورنگل مین اندر بنس کے راجہ حکومت کرتے تہے غالباً یہ لوگ مگدہ دیس کے اندر بنس والون کے رشتہ دار تہے جنہون نے یہان آکر حکومت قایم کی تہی۔ اور اپنے خاندان کے نام پر اپنے ملک مفتوحہ کا نام اندہر رکہا تہا جو تلنگانہ کا وسط ہے۔ ان کی تاریخون سے پایا جاتا ہے کہ بکرماجیت اور شالیابن نہایت قدیم راجاون مین سے ہین۔ ان کے بعد چولا کے راجہ ہوئے اور اون سے پیچھے قریب ۵۱۵ع کے ایک یون خاندان ہوا جس مین نو راجہ ہوئے۔ اور ۹۵۳ع تک حکومت کرتے رہے۔ بعد اسکے اندر بنس کے گنپتی راجاؤن کا آغاز ہوا۔ مگر اونکی نمود

۵۱۵ع

۹۵۳ع

گیارہوین صدی مین کاکتی راجہ کے عہد مین ہوئی۔ اِس راجہ کے وقت سے اونکی صحیح تاریخ شروع ہوتی ہے۔ کہتے ہین کہ یہ راجہ چلوکیا راجاؤن کا مطیع تہا۔ اور چولا کے راجاؤن پر اوسنے فتح حاصل کی تہی۔ بڑی قوت اِس خاندان کو تیرہوین صدی عیسوی کے اخیر مین ہوئی۔ اِس وقت گوداوری کا تمام جنوبی ملک انکے قبض و تصرف مین تہا۔ اور غالباً اوڑیسہ کا ملک بہی اکثر اور حیدرآباد اور مدراس کا وہ تمام ملک جسمین تلنگی بولی جاتی ہے اِس راج کے قبضے مین رہا ہے۔ ۱۳۲۳ء مین مسلمانون کی فوج نے دہاوا کرکے اونکی دارالسلطنت کو فتح کیا اسکے بعد اونکی عزت مین فرق آگیا پہر وہ اوڑیسہ کے باجگذار ہوگیے۔ بعد مین یہ راج گولکنڈہ کی سلطنت مین داخل ہوگیا۔ ان ہندو راجاؤن کے زمانہ کے بعض بعض تالابون کے بقیہ آثار کے دیکھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ لوگ زراعت کیطرف بہی بہت توجہ کرتے تہے اور قحط کے وقت پانی جمع کرنے کا انکو بڑا خیال تہا۔ ۱۳۲۳ء

۱۴۔ **اوڑیسہ کا راج** اوڑیسہ کے راجاؤن کی تاریخ سے معلوم ہوتا ہے کہ بکرماجیت اور شالباہن نے باری باری سے اوسپر قبضہ کیا ایران اور دہلی کشمیر اور سندہ سے یون لوگون نے چہٹی اور چوتہی صدی قبل مسیح کے درمیان بار بار حملے کیے۔ اخیر حملہ سمندر کی راہ سے ہوا۔ اور اوسمین یون لوگ کامیاب ہوئے اور اوڑیسہ پر ۱۴۶ برس قابض رہے غالباً یہ یون اوس یونانی خاندان کے لوگ ہونگے جنہون نے سکندر اعظم کے بعد باختر یعنی بلخ مین سلطنت قایم کی تہی اور ہندوستان کے مختلف حصون پر اون کی اولاد نے مدت ہاے دراز تک حکومت کی ہے۔ یون لوگون کو یاتی کیسری نے ۴۷۳ء مین اوڑیسہ سے خارج کیا۔ یہان سے صحیح تاریخ شروع ہوتی ہے کیسری خاندان کے پینتیس [۳۵] راجہ ۶۵۰ برس کے عرصہ مین ۱۱۲۳ء تک ہوے ہین۔ اِسکے بعد گنگاوانسا خاندان کے ایک راجہ نے اِن کا دارالحکومت لے لیا۔ جس کا خاندان مسلمانون کے عہد تک وہان راج کرتا رہا۔ ۴۷۳ء ۱۱۲۳ء

۳- دکن کے قدیمی مذاہب

۱۵- آریا قوم اور اون کا مسکن اور زمانہ-

ان لوگون کی حکومت کا اگرچہ اٹکل پچو پتہ لگایا گیا ہے- مگر اونکے مذہب کا صحیح پتا نہین معلوم ہوتا- اس قدر کہہ سکتے ہین کہ ان مین گو بعض لوگ شاذ و نادر موحد بھی گذرے ہون- مگر عموماً اون کا مذہب کچھ بے ڈہنگا سا بت پرستی کا تھا البتہ انکے پیچھے ایک اور قوم ہندوستان مین آئی- اس قوم نے یہان اپنا مذہب بھی جاری کیا اور ایسی غالب ہوئی کہ تمام پچھلی قومین اوسمین حلول کر گئین- اور انہین کے مذہب اور طرز معاشرت کا اکثر رواج ہوگیا ہے- یہان تک کہ پہلے آئے ہوؤن کو اب بجز مبصرین کے اور کوئی تمیز بھی نہین کرسکتا- یہ آریا قوم کے لوگ تھے- اور ابتدا مین دریاے جیحون کے منبع کے پاس کہین وسط ایشیا مین رہتے تھے- اور ہندوستان مین اوّل اوّل کچھ کم دو ہزار برس بیشتر سنہ عیسوی سے آکر دریاے اٹک کے کنارے آباد ہوئے تھے- اس دریا کا نام اُس زمانہ مین انتک (اور شاید اندک یا ہندک) تھا جس کو یونانیون نے انڈس لکھا ہے- اس سبب سے ان لوگون کو اہل ایران ہندو کہنے لگے- ان لوگون کی زبان اوس زمانہ مین سنسکرت تھی- جسکی نسبت اہل یورپ کی راے ہے کہ یونانی زبان سے زیادہ کامل اور رومی سے زیادہ وسیع اور دونون سے زیادہ فصیح و بلیغ ہے- اور اوسکی صرف و نحو ایسی کامل ہے کہ انسان کے کلام کے اصول تمام دنیا مین جو اب تک قایم ہوئے ہین وہ اون سے بڑھکر نہین ہین- چونکہ یہ متحقق نہین ہوا ہے کہ دکن کا ملک ان ہندون نے بزور شمشیر لیا ہو بلکہ بظاہر اپنی شایستگی اور مذہب کے ذریعہ سے انہون نے دکن کو تسخیر کرلیا اسلیے ان کے مذہب کا ذکر کرنا یہان ضرور معلوم ہوتا ہے-

۲۰۰۰ برس قبل سنہ ع

۱۶- ہندؤن کا ابتدائی مذہب اور وید

ابتدا مین ان ہندؤن کا مذہب وہی تھا جو وید مین لکھا ہوا ہے

یہ کتاب سنسکرت زبان مین مختلف زمانون مین لکھی گئی ہے۔ اور چار حصون پر منقسم ہے۔ رگ وید
یجر وید۔ شام وید۔ اتھرون وید۔ اُسکے مضامین تین قسم کے ہین۔ منتر۔ اوپنشد برہمنا۔ منترون
کی تصنیف سنہ عیسوی سے قبل پندرہ سو اور بارہ سو برس کے درمیان ہوئی ہے۔ اور اوپنشد کے
آٹھ سو اور پانچ سو برس قبل کے درمیان کی معلوم ہوتی ہے۔ اور برہمنا چھ سو برس قبل سنہ عیسوی
سے تحریر ہوئی ہین۔ منتر ایک قسم کی مناجاتین یا زبورین ہین جنمین تینتیس دیوتاؤن سے خطاب کیا گیا
ہے۔ ان مین سب سے بڑا بادل کا دیوتا اندر مانا گیا ہے۔ اوس کے بعد اگنی آگ کا دیوتا اور پھر سورج
ہے۔ ان تینتیس مین سے گیارہ سُرگ یا بہشت کے دیوتا ہین۔ اور گیارہ ہوا کے اور گیارہ زمین
کے۔ یا یون سمجھو کہ کل تین دیوتا ہین جو گیارہ گیارہ شکل سے مانے جاتے ہین۔ ان منترون مین نہ
تو تناسخ کا ذکر ہے اور نہ ذات پات کا تذکرہ اور بت پرستی کا بیان ہے۔

۱۷۔ برہمنون کی نمود اور اون کا عروج

وید کے ابتدائی زمانہ مین کسی خاندان یا قبیلہ کا سردار اور مذہبی ہادی اون کا بڑا بوڑھا ہوا کرتا تھا۔ مگر جب اہل و عیال کی کثرت کے سبب سے جدید ممالک پر قبضہ
کرنا ضرور ہوا جسکے لیے اتفاق کا ہونا ایک لازمی کام تھا تو کئی کئی خاندان اور قبیلہ یکجا متفق ہوئے
اور اون مین سے بڑے گروہ کا سردار سب کا سردار بنایا گیا۔ اور رفتہ رفتہ راجہ مانا گیا۔ جب یہ لوگ
جنگ و جدل کے سبب عرصہ تک باہر رہنے لگے تو یہ بھی ضرور ہوا کہ مذہبی کاروبار کے انتظام اور
تعلیم کرنیکے واسطے کچھ لوگ جدا مقرر کیے جائین۔ ابتدا مین تو یہ لوگ جنگ آورون سے غالباً کمتر
درجہ کے ہونگے۔ مگر چونکہ اس عرصہ مین کئی سو برس گذر گیے تھے۔ اور مذہب مین بہت سی تبدیلیان
ہو گئی تھین۔ اور قربانیون کا کثرت سے رواج ہو گیا تھا۔ یہان تک کہ آدمی کی بھی قربانی ہونے لگی
تھی گو اسکو برہمنون نے دور کر کے آخرکار بیل بھیڑ بکری کی قربانی جایز رکھی تھی۔ اسوجہ سے مذہبی
ہادیون کی ضرورت پڑتے پڑتے ان کا ایک جدا فریق قایم ہو گیا تھا۔ اگرچہ انکو اون جنگ آورون

۔۔۔ ۶۰۰ برس قبل سنہ ع

نے جنکو اب چہتری کہنے لگے تہے بہت دبایا۔لیکن یہ بتدریج ایسے بڑہے کہ اپنے آپ کو برہمن (مولوی یا خدا والے) کہلانے لگے۔ اور یہ دعوی کرنے لگے کہ تمام دنیا کو انہین کے واسطے پیدا کیا گیا ہے اور اپنی عظمت و بزرگی کی ایسی رسمین ایجاد کین کہ جن سے تمام لوگ اُنکے غلام بنگیے۔

۱۸- ویدون مین فلسفہ

جب برہمنون نے خدا اور مخلوق خدا کے درمیان واسطہ بنکر اپنے کو مخدوم اور سارے جہان کو خدمتگار ٹہرایا۔ اور لوگ اونکے قوانین سے نہایت دب دبکر پسنے لگے۔ تو اپنی ذلت اور برہمنون کی بلاوجہ عزت دیکہکر اِن کے خیالات نے پلٹا کہایا۔ اور ہر ایک کے دل مین یہ دہیان پیدا ہوا کہ آدمی کیا چیز ہے۔ کہان سے آیا ہے اور مرنے کے بعد کہان جاے گا۔ ان خیالات کا نتیجہ یہ ہوا کہ اسی زمانہ مین اوپنشد بنائے گیے جنمین مذہبی معاملات کے ساتھ بہت دقیق فلسفہ ملا ہوا ہے۔ اور یہ ویدون کا تیسرا حصہ ہے۔ اسی دور مین حکیمون کے چہہ بڑے بڑے فرقے بھی پیدا ہو گیے۔ اور ایک شخص گوتما ساکیا منی جسکو بُدہ بہی کہتے ہین ایک ایسے مذہب کا بانی ہوا۔ جس نے یہان بارہ سو برس تک برہمنون کے مذہب کی پیری نہ چلنے دی اور خوب دہوم دہام سے اشاعت پاتا رہا اور اب دنیا کی دو خمس آبادی مین پہیلا ہوا ہے۔

۱۹- منو کے قوانین اور ہندوؤن کی چار ذاتین

وید کے بعد منو کے قوانین تالیف ہوئے۔ یہ کتاب وید کے بعد ہندؤن کی تمام کتابون سے بڑہی ہوئی ہے۔ اور غالباً پانچ سو برس قبل سنہ عیسوی کے لکہی گئی ہے۔ اگرچہ اس کی تصنیف منو کے طرف منسوب ہے۔ مگر اصل مصنف کا صحیح طور پر پتا نہین لگتا۔ سواے اسکے یہ بہی قیاس کرتے ہین کہ اوسکے بعض حصے ایک زمانہ مین لکہے گیے ہین۔ اور بعض حصے دوسرے زمانے مین۔ چونکہ یہ کتاب برہمنون کے عہد مین تحریر ہوئی ہے اسلیے اس سے بخوبی معلوم ہوتا ہے کہ برہمنون نے کیسی عزت حاصل کی تہی۔ اور چار ذاتین قایم کر کے سب کو اپنا خادم بنایا تہا۔ اوسوقت تمام مخلوق کو چار درجون (ذاتون) مین تقسیم کیا گیا تھا۔

برہمن (ہادیانِ مذہب) چھتری (جنگ آور) ویش (کاشتکار) شودر (خادم)۔ برہمن چونکہ برہما کے منہ سے پیدا ہوئے تھے اور ویدون کا پڑہنا پڑہانا انہین کے متعلق تہا اسلیے وہ سب سے ایسے افضل مانے جاتے تھے۔ کہ اگرچہ خدا نہین تو خدا سے کسیقدر ہی کمتر رہگئے تھے۔ چہتریون کی بہی بڑی عزت تہی۔ مگر راجاؤن کے ساتھ برہمن وزیر ہوتے اور اون کو برہمنون کے صلاح و مشورہ پر چلنا پڑتا تہا جس سے ہمیشہ آپسمین رنج و فساد ہوتے اور لڑائی جہگڑے ہوا کرتے تھے۔ ویش فرقہ کے بہی کچہہ نہ کچہہ حقوق تھے مگر اونکے بہی خانگی اور مذہبی مراسم مین برہمنون ہی کی ہدایت سے کام چلتا تہا۔ اب شودر کے چوتھے فرقے مین اکثر وہ ہی پہلے آئے ہوئے تورانی لوگ تھے جو دکن کی طرف بہاگ کر نہین چلے آئے تھے۔ اگرچہ یہ لوگ بالکل غلام نہ تھے۔ تاہم نہایت ہی ذلیل سمجہے جاتے تھے۔ اور اون کا حق بجز خدمتگاری کرکے پیٹ بہر لینے کے اور کچہہ نہ تہا۔ تاہم اون لوگون مین سے بڑے بڑے راجا مہاراج اوسی زمانہ مین گذرے ہین

۲۰۔ رام چندرجی کا دکن مین آنا اور مہابھارت کی لڑائی

جب یہ آریا لوگ ہندوستان شمالی مین خوب پہیل گیے اور تمام ملک اون کے قبضے مین آگیا تو اونہون نے دکن کا رُخ کیا۔ ان لوگون مین جنکا دکن مین آنا بیان کیا گیا ہے سب سے پہلا نام راجہ رام چندر کا لیا جاتا ہے۔ اِن کا حال ایک شخص والمیک گڈریہ نے رامایَن مین لکھا ہے۔ جو سنسکرت زبان مین ایک بے نظیر نظم ہے۔ اوسمین لکھا ہے کہ اوس زمانہ مین راون لنکا مین راکشسون کا راجہ تہا۔ اور اوس کی عبادت کے صلہ مین برہما نے اوس سے یہ اقرار کیا تہا کہ تجہے کوئی دیوتا یا دیو قتل نہین کر سکیگا اسوجہ سے اوس نے دنیا مین ستم برپا کر رکہا تہا۔ چونکہ اوس اقرار مین آدمی کا نام نہین لیا گیا تہا اس سبب سے وشنو نے اوسکو قتل کر کے دنیا مین امن چین پہیلانے کے واسطے آدمی کا روپ لیا اور جسرت راجہ اجودہیا کی یہان چار بیٹے پیدا ہوئے رام چندرجی دس کلا[۱] کے اور بہرت

[۱] خدا کے بیس حصے مانے گیے ہین اور ہر حصے کو کلا کہتے ہین۔

پانچ کلا کے۔ اور لچھمن اور سترگن ڈہائی کلا کے اوتار ہوی۔ رام چندر جی نے وسوامتر منی کے پاس تعلیم پائی۔ اور جوان ہونے پر متہلا کے راجہ جنک کی بیٹی سیتا جی سے شادی کی۔ جب ان کے باپ نے انہین ولی عہد کرنا چاہا اور کیکئی رانی کے کہنے سُننے سے اونہین چودہ برس بن مین رہنے کا حکم دیا۔ تو رام چندر جی مع اپنے بہائی لچھمن اور بی بی سیتا جی کے جنگلون مین پہرتے ہوئے گوداوری کی طرف آنکلے۔ یہان اتفاق سے راون کی بہن سوپ نکہا اور رام چندر جی سے کچھ رنج ہوگیا۔ جسکے باعث اوس نے اپنے بہائی سے بدلا لینے کے لیے استدعا کی راون لنکا سے آکر رام چندر جی کی بی بی سیتا کو پکڑ کر لیگیا۔ جب رام چندر جی کو یہ معلوم ہوا۔ تو اونہون نے سگریو بندرون کے راجہ اور اوس کی سینا پتی ہنومان اور بہبیشن راون کے بہائی کی امداد سے جو اپنے بہائی سے باغی ہوکر رام چندر جی سے آملا تہا لنکا کو فتح کیا۔ اور سیتا کو لیکر اجودہیا چلے گیے ایک اور کتاب مہابہارت کورو اور پانڈو چندربنسی راجاؤن کے حال مین لکھی ہے۔ اوس مین ہندوستان کے اکثر راجاؤن کا تہوڑا بہت حال لکھا گیا ہے۔ دکن کے راجہ بہی اس لڑائی مین شامل ہوئے ہین اور انہین راجاؤن سے دکن کے راجاؤن کی تاریخ شروع ہوتی ہے۔ اگرچہ ان دونون واقعات کا زمانہ ٹہیک معین نہین ہوا مگر کہہ سکتے ہین کہ غالباً یہ دونون معاملے آٹھ سو اور پانچسو برس قبل سنہ عیسوی کے درمیان واقع ہوئے ہین۔ اس زمانہ مین دکن مین بہی آریا قوم کے لوگ پہیل گیے تہے۔ اور اون کا مذہب اور اون کے دستورات یہان بہی مانے جاتے تہے۔ اور برہمنون کا عروج ہندوستان مین کمال کو پہونچ چکا تہا یہانتک کہ مخلوق اون سے تنگ آ آکر ان کے بیجا مظالم سے نجات کی خواہش کر رہی تہی۔

۲۱- بدہ کی پیدایش اور اوسکا مذہب

چنانچہ اوسکی صورت یہ نکلی کہ بدہ پیدا ہوا اور ہندوستان کی حالت نے ایک نیا پلٹا کہایا اِس کا باپ سدہودن ساکیا قوم کے ہندوؤن کا راجہ تہا۔ اور

سنہ ۵۶۶ برس قبل سنہ عیسوی

کپل بستو یا پاٹلی پتر یعنی پٹنہ عظیم آباد کے پاس دریاے روہنی کے کنارے بنارس سے ...امیل مشرق کی جانب راج کرتا تھا اوسکی ماں مایا دیوی کولیون کی قوم کی بیٹی تھی۔ چونکہ اس لڑکے کے مزاج سے معلوم ہوتا تھا کہ وہ جوان ہوگا تو تارک الدنیا ہوجاے گا۔ اس لیے اوسکے باپ نے اوسکو عیش پرست بنانا چاہا۔ مگر اوس کا مزاج کچھہ بھی نہ بدلا۔ ۲۸ برس کی عمر مین اوس نے ہندوانی چُٹیا کاٹ پھینکی ایک مرتبہ ایک بوڑہے کو دیکھہ کر جوانی کے جاتے رہنے کا اوسے بڑا افسوس ہوا دوسری مرتبہ ایک بیمار کو دیکھا۔ تیسری بار ایک مردہ پر اوسکی نظر پڑی ان باتون سے اوسکے دل مین خیال آیا کہ دنیا دکھہ درد کی جگہہ ہے۔ کوئی صورت ایسی کرنی چاہیے کہ جس سے مکروہات دنیوی سے نجات ملے اور سرور سرمدی حاصل ہو۔ اسلیے گھربار چھوڑ کر راجگڑہ ہوتا ہوا گیا کے پہاڑون مین چلا گیا۔ طرح طرح کے علوم پڑہے تپشیا کی بھیک مانگی مگر اون مین سے کسی سے بھی اس کا کامل اطمینان نہوا۔ ایک دن جنگل مین پیپل کے درخت کے سایہ مین اوسے یقین ہوگیا کہ مین بدھ یعنی عاقل کامل اور گیانی ہوگیا ہون۔ اور پھر بنارس مین آکر اپنے پہلے پانچ ساتھیون کو بلا کر اپنے بدھ ہونے کا مژدہ سُنایا۔ پھر یہ وعظ کہا کہ دہرم کرو اور دہرم کا سنکہ پہونکو۔ پہلے راجگڑہ کا راجہ اوسکا چیلہ ہوا پھر کوسل کا راجہ اور بدھ کے گھرانے کے آدمی سب اوس کے مرید ہوگیے۔ پھر اور کتنی ہی جگہہ وعظ کہتا پھرا۔ آخر کار اسّی برس کی عمر مین سال کے درخت کے نیچے ۴۷۷ برس قبل حضرت عیسیٰ علیہ السّلام کے اوس نے وفات پائی۔ بُدھ کے مذہب کا خلاصہ یہ ہے کہ اس دنیا مین سواے دردو رنج کے اور کچھہ نہین۔ اور مرنے سے بھی چھٹکارا نہین ہوسکتا کیونکہ آواگون کا عذاب لگا ہوا ہے۔ پس اس کا علاج یہ ہے کہ گیان حاصل کرے یعنی اپنی ہستی کو نیست سمجھنے لگے۔ اور ہر ایک کو راحت و آرام پہونچائے گویا فنا فی الفنا ہونا اور دوسرون کے ساتھہ کمال ہمدردی کرنا اون کا اصل مذہب ہے۔ خدا اور آخرت کو یہ لوگ نہین مانتے۔

اگرچہ بدہ لوگ دعوے کرتے ہین کہ سنسکرت زبان اون کی اصلی مذہبی زبان ہے۔ مگر ان کی مذہبی کتابین پالی زبان مین ہین جو سنسکرت سے بدل کر مگدہ دیس مین بدہ کے زمانہ مین بولی جاتی تہی۔

۲۲- بدہ مذہب کی اشاعت اور تنزل

۲۶۳ برس قبل سن عیسوی

یہ مذہب ہندوستان شمالی مین بہت جلد جابجا پہیلتا رہا۔ مگر جب راجہ اشوک ۲۶۳ برس قبل سنہ عیسوی مگدہ دیش مین تخت پر بیٹہا۔ اور سنڈ مسنڈ برہمنون کو مفت کا مال کہاتے اور ستاتے اور ایک بدہ مت کے نقیر کو نیچی نگاہ کیے غریبی اور مسکینی سے چلا جاتے دیکہکر بدہ ہوگیا تو اوس وقت سے بدہ مت ہندوستان کا شاہی مذہب ٹہرا۔ اس راجہ نے نہ صرف اپنے ہی راج مین اس مذہب کو پہیلایا۔ بلکہ واعظون کو چولا کرالا پانڈیا کے راج تک بہیجا۔ اور اونہون نے دکن مین بہی یہ مذہب جاری کیا۔ پہر یہان سے یہ مذہب لنکا مین گیا وہان بہی پہیلا۔ اور تقریباً بارہ سو برس تک ہندوستان مین جاری رہا۔ مگر ایسا روکہا پہیکا مذہب تہا کہ اوسکو سنہ عیسوی کی پہلی ہی صدی کے اخیر سے تنزل شروع ہوگیا تہا اور برہمنون کے مقلدین روز بروز بڑہنے اور زور پکڑنے لگے تہے۔ برہمن اپنی قوت بڑہانے کے لیے اسوقت اپنی عقل کو کام مین لائے۔ پاٹ شالے جاری کیے مخلوق کو علم سکہایا جس سے نوعمر اور نوجوان لوگ اون کے تابع ہوگیے سوائے اسکے برہمنون نے پچہلی مقدس کتابون مین اپنی منشا کے موافق الحاقات کرکے لوگون مین اپنی عزت پہر قایم کی۔ خاص کر راماین اور مہابہارت مین تو بہت ہی مضامین تراش تراش کر اپنی طرف سے بڑہاے ایسی تدبیرون اور نیز اور طریقون سے لوگ پہر اونکی طرف رجوع ہوگیے۔ اگرچہ یہ کام ایک عرصہ دراز مین ہوا ہوگا۔ مگر پورانون مین اسکو ایک معجزے کے طور پر اس طرح بیان کیا گیا ہے۔ کہ کوہ آبو پر رشی رہتے تہے۔ اونہون نے برہما سے فریاد کی کہ وید بیرون کے تلے روندے جاتے ہین اور ساری زمین پر راکشسون کی یعنی بدہ مت والونکی

عملداری ہوگئی ہے۔ اسپر برہماجی نے حکم دیا کہ چہتریون کو دوبارہ پیدا کرو۔ جنہین پہلے پرسرام نے
بالکل نیست و نابود کردیا تہا اسلیے وہان ایک اگن کنڈ بنایا گیا۔ اور گنگا کے پانی سے پوتر کیا گیا۔ اوسمین
دیوتاؤن نے آکر چار مورتین ڈالدین۔ ان مورتون سے چار اگن کل کے چہتری پرمر چوہان سولنکی
پرہار پیدا ہوئے۔ اونہون نے تمام راکشسون یعنی بدہ مت والون کو مارکر نکال دیا۔ اور برہمنون
کے مذہب کو پہر پہیلایا۔ بڑے دشمن اس مذہب کے سوامی شنکر آچاری پرسرام کے بالکل برخلاف
دکن مین آٹہوین یا نوین صدی عیسوی کے اندر پیدا ہوئے۔ اون کی سعی اور کوشش نے بدہ مت
والون کو بالکل بیدم کردیا۔ راجاؤن کی سبہا مین اونہون نے بدہ مذہب والون سے مباحثہ کیا
اور فصاحت زبانی اور طلاقت لسانی سے اونہین ہرادیا راجہ نے سوامی کا مذہب قبول کیا۔ پہر تو
الناس علے دین ملوکہم رعایا نے بہی وہی مذہب اختیار کرلیا۔ ان سوامی جی نے بدہ مت والون
کے مقابلہ مین ویدون کا مذہب چلتا نہ دیکہکر ایسی کتابین بنائین جو اوس وقت کے مطابق تہین
مگر افسوس کہ وہ بتیس[۳۲] ہی برس کی عمر مین مرگیے۔ اور اپنی آرزوئین پوری نہ کرسکے۔ اسکے بعد اکثر
جگہ بدہ مت والے یا تو برہمنی مذہب مین آگیے یا قتل کیے گیے۔ اونکے ستوپ یعنی بدہ مت
والون کے معابد ڈہائے گیے۔ اور بجاے اونکے شیو کے مندر بنائے گیے۔

۳۳۔ ہندوستان کا نیا مذہب اور اسلام کا اوس پر اثر

ہندوستان کا مذہب جب زندہ ہوا تو وہ نہین رہا جو ویدون کا تہا بلکہ وہ ہوگیا جو پورانون مین لکہا ہوا ہے۔ سب اٹہارہ پورانون مین
وید کو کلام ربانی مانا گیا ہے۔ اور اسیوجہ سے ان کتابون کو پُوران کہتے ہین کہ وہ ہندؤن کے
پُرانے اعتقادات کو بتلاتی ہین۔ مگر درحقیقت ویدون کے مت سے اون مین بڑا فرق ہے۔
اگر کوئی آجکل کا ہندو وید کے طریق پر چلے تو وہ ہندو نہین رہ سکتا۔ علاوہ برین ایک طرفہ بات یہ
ہے کہ مسلمانون کی صحبت کے اثر سے کوئی سمجہدار ہندو ایسا نہین ہے جو ایک خداے مطلق

کا قائل نہو۔ اور ویدون کے دیوتاؤن کو خدا کی صفات سے تعبیر نہ کرتا ہو اور پورانون کی رسمیات اور بت پرستی کو لغو اور پوچ نہ سمجھتا ہو۔ حالانکہ ویدمین جو ہستی بڑی مانی گئی ہے اوسپر مسلمانون کے خدا کی سی صفات صادق نہین آتین اور وہ اسلامی توحید جسے آجکل تمام روے زمین کی عقلمند قومین تسلیم کرتی ہین نہ تو ویدون سے نکلتی ہے اور نہ کہین اوسکا پورانون مین کما حقہ ذکر ہے لیکن اوسے تمام پڑہے لکہے ہندو تسلیم کرتے ہین۔

۲۴۔ جین مذہب

سنہ ۶۰۰ء کے بعد بدہ اور برہمنون کے مذہب کے اختلاط سے ایک اور نیا مذہب جین پیدا ہوا۔ جین مت والے بدہ مت والون کی طرح خدا کو نہین مانتے۔ مادہ کو قدیمی جانتے ہین۔ آگ کی پوجا نہین کرتے ویدون اور پورانون کو ردی سمجھتے ہین۔ اور برہمنون کے طور پر ذاتون کی پابند ہین اونکے دیوتاؤن کی بہی کسیقدر پرستش کرتے ہین۔ سواے اسکے اونکے اپنے بہی خاص دیوتا ہین جنہین وہ تی تہنکر کہتے ہین۔ جسمین سب سے افضل پارس داس اور مہابیر ہین اور غالباً اسکے بانی بہی یہی ہین۔ اِس مذہب کی اشاعت دکن مین خوب ہوئی تہی سنہ ۱۰۰۰ء مین اِسکا بڑا عروج ہوگیا تہا۔ مگر سنہ ۱۲۰۰ء مین کمال سے زوال پر اوتر آیا۔ اب بہی اون لوگون کی گجرات اور کنارا مین بڑی کثرت ہے۔ بڑے بڑے تاجر عالم فاضل اون مین موجود ہین۔ تامل زبان مین اون کی کتابین فصاحت بلاغت مین پایۂ عالی رکھتی ہین۔ اور اوسکی تہذیب و تدوین انہین لوگون کا حصہ ہے۔

زمانۂ وسطی

عہد اسلام

۱- مسلمانون کی ابتدا

۲۵- صحیح تاریخ جو کچھہ اوپر لکھا گیا وہ کچھہ تو قدیمی کتابون اور قدیمی آثار سے اخذ کیا گیا ہے اور کچھہ مسلمانون وغیرہ بیرونی اقوام کی تحریرات پر قرینہ اور قیاس سے پیدا کیا گیا ہے یون تو ہندوٗون کے اوس زمانہ کی بہت سی کتابین ہین اور بہت سے قصص و حکایات اون مین درج ہین لیکن حقیقت یہ ہے کہ جو کچھہ لکھا ہے وہ سب لغو ہے اون کی تمام تحریرات جہوٹی کہانیون اور باطل خیالات سے مملو ہین- سچ یہ ہے کہ ہندوٗون نے جو کچھہ کیا وہ بالکل نہ لکھا بلکہ جو کچھہ سوچا وہ لکھہ مارا اگر آیندہ مسلمانون کے زمانہ کی تاریخ بالکل صاف صاف اور صحیح لکھی ہوئی ہے- انہون نے اپنے زمانہ کی کوئی بات بغیر لکھے نہین چہوڑی ہر ایک واقعہ کو کسی نہ کسی پیرایہ مین ضرور بیان کر دیا ہے- یہانتک کہ اپنی برائیان بہی ویسی ہی لکھی ہین جیسی کہ اپنی بہلائیان بیان کی ہین آج کل کے موٗرخین کی طرح واقعات کو نہین بدل دیا ہے سب سے پہلے یہ سلیقہ اہل اسلام کو ہی خدا نے دیا اور اگر اونکے رجال اور اسانید کے دفاتر کو دیکہا جاے تو ثابت ہوتا ہے کہ جو آزادی تاریخ نویسی مین مسلمانون کو ملی ہے وہ کسی قوم کو اسوقت تک بہی دنیا مین حاصل نہین ہے

۲۶ - عرب کا ملک اور باشندونکی اخلاقی حالت

دکن سے کوئی ڈیڑہ ہزار میل جانب مغرب عرب کا ملک ہے جسمین جا بجا پہاڑ اور اکثر بڑے بڑے ریگستان ہین - ہوا گرم جسے باد سموم کہتے ہین وہان چلا کرتی ہے - دریا بہت کم ہین کہین کہین کوئی کنوان یا پانی کا چشمہ ہوتا ہے - جہان اِس ملک کے باشندے اپنے مویشی کو چراتے اور زراعت کرتے ہین - اِسی سختی کے باعث سے وہان کے رہنے والے نہایت جفاکش اور محنتی ہوتے ہین اور چونکہ سرسبز قطعات جا بجا متفرق ہین اسیوجہ سے باشندے بہی جدا جدا قبیلون مین منقسم ہین - اون کا کوئی ایک بادشاہ نہین ہوتا - اور نہ کوئی غیر ملک کا بادشاہ ویرانے ملک پر چڑہکر جاتا ہے - اس ملک عرب مین مغربی کنارہ پر سمندر سے تین منزل اندر کو حضرت ابراہیم علیہ السلام اور اونکے بیٹے حضرت اسمٰعیل علیہ السلام نے چار ہزار برس ہوئے کہ ایک عبادت خانہ بنایا تہا جسکو خانۂ کعبہ کہتے ہین - اسی جگہ اسمٰعیل علیہ السلام کا بسایا ہوا ایک شہر ہے جو مکہ کے نام سے مشہور ہے اگرچہ ابتدا مین یہان خدا کی پرستش ہوتی تہی - مگر رفتہ رفتہ تمام ملک عرب مین بت پرستی پہیل گئی اور موسیٰ اور عیسیٰ علیہما السلام کے بعد اگرچہ مذہب یہود و نصاریٰ بہی وہان شایع ہوا - مگر چونکہ اونکی صورت بہی بہت جلد بگڑ گئی اسلیے وہ بہی بت پرستی سے کچہہ کم نہ تہے - عرب مین باشندونکے اخلاق بگڑ گیے تہے - کشت و خون شراب خواری قمار بازی زنا غارت گری دختر کشی وغیرہ سخت جرایم اونکے روزمرہ کے کام تہے - اور جن گناہون کو انسان سُنکر کانپ جاتے ہین وہ اون کا علانیہ کہیل تہا -

۲۷ - حضرت محمد صلعم

۵۳ برس قبل سنہ ہجری

ایسے ملک کے مکہ شہر مین ۱۲ ربیع الاول روز دوشنبہ کو سنہ ہجری سے ۵۳ برس پہلے حضرت اسمٰعیل کی اولاد اور قبیلہ قریش مین حضرت محمد صلعم پیدا ہوئے - آپ کے باپ کا نام عبد اللہ اور مان کا نام آمنہ تہا - تین چار مہینے پہلے آپ کی پیدایش سے

آپ کے باپ کا اور چھہ برس کی عمر مین آپ کی مان کا انتقال ہوگیا۔ اسکے بعد اون کی پرورش اون کے دادا عبدالمطلب کرتے رہے۔ ابھی آپ سات برس کے نہ ہوئے تھے کہ آپکے دادا عبدالمطلب کی وفات ہوگئی اور آخر آپ اپنے چچا ابوطالب کی سرپرستی مین آئے۔ تیرہوین برس مین آپ ابوطالب کے ساتھ اور ۲۵ برس کی عمر مین بی بی خدیجہ کے نوکرون کے ہمراہ ملک شام مین تجارت کے واسطے تشریف فرما ہوئے تھے اور اسی سال مین انہین بی بی سے آپ کا نکاح بھی ہوگیا تھا جس سے بی بی فاطمہ زوجہ حضرت علی کرم اللہ وجہ پیدا ہوئین۔

۲۸۔ حضرت کی نبوت | ایام طفولیت سے ہی حضرت کے اخلاق نیکوکاری کی طرف مائل تھے صداقت عبادت استقلال خلق ومروت غرض جو جو صفات حسنہ آدمی کے لیے ہونی چاہئین وہ سب اون کی فطرت مین خالق کائنات نے اوس درجہ کمال پر ودیعت فرمائی تھین کہ جس سے بڑھکر کسی بشر کو حاصل نہین ہوسکتین۔ آپ عبادت کے واسطے مکہ سے تین میل کوہ حرا کے غار مین اکثر جایا کرتے تھے۔ اور کئی کئی روز وہان تن تنہا خدائے واحد کی عبادت کیا کرتے تھے۔ اکتالیسوین[۴] برس ۱۷۔ رمضان کو اول مرتبہ غار حرا مین وحی اتری اور حضرت نے پہلے مرتبہ وضو کرکے نماز پڑھی اسی روز حضرت نے اپنی بی بی خدیجہ سے اپنی نبوت کا اظہار کیا۔ اور پھر علانیہ لوگون مین تبلیغ رسالت کرنے لگے۔ عورتون مین بی بی خدیجہ لڑکون مین حضرت علی کرم اللہ وجہ اور جوانون مین حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ سب سے پہلے مسلمان ہوئے۔ اسلام کا سب سے پہلا اور سب سے بڑا مسئلہ توحید ہے حضرت نے بت پرستی کو منع کرنا اور توحید کو پھیلانا شروع کیا۔ مگر مکہ کے باشندے جو اپنے عقیدون پر جمے ہوئے تھے۔ اس سے ناراض ہوئے۔ اور اون کو وعظ ونصیحت اور مذہب کی اشاعت کرنے سے منع کرنے لگے۔

۲۹۔ مکہ والون کا مسلمانون کو ایذا دینا | لیکن جب وہ اپنے ارادہ سے نہ پھرے۔ اور اشاعت اسلام مین

نہایت سرگرمی ظاہر کی۔ تو اہل مکہ آنحضرت صلعم کو اور جو آپ پر ایمان لائے تھے بہت تنگ کرنے اور ستانے لگے۔ اِس وجہ سے حضرت رسول مقبول نے مکہ کے قرب وجوار کے دیہات مین آنا جانا شروع کیا۔ مگر وہان بھی یہی صورت پیش آئی۔ اس عرصہ مین نبوت سے پانچوین سال حضرت عمر رضی اللہ عنہ بھی مسلمان ہو گیے۔ اور اونہون نے ارکان اسلام پر علی الاعلان عمل کرنے کا طریق نکالا جس سے مکے والے اور بھی ناراض ہوئے۔ اور اون پر طرح طرح کی سختیان توڑنے لگے اس وجہ سے کچھہ مسلمان اپنے وطن کو چھوڑ کر نجاشی بادشاہ حبش کے پاس چلے گیے۔

آغاز سنہ ہجری

۳۰۔ حضرت کی ہجرت مدینہ کو جب نبوت کے گیارہوین اور بارہوین سال حج کے زمانہ مین کچھہ مدینہ کے لوگ آکر مسلمان ہو گیے۔ اور تیرہوین سال کامل امداد کا وعدہ کیا۔ تو تمام مسلمان مدینے چلے گیے اس پر کفار قریش نے حضرت کے قتل کی تجویز کی۔ تاکہ وہ کہین جاکر اور قوت پاکر اون سے انتقام نہ لین تب حضرت رسالت پناہ اور ابوبکر[رض] ذات کو گھر چھوڑ کر مکہ کو الوداع کہا۔ اور مدینہ کے ارادہ سے ایک غار ثور مین قیام پذیر ہوئے۔ تین دن تک اسی غار مین رہے کیونکہ ابوجہل نے حضرت کے قتل یا تلاش کر دینے کے واسطے سو اونٹ انعام مین دینے کا وعدہ کیا تھا۔ چنانچہ چند متلاشی اِس غار تک بھی پہونچے۔ مگر وہان کبوتر کے انڈے اور مکڑی کا جالا دیکھکر واپس چلے آئے۔ تب تیسرے دن اونٹون پر سوار ہو کر وہان سے راتون رات مدینہ روانہ ہوے۔ اور بہزار مصیبت ۱۲۔ ربیع الاول کو نبوت کے تیرہوین سال مدینہ جا پہونچے۔ یہی دن سنہ ہجری کا پہلا دن ہے۔ مگر حساب کے لیے یکم محرم سے سال ہجری شمار کیا جاتا ہے۔

۱۲۔ ربیع الاول سنہ ۱ھ

۳۱۔ اسلام کی فتوحات چونکہ اسلام کی اشاعت کی مزاحمت دفع کرنے اور اوسکی عزت قایم کرنے کے لیے یہ ضرور تھا کہ ایذا دہندون کو سزا دیکر اپنی حفاظت کی جاے۔ اس لیے مسلمانون کے مدینہ مین آتے ہی جہاد کی ابتدا پڑی۔ اور حضرت نے دشمنون کی تلاش اور غارت کرنے کے لیے

مسلمانون کو بھیجنا شروع کیا - اور خود بھی غزوات کیے مسلمانون کے پہلے لشکر نے مقام نخلہ مین فتح پائی - اور پھر حضرت نے جنگ بدر مین جہان وہ صرف تین سو پانچ ۳۰۵ آدمیون سے ابو سفیان قافلہ سالار قبیلہ قریش کے تجار کے قافلہ کی تلاش مین گیے تھے - اور جن کے بچانے کے واسطے ابو جہل نے ایک ہزار آدمیون کے ساتھ کوچ کیا تھا ۱۷ - رمضان سنہ ۲ ہجری کو ابو جہل کو قتل کر کے فتح حاصل کی - اس فتح سے مکہ والون کے دل شکستہ ہو گیے - اور گرد و نواح کے قبائل جلد جلد مسلمان اور مطیع ہونے لگے - چونکہ اون مین کوئی رشتہ اتفاق ایسا نہ تھا کہ جس مین پایداری ہوتی اور استقلال قایم رہتا - اس لیے اگرچہ اہل قریش کو جنگ اُحد (شوال سنہ ۳ھ) مین مسلمانون پر کسیقدر غلبہ رہا - مگر نیئے اسلام کے جوش اور نکوئی کی برکت کے سامنے اون کی ہمتین پست ہوتی چلی گیئن - اور رمضان سنہ ۸ ہجری مین مکہ بھی حضرت کے قبضہ مین آگیا اور قریش مسلمان ہو گیے - جب حضرت نے تریسٹھ ۶۳ برس کی عمر مین ۱۲ ربیع الاول سنہ ۱۰ھ کو عالم بقا کو رحلت فرمائی تو اوس وقت قریب قریب تمام عرب مطیع یا مسلمان ہو چکا تھا -

۳ھ

۱۰ھ

۳۲ - مصر و شام اور ایران پر اسلام کا قبضہ

جب حضرت کے بعد حضرت ابو بکرؓ خلیفہ ہوئے تو اونہون نے عرب کا فساد فرو کر کے عراق اور شام کی طرف لشکر بھیجا - چنانچہ ۱۱ جمادی الثانی سنہ ۱۳ھ تک جبکہ خلیفہ اول کی وفات ہوئی دمشق تک یہ ملک فتح ہو گیا تھا - پھر حضرت عمرؓ خلیفہ ہوئے ان کے عہد مین اسلام کو جو جلد ترقی اور اوس کی بنیاد کی مضبوطی ہوئی ایسی پھر کبھی نصیب نہین ہوئی جب ان کی شہادت ذیحجہ سنہ ۲۳ھ مین ہوئی ہی تو مسلمان تمام مصر شام ایران کے مالک ہو چکے تھے - اور اس وسیع سلطنت کی مشرقی حد ہرات تک پہنچ چکی تھی -

۱۳ھ

۲۳ھ

(۲) ہندوستان پر مسلمانون کا قبضہ

۳۳ - تہانہ اور سندہ پر مسلمانون کا حملہ

حضرت عمرؓ کے ہی عہد خلافت مین عثمان بن عیسی ثقفی حاکم

بحرین و عمان نے اون کی بلا اجازت کچھ جہاز دکن پر بھیجے اونھون نے بمبئی کے قریب تھانہ مین آکر لوٹ مار مچادی - مگر چونکہ حضرت عمرؓ کو حاکم بحرین کا یہ عمل پسند نہ آیا - اِس لیے وہ بہت ناراض ہوئے - اور جو ہاتھی لوٹ مین آگیے تھے اون کو حکم دیا "چونکہ اس ملک مین یہ جانور کام نہین آتا اس لیے انہین فروخت کرکے روپیہ سپاہیون کو تقسیم کردو" پھر شہر بصرہ کی بنیاد ڈالی تاکہ ہندوستان اور فارس کے راستہ پر قبضہ ہوجاے - اور حاکم فارس سے ہندوستان کی کیفیت دریافت کی اوس نے کچھ ایسا جواب بھیجا کہ خلیفہ کے پاس سے حملہ کی ممانعت آئی - پھر حضرت عثمانؓ اور حضرت علی کرم اللہ وجہہ یکے بعد دیگرے خلیفہ ہوئے - چونکہ اِن دونون خلیفون کے وقت مین مسلمانون مین باہم نزاع پڑ گیا تھا - اس لیے فی الحال ترقی کی لین ڈوری یہین رُکی رہی - تاہم خلیفہ چہارم کے عہد مین حارس نے سندھ کو فتح کرکے بہت کچھ لوٹا اور بہت سے لونڈی غلام بناکر لیگیے - اور اس کے بعد مسلمانون نے کئی مرتبہ چھوٹے چھوٹے حملے کیے - اور لوٹ مار کر واپس چلے گیے -

۴۳ - مسلمانون کا سندھ پر قبضہ کرنا اور پھر چھوڑ کر چلا جانا -

اب خلیفہ ولید کا عہد آیا - اِس خلیفہ نے حجاج کو اپنی وزارت سے معزول کرکے عراق کا حاکم مقرر کیا تھا - اِس زمانہ مین مسلمانونکا زور وشور اقصاے عالم مین پھیل گیا تھا - یہان تک کہ ہر شخص اون کی اطاعت کو اپنا مایۂ فخر سمجھتا تھا - سراندیپ کے راجہ نے بھی حجاج سے اپنا تعلق پیدا کرنے کے واسطے کچھ تحفے تحائف اور حبشی غلام آٹھ جہازون مین بھر کر اوس کے پاس روانہ کیے - اور جن مسلمانون کی عورت بچے اوس کے ملک مین یتیم رہگیے تھے اونہین بھی اون جہازون مین سوار کرادیا تھا - راستہ مین یہ جہاز دیبل مندر کے پاس (جسے اب کراچی بندر کہتے ہین) ڈاکوون نے لوٹ لیے - اِس وقت یہ ملک راجہ داہر کی عملداری مین تھا - جس کا دار الخلافت آلر (سکھر بکھر) مین تھا اور کشمیر کے قریب تک اوس کا ملک چلا گیا تھا -

جب حجاج نے راجہ سے اپنے جہازون کو طلب کیا تو اوس نے کوئی معقول جواب نہ دیا۔ اسپر حجاج نے چھ ہزار سپاہی شیراز مین تیار کیے۔ اور اپنے بھتیجے محمد قاسم کے ساتھ جسکی عمر اوس وقت سترہ برس سے زیادہ نہ تھی ۹۲ھ مین دیبل سندھ کے مندر پر بھیجے۔ اگرچہ اس جگہ ہندؤن نے خوب مقابلہ کیا۔ مگر مندر جلد فتح ہوگیا۔ اور راجہ داہیر کا بیٹا برہمن آباد کو بھاگ گیا۔ لیکن مسلمانون نے اوسے مطیع کر کے نیرون پر بھی جسے اب حیدرآباد سندھ کہتے ہین۔ قبضہ کرلیا۔ اور جب اور دو ہزار آدمی کمک کو آگیے تو دارالسلطنت پر چڑھائی کی۔ جہان خود راجہ مقابلہ کے لیے موجود تھا۔ ایک بڑی لڑائی کے بعد راجہ اور اوس کی فوج ماری گئی اور مسلمانون نے تمام مغربی ہندوستان کو ملتان اور جے پور تک فتح کرلیا۔ اور پھر قنوج پر حملہ کرنے کی تیاری کی۔ مگر یکایک خلیفہ سلیمان نے جو خلیفہ ولید کا جانشین ہوا تھا محمد قاسم کو بائیس سال کی عمر مین سخت اذیتین دیدیکر مار ڈالا۔ اور اس سے چھتیس برس خاندان بنی امیہ کی تباہی پر مسلمان خود اس ملک مفتوحہ کو چھوڑ کر چلے گیے۔

۳۵۔ اسلام کا اسلام کے مخالفون سے برتاؤ۔ اس وقت تک مسلمانون کی لڑائی کی وجہ وہی ہوتی تھی جو اون کے ابتدائی خروج کے وقت تھی۔ جب کسی بستی پر حملہ کرتے تو پہلے اہل اون سے یہ درخواست کرتے تھے۔ کہ مسلمان ہوجاؤ۔ یا جزیہ ادا کرو۔ اور انکار کی صورت مین بستی پر حملہ ہوتا تھا۔ ہتھیار بند آدمی قتل کیے جاتے تھے۔ مگر عورتون بوڑھون اور سترہ برس کے بچون اور اہل پیشہ اور اور باشندون کو کوئی تکلیف نہین دیجاتی تھی۔ اور جب کوئی سردار وعدہ اطاعت کرتا اور جزیہ دیتا تو رعایا کے تمام حقوق اوس کو دیے جاتے۔ مندرون کی تعمیر اور مذہبی رسومات کے اجرا کی اجازت ہوجاتی۔ اور جو مذہبی اوقاف اور نذرانے سابق سے جاری ہوتے تھے وہ سب بحال رہتے تھے۔

۳۶۔ اٹک تک مسلمانون کا قبضہ اسکے بعد افغانستان مین مسلمانون کا مذہب پھیلتا رہا۔ اور وہان ان کی حکومت بھی جم گئی یہانتک کہ ۳۵۲ھ مین البتگین شاہان سامانی کا ایک ترکی غلام افغانستان مین بھاگ کر آیا۔ اور اسپر قابض ہوکر غزنین مین رہنے لگا۔ پھر ۳۶۵ھ مین سبکتگین اوس کا غلام جانشین ہوا جسپر جے پال والی لاہور نے دو مرتبہ بڑی بڑی فوجون سے چڑہائی کی۔ مگر دونون مرتبہ شکست کھائی۔ اور دریاے اٹک تک مسلمانون کا قبضہ ہوگیا۔

۳۵۲ھ

۳۶۵ھ

۳۷۔ گجرات کی فتح سبکتگین کے مرنے پر ۳۸۷ھ مین اوسکا بیٹا محمود تخت وتاج کا مالک ہوا اس نے ہندوستان پر سترہ حملے کیے۔ اور قنوج تک خوب لوٹا اور پنجاب کو اپنے قبضہ مین کر لیا۔ اسکا بارہوان حملہ ۴۱۵ھ مین بڑی شان وشوکت کے ساتھ اجمیر کی راہ سے پٹن سومنات پر ہوا جو گجرات مین سمندر کے کنارے ہے۔ اگرچہ اس مندر کے بچانے کے واسطے بہت سے راجہ اکھٹے ہوئے۔ اور بڑی بڑی سخت لڑائیان لڑے مگر مندر فتح ہوا۔ محمود کو یہان کی آب وہوا بہت پسند آئی اور چاہا کہ گجرات کو اپنا دار السلطنت بنائے۔ اور یہان سے سکندر کی طرح سراندیب اور پیگو وغیرہ پر فوج کشی کرے۔ مگر بہت صلاح ومشورہ کے بعد ایک پرانے خاندان کے عابد راجہ کو گجرات کی حکومت دیکر چلا گیا۔

۳۸۷ھ

۴۱۵ھ

۳۸۔ اسلام کا ہندوستان مین مستقل قبضہ ۵۸۹ھ۔ محمود کے بعد پنجاب اوس کی اولاد کے قبضے مین رہا۔ مگر غور کے حاکم نے جب غزنی پر قبضہ کر لیا تو پنجاب بھی غور کی سلطنت کا ایک جزو ہوگیا۔ اسے غور کے بادشاہ سلطان شہاب الدین نے جسکو سلطنت اسلامیہ ہند کا بانی مبانی کہنا چاہیے ۵۷۲ھ مین ہندوستان پر حملہ کرکے اوچھ واقع پنجند کو فتح کیا لیکن دو برس بعد جب گجرات پر چڑہائی کی تو وہان شکست کھائی۔ اور جب سندھ فتح کرکے دلی اجمیر کے راجہ پتھی راج پر ۵۸۷ھ مین حملہ کیا تو تلاوڑی کے میدان مین جو تھانیسر اور کرنال کے بیچ مین ہے اور جہان

۵۷۲ھ

۵۸۷ھ

ہندوستان کے بڑے بڑے قضیے فیصل ہوا کرتے ہین اوس کو شکست ہوئی - مگر پھر دو برس بعد ۵۸۹ھ مین آیا اور راجہ پرتھی راج کو شکست دیکر قتل کر ڈالا - اور دلی اجمیر کا مالک ہو گیا - ۵۸۹ھ

۳۹ - قطب الدین ہندوستان کا اول مسلمان بادشاہ - جب شہاب الدین واپس گیا تو قطب الدین اپنے ترکی غلام کو اپنے بجاے ہندوستان مین چھوڑ گیا - اوس نے قرب وجوار کے اضلاع بھی فتح کر لیے - دوسرے سال شہاب الدین پھر آیا - اور قنوج کو ۵۹۱ھ مین فتح کر کے بنارس سے آگے بہار تک قبضہ کر لیا - اسکے پیچھے قطب الدین نے گجرات کو خوب تاخت وتاراج کیا - ۵۹۱ھ

غرض کہ کچھ دنون کی لڑائی بھڑائی کے بعد لکھنوتی دارالسلطنت بنگالہ بھی فتح ہو گیا جب ۶۰۲ھ مین شہاب الدین کو گکھڑون نے دھوکے سے مار ڈالا تو سبحان اللہ خدا کی قدرت دیکھو کہ یہی قطب الدین جو کبھی نیشاپور کے ایک سوداگر کا غلام تھا ہندوستان کا اول مسلمان بادشاہ ہوا ۶۰۲ھ

۴۰ - غلامون سے سلطنت کا خلجیون کے خاندان مین منتقل ہونا قطب الدین کے بادشاہ ہونے پر مالوہ کے سوا خاص ہندوستان اوس کے قبض وتصرف مین تھا - اور سندھ بنگال یا مطیع ہو چکے تھے یا جلد جلد مطیع ہوتے جاتے تھے - مگر گجرات مین پورا پورا قبضہ نہ ہوا تھا قطب الدین کے بعد اوس کے خاندان مین نو بادشاہ اور ہوئے - اور اسّی برس تک غلامون کی حکومت رہی - اس عرصہ مین مسلمانون کی بادشاہت یہان اچھی طرح جم گئی - مگر راجپوتانہ کے دشوار گذار کوہستان اور متواج دریاؤن کی روک کے باعث دکن پر کسی نے حملہ نہین کیا - اسکے بعد سلطنت خلجیون کے خاندان مین گئی - اور جلال الدین خلجی[1] ایک ستر برس کا بوڑھا شخص ۶۸۷ھ مین دلی کا بادشاہ ہوا - ۶۸۷ھ

۴۱ - علاؤالدین خلجی کی نمود یہ بادشاہ نہایت رحم دل تھا جس سے بادشاہی کے کام ناتمام پڑے رہتے تھے - مگر اوسکی تلافی کے لیے اوس کا بیٹا ارکلی خان اور ۲ دو بھتیجے علاؤالدین اور الماس بیگ نہایت لیاقت سے کام کر رہے تھے - ارکلی خان کو اوس نے لاہور اور ملتان کا حاکم کر دیا تھا -

(۱) خلجی کو آجکل غلزئی کہتے ہین -

اور علاؤالدین کٹرہ مانکپور مین مقرر تھا۔ علاؤالدین کی دانشمندی اور حوصلہ کو دیکھکر جلال الدین کی بی بی ملکہ جہان کو بڑا کھٹکا تھا۔ اور چونکہ بادشاہ کے سامنے اوسے بڑا اختیار تھا۔ اس لیے علاؤالدین بھی دہلی مین رہنا پسند نہ کرتا تھا چنانچہ اسیوجہ سے علاؤالدین چندیری اور بندیلکھنڈ کے فساد فرو کرنے کے حیلہ سے اجازت حاصل کرکے چلا گیا۔ وہان اس نے ایسا انتظام کیا کہ جس سے بادشاہ نے خوش ہوکر اوسے ملک اودھ کی حکومت اور عطا کردی۔

۳۔ دکن کا دہلی کی سلطنت مین شامل ہونا

۴۲۔ شاہزادہ علاؤالدین کا دکن پر حملہ۔

اب علاؤالدین نے بہت سی فوج جمع کی۔ اور آٹھ ساتھ ہزار چیدہ سوار لیے۔ اور اپنے ارادہ سے سواے اپنے خواصون کے اور کسی کو اطلاع نہ کی اور ۶۹۴ھ مین دکن کو روانہ ہوا۔ راستہ مین کسی راجہ سے کچھ پرخاش نہ کی۔ جنگلون مین شکار کھیلتا ہوا سیدھا چلا آیا۔ جب دو مہینے کے سفر کے بعد ایلچپور مین پہونچا تو یہ مشہور کردیا کہ علاؤالدین بادشاہ سے کچھ ناراض ہوکر چلا آیا ہے۔ اور راجمہندری کے راجہ کی نوکری کرنے کو جاتا ہے اور دو روز وہان ٹھہر کر یکایک رات کے وقت دیوگڑھ کی طرف روانہ ہوگیا۔ اوس زمانہ مین دیوگڈھ کا راجہ ایک مرہٹہ رام دیو جادو تھا۔ رام دیو کا بڑا بیٹا کہین کسی مندر کو گیا ہوا تھا رام دیو بالکل غافل تھا۔ کہ یکایک علاؤالدین کے آنے کی خبر پہونچی۔ رام دیو نے دو تین ہزار آدمی جو اوس وقت موجود تھے علاؤالدین کے مقابلہ کے لیے بھیجے مگر اونھون نے کبھی مسلمان بہادرون کی صورت بھی نہ دیکھی تھی۔ لڑائی سے بالکل ناواقف تھے۔ جب دیوگڑھ سے دو کوس پر سامنا ہوا تو اول ہی وہلہ مین گھبرا کر دیوگڑھ مین جا گھسے۔ راجہ دو تین ہزار گون نمک کی جسے بنجارے کوکن کی طرف سے لائے تھے۔ غلہ کے دھوکے مین لیکر جلدی سے

۶۹۴ھ
۱۲۹۴ء

قلعہ مین متحصن ہوگیا۔علاؤالدین نے قلعہ کا محاصرہ کیا۔یہ قلعہ ایک مخروطی پہاڑ پر بنا ہوا
تھا۔اور نہایت اچھی مضبوط دیوار اور برج اور کھائی کے سوا اوس پہاڑ کا ڈھال غضب کا تھا
کہ جس پر چڑھنا نہایت دشوار تھا۔پھر اِس قلعہ کے اندر ایک اور قلعہ تھا اور اوس کے اندر ایک
اور تھا اسیطرح تین قلعے تھے۔ہندؤن کا ہمیشہ سے یہ دستور چلا آیا ہے کہ سونے چاندی اور
جواہرات کو اکٹھا کرکے جمع رکھا کرتے ہین اور زیور بناتے ہین۔اور روپیہ کو جوڑتے ہین۔یہان
بھی روپیہ بہت تھا علاؤالدین نے شہر و علاقہ مین خوب لوٹ کھسوٹ مچائی۔یہ پہلا ہی موقع
تھا کہ مسلمانون نے رعایا کو لوٹا۔راجہ کے چالیس[۴] ہاتھی اور ہزارون گھوڑے بھی لے لیے۔اور
مشہور کر دیا کہ بیس ہزار فوج پیچھے اور آرہی ہے۔اسے رام دیو نے سچ جانا۔اور جلد صلح کرنا بہتر
سمجھکر برہمنون کے ہاتھ علاؤالدین سے کہلا بھیجا کہ تمہارا یہان آنا خلاف دور اندیشی ہے۔
اس وقت شہر خالی ہے۔تم کو یہان غلبہ ہوگیا۔لیکن جب لشکر آجائیگا تو تم مین سے ایک فرد
بشر بھی جان بر نہ ہوگا۔اور اگر بفرض محال یہان سے بچکر بھی نکل گیے تو راجہ ہاے خاندیس
و گونڈوانہ و مالوہ جن کے پاس ہزارہا فوج ہے کب تمہین جیتا چھوڑینگے۔اس لیے بہتر ہے
کہ جو تم نے لیا ہے وہ اور نیز اور کچھ مجھسے لیکر اپنے ملک کو چلے جاؤ۔علاؤالدین نے بھی
دور اندیشی کرکے اسے منظور کرلیا۔اور دوسرے روز جو پندھروان دن تھا جانے کا ارادہ کیا مگر
عین کوچ کے وقت رام دیو کا بیٹا بہت سی فوج لیکر دیوگڑھ سے تین[۳] کوس پر آموجود ہوا۔اگرچہ
رام دیو نے اوسے منع کیا اور مسلمانون کی بہادری جتائی۔مگر اوس نے اپنے لشکر کی کثرت
اور راجاؤن کی امداد کو دیکھکر نہ مانا۔اور علاؤالدین کے مقابل ہوا۔علاؤالدین نے ایک ہزار
آدمی نصرت خان کے ساتھ قلعہ کے محاصرہ پر چھوڑے۔اور خود فوج لیکر اوسکے آگے کو
بڑہا۔چونکہ ہندؤن کی فوج بہت تھی قریب تھا کہ مسلمانون کو شکست ہوجائے مگر نصرت خان

۶۹۴ھ
۱۲۹۴ء

بلا اجازت محاصرہ کو چھوڑ کر علاؤالدین کی مدد کو آ گیا۔ ہندوون نے جانا کہ مسلمانون کی بیس ہزار فوج جو آنیوالی تھی وہ آ گئی جس سے اون کے لشکر مین ہل چل پڑ گئی۔ اور علاؤالدین نے اون کو تہ و بالا کر دیا۔ جب وہ لوگ بھاگ گیے تو پھر آ کر قلعہ کا محاصرہ کر لیا اور بہت ہی سختی کی۔ اور راجہ کے جن رشتہ دارون کو اوس نے گرفتار کر لیا تھا اونہین باندھ کر قلعہ کے سامنے کھڑا کر دیا۔

۴۳۔ رام دیو کا اطاعت کرنا اور علاؤالدین کا بادشاہ ہونا

رام دیو نے چاہا کہ گلبرگہ تلنگانہ وخاندیس مالوہ وغیرہ سے مدد منگائے۔ لیکن جب دیکھا کہ گونون مین غلہ کی بجائے نمک نکلا تو ہوش وحواس باختہ ہو گئے۔ اور صلح کا پیغام بھیجا۔ علاؤالدین اون کے اضطراب اور صلح کی جلدی سے تاڑ گیا کہ قلعہ مین غلہ نہین ہے۔ اور اسی سبب سے محاصرہ اوٹھانے مین دیر کرنے لگا مگر جب راجہ نے ایلچپور مع پرگنات گرد ونواح کے اور بہت سا روپیہ اور مال ہاتھی گھوڑے دئے۔ کہ شاہان دہلی نے کبھی دیکھے بھی نہ تھے اور باجگذاری کا وعدہ کیا۔ تو ۲۵ روز کے بعد کڑہ کو واپس چلا۔ اور اپنے مبارک قدمون کا ایسا اثر چھوڑ گیا کہ اگرچہ ہندوستان کے بڑے حصہ سے مسلمانون کی سلطنت معدوم ہو چکی ہے۔ مگر یہان اب بھی بادشاہ اسلام کے سایہ عاطفت مین ڈیڑھ کرور کے قریب آدمی چین سے بسر کرتے ہین۔ یہ عجیب اتفاق اور خیال کرنیکی بات ہے کہ اگرچہ ایسے بڑے بڑے راجہ راستہ مین تھے۔ اور علاؤالدین کے پاس فوج بھی بہت ہی قلیل تھی اور لوٹتے وقت بے انتہا مال ودولت بھی موجود تھا مگر بامن وامان کڑہ کو پہونچ گیا اور دھوکے سے اپنے چچا اور مربی جلال الدین سے نیک بادشاہ کو ۱۷۔ رمضان ۶۹۵ھ مطابق ۲۹۔ جولائی ۱۲۹۵ء کو مار کر ہندوستان کا بادشاہ ہو گیا۔

۶۹۵ھ
۱۲۹۵ء

۴۴۔ ملک کافور کی دکن مین فتوحات

کچھ روز تک تو علاؤالدین ہندوستان کی بغاوتون کے فرو کرنے اور مغلون کے دفعیہ کرنے مین لگا رہا۔ جب ادھر سے کچھ فرصت پائی اور رام دیو نے

بھی تین سال سے خراج مقررہ نہین بھیجا۔ تو ملک کافور کو جو اوس کا بڑا پیارا غلام تھا بڑی شان و شوکت اور تجمل شاہانہ کے ساتھ خواجہ حاجی کو ہمراہ کر کے ۷۰۶ھ کے اوایل مین دکن کو روانہ کیا اور عین الملک ملتانی حاکم مالوہ اور الغ خان حاکم گجرات کو حکم دیا کہ وہ بھی ملک کافور کی مدد کرین جب وہ خاندیس کی راہ سے یہان آیا تو اوس نے سب سے پہلے راجہ کرن والی گجرات پر جو اوس وقت بکلانہ مین رہتا تھا حملہ کیا۔ اور وجہ اوس کی یہ ہے کہ گجرات کی مہم مین راجہ کرن کی رانی کملا دیبی گرفتار ہوکر علاؤالدین کے حرم مین داخل ہوگئی تھی اور راجہ کرن گجرات سے بھاگ کر رام دیو کے پاس بامید اعانت آیا تھا۔ مگر رام دیو نے گو اوس سے دوستی کا اظہار کیا اور غالباً خفیہ اوسکو مدد بھی دینا چاہا۔ مگر بظاہر کچھ نکیا۔ اس سے راجہ کرن بکلانہ مین چلا گیا اور وہین رہا غرض کہ کافور کے دکن آتے وقت کملا دیبی نے بادشاہ سے اپنے بیٹی دیول دیبی کے حسن وجمال کی تعریف کر کے اوس کے منگانے کے لیے درخواست کی تھی۔ اس پر بادشاہ نے ملک کافور کو چلتے وقت کہا اور نیز الغ خان کو جو اب حاکم گجرات تھا لکھا کہ جس طرح ہو سکے راجہ کرن سے اوسے لیکر بھیجدے مگر کرن راضی نہوا۔ اور جب ملک کافور سے شکست کھائی تو دیول دیبی کو سنگل دیو رام دیو کے بیٹے کے پاس روانہ کر دیا کیونکہ سنگل دیو بھی اس لڑکی پر پیارا تھا اور مدت سے درخواست کر رہا تھا کہ راجہ کرن اپنی لڑکی اوسے دیدے مگر راجہ کرن راجپوت تھا۔ اور سنگل دیو مرہٹہ تھا اس سے وہ اسے نیچ ذات سمجھکر اپنی بیٹی نہین دیتا تھا۔ اب جب وہ لڑائیون سے تنگ ہوا۔ اور سنگل دیو نے کہلا بھیجا کہ بیٹی مسلمان کو دینے سے مجھے دینا بہتر ہے تو دیول دیبی کو سنگل دیو رام دیو کے بیٹے کے پاس اوس کے بھائی بھیم دیو کے ساتھ جسے سنگل دیو نے اسی غرض سے بھیجا تھا روانہ کیا۔ اور خود بھی دیوگڑھ کو بھاگا۔ الغ خان راے کرن کے تعاقب مین چلا اور دیول دیبی کی تلاش مین چیل کی طرح جھپٹا۔ مگر

مگر ایلورہ کے غارون کے پاس آکر مایوس ہوگیا۔ اسی عالم یاس مین دو تین سو سپاہی الغ خان کی اجازت سے غارون کا تماشہ دیکھنے کو گیے تھے۔ کہ یکایک کچھ سوار آئے۔ اونھون نے جانا کہ رام دیو کی فوج ہے۔ جان بچانے کے واسطے اون سے مقابلہ ہوا۔ مگر وہ بھیم دیو کے آدمی تھے ایک ہی حملہ مین تتر بتر ہوگیے۔ دیول دیبی کے گھوڑے کے پاؤن مین تیر لگا۔ جب سپاہی اوس کے پاس لوٹنے کے لیے پہونچے تو اوسکی سہیلی بولی کہ یہ دیول دیبی ہے سپاہی سُنتے ہی اوسے الغ خان کے پاس سُکھپال مین سوار کرا کر لے آئے اور وہ بادشاہ کے پاس آخر ۷۰۶ھ مین بھیجی گئی۔ اور شاہزادہ خضر خان کے ساتھ اوس کی بڑی دھوم دھام سے شادی ہوئی۔ کتاب قران السعدین مین حضرت امیر خسرو نے اسی کا بیان لکھا ہے غرض کہ جب ملک کافور نے راے کرن سے فرصت پائی تو آگے مرہٹون کے ملک مین بڑا خوب لوٹ مار مچادی جس سے رام دیو نے لڑنا مناسب نہ سمجھا۔ اور اپنے بیٹے سنگل دیو کو دیوگڑھ مین چھوڑ کر خود مع عیال و اطفال کافور کی خدمت مین حاضر ہوگیا۔ بعد اِس کے ملک کافور اوسے دہلی لے گیا۔ بادشاہ نے اوس کی بادشاہون کی سی خاطر داری کی کہ مخلوق مین علاؤالدین اور رام دیو کی عظمت مین کوئی فرق باقی نہ رہا۔ یورپین بادشاہون کے زمانہ مین نہ پہلے کبھی ہوا اور نہ آیندہ ایسا کبھی ہوتا معلوم ہوتا ہے پھر علاؤالدین نے اوسے سفید چیتر دیا جو بادشاہان دہلی لگایا کرتے تھے اور اوسے راے رایان کا خطاب اور دیوگڑھ کے قدیم زمانہ کے راج کا بڑا حصہ اور قصبہ نوساری اپنی طرف سے دیکر پھر اپنے ملک کا راجہ کر دیا۔ اور ایک لاکھ تنگہ نقد دیکر مع عیال و اطفال بڑے اعزاز و اکرام سے رخصت کر دیا۔ اور وہ تا حین حیات بادشاہ کا مطیع اور فرمان بردار رہا۔ اور راجہ کو اپنے راج کا کامل اختیار تھا کوئی رزیڈنٹ وغیرہ اوس کی حکومت مین دخیل نہ تھا۔

۷۰۲ھ | ۴۵ - ملک کافور کا ورنگل پر حملہ | ۷۰۲ھ مطابق ۱۳۰۳ء کے وسط مین علاؤالدین نے بنگالہ کی

طرف سے کچھ فوج ورنگل پر بھیجی تھی اور خود چتوڑ پر گیا تھا اس پر مغلون نے سمجھا کہ بادشاہ ممالک

دور و دراز کی مہمون مین مصروف ہے - ہندوستان پر لشکر کشی کا خوب موقع ہے - چنانچہ

طرغی مغل نے ایک لاکھ بیس ہزار فوج لی اور دہلی کے دروازہ پر آپہونچا - اِس لیے بادشاہ

لوٹا اور گو تلنگانہ کی فوج نے اپنا پورا کام نہ کیا تھا اوسکو واپس بُلالیا - جب وہ اون سے

۷۰۹ " | فارغ ہو گیا تو اوسی ۷۰۹ھ مطابق ۱۳۰۹ء مین ملک کافور کو حکم دیا کہ دیوگڑھ سے ورنگل

پر لشکر کشی کرے - اور جس قدر روپیہ وہان سے مل سکے اوسے لیکر صلح کر لے اور اوس سے

زیادہ سختی نہ کرے - ملک کافور جب دیوگڑھ مین آیا - تو رام دیو نے استقبال کیا - اور لشکر

مین اپنا بازار بھیجوا کر حکم دیا کہ اجناس شاہی نرخ سے فروخت ہون - یہان سے ملک کافور پہلے

اندور مین آیا - اور سارباز کے قلعہ کو جو ورنگل کے راجہ کا تھا حملہ کر کے لے لیا - اور قتل و غارت

سے ملک مین ایک تہلکہ ڈال دیا جس کے خوف سے تمام اطراف کے راجے لدر دیو والی ورنگل

کے پاس قلعہ مین جا چھپے - اِس راجہ کا نام فارسی کتابون مین لدر دیو لکھا ہے - مگر تلنگی نوشتون

سے معلوم ہوتا ہے کہ اِس کا نام پرتاب رُدّر دیو تھا غالباً مسلمانون نے پرتاب کو چھوڑ کر رُدّر دیو

کو لدر دیو کر لیا ہے - غرض لدر دیو اندرونی سنگین قلعہ مین اور باقی راجے بیرونی گلی قلعہ مین جس کا

محیط ۱/۲ ۸ میل کے قریب تھا متحصن ہوئے - پہلے مسلمانون نے ہنمکنڈہ پر قبضہ کر لیا جہان سے

سے ورنگل کا شہر و باغات نظر آتے تھے - پھر درختون کو کاٹ کر مورچے بنائے اور چھاونی ڈالی

اور طرفین سے خوب خوب جوانمردیان دکھائی گئین - مگر چند روز مین جب بیرونی قلعہ فتح ہو گیا اور

بہت سے زمیندار اور اون کے زن و فرزند اسیر ہو گئے تو راجہ لدر دیو نے تین ہزار ہاتھی اور

سات ہزار گھوڑے بہت سا مال و اسباب دیگر خراج گذاری کے وعدہ پر صلح کر لی - اور ۱۶ شوال ۷۰۹ھ

کو ملک کافور ورنگل سے ایک ہزار اونٹ پر مال غنیمت لدوا کر روانہ ہوا - اور ۱۱ محرم کو دہلی پہونچا -
اور ۲۴ کو بادشاہ کے حضور مین اوسے پیش کیا -

۴۶ - فتح کرناٹک

۷۱۰ھ / ۱۳۱۰ء

دوسرے سال ۷۱۰ھ مطابق ۱۳۱۰ء مین ملک کافور اور خواجہ حاجی کو
کرناٹک کے فتح کرنے کے لیے بھیجا جب وہ دیوگڈھ مین آئے تو معلوم ہوا کہ رام دیو مر گیا ہے
اور اوس کا بیٹا باپ کی طرح خالص مطیع نہین ہے - اس لیے اونہون نے حفاظت کے لیے کچھ
آدمی جالنہ پور مین چھوڑے جو دریاے گنگ پر واقع ہے اور اہل کتھر کو قتل و غارت کرتے ہوئے
تین مہینے بعد منزل مقصود تک پہونچے اور کرناٹک کے راجہ بلال دیو سے سخت لڑائی ہوئی -
اور مارتے دھاڑتے راجہ کی دارالسلطنت دوارسمندر تک چلے گیے - یہ مقام کہین سرنگا پٹن کے
پاس معلوم ہوتا ہے - اور شاید کسی بڑے تالاب کے نام سے جسے اکثر سمندر کے نام سے موسوم
کیا کرتے ہین شہر دوارسمندر کہلاتا تھا - اور اوس کو بھی فتح کیا - راجہ قید ہوا اور اوس کا خاندان
نیست و نابود ہو گیا - پھر مسلمان یہان سے آگے مدرا کو بڑھے ہے - یہان ایک راجہ کاس دیوراج کرتا تھا
وہ بڑا دانشمند راجہ تھا - اور اوسکے خزانہ مین بارہ[۱۲] کرور اشرفی اور بے شمار ہیرا موتی لعل و یاقوت
جمع تھے - اِس راجہ کے راج مین نہ صرف مالابار ہی داخل تھا بلکہ علاقہ مدورا ترچناپلی تانجور

۱۳۵۹ھ

بھی شامل تھا - اور دارالسلطنت اِس کا مدورا تھا - جب یہ راجہ ۱۳۵۹ھ مین مر گیا تو اسکے دو بیٹے
راے سندر پانڈیہ اور راے بیر پانڈیہ باقی رہے - سندر پانڈیہ چھوٹا اور حرامی تھا - اس نے اپنے
بڑے بھائی کو جو جایز وارث تھا ملک سے نکال دیا تھا - غالباً ملک کافور ہی کی تائید کے لیے وہان گیا تھا
مسلمانون کے پہونچنے پر سندر پانڈیہ بھاگا - اور جگہ جگہ جنگل مین پناہ گیر ہوتا پھرا - آخر کار مسلمانون نے
مدورا کو ۱۷ - ذیقعدہ سنہ ۷۱۰ھ کو لے لیا - پانچ سو بارہ[۵۱۲] ہاتھی پانچ ہزار[۵] عربی اور شامی گھوڑے - اور
پانچ سو من جواہرات لوٹ مین ہاتھ آیا - پھر انہون نے سیت بندھ رامیشور مین ایک مسجد بنا کر

اوس مین علاؤالدین کا خطبہ پڑہا - یہ مسجد جہانگیر کے عہد تک وہان موجود تھی - اور مسجد علائی کے نام سے مشہور تھی - بعدازان خزانے اور دفینے ملک کافور کو جو یہان ہاتھ لگے تھے وہ ان سب کو لیکر دہلی واپس گیا - چونکہ سنگل دیو بادشاہ سے باغی ہوگیا تھا - اور بعد اس کے کرناٹک مین بھی کچھ فساد ہوا تھا اسلیے ملک کافور ۷۱۲ھ مطابق ۱۳۱۲ء مین پھر آیا اور تمام مہاراشٹر اور کرناٹک پر چڑہائی کی دیوگڑھ کے راجہ سنگل دیو کو گرفتار کرکے قتل کیا - گلبرگہ رایچور مدگل وابل ودوار سمندر وغیرہ پر قبضہ کیا - بعد اس کے جن راجاؤن نے اطاعت کی اون کو اپنی حکومت پر بحال رکھا - بلال دیو راجہ کرناٹک اور راجہ معبر یعنی مدرا باجگذار رہے باقی سب ملک اپنے قبضہ مین کرلیا - اور دیوگڑھ کو دکن کا دارالسلطنت بنایا اور ایسا رعب داب بٹھایا کہ پھر کسی کو یارا سرکشی نہ ہوا -

۴۷ - علاؤالدین کی وفات

اس وقت علاؤالدین کی سلطنت شمال مین کوہستان ہمالیہ سے لیکر جنوب مین سمندر تک اور مغرب مین سندھ بلکہ قندھار اور ہرات سے لیکر مشرق مین بنگالہ کی انتہا تک پہونچ گئی تھی اور ایسا امن چین تھا کہ باوجود ریل اور تار برقی کی برکت نہ ہونے کے کہین لڑائی جھگڑا نہ تھا - مگر بادشاہ کی تماش بینی اور عیاشی کے سبب اوس کی صحت مین فرق آگیا اور ملک کافور کو خیال سلطنت پیدا ہوا - اس نے بیماری کی حالت مین بادشاہ کو بہکا کر الغ خان کو بغاوت کے بہانہ سے قتل اور خضر خان کو قید کرایا - ان حرکتون کا یہ نتیجہ ہوا کہ گجرات چتور مین مفسد اوٹھ کھڑے ہوئے - اور دکن مین ہرپال دیو داماد رام دیو نے فساد برپا کیا - جب یہ خبرین علاؤالدین کو پہونچین تو اور بھی صدمہ پہونچا اور ۶ - شوال ۷۱۶ھ ہجری مطابق ۱۹ - ستمبر ۱۳۱۶ء کو بیس برس کی سلطنت کی بعد پیمانہ عمر لبریز ہوا -

۴۸ - علاؤالدین کی صفات اور اوس کا انتظام

امور سیاست مین یہ بادشاہ اس قدر سفاک تھا کہ

۷۱۲ھ / ۱۳۱۲ء

۷۱۶ھ / ۱۳۱۶ء

۷۱۶ھ
۱۳۱۶ع

مورخون نے اسے ظالم لکھا ہے۔ مگر اور کسی کا مقدور نہ تھا کہ کسی پر ظلم کر سکے اوس کے عہد مین عدالت اور کوتوالی کا انصاف وہ عمدہ حالت مین تھا۔ کہ کبھی کسی اچھی سی اچھی یورپین گورنمنٹ کو یہ پایہ نصیب نہ ہوگا۔ چور اور راہزن اس کے عہد مین عنقا کی طرح معدوم ہو گیے تھے ایک بوڑھیا ٹوکرون سونا جنگلون مین لیجاتی اور کوئی نگاہ اوس پر نہ ڈالتا تھا۔ ایک چپہ بھر زمین بے کاشت نہ رہتی تھی۔ تجارت کا بازار گرم تھا ملک دولت سے مالا مال تھا۔ اہل ہنر جیسے اوس کے وقت مین ہوئے کسی مسلمان بادشاہ کے زمانہ مین نہ ہوے۔ عمارات بھی اس کثرت سے اوسکے زمانہ مین تیار ہوئین کہ کسی شوقین بادشاہ کو بھی اپنے عہد مین وہ کثرت نصیب نہ ہوئی۔ ہاتھیون پر عماری رکھنا اسی کی ایجاد ہے۔ بادشاہ خود تو پڑھا لکھا نہ تھا اور نہ اوسے کچھ مذہب کا چندان خیال تھا۔ مگر اوس کے وقت مین علم اور اسلام کو وہ رونق ہوئی کہ کسی اچھے سے اچھے بادشاہ کے عہد مین بھی نہ ہوئی۔ درویش علما شعرا وغیرہ اہل کمال اوس کے وقت مین اس کثرت سے گذرے ہین کہ پھر کبھی دیکھنے سُننے مین نہین آئے حضرت نظام الدین اولیا قدس سرہٗ اور حضرت امیر خسرو شاعر اوسی کے عہد کے نمونے ہین۔ مسکرات کا اوس کے زمانہ مین کوئی نام تک نہ لیتا تھا۔ بازاری اجناس کے ارزان نرخ اپنے آپ مقرر کیے تھے۔ ملازمون کی تنخواہین گھٹا دی تھین۔ امیرون سے بغاوت کے اندیشہ کے باعث دولت چھین لی تھی۔ بلا اجازت کوئی امیر باہم رشتہ نہ کر سکتے تھے۔ چند آدمیون کی محفل اجازت سے منعقد ہوتی تھی۔ خود کوئی کام بغیر مشورت نہ کرتا تھا اپنے احکام کی تعمیل کرانے مین اپنا نظیر نہ رکھتا تھا۔ اوس کے حکم کے خلاف کوئی کارروائی نہ ہوتی تھی۔ اس کی پانچ لاکھ فوج تھی۔ ستر ہزار معمار سرکاری ملازم تھے۔ بڑی سی بڑی عمارت ایک ہفتہ مین تعمیر کرا سکتا تھا۔ پیغمبر بنکر نیا دین جاری کرنا چاہا تھا۔ پھر تمام جہان کی تسخیر کا ارادہ کیا تھا۔ مگر مشورہ اور تجربے نے اوسے بتا دیا کہ یہ غیر ممکن ہے۔ سکندر ثانی

اوس سنے اپنا لقب رکھا تھا حقیقت مین یہ بادشاہ بہت ہی بڑا زبردست گذرا ہے۔ مگر افسوس کہ اوسنے اپنی اولاد کی تعلیم و تربیت نہ کی کہ جس سے اوسکے بعد سلطنت اوسکے گھرانے سے نکل گئی

۴۹۔ قطب الدین خلجی کا دکن مین آنا اور خسرو خان کا عروج۔

ملک کافور کے ہنگامہ کے بعد علاؤالدین کا بیٹا قطب الدین مبارک شاہ خلجی ۷۔ محرم ۷۱۷ھ مطابق ۲۲۔ مارچ ۱۳۱۷ء کو تخت نشین ہوا۔ یہ بادشاہ ایسا بے حیا تھا کہ اوسکی بے حیائی کا بیان کرنا بھی بے حیائی ہے وہ ایک تو عمر ہندو بچہ پر فریفتہ تھا جو بگڑ کر مسلمان کہلانے لگا تھا۔ اور جس کو اوس نے خسرو خان کا خطاب دیا تھا اوس سنے اپنی سلطنت مین جو کسی قدر سلطنت کا کام کیا ہے وہ دکن کا حملہ ہے۔ ہر پال دیو رام دیو کے داماد نے علاؤالدین کے مرنے پر یا تفاق راجہاسے گرد و نواح دکن سے ملازمان شاہی کو نکال کر ملک مرہٹ پر قبضہ کر لیا تھا۔ اور دیوگڈھ کو محاصرہ کیے پڑا تھا اس لیے بادشاہ خود اس کی تنبیہ کے لیے ۷۱۸ھ مین آیا۔ باغی لوگ بادشاہ کی آمد سنتے ہی منتشر ہو گیے۔ قطب الدین نے ہرپال دیو کے تعاقب مین فوج روانہ کی چنانچہ وہ گرفتار ہوا اور قتل کیا گیا۔ اور تمام ملک دوار سمندر تک پھر قطب الدین کے قبضہ مین آ گیا۔ اوس کی بنائی ہوئی مسجد اب تک دیوگڈھ مین موجود ہے اس کے بعد بادشاہ ملک بیگ لکھی کو دکن کا سرلشکر اور مرہٹ کو امرا مین تقسیم کر کے دہلی چلا گیا۔ جب بادشاہ کچھ دنون کے بعد حرکات خلاف انسانیت وسلطنت کرنے لگا۔ تو اسی ملک بیگ لکھی نے بغاوت کی۔ مگر جب فوج شاہی آئی تو گرفتار ہو کر دہلی بھیجا گیا۔ اور وہان بُری طرح سے قتل ہوا۔ اور عین الملک ملتانی اوس کے بجاے سرلشکر مقرر ہوا جب بادشاہ کو برسات کے سبب سے دکن مین توقف کا اتفاق ہوا تھا۔ تو اوسنے خسرو خان کو معبر یعنی ملیبار فتح کرنیکے لئے بھیجا تھا یہ جب وہان گیا تو وہان کے حکام تاب مقاومت کی نہ لا کر بھاگ گیے۔ ایک شخص خواجہ تقی سوداگر بڑا امیر تھا وہ اس سبب سے نہ بھاگا کہ لشکر

۷۱۷ھ
۱۳۱۷ء

۷۱۸ھ

۷۱۸ھ
۱۳۱۸ء

اسلام اوس مسلمان کو نہ ستائیگا۔ مگر خسرو خان نے اوس پر بڑا ظلم کیا اور اوس کا سب مال و اسباب لیکر اوسے قتل کردیا۔ پھر تلنگانہ کے راجہ کو مجبور کرکے اوس سے سنو ہاتھی اور بہت سا مال و متاع لیا اور کنلی کے راجہ سے ایک الماس چھ درم کے وزن کا لیکر پھر معبر کو واپس چلا گیا اور ایام برسات وہان بسر کیے ایک سال کے اندر ہی سارے ملک کو فتح کرلیا۔ اور سب دولت لوگون سے چھین لی۔ اِسی جگہ اوس کا ارادہ تھا کہ بغاوت کرکے بادشاہ بن بیٹھے۔ مگر ملک تلبغہ حاکم جزیرہ گوا و ملک تیمور حاکم چندیری و ملک گل افغان جو اس کے ہمراہ تھے یہ بھید سمجھ گیے اور اوس سے کہا کہ خبردار یہ خیال دل سے دور کر۔ جب اوس نے جانا کہ بغاوت سے نتیجہ بُرا ہوگا ملک کو اُمرائے شاہی کے سپرد کرکے وہان سے دہلی کو روانہ ہوا۔ ان امیرون نے بھی بادشاہ کو عرضیان بھیجین لیکن قطب الدین اوس کے عشق مین ایسا غافل تھا کہ اوسے دیوگڑھ سے جہان وہ اب تک پہونچا تھا فوراً ڈاک پالکی مین طلب کیا اور وہ ایک ہفتہ مین دہلی پہونچ گیا۔ اور بادشاہ کا دل ٹھنڈا ہوا۔ اور اوس کی شکایت کرنے والے بجاے انعام و اکرام کے قتل و قید کیے گیے۔

۵۰۔ قطب الدین مبارک شاہ کا قتل

جب خسرو خان کو قطب الدین پر ایسا قابو ملا۔ تو اوس نے محل شاہی سارا ہندو سپاہیون سے بھردیا۔ اور عام سلطنت مین اپنے آوردے اور رشتہ دار معزز عہدون پر مقرر کیے۔ اور بادشاہ کے قتل کی درپے ہوا۔ جاہر یا پرواری نے حسب قرارداد اوّل تو قاضی ضیاالدین کو جو محل شاہی کے چوکیدارون کی تحقیقات کو آیا تھا قتل کیا۔ خسرو خان بادشاہ کے پاس سوتا تھا۔ بادشاہ نے جب اِس شور و غل کا سبب پوچھا تو خسرو خان نے گھوڑون کے چھوٹ جانے کا بہانہ کیا۔ آخر جب یہ قاتل قطب الدین کے سامنے جا پہونچے۔ تو وہ محل سرا کے اندر کو بھاگا خسرو خان نے دوڑکر بال پکڑ لیے۔ جس پر قطب الدین نے جان چھوڑانیکے لیے

اوسے گرایا کہ قاتلون نے جا کر اوسے مار ڈالا۔ پھر خسرو خان نے خاندان علاؤالدین کے پس ماندون کو قتل کر کے اِس خاندان کو ملیا میٹ کر دیا۔ اور مبارک کو خاندان علائی کا نامبارک مقطع ثابت کر دکھایا۔

۵۱۔ خسرو خان کا قتل اور غازی خان کا بادشاہ ہونا

جب خسرو خان تخت و تاج کا مالک ہوا تو اوس نے اچھے اچھے عہدے دیکر امیرون کو راضی کیا۔ مگر جونا خان[۵۷] غازی خان حاکم پنجاب کا بیٹا جو بادشاہ کے امیرون مین سے تھا بھاگ گیا اور غازی خان فوج لیکر دہلی کو خسرو خان کے مقابلہ کے واسطے آیا۔ اور ۲۳-۲۔ رجب ۷۲۱ھ مطابق ۲۲۔ اگست ۱۳۲۱ع کو خسرو خان شکست کھا کر بھوک بھوک کرتا ہوا پکڑا آیا۔ اوّل تو غازی خان نے اوسے کھانا کھلایا بعد مین اوسی جگہ قتل کرا دیا جہان اوس نے قطب الدین کو مارا تھا۔ اور اوسی مقبرہ مین دفن کرایا جو اوس نے اپنے لیے بنوایا تھا۔ چونکہ علاؤالدین کے خاندان مین کوئی شخص قابل سلطنت باقی نہ تھا۔ اس لیے لوگون نے اسی غازی خان غیاث الدین تغلق کو غرۂ شعبان ۷۲۱ھ کو ہاتھ پکڑ کر تخت پر بٹھایا۔ اور اپنا بادشاہ بنایا۔ اس غازی خان کا باپ غیاث الدین بلبن بادشاہ ہند کا ترکی غلام اور ماں کوئی ہندوستانی جاٹ کی عورت تھی بڑا حلیم و سلیم اور عاقل و کریم تھا۔ اسکی سلطنت ساری بُرائیون سے مبرا تھی۔ اس نے اپنے منھ بولے بھائی بہرام ابیہ کو کشلو خان کا خطاب دیکر ملتان کا حاکم کیا۔ اور ملک اسد الدین اپنے برادر زادہ کو باربک اور ملک ضیاء الدین اپنے خواہر زادہ کو عارض مملکت کر کے سمانہ اوس کی جاگیر مین دیا۔ اور ملک شادی اپنے بھائی کے داماد کو دیوان وزارت کی افسری اور اپنے متبنی تاتار خان کو ظفر آباد کا جاگیر دار کیا۔ اور ملک برہان الدین

۷۲۱ھ / ۱۳۲۱ع

[۵۷] جونا ترکی زبان مین آفتاب کو کہتے ہین۔

قتلغ خان کے باپ کو دیوگڑھ کی وزارت اور صدر الدین کو صدر جہانی اور قاضی سماء الدین کو دہلی کی قضا کا عہدہ عنایت فرمایا۔ اور گجرات کی نیابت عرض ممالک ملک تاج الدین جعفر کو عطا کی۔

۷۲۲ھ
۱۳۲۲ع

۵۲۔ شاہزادہ جونا خان کی ورنگل پر چڑھائی اور ناکامیابی

چونکہ اسکی تخت نشینی کے دوسرے سال لدر دیو حاکم ورنگل نے خراج نہ بھیجا تھا اور بغاوت اختیار کی تھی۔ ادہر دیوگڑھ مین بھی بدنظمی ہو گئی تھی۔ اسلیے اُسنے اپنے بیٹے اور ولیعہد جونا خان کو لشکر چندیری و بداون و مالوہ مع بعض اعوان قدیم کر دیکر دکن پر روانہ کیا۔ یہ ملکونکو غارت اور فتح کرتا ہوا ورنگل آیا اور اوس پر محاصرہ ڈالا۔ یہان راجہ اوس سے بڑی مردانگی کے ساتھ ایسا معرکہ آرا ہوا کہ پہلے نامبردی کا دہبہ اوس سے مٹ گیا۔ مگر جب لڑائی سے تھک گیا۔ تو نذرانہ بھیجنے کے وعدہ سے صلح کا خواستگار ہوا۔ لیکن جونا خان نے قبول نہ کیا۔ اور لڑائی کو برابر جاری رکھا۔ برسات کے موسم آنے پر لشکر مین بیماری پھیلی۔ موت کا بازار گرم ہوا۔ اس پر متوحش خبرین اُڑنے لگین۔ ڈاک جو دہلی سے ہفتہ مین دوبار آتی تھی وہ بھی پانی کی شدت کے باعث ایک مہینے تک رک گئی۔ اس سبب سے شیخ زادہ دمشقی اور عُبید شاعر جونا خان کے مصاحبون نے غیاث الدین تغلق کے مارے جانے اور دہلی مین دوسرے بادشاہ کی تخت نشین ہونے کی خبر مشہور کر دی۔ اور ملک تیمور و ملک گل افغان و ملک کافور مہردار و ملک تگین امرائے علائی سے جو شاہزادہ کے ساتھ تھے کہدیا کہ شاہزادہ تم کو شریک سلطنت سمجھکر قتل کرنا چاہتا ہے اسلیے یہ لوگ جونا خان سے علیحدہ ہو گیے۔ اور سپاہ مین اضطراب پھیل گیا۔ مجبور ہو کر شاہزادہ دیوگڑھ کو چلا۔ پیچھے سے دشمنون نے ستایا۔ مگر دیوگڑھ مین پہونچنے پر بادشاہ کی خیر و عافیت معلوم ہو گئی۔ اس لیے باغی امرا سے اون کا لشکر باغی ہوا۔ اور ملک جونا سے آملا۔ ملک تیمور کو زمینداران تلنگ نے مار دیا اور ملک تگین کو مرہٹون نے مار کر اوس کی کھال ملک جونا کے پاس بھیجدی۔ اور باقی امیر بھی جنہون نے رفاقت ترک کی تھی گرفتار ہو کر دہلی بھیجے گیے۔ اور

جبری طرح سے قتل کیے گیے۔ جونا خان اس لشکر عظیم سے صرف دو تین ہزار آدمی لیکر دہلی پہونچا۔ اگرچہ صرف اس واقعہ سے جونا خان کو ہم الزام نہین دے سکتے ہین مگر جب اوسکے آیندہ کے حرکات کو دیکھتے ہین تو کہہ سکتے ہین کہ اس تمام خرابی کی وجہ اس شاہزادہ کی خودرائی ہوگی۔

۲۳ء ۷۲۳ھ / ۱۳۲۳ء

۵۳۔ جونا خان کا ورنگل اور جاجنگر کو فتح کرنا۔

چار مہینے کے بعد جونا خان دوبارہ ایک لشکر عظیم لیکر دیوگڑھ کے راستہ سے ورنگل پر چڑہا ۷۲۳ھ مطابق ۱۳۲۳ء مین اوس نے راستہ مین بیدر کو فتح کیا۔ یہ شہر بھی اوس وقت راجہ ورنگل کے قبضہ مین اور اوس کا سرحدی مقام تھا۔ اور اور قلعے بھی جو راجہ ورنگل کے تھے اون کو فتح اور مسخر کیا۔ اور پھر قلعہ ورنگل کو توڑ کر فتح کیا اور پہلی ندامت کے رفع کرنے کے واسطے بہت سے ہندوون کو قتل کیا۔ راجہ کو مع زن و فرزند اسیر کرکے ملک بیدار قدر خان کے اور خواجہ حاجی نایب عرض ممالک کے ساتھ دہلی بھجوایا اور جونا خان نے ورنگل مین اپنے معتبر سردار مقرر کیے۔ اور اوس کا نام سلطان پور رکھا۔ بعد ازان جاجنگر گیا۔ اور وہان کے راجہ سے چالیس ہاتھی لیکر بادشاہ کو بھیجے۔ ادہر پھر ورنگل ہوتا اور حسب دلخواہ وہان کا بندوبست کرتا ہوا دہلی چلا گیا۔ غیاث الدین تغلق نے لدر دیو کا قصور معاف کردیا۔ اور پھر اوسے ورنگل کا راجہ بنادیا۔ پھر جب جونا خان دہلی پہونچا تو غیاث الدین تغلق بنگالہ کے انتظام کے واسطے گیا۔ اور وہان ناصر الدین سلطان غیاث الدین بلبن کے بیٹے کو جو ابھی تک وہان کا حاکم تھا لکھنوتی مین اپنی طرف سے حاکم کردیا۔ جب انتظام سے فارغ ہوا تو بفتح و ظفر دہلی کو روانہ ہوا۔ جونا خان نے باپ کی دعوت کے واسطے ایک چوبی محل دہلی کے باہر بنوایا۔ اور بادشاہ کو اوس مین ٹھہرایا۔ کھانا کھاکر جونا خان اور بہت امیر بغیر ہاتھ دھوئے نذرانہ وغیرہ کی تیاری کے لیے جلدی سے باہر نکل آئے۔ کہ اتنے مین

ہاتھیون کی دوا دوش سکے صدمہ سے مکان گر پڑا۔ اور بادشاہ مع اپنے پانچ رفیقون کے اوس کے نیچے دبکر مرگیا۔ یہ واقعہ ربیع الاوّل ۷۲۵ھ مطابق فروری ۱۳۲۶ء کا ہے۔

۷۲۵ھ
۱۳۲۶ء

۵۴۔ محمد تغلق کا بادشاہ ہونا اور اوسکے اوصاف

باپ کے مرنے پر جونا خان بہ لقب محمد تغلق بادشاہ ہوا۔ اور ملک فیروز اپنے چچا کے بیٹے کو نایب باربک اور ناصر الدین کے مرجانیکے باعث سے ملک بیدار کو قدر خان کا خطاب دیکر لکھنوتی کا جاگیردار کیا۔ اور قتلغ خان اپنے اوستاد کو وکیلدار اور ملک مقبول کو عماد الملک کا خطاب دیکر وزیر ممالک کیا۔ اور احمد ایاز کو خواجہ جہان کا خطاب دیکر گجرات کا سپہ سالار اور ملک مقبل کو خان جہان کا خطاب دیکر وزیر گجرات مقرر کیا۔ اور محمد الپخان پسر قتلغ خان کو گجرات مین جاگیر عنایت فرمائی۔ اور ملک شہاب الدین افتخار کو نوساری جاگیر مین دیا۔ یہ بادشاہ عجائبات روزگار سے ہے۔ اسکی ذات جامع الاضداد تھی۔ فیاضی مین بےنظیر علم و فضل مین یکتا۔ خوشنویسی مین بےمثل۔ طبیب حاذق متشرع متقی۔ شاعر بےمثال عربی فارسی کا بڑا انشی گفتگو مین مُنہ سے پھول جھڑتے۔ جوان مرد شجاع۔ فن سپاہگری سے خوب آشنا خودرای حد سے زیادہ اُلو العزم۔ کبھی پیغمبر بننا چاہتا۔ کبھی روے زمین کی تسخیر کا ارادہ کرتا سفاک ایسا کہ مولوی مفتی کی قتل سے اُسے افسوس نہوتا۔ بےصلاح مشورہ بڑی سے بڑا کام کرنے لگتا جس سے رعایا و برایا تباہ ہوجاتی۔ ملک بگڑ جاتا۔ فساد اُٹھ کھڑے ہوتے اور ایسے نامعقول کام کرتا کہ جس سے اُسپر جنون کا شبہہ ہوتا غرض کہ ملا اور سپاہی ہونیکی حیثیت سے بہت اچھا مگر بادشاہی کی داؤں پیچ سے ناواقف محض تھا ابتدا مین تو اُسنے تمام دور نزدیک کے ملکون مین ایسا اچھا انتظام کیا کہ کہین دنگہ و فساد باقی نہ رہا۔ روپیہ باوجود بےانتہا فیاضی کے خزانہ مین خوب جمع ہوگیا۔ لشکر نہایت عمدہ حالت مین تھا۔ مگر جب خراسان کی فتح کے واسطے لشکر بہت بڑھ گیا۔ تو خرچ کے باعث خزانہ خالی ہوگیا۔ اِس لیے چین کی فتح کے لیے ایک لاکھ آدمی بھیجے۔ جہان وہ سب برباد ہوگیے۔ جب روپیہ کی ضرورت ہوئی تو تانبے کا

سکہ چلایا جسے کسی نے کوڑی کو نہ پوچھا۔ اور اوس سے بھی سلطنت کو نقصان پہونچا۔ پھر رعایا پر حد سے زیادہ محصول بڑہایا جس سے کسان کھیت چھوڑ چھوڑ بھاگے۔ اور ملک مین قحط پڑگیا۔ اودھر ترمشیری خان نے ہندوستان پر حملہ کیا۔ اور دہلی تک چلا آیا۔ جس سے محمد تغلق کو اوسے بہت سا مال و دولت دیکر ٹالنا پڑا اور وہ گجرات سندھ ملتان کو لوٹتا ہوا چلا گیا۔

۵۵۔ بہاؤ الدین جاگیردار ساغر کی بغاوت اور دولت آباد کا دار السلطنت مقرر ہونا۔

اس سبب سے جب امور سلطنت مین بیرونقی ہونے لگی تو بہاؤ الدین محمد تغلق کے پھوپی زاد بھائی نے جو ساغر کا جاگیردار تھا بغاوت اختیار کی اور قلعہ ساغر کو مضبوط کر کے بہت سے امیرون کو اپنے ساتھ متفق کر لیا۔ اور بہتون کو مار ڈالا۔ بادشاہ نے یہ حال سنکر خواجہ جہان کو تمام لشکر گجرات دیکر روانہ کیا۔ دیوگڑھ کے پاس طرفین مین لڑائی ہوئی مگر غضنفر بہرام بہاؤ الدین کا ایک رفیق خواجہ جہان سے آکر ملگیا۔ اِس لیے اوس کے لشکر مین بڑی ہل چل پڑگئی اور بہاؤ الدین ساغر کو بھاگا۔ مگر وہان بھی نہ ٹھہر سکا۔ اور راجا ے کنبلہ کے پاس جو ایک مقام ملک کرناٹک مین تھا چلا گیا۔ محمد تغلق بھی اب دیوگڑھ کو آگیا اور خواجہ جہان کو لشکر دیکر وہان بھیجا تو دو مرتبہ اوسے شکست ہوئی۔ مگر جب دیوگڑھ سے اور مدد بھیجی گئی تو راے کنبلہ گرفتار ہو گیا۔ اور بہاؤ الدین بلال دیو راجہ کرناٹک کے پاس پناہ گیر ہوا۔ مگر بلال دیو نے اوسے گرفتار کر کے خواجہ جہان کے پاس بھیجدیا۔ اور بادشاہ نے اوسے قتل کرا دیا۔ چونکہ ہندوستان کی سلطنت کا دائرہ بہت وسیع تھا اِس لیے بادشاہ نے تجویز کی کہ دار السلطنت کہین وسط مین ہونا چاہیے تا کہ دکن کے جدید مفتوحہ صوبون پر کامل رعب وداب رہے اور بغاوت نہ پیدا ہو۔ گو اجین بکرماجیت کے تختگاہ کو مرکز ہند ہونے کے سبب سے دار السلطنت بنانے کے لیے کہا گیا۔ مگر بادشاہ نے دیوگڑھ کو دار السلطنت بنانا چاہا اور وہان اکرسب طرح کے صاحب کمال آباد کیے۔ ایلورہ کے پاس باغات لگاے اور بڑے بڑے

حوض بناے دیوگڑھ کا نام دولت آباد رکھا۔ اوسے خوب آرایش دی۔ یہ قلعہ جواب وہان موجود ہے اسی بادشاہ نے پہاڑ کاٹکر اوسے تعمیر کرایا تھا اگر معقول طور پر یہ کام کرتا تو برا نہ تھا۔ مگر دہلی والون کو یکایک حکم دیا کہ دولت آباد کو چلے جائین نہین تو قتل کیے جائینگے جس سے دہلی اُجڑ گئی مگر دولت آباد حسب مراد آباد نہوا۔

۵۶۔ محمد تغلق کے ظلم اور بغاوتین جس زمانہ مین دولت آباد کی آبادی کی طرف سے بادشاہ کو قدرے اطمینان ہوگیا۔ تو محمد تغلق نے کندہانہ کو فتح کرنا چاہا یہ قلعہ ایک نہایت بلند پہاڑ کی چوٹی پر جنیر کے پاس تھا۔ اور معلوم ہوتا ہے کہ یہان کا راجہ بڑا زبردست تھا۔ محمد تغلق خود اس کی تسخیر کو گیا اور آٹھ مہینے برابر محاصرہ کیے پڑا رہا۔ یہان کے راجہ کا نام نائک تھا اور وہ کولیون کا راجہ تھا۔ جب محمد تغلق نے ساباط بنا ے اور مغربی کھڑے کیے اور سخت کوشش کی تو راجہ گھبرایا اور بادشاہ کی اطاعت اختیار کرلی اور شاہی امرا مین داخل ہوگیا۔ اسی زمانہ مین بہرام ابیہ حاکم ملتان باغی ہوا۔ مگر بادشاہ نے اوسکو جاکر غارت کر ڈالا۔ اور قوام الملک کو وہان کا حاکم کردیا۔ پھر دہلی آیا اور میان دواب کے ملک پر محصول بڑی سختی سے لگایا جس سے رعایا بھاگ نکلی۔ بادشاہ نے قتل اور زندہ درگور کرنے کا حکم دیدیا پھر خود شکار کے طور پر نکلا۔ اور ہزارہا مخلوق کو مار ڈالا اور قنوج مین قلعہ پر سر لٹکوائے۔ اسی مین خبر آئی کہ قدر خان کو اوس کے ایک ملازم ملک فخر الدین نے بنگالہ مین مار کر لکھنوتی ستارگانو وغیرہ پر قبضہ کرلیا ہے اور سید حسن پدر سید ابراہیم فوطہ دار حاکم معبر نے امرا کو قتل کر کے معبر مین بغاوت کی ہے۔ اس لیے بادشاہ سید حسن کی تنبیہ کے لیے ۷۴۲ھ مطابق ۱۳۴۱ء مین دیوگڑھ کو آیا۔ اور خواجہ جہان کو دہلی روانہ کر کے یہان جاگیرداران سے ایسے مطالبہ کیے کہ بہت سے لوگ مر گیے۔ پھر معبر کے ارادہ سے تلنگانہ کو چلا۔ جب ورنگل پہونچا تو وبا شروع ہوئی۔ خود بھی مرض مین مبتلا ہوا۔ ناچار ملک قبول عماد الملک کو

۷۴۲ھ
۱۳۴۱ء

ملک تلنگ کا کام سپرد کرکے دیوگڑھ واپس ہوا۔ لوٹتے وقت حوالی بیڑ مین اپنے دانت کا ایک بڑا مقبرہ بنواکر اوسے دفن کیا۔ٹن مین جاکر معالجہ کیا۔ مگر جب مرض سے تندرست نہوا تو ملک شہاب سلطان المخاطب نصرت خان کو ایک لاکھ تنگے کے ٹھیکہ پر بیدر اور قتلغ خان اپنے اوستاد کو دولت آباد سپرد کرکے دہلی روانہ ہوا۔ اور دہلی والون کو دیوگڑھ جانیکی اجازت دیدی۔ راستہ مین دیکھا کہ ملک ویران پڑا ہے۔ اس لیے زراعت کی سرسبزی کے لیے رعایا کو تقاوی دی۔ مگر مفید نہوئی۔ ملتان وغیرہ مین بغاوت ہوئی اور فرو کی گئی۔ غرضکہ ہندوستان کی مخلوق تباہ اور ملک ویران اور اُجاڑ اور ہندوستان کی اسلامی سلطنت اسلام کے لیے ننگ و عار کا باعث ہوگئی۔

۵۷۔ بیجانگر کی آبادی۔ اور کرناٹک مین ایک نئی ہندو حکومت کا قیام

کہتے ہین کہ جس وقت ورنگل کا راج محمد تغلق کی فتح پر مسلمانون کا ماتحت ہوگیا۔ تو اوس وقت ورنگل کے راجہ کی فوج کے دو سردار بکھا راے اور ہری ہر جو آپسین بھائی بھائی تھے یہان سے اس لیے چلے گیے تھے کہ کرناٹک کے ملک مین جو مسلمانون کی چڑہائی کے باعث لاوارث سا پڑا تھا کچھ قسمت آزمائی کرین۔ کشتنا اور تنگ بھدرا کے سنگم پر پہونچے جہان قصبہ کرنول بستا ہے ان کے ساتھ ایک برہمن بھی تھا جس کا نام ودیا ارن تھا اس برہمن نے یہ پیشین گوئی کی تھی کہ یہ دونون بھائی ایک دن راجہ ہوجائینگے۔ پھر جب ان لوگون کے ساتھ اور بھی اِدھر اودھر کے آدمی جمع ہوگئے اور مسلمانون کی طرف سے غفلت ہوئی یا یون کہو کہ وہ اپنی باہمی لڑائی جھگڑون مین مصروف رہے تو ان کو اچھی مہلت مل گئی۔ بلکہ ہمارے نزدیک تو یہ ہے کہ دکن کے مسلمان کارپردازون نے محمد تغلق کے برخلاف سازشین کرنے کے باعث ان کی قوت بڑہانا مناسب سمجھی اور ان کی ترقی سے نہ صرف چشم پوشی کی بلکہ ان کو طرح طرح کی ترقی کرنے اور سلطنت

جہازنے مین سہولت دی- بعدازان سنگم سے ۱۵۰ میل اوپر کو یہ لوگ ایسی جگہ چلے گیے کہ جہان
غنیم کی چڑہائی کا اندیشہ کم تھا- چونکہ ان کی قوت اب جنوبی اور شرقی ممالک پر قبضہ کرنے کی وجہ
سے اچھی ہوگئی تھی اور مسلمان اپنے قضیون مین مصروف تھے انہون نے ایک شہر اپنے
برہمن کے نام پر ودیا نگرم بسایا- اس کی آبادی کی تاریخ ۷۳۷ھ مطابق ۱۳۳۶ع بیان کیجاتی
ہے اور غالباً یہی قریب قریب صحیح کے بھی ہے- پھر یہ شہر رفتہ رفتہ بیجانگر مشہور ہوگیا- جس کے
معنی فتح نگر کے ہین- اس زمانہ مین بیس سال تک مسلمانون مین خوب جھگڑے ہوتے رہے
جس سے یہ سلطنت بہت جلد قایم ہوگئی اور کرشنا سے جنوب کو مسلمانون کی عملداری کے آثار
بہت جلد مٹ گیے- اور ہندوون کی ایک حکومت دریاے پنار کی وادی مین کنچی درم اور
ارکاٹ تک اور بعدازان مدورا تک پھیل گئی- اور دو سو برس سے زاید مسلمانون کی ہمنی حکومت
کے مدمقابل بنی رہی- یہ بیان ہم نے اون حال کے انگریزی تحقیقاتون سے لیا ہے جو
منارون اور سکون کے کتبون اور خاندانی کہاوتون سے نکالا گیا ہے- مگر تاریخ فرشتہ مین لکھا
ہے کہ جس زمانہ مین محمد تغلق نے ہندوستان مین یہ ظلم وستم برپا کر رکھے تھے اوس زمانہ مین
کشنا نائک پسر لدر دیو راجہ ورنگل نواحی ورنگل مین موجود تھا- اوس نے مسلمانون کی اس
بدنظمی کو دیکھکر سوچا اور خود جریدہ بلال دیو کے پاس چلا گیا- جو اوس وقت کرناٹک مین عظیم الشان
راجہ بن بیٹھا تھا اور کہا کہ مسلمان تلنگانہ اور کرناٹک سے ہمین ہندوون کو غارت کرنا چاہتے ہین
اسمین کچھ تجویز کرکے اون کی رفع کا بندوبست کرنا چاہیے- اس لیے بلال دیو نے تمام اعیان
مملکت کو جمع کرکے مشورہ کیا- تو یہ صلاح ٹھیری کہ بلال دیو اپنی شمالی سرحد پر مسلمانون کی روک
کے واسطے اپنا تخت گاہ قایم کرے- اور معبر اور دوار سمندر اور کنپلہ کو تصرف اسلام سے
نکال لے- اور کشنا نائک بھی اس موقع سے فائدہ اٹھائے اور ورنگل پر قبضہ کرلے-

۷۳۷ھ
۱۳۳۶ع

۷۳۷ھ / ۱۳۳۶ء

اس لیے کوہستان مین بلال دیو نے ایک دشوار گذار مقام پر ایک شہر بسا کر اوس کا نام اپنے بیٹے بیجن راے کے نام پر بیجن نگر رکھا۔ جو رفتہ رفتہ بیجانگر مشہور ہو گیا۔ اور بھر کشنا نائک کو کچھ سوار اور پیادے دیے جن کی مدد سے اوس نے آکر ورنگل پر قبضہ کر لیا۔ اور ملک عماد الملک وزیر بھاگ کر دولت آباد چلا گیا۔ پھر بلال دیو اور کشنا نائک نے رایان معتبر ودوار سمندر کو مدد دی جو قدیم الایام سے راجہ کرناٹک کے باجگذار چلے آتے تھے۔ اور اونھون نے ان مقامات کو بھی مسلمانون کے قبضہ سے نکال لیا۔ کتبون سے بیجانگر کے راجاؤن کے جو نام ثابت ہوتے ہین اوسمین اور فارسی تواریخ کے نامون مین بہت بڑا اختلاف ہے جس کی مطابقت کرنا ہماری سمجھ مین نہین آتا اس لیے اس کتاب مین ہم نے فارسی تواریخ کے بموجب بیان کیا ہے اور جو کتبون اور آثار قدیم سے ثابت ہوا ہے اوس کو اس جلد کے اخیر مین لکھدیا ہے تاکہ ناظرین خود مناسب فیصلہ کر لین۔

۵۸ ۔ محمد تغلق کا خلیفۂ عباسی سے سلطنت کی اجازت لینا

اس احمق بادشاہ کو جہان اور بیسیون خبط تھے وہان فطرت اور قواعد دنیوی کے خلاف ایک یہ بھی خبط تھا کہ بادشاہت بلا اجازت خلفاے عباسیہ کے کرنا کسی کو جائز نہین ہے اور اسی فکر مین رہتا تھا کہ کسیطرح اوسکی اجازت حاصل کرے۔ اسی مین خبر آئی کہ مصر کے حکام نے کسی مصلحت سے خاندان عباسیہ سے کسی شخص کو خلیفہ بنایا ہے۔ یہ سنتے ہی کمال الملک کے اتفاق سے غائبانہ اوس خلیفہ سے بیعت کی اور اپنے نام کے بجاے اوس کا نام سکہ مین منقوش کرایا۔ اور شہر مین جمعہ اور عیدین کی نماز موقوف کرنیکا حکم دیدیا۔ اور تین مہینے تک محنت کر کے ایک عرضی خلیفہ کے نام لکھی۔ کہ جس کے جواب مین حاجی سعید حرمزی ۷۴۴ھ مین منشور حکومت اور خلعت خلافت خلیفہ کی طرف سے لایا۔ جب بادشاہ نے اس کی خبر سنی تو تمام علما اور امرا کو لیکر پانچ پڑاو کوس

۷۴۴ھ / ۱۳۴۳ء

تک اوس کے استقبال کو گیا۔ اور خلیفہ کے فرمان کو سر پر رکھا۔ اور حاجی سعید کے قدم چومے
اور اوسکے جلو مین کچھ دور تک پا پیادہ چلا۔ شہر کی آرایش کی اور فرمان پر سے زر و گوہر نثار
کیے۔ پھر نماز جمعہ اور عیدین کی اجازت دیدی۔ اور خطبہ مین خلیفہ کا نام پڑھوایا۔ اور اون
بادشاہون کے نام خطبہ سے نکلوا ڈالے کہ جنھون نے خلیفہ سے حکومت کی اجازت نہین لی تھی
یہانتک کہ اپنے باپ کا نام بھی خطبہ سے ساقط کر دیا۔ اور زربفت کے کپڑون اور عمارتون
پر خلیفہ کا نام منقش کرایا۔ اور پھر اپنی قلم سے ایک نہایت متواضعانہ مطول عرضی خلیفہ کو
لکھکر بھیجی۔ اور ایک موتی جو خزانہ مین سب سے اچھا تھا حاجی رجب کے ہاتھ خلیفہ کو بھیجا
اور ملک کبیر سر جاندار کو جو ایک نہایت متورع متقی اور بڑے پایہ کا امیر تھا خلیفہ کے پیش کش
مین شامل کر دیا۔ اور ملک قبول اوسکا خطاب کر کے خلیفہ کی ملک مین داخل کر دیا۔ اور اوس سے
خط غلامی لکھوا کر حاجی رجب کے ہاتھ خلیفہ کو بھجوایا۔ یہ واقعات گو اس بادشاہ کے خبط تھے
مگر اس سے ہندوستان کی مذہبی اور اخلاقی حالت پر بڑا سخت اثر ہوا۔ چونکہ قاعدہ ہے الناس
علی دین ملوکھم بادشاہ کی دیکھا دیکھی رعایا کو اس خاندان عباسی سے زیادہ عقیدت پڑگئی
اور بعد کی اور بادشاہون پر اس کا اثر منتقل ہوتا گیا۔ دکن کی بہمنی سلطنت پر اس کا ایسا اثر پڑا کہ یہان
کا مذہب ہی کچھ عرصہ کے بعد بدل گیا جسکی مفصل کیفیت آئندہ آتی ہے۔

۵۹۔ نصرت خان اور علیشاہ کی بغاوت

چونکہ نصرت خان سے اپنے عہدہ کا انصرام نہو سکا۔ اور ہزارون تنکہ
غبن کر گیا اس لیے وہ بھی ۷۴۵ھ مطابق ۱۳۴۵ء مین بادشاہ سے علانیہ ۷۴۵ھ / ۱۳۴۵
باغی ہوگیا۔ قتلغ خان کے نام حکم شاہی صادر ہوا۔ کہ دیوگڑھ سے جا کر اس بغاوت کا علاج کرے
اور دہلی سے اور امیر اوس کی کمک کو بھیجے گیے چنانچہ حصار بیدر کا محاصرہ ہوا۔ اور قول و
قرار کے بعد نصرت خان گرفتار ہو کر بادشاہ کی خدمت مین روانہ کیا گیا۔ اسی زمانہ مین علی شاہ

ظفر خان علائی کا بھانجہ جو امیر صدہ یعنی وہ امیر تھا جو سو سوار کا افسر ہو دولت آباد سے گلبرگہ مین
محصول سلطانی کی تحصیل کے واسطے گیا تھا۔ اوس نے وہان سب ملک کو عمال و فوج
سے خالی دیکھکر سب اپنے بھائیون کو جسمین حسن کانگوئی بہمنی بھی تھا جمع کیا۔ اور ٧٤٦ھ مطابق
١٣٤٦ء مین گلبرگہ کے صوبہ دار کو مار کر غدر مچا دیا اور اوٹھا مارتا بیدر مین آ پہنچا وہان بھی نائب
کو مار ڈالا۔ اور سارے ملک کو دبا بیٹھا۔ اس پر بادشاہ نے مالوہ کے لشکر کو بھی قتلغ خان
کی امداد کے واسطے متعین کیا جب قتلغ خان حوالی بیدر مین پہونچا۔ تو علی شاہ نے پہلے آپ ہی
لڑائی شروع کر دی مگر شکست کھا کر بیدر مین متحصن ہوا۔ اور قول و قرار کے بعد حصار سے
نکالا گیا اور بادشاہ کے پاس روانہ کیا گیا۔ بادشاہ نے اوسے اور اوسکے بھائیون کو غزنین
کو جلاوطن کر دیا۔ لیکن یہ خون گرفتہ بلا اجازت غزنین سے لوٹ آئے۔ اور بادشاہ نے
اونھین فوراً مروا دیا۔

٧٤٦ھ
١٣٤٦ء

۴۔ سلطنت خاندان بہمنی

دکن کا انقلاب

٦٠۔ امیران صدہ کی محمد تغلق سے بغاوت

اس زمانہ مین محمد تغلق سے لوگون نے شکایت کی کہ قتلغ خان کے عامل دکن مین بڑا ظلم و ستم کر رہے ہین جس سے محصول سلطانی دسوان حصہ رہگیا ہے۔ چونکہ بادشاہ کو اوسکی عدالت اور حسن سلوک پر کمال یقین تھا اس لیے اوسے حکم بھیجا۔ کہ مولانا نظام الدین عالم الملک اپنے بھائی کو اپنی جگہ مقرر کر کے دہلی چلے آؤ۔ قتلغ خان اس وقت حوض قتلو کی تعمیر کر رہا تھا اوس نے اپنے بھائی کو اوس کے اتمام کی تاکید کی۔

اور ملک دکن اوس کے حوالہ کرکے بادشاہ کے پاس چلا گیا اب بادشاہ نے دکن کی چار شقین کین
اور اپنے شقدارون کو حوالہ کردیا - اور عماد الملک کو جو عاقل اور شجاع شخص تھا دکن کا سپہ سالار
کیا - اور سرور الملک اور یوسف بقرا کو جو بڑے بڑے امیر تھے اوسکے ساتھ کیا - اور دکن کے
خالصات کو سات کرور تنگہ سفید پر اون کو اجارہ مین دیا - اور حکم دیا کہ عالم الملک سے مشورہ کرکے
دکن کا بندوبست کرتے رہین - اسی زمانہ مین ایک شخص عزیز خمار کو مالوہ کا حاکم کیا - اور اوس سے
چلتے وقت کہا کہ جو فتنہ ان ملکون مین پیدا ہوا کرتا ہے اوس کے باعث امیران صدہ ہوا کرتے
ہین چاہیے کہ ان کے دفع مین کسی طرح تقصیر نہ کی جاوے - اس نالایق نے مالوہ مین پہونچکر
امیران صدہ کو ضیافت کے بہانہ سے بولایا - اور ستر آدمیون کو دھوکے سے قتل کردیا -
اور بادشاہ کو اوس سے اطلاع کی جس پر بادشاہ نے اوس کی بڑی تعریف و تحسین کی اور
خلعت و انعام بھیجا - جب یہ خبر اطراف و جوانب مین منتشر ہوئی تو محمد تغلق کی قہاری کو خیال
کرکے تمام امیران صدہ موقع اور فرصت کے منتظر بیٹھے - اسی زمانہ مین ملک مقبل خان جہان
وزیر گجرات کچھ خزانہ اور گھوڑے لیے گجرات سے دہلی کو جاتا تھا امیران صدہ نے اونہین
لوٹ لیا - بادشاہ نہایت جوش مین آکر اون کی تنبیہ کو چلا - راستہ مین معلوم ہوا کہ باغیون نے
عزیز خمار کو بری طرح سے مار ڈالا - جب سرحد گجرات مین پہونچا تو خان جہان بادشاہ سے آملا -
اور باغیون سے ایک سخت لڑائی ہوئی جسمین باغیون کو شکست ہوئی - پھر بادشاہ نے
ملک قبول اور عماد الملک وزیر ممالک کو باغیون کے تعاقب مین بھیجا - اور اونہون نے
نربدہ کے کنارے پہونچکر اون کو تباہ و برباد کردیا - اور گجرات سے اون کا کھٹکا بالکل مٹ گیا
اور یہ لوگ مالوہ دکن وغیرہ مین بھاگ کر جا چھپے - اور چونکہ دکن مین اسوقت قتلغ خان نہ تھا
اس لیے یہان کے امرا نے عالم الملک سیدھے سادھے آدمی کی کچھ پروا نہ کی - اور ان گجراتی

امراکو اپنے پاس رکھ لیا۔

۶۱۔ محمد تغلق کا امرائے دکن کو طلب کرنا۔ اور اونکی بغاوت

بادشاہے کہ طرح ظلم فگند۔ پایۂ دیوار ملک خویش بکند۔

اِس وقت محمد تغلق بھروچ مین تھا۔ اور گجرات سے زر و مال وصول کر رہا تھا۔ اور جو لوگ کہ اِس مفسدی مین کچھ بھی شریک تھے اونھین قتل کرتا جاتا تھا اسی جگہ سے اوس نے زین الدین رندالمخاطب مجد الدین کو اور نیز رکن الدین تھانیسرے کے بیٹے کو جو نہایت شریر آدمی تھے دولت آباد کو بھیجا کہ وہان کے امیران صدہ کو بھی گرفتار کر کے قتل کر دین۔ مگر پھر کچھ خیال کر کے چاہا کہ اونھین اپنے روبرو منگا کر قتل کرے اور دکن مین اون کے بجائے اور امیر بھیجدے اس لیے احمد لاچین اور ملک علی سرجاندار کو جو امیر خسرو کے رشتہ دار تھے عالم الملک کے پاس بھیجدیا۔ اور لکھا کہ وہان کے امیران صدہ کو جو مشہور و معروف ہین ان دونون امیرون کے ہمراہ ڈیڑھ ہزار سوار کے ساتھ کر کے ہمارے پاس بھیجدو۔ یہان لشکر کی ضرورت ہے اوسمین وہ آکر شامل ہو جائین۔ اِس لیے عالم الملک نے رایچور۔ مدگل گلبرگہ۔ بیجاپور کنجوتی رائباغ کلھر ہیکری۔ برار رامگیر وغیرہ کے امیران صدہ کو طلب کیا اور جب تھے سلطانی کو سنکر پانچ چھہ مہینے تک انھون نے سفر کا تہیّہ نہ کیا اور جلد نہ آئے تو ملک علی جامدار اور ملک احمد لاچین کو تواچیون کے طور پر ڈیڑھ ہزار سوار دیکر بحبر بلانے کے لیے روانہ کیا۔ اُنھون نے نصیر الدین تغلچی و قزلباش حاجب و حسام الدین و اسمعیل مخ و حسن کانکو و نور الدین وغیرہ امیرون کو گلبرگہ مین جمع کیا۔ اور پھر دولت آباد مین عالم الملک کے پاس ہو کر بادشاہ کے پاس لے چلے۔ احمد لاچین طامع اور ناعاقبت اندیش تھا۔ اوس نے ان لوگون سے رشوت لینا چاہا۔ مگر جب اوسے کچھ وصول نہوا تو اوسنے غائبانہ اپنی محفل مین بیٹھ بیٹھ کر ذکر کیا۔ کہ ان لوگون نے دو قصور کیے ہین جن سے ان کا

قتل لازمی ہے۔ ایک تو مجرموں اور گجرات کے باغیوں کو پناہ دی ہے۔ اور دوسرے تعمیل حکم شاہی مین دیر کی ہے۔ جب یہ تغمہ جان خراش ان لوگون کے کان مین پہونچا تو مانک دون مین جو قصبہ دون اور پیج کے مابین ہے اور جہان یہ اس وقت پہونچ چکے تھے سب نے ملکر مشورہ کیا۔ کہ بادشاہ تو بیگناہون کو بھی قتل کر دیتا ہے اور ہمپر تو دو بڑے بڑے الزام لگائے جاتے ہین جسوقت ہم اسکے روبرو جائینگے وہ ضرور ہمین قتل کر دیگا۔ بہتر ہے کہ ہم لوگ دکن سے نہ جائین اور بکریون کی طرح اپنے ہاتھ پانون باندھکر قصاب کے ہاتھ مین نہ پھنسین۔ اور مفت قتل نہ ہون۔ جب یہ راے سب نے قرار دے لی تو وہان سے مراجعت کی۔ اس پر احمد لاچین مانع ہوا۔ مجبوراً اونہون نے جنکے پاس اسوقت چار ہزار مسلح آدمی موجود تھے اوسے قتل کر دیا۔ اور ملک علی سرجاندار بھاگ گیا۔ یہ لوگ دکن کو لوٹ آئے۔

۶۲ - دکن کا بلوہ اور اسمعیل کا بادشاہ ہونا۔ اور دکن کا دہلی کی حکومت سے نکل جانا

رعیت ز بیدادی شہریار۔ بہ پیچد گردن سر انجام کار
چو شاہی خرد را نیارد بکار۔ نماند بر و مملکت پائدار

جب یہ لوگ دکن مین پہونچے تو جو لوگ کہ بادشاہ سے ناراض ہو رہے تھے وہ سب انسے آکر مل گیے۔ اور جو نہ آسکے اونہون نے اپنے آدمی بھیجکر ان سے اظہار اتفاق کیا۔ اسلیے ان لوگون نے دولت آباد کا محاصرہ کیا۔ جب یہ خبر عماد الملک ترکمان الملقب بہ سرتیز داماد محمد تغلق سپہ سالار براروخاندیس کو ایلچپور مین پہونچی۔ اور اوس نے دیکھا کہ اوس کے لشکر مین بھی تفرقہ پڑ گیا ہے اور اکثر امرا کا میلان بغاوت کی طرف ہے تو اوس نے وہان ٹھیرنا مناسب نہ سمجھا۔ اور شکار کے بہانہ سے کچھ آدمیون کو لیکر سلطان پور اور نندربار کی طرف چلا گیا۔ جب وہان کے امرا نے دیکھا کہ عماد الملک بھاگ گیا تو اونہون نے اوس کا تمام مال و اسباب لوٹ لیا۔ اور

دولت آباد کو چلے آئے۔ جب اہل قلعہ نے محاصرین کی قوت و شوکت کو ملاحظہ کیا تو وہ بھی اون سے مل گیے۔ اور عالم الملک کو پکڑ مع خزانہ مخالفین کے سپرد کردیا۔ چونکہ عالم الملک نیک آدمی تھا اوسے توکسی نے قتل نہ کیا۔ مگر رکن الدین تھانیشری کی بیٹے وغیرہ بہت شاہی امرا کو مار ڈالا۔ اور دولت آباد کا خزانہ لوٹ کر آپس مین تقسیم کرلیا۔ اب جو گجرات کے امیر اِدھر اُدھر جہان کہین چھپے چھپائے تھے وہ بھی نکل کھڑے ہوئے۔ اور باغیون کی جمعیت نہایت کثرت سے ہوگئی۔ اور محمد تغلق کے مقابلہ مین تمام دکن باغی ہوگیا۔ لیکن اسوقت تک تمام امیر خود مختار اور اپنے اپنے جدا جدا سپاہیون کے مالک تھے اِس لیے سب نے مشورہ کیا کہ اتفاق کے لیے ضرور ہے کہ کوئی ایک سردھرا بنے اور سب لوگ اوسکی راے سے لڑائی کا کام کرین۔ اسپر بہت بحث و مباحثہ ہوا۔ اسمعیل مخ افغان جو امراے دو ہزاری سے تھا اوسے لوگون نے پسند کیا۔ اور تمام امراے دکن نے خواہی نخواہی اُسے ناصر الدین شاہ کا خطاب دیکر بادشاہ بنایا اور اوسکے سر پر چتر لگایا۔ اس کی وجہ یہ تھی کہ اِسکا بھائی ملک گل افغان جو محمد تغلق کا بڑے درجے کا امیر تھا مالوہ مین بڑی فوج سے پڑا تھا اور امید تھی کہ ضرورت کے وقت کام آئیگا جب اسمعیل بادشاہ بنا دیا گیا تو دوسرے امرا نے افغانون کے سے خطابات ایک دوسرے کو دے اور ملک کو باہم تقسیم کرلیا۔ اور محمد تغلق کے مقابلے کے لیے لشکر جمع کرنے لگے اِس وقت حسن کانگوی بہمنی نے ظفر خان کا خطاب کیا۔ اور ہیکری رائباغ مرچ کلہر گلبرگہ کا مالک ہوگیا۔ اور بھیرون راے حاکم حصار گلبرگہ کو جو محمد تغلق کا بڑا معتبر امیر تھا مار ڈالا اور نور الدین نام ایک شخص خان جہان بن گیا۔ اور بڑی فوج جمع کی غرض کہ تمام دکن تین مہینے کے اندر محمد تغلق کی حکومت سے نکل گیا اور پھر مغلیہ عملداری تک دہلی کے قبضہ سے باہر رہا۔ یہ واقعہ ۷۴۸ھ کا ہے۔

۷۴۸ھ
۱۳۴۷ع

۶۴۳ - محمد تغلق کا دولت آباد مین آکر باغیون کو شکست دینا - اور پھر گجرات کی بغاوت کے فرو کرنے کو چلا جانا -

اب یہ خبر محمد تغلق کو بھروچ پہونچی - اس بادشاہ مین جہان سفاکی تھی وہان چستی وچالاکی بھی تھی - سنتے ہی دکن کو کوچ کیا اور ملک گل افغان اور عماد الملک سرتیز کو بھی ساتھ لیا - اسوقت ناصر الدین شاہ کے پاس افغان اور مغل اور راجپوت اور دکھنی تیس ہزار آدمی تھے وہ بھی دولت آباد سے نکلکر محمد تغلق کے سامنے ہوا - دونون فریق اُس میدان مین آکر پڑے جہان علاؤالدین خلجی اور رامدیو کے بیٹے سے لڑائی ہوئی تھی - ناصر الدین کی فوج نے خوب حملے کیے - اور بادشاہ کے میمنہ اور میسرہ کو پس پا کردیا - قریب تھا کہ محمد تغلق بھاگے یا گرفتار ہو جاے کہ یکایک نور الدین خان جہان کے ایک تیر آکر لگا اور وہ مارا گیا اسکے قتل ہوتے ہی سات ہزار آدمی جو امداد کے لیے آئے ہوئے تھے بھاگ نکلے اور ناصر الدین شاہ کے علمدار کے ہاتھ سے بوجہ خوف کے علم گر گیا - جس سے باغی فوج کے دل شکستہ ہو گیے اور سب سمجھے کہ ناصر الدین بھاگ گیا ہے - چونکہ شام ہو گئی تھی اِس لیے فریقین الگ الگ جا اوترے اور زخمیون کی مرہم پٹی مین مشغول ہو گیے - محمد تغلق بڑی ہوشیاری سے رات کو عین جنگ گاہ مین خیمہ زن ہوا - رات کے وقت حسن کانکوی بہمنی اور ناصر الدین شاہ وغیرہ سرداران دکن نے صلاح کی کہ میدان کی لڑائی بادشاہ سے ہم نہین لڑ سکتے - ناصر الدین تو قلعہ دولت آباد کی حفاظت کرے اور جسقدر فوج کی اوس کے لیے ضرورت ہو لے لے - اور حسن بارہ ہزار سواروں سے گلبرگہ کو چلا جاے اور جس طرف ضرورت ہو بادشاہ کو آکر تنگ کرے - اور دوسرے سردار بھی اپنے اپنے اقطاع کی حفاظت کرین اور موقع پر ایک دوسرے کو مدد دیتے رہین - اور پھر جب محمد تغلق دکن سے چلا جاے تو پھر دولت آباد کو چلے آئین اور حسب دستور اپنے اپنے کامون مین مشغول ہو جائین جب یہ مشورہ ہو گیا تو آدھی رات کو سب اوٹھکر اپنی اپنی

مقام کو چلے گیے اور ناصر الدین دولت آباد کی پہاڑی پر دہارا گڑھ کے قلعہ مین جا کر متحصن ہو گیا
جب صبح کو محمد تغلق اوٹھا تو میدان مین باغیون کا نشان بھی نہ تھا - اس لیے وہ خود دولت آباد
کے قلعہ کی طرف متوجہ ہوا اور عماد الملک سر تیز کو حسن کے تعاقب مین گلبرگہ کو روانہ کیا - اب
محمد تغلق دولت آباد کے کوشک خاص مین آکر ٹھیرا - اور وہان کے اکثر متوطنین کو امیر نوروز
گرگین کے ہمراہ کر کے دہلی کو بھجوا دیا - اور ایک فتح نامہ بھی لکھکر بھیجا کہ دہلی مین منبرون پر پڑھکر
شادیانہ بجائین - اس وقت نجومیون نے محمد تغلق سے کہا تھا کہ تین روز تک محاصرہ کرنا
اچھا نہین ہے اسلیے محمد تغلق کی شاہی فوج محصورین کو دور ہی دور سے ڈراتی تھی مگر پاس
نہ جاتی تھی - چوتھے روز محاصرہ شروع ہوا - اور ساباط و منجنیق اور نقب کا کام جاری کیا گیا -
تین مہینے تک متواتر محصورین اور محاصرین مین لڑائی ہوتی رہی - روز اندر
باہر کے آدمی قتل ہوتے رہے کہ اسی بین گجرات سے محمد تغلق کو خبر آئی کہ ملک طغی غلام صفدر الملک
نے جو خود احمد ایاز خواجہ جہان کا غلام تھا امیران صدہ کے اتفاق سے شیخ معز الدین حاکم
گجرات کو گرفتار کر لیا ہے اور اوسکے نایب ملک مظفر کو مار کر بہروچ کا محاصرہ کر رکھا ہے اسلیے
بادشاہ بہت گھبرایا - اور خداوندزادہ قوام الدین کو ملک جوہر و شیخ برہان بلگرامی و ظہیر الجیوش
وغیرہ امراے بزرگ کے ساتھ دولت آباد کے محاصرہ پر چھوڑا اور دولت آباد کے بقیہ
ساکنین کو اپنے ہمراہ لیکر فوراً گجرات کو کوچ کر دیا -

۶۴ - عماد الملک سر تیز کا قتل اور محمد تغلق کی دکن سے بیدخلی

اس وقت ناصر الدین شاہ کے کچھ امیر ناسک اور باٹودہ مین پڑے ہوے تھے - جب اونھون نے سنا کہ محمد تغلق لوٹا جاتا ہے -
تو وہ دولت آباد کو آئے - مگر محاصرین کے سامنے جب کچھ پیش نہ گئی تو محمد تغلق کے پیچھے پڑ گیے
اور نربدہ کے کنارے تک بادشاہ کے آدمیون کو لوٹتے رہے - اور کچھ ہاتی جن پر خزانہ

لدا ہوا تھا اور ادسین بہت سی اشرفیان اور سونا تھا بادشاہ سے چھین کر دکن کو چلے آے - محمد تغلق
کا لوٹنا تھا کہ ظفر خان حسن کانگوی اِس لطیفہ غیبی کو سُنتے ہی سمجھ گیا کہ اوسے خدا کے یہان سے
بادشاہی کا فرمان آگیا - چارون طرف سے اُس نے امرا کو بُلایا اور بیس ہزار سوار لیکر بیدر کو جہان
عماد الملک پڑا ہوا تھا روانہ ہوا - عماد الملک بھی اوس کے مقابلہ کو تیار ہوا - مگر چونکہ فریقین کو
ایک دوسرے سے اندیشہ تھا دونون بیس روز تک ایک دوسرے کے مقابل بلا جنگ
پڑے رہے - تلنگانہ کا راجہ بھی محمد تغلق سے جلا ہوا تھا اوس نے بھی باغیون کی مدد کو لازم سمجھا
اور پندرہ ہزار آدمی کولاس سے حسن کی مدد کو بھیجدے - اُدھر ناصر الدین نے بھی اُن آدمیون
کو جو محمد تغلق کا خزانہ لوٹ کر لائے تھے مع خزانہ پانچ ہزار کی جمعیت سے حسن کے پاس کو
روانہ کر دیا - اب حسن کے پاس بڑی بھاری جمعیت چالیس ہزار آدمی کی جمع ہوگئی اور ملک
سیف الدین غوری اوس کا سپہ سالار ہوا - عماد الملک بھی بڑا بہادر تھا - اوس نے بھی کوئی کسر
باقی نہ رکھی - فوج کو خوب ترتیب دیا حسن نے اُسپر حملہ کیا - صبح سے ظہر کے وقت تک خوب
لڑائی ہوئی - ادطرفین کے بہادر جان توڑ توڑ کر لڑے - عین ہنگامہ کارزار مین عماد الملک
مارا گیا - اور اوس کے ساتھی کچھ تو بیدر اور قندھار مین جاکر پناہ گیر ہوے اور کچھ ماندو کو بھاگ گئے
اسلیے قندھار اور بیدر کے محاصرہ پر تو ملک سیف الدین کو چھوڑا اور خود ناصر الدین شاہ کی مدد
کو دولت آباد کو چلا - جب محاصرین دولت آباد نے جنکی تعداد دس بارہ ہزار تھی عماد الملک
کے قتل اور حسن کی آمد کی خبر سنے - اور اپنے لشکر کے امرا کی دورنگی کو دیکھا تو اونھون نے محاصرہ
سے کنارہ کیا - اور دہلی اور گجرات کو بھاگ گیے - اور دکن محمد تغلق کے ہواخواہون سے بالکل خالی
ہوگیا - اور دہلی والون کا قبضہ اور اون کا دکن سے تعلق بالکل جاتا رہا -

سلطان علاء الدین حسن کانگوی بہمنی

۶۵ - امراے دکن کا ملکر حسن کو دکن کا بادشاہ کرنا

۷۴۸ھ

جب دولت آباد کا محاصرہ اوٹھ گیا تو ناصر الدین شاہ قلعہ سے نکلکر ظفر خان کے استقبال کو نظام پور تک گیا - جو دولت آباد سے چھ کوس پر ہے - اور ملاقات کرکے وہان ٹھیرا - چودہ روز یہان عیش و عشرت مین بسر ہوے - مگر اس درمیان مین ناصر الدین شاہ کو معلوم ہو گیا - کہ ظفر خان حسن کانگوی کی عزت تمام لوگون کے دلون مین جم گئی - اور سب لوگ اوسی کو بڑا مانتے ہین اور چاہتے ہین کہ اوسیکو بادشاہ بنائین - تو خود ہی پیش دستی کی اور تمام امرا کو بلا کر کہا کہ مین تو بوڑھا شخص اور عیش و عشرت کی جانب مائل ہون اور اس سبب سے سلطنت کی مجھے کچھ پرواہ بھی نہین ہے چونکہ اخلاصاً یہ ضرور ہوتا ہے کہ دوستون کی خاطر تکلیف گوارا کی جاے ؎

سعی بہر راحت ہمسائیگان کردن خوش است	بشنود گوش از براے خواب چشم افسانہا -

اس لیے آپ سب صاحبون کے کہنے سے ضرورت کے وقت مین نے سلطنت کا بڑا بوجھ اپنے سر پر لے لیا تھا مگر مجھ سے یہ کام نہ ہو سکیگا - بہتر ہے کہ آپ لوگ کسی اور کو بادشاہ کرین اور مجھے معاف فرمائین - اسپر سب حاضرین نے کہا کہ آپ ہی بتاے کہ ہم کسے بادشاہ بنائین - ناصر الدین شاہ نے کہا کہ حسن کانگوی بہمنی المخاطب بہ ظفر خان میری راے مین سب سے بہتر ہے - اور وہ سلطنت کے لایق معلوم ہوتا ہے آپ لوگ اوسی کو بادشاہ کر لیجیے - غرض کہ سب کا اسی پر اتفاق ہوا - اور اون لوگون نے ظفر خان سے آکر کہا کہ ؎

اے قباے بادشاہی راست بر بالاے تو	زینتِ تاج و نگین از گوہر والاے تو ؎
از رسوم شرع و حکمت با ہزاران اختلاف	نکتۂ ہرگز نہ شد فوت از دل داناے تو

۷۴۸ھ

آپ کو بادشاہی سزاوار ہے۔ اور ہم سب آپ کے تابع اور فرمان بردار ہین۔ آپ بادشاہ ہوجئے اسلیئے ظفرخان قطب الدین مبارک شاہ خلجی کی مسجد مین گیا۔ اور جمعہ کے دن ۲۴۔ ربیع الثانی ۷۴۸ھ کو سب اُمرا نے ملکر تاج شاہی اوسکے سر پر رکھا۔ اور محمد تغلق کے خیالات کے اثر سے تیمناً اور تبرکاً خلفائے عباسیہ کے طرز پر سیاہ چتر اوس کے سر پر لگایا۔ اور دکن مین اوسکے نام کا خطبہ پڑہوایا۔ اور سکہ مین اوس کا نام لکھا گیا۔ اور سلطان علاء الدین حسن کانگوی بہمنی اوس کا خطاب ہوا۔ اور پھر اوس نے گلبرگہ کو اپنے لیے مبارک سمجھکر اوس کا نام حسن آباد گلبرگہ رکھا اور باوجود اس کے کہ وہان پانی کم ملتا تھا اور کچھ صفائی بھی نہ تھی اوسے اپنا تختگاہ بنایا۔

۶۶ حسن کی اصلیت۔ اور اوسکی ایمانداری۔

یہ حسن سلاطین بہمنیۂ دکن کا مورث اعلیٰ ہے اوس کا نسب اس طرح تبلاتے ہین۔ سلطان علاء الدین حسن ابن کیکاوس ابن محمد ابن علی ابن حسن ابن سہام ابن سہون ابن سلام ابن ابراہیم ابن نصیر ابن منصور ابن رستم ابن کیقباد ابن منوچہر ابن نامدار ابن اسفندیار ابن کیومرث ابن خورشید ابن صعصای ابن فغفور ابن فرخ ابن شہریار ابن عام ابن شہد ابن ملک داؤد ابن ہوشنگ ابن نیک کردار ابن فیروز بخت ابن نوح ابن صانع۔ اور صانع سے بہرام گور تک چند واسطے ہین۔ اور بہرام گور ساسان کی اولاد مین اور ساسان بہمن ابن اسفندیار کیانی کی نسل سے ہے۔ مگر اس نسب نامہ پر مورخ اعتبار نہین کرتے۔ کہتے ہین کہ خوشامدیون نے اوسے عالی نژاد بنانے کے لیئے بہمن کی نسل سے بنا دیا ہے۔ درحقیقت وہ ایک برہمن کا نوکر تھا۔ اور اوس کے احسان کے باعث اپنے آپ کو بہمنی ملقب کیا کرتا تھا۔ اور واقع مین یہی بات قرین قیاس بھی ہے۔ معلوم ہوتا ہے کہ حسن ۶۸۹ھ مین پیدا ہوا تھا اور اسکی ماں باپ قوم کے پٹھان اور نہایت ہی غریب تھے۔ کیونکہ وہ اپنے لڑکپن سے جوانی تک ایسا مفلس تھا۔ کہ گو

اوس زمانے مین مسلمانون کو ہندون کی نوکری نہایت ناگوار تھی مگر وہ ایک ہندو کا نوکر تھا۔ اور نوکر بھی کس کام پر۔ وہ اوس کا ہل جوتا کرتا تھا۔ محمد تغلق کے شاہزادگی کے ایام مین اوسکے یہان گنگو برہمن ایک منجم تھا وہ اس نجوم کے پیشہ کے سوا کاشتکاری بھی کرایا کرتا تھا۔ اوس نے اپنے پاس حسن کو غریب دیکھکر نوکر رکھ لیا تھا۔ اور ایک جوڑی بیل کی اور دو نوکر اوس کی مدد کو اوس کے حوالے کر دئے تھے۔ اب اس فلاکت اور افلاس کو دیکھیے اور اوس کی ایمانداری کو ملاحظہ کیجیے ایک روز اوسکے ساتھ کا مزدور ہل جوت رہا تھا۔ کہ ہل اوسکا ایک زنجیر مین اٹک گیا۔ اور جب حسن نے کھودا تو اوس مین طلائی اشرفیون اور غیر مسکوک طلا کا ایک گھڑا بھرا ہوا نکلا۔ مگر اوس نے چادر مین لپیٹ کر بجنسہ شب کے وقت لاکر اوس منجم کو دیدیا اور کہا کہ یہ مال آپکے کھیت مین سے نکلا ہے میرا کچھ حق اہمین نہین ہے۔ یہ سب آپ کا مال ہے۔ اور بجنسہ حاضر ہے۔ چونکہ ایسے دیانت عادتاً شاذو نادر ہی ہوا کرتی ہے اس لیے برہمن نے اوس کی بڑی تعریف کی۔ اور جب وہ صبح کو شاہزادہ کے پاس گیا۔ تو یہ تمام قصہ اوس کو کہہ سنایا۔ شاہزادہ کو اس حکایت سے حسن کی دیانت پر ایسا تعجب ہوا کہ اوس نے اپنے باپ غیاث الدین تغلق کے پاس حسن کو لیجاکر اوسکی سفارش کی جس سے بادشاہ نے اُسے اپنے امیران صدہ مین نوکر رکھ لیا۔ غالباً اس ترقی کو دیکھکر علی شاہ ظفر خان علاے کے بھائی نے اپنی بیٹی حسن سے منسوب کردی تھی اور جب محمد تغلق نے علی شاہ وغیرہ کو قتل کیا ہے تو اون کے پس ماندہ ملتان مین جا پڑے تھے جہان سے حسن کی سالی شاہزادہ محمد کی شادی کے وقت بلائی ہوئی آئی تھی۔

۶۷۔ گنگو برہمن کے مژدے اور حضرت نظام الدین کی بشارت کے باعث حسن کا دکن کی سلطنت کی جستجو مین یہان آنا۔

اب کہان تو وہ غریبی اور محتاجی۔ اور کہان یہ رتبہ امیر صدہ کا اور پھر اوس کا حصول دیانت و امانت کے سبب سے۔ حسن کے اوپر سب کی آنکھین کھل گیئن۔ اس زمانہ مین تو

وراثت کی بنا پر ترقی کا بہت کچھ دار و مدار رہگیا ہے۔ نادان سے نادان اور پاجی سے پاجی امیرزادے
اپنے مان باپ کے وارث ہو جاتے ہین۔ اور جو اون کے بزرگون نے اپنی لیاقت سے دولت
پیدا کی تھی یہ نالایق اوسے صرف کرتے اور مزے اوڑاتے ہین۔ مگر لایق اور عقلمند بڑی مشکل سے
اور وہ بھی نہایت آہستگی سے اوپر کو اوٹھ سکتے ہین بلکہ شاید کرورون مین بھی کسی کو اپنی لیاقت
سے پورا فایدہ نہین پہونچتا۔ اور اون کی لیاقت ہمیشہ کے لیے اون کے ساتھ گور مین چلی جاتی
ہے مگر اوس زمانہ مین یہ بات نہ تھی۔ لیاقت والون کے لیے راستہ صاف تھا۔ جو لایق ہوتا وہ ہی
بخوشی یا بجبر بادشاہ اور سردار بنا کرتا تھا۔ اور عروج کے زینہ پر وہ ہی قدم رکھا کرتا تھا۔ اسلیے اس
برہمن نے حسن کے طالع کا زائچہ دیکھا۔ اور اوسے یہ مژدہ سُنایا۔ کہ تو بڑا صاحب نصیب ہوگا
اور پیشتر تجھے بڑے مرتبہ پر پہونچائیگا۔ مین چاہتا ہون کہ تو مجھہ سے عہد کرلے کہ اگر تجھے خداوند تعالے
میرے کہنے کے مطابق بڑی دولت دیدے تو میرا نام اپنے نام کے ساتھ شامل کرلے۔ تاکہ
میرا نام بھی تیرے سبب سے ہمیشہ شہرۂ آفاق رہے۔ اور نیز اپنے دفتر کا مجھے اور میری اولاد کو
انتظام دینا قبول کرلے۔ حسن نے اِس بات کو قبول کرلیا۔ اور حالانکہ ابھی وہ بڑا دولت مند بھی نہوا تھا
کہ اوس نے مہر مین اپنا نام حسن کانکوی بہمنی کھدوا دیا اور اسی نام سے مشہور ہوگیا۔ ایسے ادنے
سے احسان کے عوض مین اس قدر بڑا شکریہ ادا کرنا کہ جس سے اوس برہمن کا نام ابدالاباد
تک زندہ ہوگیا اسی نیک دل شخص کا کام تھا۔ گو مسلمانون مین تو ایسی نظیرین اِس گئی گذری
حالت پر بھی اکثر نظر آتی ہین مگر کسی غیر قوم مین اگر ایسی مثال ڈھونڈھو تو بہت ہی مشکل سے ملیگی۔
اسی زمانہ مین حضرت شیخ نظام الدین اولیا نے ایک روز نیاز کی اور الوان الوان کے کھانے
پکوا کر صلاے عام دیدی۔ چنانچہ شاہزادہ محمد تغلق بھی آیا۔ اور اوسمین سے کھانا کھا گیا۔
اسی مین جب حسن کانکوی آیا تو حضرت ممدوح نے فرمایا کہ ایک بادشاہ گیا اور دوسرا آیا

اور پھر حسن کا مزاج پوچھا - چونکہ کھانے کا وقت ختم ہو چکا تھا - اور کھانا باقی نہ تھا اس لیے حضرت نے طاق مین سے اپنے افطار کے واسطے جو روٹی رکھ چھوڑی تھی اپنے ہاتھ سے اوٹھا کر اوسے دی - اور کہا کہ بادشاہی کا چتر ہے جو کچھ عرصہ کے بعد دکن مین تجھے خداوند تعالیٰ عنایت کریگا - اولاً تو گنگو منجم نے خوشخبری سنائی تھی - اور اب حضرت نظام الدین اولیا نے یہ بشارت دی تو حسن کو دکن کی حکومت ملنے کا یقین ہو گیا - ایسا یقین بھی ایک جادو کا سا اثر کیا کرتا ہے اور اس قسم کے مستحکم اعتقاد سے دنیا مین بڑے بڑے ایسے عجائبات ظاہر ہو جاتے ہین جو غیر معتقدین سے ہونا من قبیل محالات سے ہوتے ہین - اس لیے حسن نے یہ ارادہ کیا کہ کسطرح دکن کو چلا جاے - اور بادشاہی حاصل کرنے کے لیے دکن مین رہنے کا بہانہ ڈھونڈنے لگا ۷۴۴ھ مین محمد تغلق دکن کو آیا اور قتلغ خان کو یہان کا حاکم کر کے حکم دیا - کہ جو امیر اور منصبدار دکن مین رہنا چاہتے ہین اونھین یہان رہنے کا اختیار ہے حسن تو خدا سے دعائین مانگ رہا تھا اوسنے قتلغ خان سے یہان رہنے کی التجا کی - اور اون امرا کو جو اوس کے رفیق تھے اپنے ساتھ یہان رکھ لیا - قتلغ خان نے قریہ کنجی اور نیز چند قریہ پرگنہ راے باغ کے اوسے جاگیر مین دیدے اور وہ سلطنت کے حصول کی فکرین کرنے لگا - اور جن لوگون نے اسکی ترقی مراتب اور حسن اخلاق اور تواضع اور ملنساری کو دیکھا تو وہ اسی اپنا بڑا اور مربی سمجھنے لگے - یہی اس کے لیے حصول سلطنت کا بڑا باعث ہو گیا -

۶۸ - نجوم وغیرہ پر مسلمانون کا غلط اعتقاد

کہتے ہین کہ صدر الشریف سمرقندی اور میر منجم بدخشی دو امیر صدہ جو حسن کو تخت پر بٹھانیوالون مین شامل تھے بڑے منجم تھے - جس وقت کہ تخت نشینی کی رسم ادا ہونے کو ہوئی تو تاریخ اور ساعت سعد کی تلاش کی گئی - اسمین ان مسلمان اور ہندو منجمون مین کچھ ساعت کی نسبت اختلاف ہوا - مگر چونکہ اس فن مین ہندوؤن کا زیادہ اعتبار تھا اس لیے

علاء الدین حسن نے اون کی تجویز کے مطابق جلوس کا وقت اختیار کیا - رسم ادا ہو جانے کے بعد ان دونون منجمون نے اپنی مجلس مین باربار بافسوس ذکر کیا - کہ جو ساعت ہم نے تجویز کی تھی اگر سلطان اوس وقت تخت نشین ہوتا تو نہایت بہتر تھا - جب یہ خبر حسن کو پہونچی تو اوسے بڑی تشویش ہوئی اور سمجھا کہ دکن کی سلطنت اوسکے ہاتھ سے جاتی رہیگی - اس لیے ان دونون کو خلوت مین بُلا کر پوچھا - کہ آپکے اس افسوس کرنے کی کیا وجہ ہے - لیکن جب اُنہون نے قسمین کہا کر کہا کہ جو آپکے ذہن مین خطرہ گذرا ہے وہ بات نہین ہے بلکہ بات یہ ہے کہ اگر ہماری ساعت کو آپ اختیار کرتے تو آپکے خاندان مین سات سو برس سلطنت رہتی اور آپکی اولاد کے بادشاہ ڈیڑہ سو سے زیادہ تخت سلطنت پر جلوس کرتے لیکن ان ہندو منجمون کی ساعت مین یہ معلوم ہوتا ہے کہ بیس بادشاہ سے زاید آپ کے خاندان مین نہ ہونگے - اور دو سو برس سے کم سلطنت اس خاندان مین رہیگی - جب سلطان نے یہ سُنا تو اوسے اطمینان ہوا اور پھر صدر الشریف سمرقندی کو بدستور سابق منصب صدارت اور میر محمد منجم بدخشی کو منصب قضاے عسکر عنایت کیا - غالباً اس روایت کا کچھ حصہ اوسوقت بنایا گیا ہے - جب کہ خاندان خاتمہ کو پہونچا ہے -

دنیا مین جتنے آدمی ہین اون سب کو ہمیشہ یہ خواہش رہا کرتی ہے کہ کسیطرح اون کو آئندہ کا حال خصوصاً وہ باتین جو اونہین آئندہ پیش آنے والی ہین معلوم ہو جائین - اس وجہ سے تمام قدیم قومون مین اس قسم کے علم و فن رہے ہین کہ جن سے آگے کا حال ظاہر ہوتا ہو - مگر اسلام نے اس پیشین گوئی کو غلط سمجھا - اور اوسکے ہادی نے علی الاعلان کہدیا - کہ سواے خدا کے غیب کا حال کوئی نہین جانتا مگر افسوس کہ مسلمانون مین بھی اس غلط خیال پر ہمیشہ اعتقاد رہا - اور اب تک بھی چلا جاتا ہے - عاقلون کو ایسے اعتقادات سے پرہیز چاہیے -

۶۹ - علاء الدین حسن کا اپنے رفقا سے مروت اور وفاداری اور گلبرگہ کی مسجد او قلعہ کی تعمیر

جب علاء الدین حسن بادشاہ ہوگیا تو اوسنے سب سے پہلے

پہلے یہ حکم دیا کہ شیخ برہان الدین کو جو اپنے پیر و مرشد سلطان المشائخ شیخ نظام الدین اولیا کی اجازت سے دکن کو چار سو درویش لیکر آئے تھے اور دولت آباد مین رہتے تھے پانچ من طلا اور دس من نقرہ دیا جاے تاکہ وہ شیخ المشائخ کے نام پر فقرا کو خیرات کر دین پھر اسمٰعیل مخ افغان سے ناصر الدین شاہ کا لقب مسترد کیا۔ اور اوسے امیر الامرا کا خطاب دیکر اپنا سپہ سالار کیا۔ اور ملک سیف الدین غوری کو کار و بار سلطنت مین وکیل مطلق کر دیا۔ او قلعہ دولت آباد بہرام خان مازندرانی کو دیکر گلبرگہ کو چلا آیا۔ چونکہ گانگو برہمن بھی محمد تغلق کی نوکری چھوڑکر حسن کے پاس چلا آیا تھا اس لیے پادشاہ نے اپنے وعدہ کے بموجب تمام ممالک محروسہ کا اوسے محاسب کر دیا اور فرامین کے طغرون مین اور اپنے نگینہ پر اوس کا نام اس طرح سے درج کرایا "کمترین بندہ حضرت سبحانی علاء الدین حسن گانگوی بہمنی" کہتے ہین کہ اس سے پیشتر برہمن لوگ سلاطین اسلام کی نوکری نہین کرتے تھے۔ پنڈتائی اور پروہتائی اور جوتش وغیرہ کی کمائی پر گذر کیا کرتے تھے اور اگر اتفاقاً کہین امراے اسلام کے پاس آتے جاتے تھے تو صرف نجوم اور قصہ خوانی وغیرہ کے ذریعہ سے آتے اور انعام و اکرام لے لوا کر چلے جاتے تھے۔ نوکری نہین کرتے تھے۔ گانگو پنڈت ہی پہلا برہمن ہے جسنے امراے اسلام کی نوکری سب سے پہلے کی ہے مگر اوس نے ایسی مبارک گھڑی مین مسلمانون کی نوکری شروع کی تھی کہ جس کے وقت سے آج تک دکن مین مسلمانونکے سرکار دربار مین برہمن ہی محاسب ہوتے چلے آتے ہین۔ اور اس کام پر اس طرف دکن مین ایسے حاوی ہو گیے ہین کہ مسلمانون کو دکن مین حساب و کتاب کی نوکری ملنا دشوار پڑ گیا ہے اور مشہور ہو گیا ہے کہ مسلمانون کو حساب آتا ہی نہین ہے۔ مگر یہ بات غلط ہے۔ اگر مسلمانون سے عرب مراد لیے جائین تو بیشک صحیح ہے۔ مگر ہندوستان کے مسلمان حساب مین ہندوون سے ہرگز کم نہین ہین بلکہ بنیون کو جو روزمرہ کے خرید و فروخت کا حساب کرنا پڑتا ہے اس سے اگر قطع نظر کیجاے

اور اعلیٰ درجہ کے حساب پر خیال کیا جاوے تو اوسمین جو مسلمانون کی طبیعت لڑتی ہے اوس مین ہندواون کا مقابلہ بھی نہین کرسکتے۔ غرض کہ جس نے اپنے تمام رفقا کو جاگیرات اور خطابات علی قدر مراتب عطا فرمائے۔ اور پھر حسن تدبیر اور ضرب شمشیر سے اوس تمام ملک پر ادھونی کے سوا قبضہ کرلیا جو محمد تغلق کے اخیر عہد مین مسلمانون کے قبضہ مین تھا۔ اور پھر بیدر و قندھار کے قلعے بھی بلطف و ملائمت امراے محمد تغلق سے لے لیے اور راجہ ورنگل سے بھی کولاس کا علاقہ ایسی خوبی سے لیا کہ لڑائی بھڑائی کچھ نہ ہوئی۔ اور جب ہر طرح ملک مین امن چین ہوگیا تو پھر جامع مسجد اور قلعہ گلبرگہ کی جو منہدم پڑا ہوا تھا ایک ہی روز مین بنیا ڈالی اور چند مدت مین اونکو بنوالیا۔ یہ مسجد مسجد قرطبہ کے نمونہ پر بنائی گئی ہے اور ۲۱۶ فیٹ مشرق و مغرب کو لنبی اور ۱۷۶ فیٹ جنوب شمال کو چوڑی ہے۔ اور رقبہ ۳۸۰۱۶ مربع فیٹ ہے۔ تمام ہندوستان کی مساجد کے خلاف یہ کل مسجد مسقف ہے۔ اور اوس کے ستون چوگوشہ سنگین ہین۔ اور اون ستونونکی قطار سے برآمدے بن گیے ہین جو منبر کے چبوترہ تک چلے جاتے ہین اور مسجد کے اصل حصہ اور ان برآمدون کے درمیان ایک سنگین منقش جنگلا لگا ہوا ہے۔ یہ مسجد اسوقت نہایت ہی مرمت طلب ہے۔ اوس کی حالت زار کو دیکھکر مسلمانون کی ہمت پر سخت افسوس آتا ہے آج کل عالیجناب شمس العلما مولوی **سید علی بلگرامی** معتمد سررشتہ تعمیرات نے اِس پر توجہ کی ہے امید ہے کہ یہ پٹھانون کی سلطنت کی نشانی اور مسلمانون کی یادگار اون کی عنایت سے درست ہوجاویگی

۰۷۔ **محمد تغلق کی موت** جب محمد تغلق دکن سے بھروچ کو گیا تو طغی باغی وہان سے کنارہ کرکے اساول وغیرہ مین چلا گیا۔ اور کچھ بادشاہ کے امیرون کو مارا۔ اور کچھ محمد تغلق سے شکستین کھائین پھر محمد تغلق نے گجرات کی آبادی مین کوشش کی۔ کہ اسی مین دکن کی تمام خبرین اوس کو پہونچین۔ اِس سے محمد تغلق کو بڑا رنج ہوا۔ اور کچھ خیال کرکے کہ سیاستون کے باعث سے ایسی

بغاوتین ہوتی ہین کچھ دنون کو کسیقدر مردم کشی سے ہاتھ روک لیا۔ اور ملک فیروز وغیرہ امرا کو دہلی سے بُلایا۔ کہ حسن کانکو کی تادیب کے لیے دکن کو روانہ کرے لیکن جب معلوم ہوا کہ حسن کے پاس بہت بڑی فوج فراہم ہوگئی ہے تو ان لوگون کو نہ بھیجا۔ بلکہ چاہا کہ گجرات کی مہم سے فارغ ہوکر خود دکن پر آئے اُسوقت نہایت پریشانی کے عالم مین محمد تغلق نے ضیاء برنی مولف تاریخ فیروز شاہی سے کہا کہ میری حکومت کو امراض متضادہ نے گھیر لیا ہے۔ جب ایک کا علاج کرتا ہون اور وہ اچھا نہین ہونے پاتا کہ اور دوسرا مرض لاحق ہوجاتا ہے تو نے بہت سی کتب تاریخ کی سیر کی ہے ایسی حالت مین بادشاہ کو کیا کرنا چاہیے۔ اوس نے کہا کہ جب کسی بادشاہ سے خلایق کو نفرت ہوجائے تو چاہیے کہ وہ اپنی حکومت اپنے کسی بھائی بیٹے کو دے کر گوشہ نشین ہوجائے۔ یا اوس کام کو چھوڑ دے کہ جس سے مخلوق کو نفرت ہو۔ محمد تغلق بولا کہ میرا کوئی بھائی بیٹا اس لائق نہین ہے جو میرا قایم مقام ہو۔ اور سیاست کو تو مین ہرگز ترک نہ کرونگا۔ جو کچھ ہونا ہے وہ ہو۔ مصرع شود شود نہ شود گو مشو چہ خواہد شد۔ اِس وقت بادشاہ کرنال کے پاس تھا اور کچھ بیمار ہوگیا۔ جب یہان فوج خوب جمع ہوگئی اور مرض کو بھی کچھ تخفیف حاصل ہوگئی تو اوس نے ٹھٹھہ مین جابجا کشتیان طلب کین اور دریاے سندھ کے کنارے آگیا۔ اور طغی کی تادیب کے لیے دریا کے دوسرے کنارے پر عبور کرگیا۔ اور ٹھٹھہ سے تیس کوس پر جا پہونچا۔ عاشورہ کا دن تھا محمد تغلق نے روزہ رکھا تھا۔ شام کو مچھلی کھائی۔ بخار نے پھر عود کیا۔ اور اسی بیماری مین سفر کو نہ چھوڑا۔ سولہ کوس اور آگے ٹھٹھہ کی طرف کو بڑھ گیا۔ مرض لحظہ بلحظہ زیادہ ہونے لگا۔ اور مزاج نہایت بگڑ گیا۔ آخر ۲۱۔ محرم ۷۵۲ھ کو اس جبار و قہار بادشاہ کو سفر آخرت پیش آیا نزع کے وقت مین اوس نے یہ اشعار کہے تھے ؎

بسیار درین جہان چمیدیم	بسیار نعیم و ناز دیدیم +

اسپان بلند بر نشستیم ۔ ترکان گران بہا خریدیم
کردیم بسے نشاط و آخر ۔ چون قامت ماہ نو خمیدیم

چونکہ محمد تغلق کی بیماری مین فیروز باربک نے اوس کے علاج و معالجہ مین بہت کوشش کی تھی اسلیے اوس نے فیروز کو اپنا ولی عہد قرار دیدیا تھا۔ اور مرنے کے وقت یہ شعر اُسکے حق مین پڑھا تھا ؎

تو سرسبز باشی بہ شاہنشہی ۔ کہ من کردہ ام سر ز بالین تہی

اس لیے فیروز شاہ اوس کا جانشین ہوا۔ مگر اس بادشاہ نے دکن کا کبھی رُخ نہ کیا۔ اس لیے حسن کانکو بہمنی کو اب اپنی حکومت مین کوئی خطرہ باقی نہ رہا۔ اور ہر طرح اطمینان ہوگیا۔ محمد تغلق مین فیاضی کی صفت ایسی تھی کہ جس سے بڑے بڑے لایق جوانمرد اور اہل کمال اسکے پاس فراہم ہوجاتے تھے۔ اور خود بھی سپاہی اور بڑا بہادر چست و چالاک اور وقت پر کام کرنے والا تھا۔ اور شراب کباب اور محفل نشاط سے اوسے مطلق خبر بھی نہ تھی۔ حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے اشعار پر اوس کا عمل تھا۔ جن کا کسی نے فارسی مین یہ ترجمہ کیا ہے ؎

گل و ریحان ما تیغ است و خنجر ۔ بکار ما نیاید نرگس و آس
شراب ما ست خون دشمن ما ۔ اساس کلہ او بہترین کاس

اس لیے اوسکی سفاکی اور خود رائی سے جب لوگ ناراض ہوتے اور بغاوت کرتے تو دوسری صفتون سے اوسکا انسداد ہوجاتا تھا۔ اور یہی وجہ ہے کہ باوجود اس کشمکش اور ہمیشہ کے کشت و خون کے بھی اسکی سلطنت ۲۷ برس قایم رہی۔

۱۷۔ شاہزادہ محمد کی شادی اور اوسکی خالہ کا ملتان سے آنا۔

جب سلطان علاء الدین حسن کو اپنی سلطنت کے استحکام مین ہر طرح سے اطمینان کامل ہوگیا تو اوس نے اپنے بیٹے شاہزادہ محمد سے ملک سیف الدین غوری کی لڑکی کا بیاہ کردیا۔ اس شادی مین بادشاہ نے بڑی دھوم دھام کی۔

اور برابر ایک سال تک اوس کے ناچ تماشے ہوتے رہے۔ گلبرگہ مین کئی جگہ منجنیق نصب کیے گیے۔ اور اوس مین اقسام اقسام کی شیرینیان بھر کر مخلوق پر پھینکین اور لٹائی گئین امرا اور منصبدارون کو دس ہزار قباے زربفتی اور مخمل و اطلس کے اور نیز ایک ہزار عربی اور عراقی گھوڑے اور دوسو خنجر و شمشیر مرصع بجواہر بادشاہ نے دیے۔ اور شہر کی تمام مساجد مین ہر روز کھانے پکاے جاتے اور فقرا اور مساکین کو تقسیم ہوتے تھے۔ ۲۴۔ ربیع الآخر سے دوسری ۲۴۔ ربیع الآخر کو یہ جشن ختم ہوا تھا۔ اور اخیر دن تمام امرا اور ارکین دولت سے انواع واقسام کے تحف وہدایا اور جواہر ولعل وغیرہ بطور پیشکش کے بادشاہ کو نذر گذرانے تھے۔ کہتے ہین کہ جس زمانہ مین یہ جشن اور خوشیان ہو رہی تھین اوس وقت بادشاہ بیگم نے نہایت افسوس سے کہا کہ اگر دولہ کی خالہ بھی اس شادی مین شریک ہوتی تو کیسا اچھا ہوتا۔ بادشاہ نے یہ سنکر پوچھا کہ اوس کی خالہ کہان ہے۔ بادشاہ بیگم نے کہا ملتان مین رہتی ہے۔ بادشاہ خاموش باہر چلا آیا اور کچھ خفیہ آدمی ملتان کو روانہ کیے کہ اوسے جا کر بلا لائین۔ اور ملک سیف الدین کو روپیہ خزانہ سے اوس بھیجکر حکم دیا کہ اس جشن کی مدت اور کچھ زاید کردین۔ جب سات مہینے مین شاہزادہ کی خالہ گئی تو اوس کا ڈولا اپنے مکان مین یہ کہکر بھجوا دیا۔ کہ ملک سیف الدین کی ہمشیرہ آتی ہے۔ جب وہ بی بی گھر مین گئی اور شاہزادہ کی مان نے دیکھکر اپنی بہن کو پہچان لیا۔ تو نہایت خوش ہوئی۔ ملتان تک جانے آنے مین جو اسقدر عرصہ لگا۔ غالباً اس کا سبب یہ ہوگا۔ کہ ڈولا بڑی احتیاط سے اور بھیس بدلکر لیجانا پڑا ہوگا تاکہ بادشاہ دہلی اوسے گرفتار نہ کرلے۔ غرض کہ خالہ کے پہونچنے کے بعد دولہ دلہن کا نکاح ہوا اور مجلس جشن ختم ہوئی۔ اس جشن کی امتداد کا سبب یہ بھی تھا کہ اس مین امرا کی اور روسا کی خاطر و تواضع کرکے اونہین اپنا کرلیا جاے۔ چنانچہ یہ مقصد سلطان کو حاصل بھی ہوا۔ اور اچھی طرح حاصل ہوا۔

۲۷۔ اسمٰعیل مخ کا بادشاہ کے برخلاف سازش کرنا۔ اور اوسکا قتل

چونکہ اسمٰعیل مخ کچھ عرصہ تک دکن کا بادشاہ رہ چکا تھا۔ اس لیے حسن اوس کی نہایت خاطر کرتا تھا۔ جب کبھی عید ہوتی یا اور کسی قسم کی محفل منعقد ہوتی۔ اور اسمٰعیل مخ دربار شاہی مین آتا۔ تو بادشاہ اوٹھ کھڑا ہوتا۔ اور چند قدم اوسکا استقبال کیا کرتا تھا۔ اسمٰعیل کے سوا یہ عزت دربار مین کسی شخص کو حاصل نہ تھی۔ مگر اب دربار کی حالت پلٹ گئی تھی اور باہمی رشتہ اور علاقے ابتدا کے سے نہ رہے تھے۔ ملک سیف الدین کی قرب و منزلت بہت بڑھ گئی تھی۔ وہ بادشاہ کا سمدی بھی تھا۔ اور نایب السلطان اور وکیل مطلق کے عہدہ پر سرفراز تھا۔ اسمٰعیل صرف امیر الامرا اور سپہ سالار تھا۔ اس لیے جب نوروز کے روز تمام علما قضات اور اعیان سلطنت جمع ہوے تو بادشاہ کے اشارے سے صدر الشریف سمرقندی اور سید احمد غزنوی مفتی نے ملک سیف الدین کو دربار مین ہاتھ پکڑ کر اسمٰعیل مخ سے اوپر جگہ دی اس لیے اوسے یہ تقدم برا معلوم ہوا۔ اور تخت کے پاس جاکر اور رو کر اپنی کم نصیبی کی شکایت کی بادشاہ نے اوسے سمجھا دیا کہ وکالت اور سپہ سالاری کے عہدہ مین بڑا فرق ہے۔ اوس کا منصب بڑا ہے اوس کا تقدم عہدہ کے لحاظ سے ضروری ہے اور آپ کی شکایت بے محل ہے اسوقت گو بظاہر اسمٰعیل نے بادشاہ کے کہنے کو بخندہ پیشانی تسلیم کر لیا۔ اور معمول کے بموجب دربار مین بکمال بشاشت و شگفتگی آتا جاتا رہا۔ مگر یہ تو ایک فطرتی بات تھی کہ اوس کو باطن مین بڑا رنج گذرے اوس نے اپنے بیٹون اور رشتہ دارون اور نیز اپنی قوم کے بڑے بڑے افغان سردارون کو متفق کیا اور ارادہ کیا کہ کسی فرصت کے وقت سلطان علاء الدین کو قتل کر کے خود بادشاہ بن جاے مگر سو تدبیری سے یہ بھید کھل گیا۔ اور حسن نے خفیہ حالات بخوبی دریافت کر کے ایک دربار منعقد کیا۔ اور اوس مین تمام امرا اور منصبدار اور سادات و قضات اور علما و مشائخ کو جمع کیا۔ اور اسمٰعیل مخ سے اس سازش کی وجہ دریافت کی۔ اوس نے انکار کیا۔ اور قسمین کھائین۔ اس پر

سلطان نے تمام حضار مجلس سے باآواز بلند کہا۔کہ جو لوگ اسمعیل کی اس سازش مین شریک ہین اون کو چاہیے کہ وہ علانیہ بے تکلف اصل حال کو ظاہر کردین اور جو لوگ کہ اصل واقعہ کو ٹھیک ٹھیک بے کم وکاست بیان کردینگے اون کی خطا معاف کی جائیگی۔اس لیے جو لوگ کہ اسمعیل کے ساتھی ہوگیے تھے اونھون نے یہی بہتر تصور کیا۔کہ اصل حقیقت کو کہدیا جاے اور سب نے جو کچھ سازش کی تھی وہ سب بیان کردی۔جس سے اصل واقعہ کی کیفیت سب کو ایسی معلوم ہوگئی۔کہ اوسمین کچھ شک وشبہہ باقی نہ رہا۔اس پر بادشاہ نے حضار مجلس سے فتوی طلب کیا۔اور سب نے قتل کا فتوے دیدیا۔بادشاہ نے اوسی وقت اسمعیل کو اوسی مجلس مین قتل کرادیا۔اور تمام باقی مجرمون کی خطا معاف کردی۔اور پھر اس باب مین زیادہ تفتیش وتحقیقات نہ کی۔اور اسمعیل مخ کے بیٹون اور رشتہ دارون کا نہ صرف قصور ہی بالکل معاف کردیا۔بلکہ اوس کے بیٹے بہادر خان کو باپ کے عہدہ پر مقرر کردیا۔اور جو جاگیرات کہ اوسکے رشتہ دارون کی پہلے سی چلی آتی تھین وہ بعینہ قایم رکھین۔ہر طرح اون کی تسلی وتشفی کی۔اور اون سے کہدیا کہ جس نے خطا کی تھی اوس نے سزا پائی۔آپ لوگون سے کوئی تعلق نہین ہے اسوجہ سے علاءالدین سے تمام امرا دل وجان سے خوش ہوگیے۔اور اوس کی محبت اور رفاقت مین پہلے سے بھی زیادہ توجہ کرنے لگے۔

۴۷۔علاءالدین کا ملک گیری کا ارادہ اور تلنگانہ اور کرناٹک کے راجاؤن کا مطیع ہونا۔

تلنگانہ کا راجہ بھی اگرچہ اب تک سرکشی کرتا تھا۔اور بادشاہ اوس کی امداد کی مشکوری کے باعث اخلاقاً اوس سے درگذر کرتا تھا۔مگر اب بادشاہ کی قوت اور اوس کی نیک مزاجی اور متحملانہ طبیعت کو دیکھکر وہ بھی جو دہلی کے بادشاہون کو خراج دیتا تھا اسکو خراج بھیجنے لگا جب سلطان نے دیکھا کہ تمام ملک مین امن وامان ہے اور رعب وداب خوب جم گیا ہے تو اوس نے امرای دولت

کو فراہم کر کے ایک محفل مشورت منعقد کی اور اون سے کہا کہ جب خدا تعالیٰ نے مجھے ایسی فوج اور سلطنت عطا کی ہے کہ جدھر مین رُخ کرون تو ہر طرف ملکون کو فتح کر سکتا ہون تو پھر کیون سست و کاہل بیٹھا وقت کھویا کرون بہتر یہ معلوم ہوتا ہے کہ ادھونی سے بیجانگر تک اور سیت بندرامیشر سے معبر تک قبضہ کر کے گوالیار کی طرف توجہ کرون اور مالوہ اور گجرات کو بھی اپنی سلطنت مین شامل کر لون سیف الدین نے کہا کہ کرناٹک کے ملک مین جنگل اور ندی نالہ اس کثرت سے ہین کہ وہان کی آب و ہوا سے بیماری کا اندیشہ ہے - جب سلطان علاء الدین خلجی اور محمد تغلق کے وقت مین دو تین مرتبہ دوارسمندر تک فوجین گئی تھین تو بیماریون کے باعث آدمی اور جانور بہت تلف ہوئے تھے اِس سے بہتر ہے کہ بادشاہ خود وہان نہ جاوے بلکہ کچھ فوج اوسکی سرحدات کی تسخیر کے لیے بھیجے - اور جن راجاؤن نے اب تک تحف و ہدایا نہین بھیجے ہین اون کو مطیع و منقاد کرے اور جب ادھر سے فراغت حاصل ہو جاوے تو مالوہ گجرات کا ارادہ کرے - چونکہ ان ملکون مین کوئی بڑا سردار نہین ہے - یہ مقامات جلد فتح ہو جائینگے - اسلیے عماد الدین تاشقندی اور مبارک خان لودھی کو جو بڑے بڑے امیر تھے کرناٹک کی طرف کو بھیجا - اور انھون نے وہان جا کر دریائی نادلی اور بکری تک خوب تاخت و تاراج کی اور وہان کی راجاؤن کو مطیع کیا - اور دو لاکھ ہشرفی طلائی جو ایک ایک تولہ کی ہوا کرتی تھین اور بیشمار جواہر آلات اور مروارید اور دو سو ہاتی اور ایک ہزار رقاص کنیزین وصول کر کے لائے - اور وہان کے راجاؤن کے ایلچی بادشاہ کے پاس لا کر حاضر کیے - اور اونھون نے اداے خراج کا اقرار کیا -

۷۴ - سلطان علاء الدین کی گجرات پر لشکر کشی اور بیمار ہو کر واپس ہونا اور ملک کو چار صوبون مین تقسیم کرنا -

جب کرناٹک اور تلنگانہ کے راجے مطیع ہو گیے تو ملک سیف الدین کے استصواب سے سلطان نے ہندوستان کی فتح کے سامان کیے - اور شعبان ۷۵۸ ھ مین دولت آباد کو روانہ ہوا جب بالاگھاٹ مین پہونچکر لشکر کا معاینہ کیا تو پچاس ہزار سوار نکلے اور اوس نے چاہا کہ نذربار اور سلطان پور کے راستے

۷۵۸ ھ
۱۳۵۷ ع

سے مالوہ مین داخل ہو جب یہ خبر منتشر ہوئی تو راے ہرن پسر راے کرن گجراتی نے جو سپاہ دکن
کے خوف سے بگلانہ مین رہتا تھا اور با وجود خلل گجرات کے اوس طرف کو رخ نہ کرتا تھا بادشاہ کے
پاس ایلچی بھیجا۔ کہ دکن اور گجرات والون مین ہمیشہ سے اتحاد چلا آیا ہے اس لیے براہ مہربانی گجرات
کے جاگیر دارون کے مقابلہ مین جنہون نے رعایا پر بڑا ظلم و ستم برپا کر رکھا ہے میری اعانت کیجیے
اور میرے آبا و اجداد کا ملک مجھے دلا دیجیے۔ بعد ازان مین آپ کی خدمت مین مالوہ کو چلونگا۔ اور
اوس کی فتح مین حتی الامکان کوشش و جان نثاری کرون گا۔ اور اپنے آپ کو آپکا ایک
ملازم سمجھونگا۔ اور اسی کے ساتھ وہان کے اور روسا و امرا نے بھی خطوط بھیجے۔ اس لیے
علاء الدین نے امرا کی مجلس کر کے اون سے مشورہ لیا۔ اور بحث و مباحثہ کے بعد یہ راے قرار پائی
چونکہ فیروز شاہ کے مقابلہ کے واسطے ہم نے کمر باندھی ہے۔ گجرات اور مالوہ ہمارے نزدیک دونون
مساوی ہین اور اب جب کہ گجرات کے زمیندار ہم کو اپنی خواہش سے بلاتے ہین بہتر ہے کہ پہلے
گجرات کی ہی طرف کو روانہ ہون اس لیے سلطان نے شاہزادہ محمد کو مقدمۃ الجیش کے طور پر فوج
دیگر گجرات کو آگے آگے روانہ کیا۔ اور پیچھے سے آپ بھی باآہستگی اوس طرف کو کوچ کیا۔ مگر
انسان سے ہمیشہ غلطیان ہوجایا کرتی ہین اور اوس سے اوس کے ارادے پورے نہین ہوا کرتے
بلکہ تمام معاملات مین ایک لمحہ مین کچھ کا کچھ ہو جاتا ہے ؎

یک لحظہ یک ساعت یک دم	دگرگون می شود احوالِ عالم

جب شاہزادہ قصبہ نوساری مین پہونچا تو اوس نے دیکھا کہ وہان شکار بکثرت ہے۔ اس لیے
اوس نے اپنے باپ کو جسے شکار کا بڑا شوق تھا وہان کی سرزمین کی کیفیت سے اطلاع دی
علاء الدین بڑی خوشی خوشی فوراً وہان پہونچا۔ اور ایک مہینے برابر سیر و شکار مین مشغول رہا۔ اور اوسکی
تک و دو مین ایسا مصروف ہوا کہ جس سبب سے کرناٹک کے جانے سے احتراز کیا تھا وہی

پیش آیا یعنی اوسے بخار آگیا۔ اور جب شکار کے ذوق وشوق مین اوس کا خیال نہ کیا۔ اور اس پر طرّہ یہ ہے کہ باوجود عالم پیری کے جب کہ انسان کو عیش وعشرت سے توبہ چاہیے شراب وکباب سے پرہیز نہ کیا تو اوسے ہیضہ ہوگیا۔ اور جب دیکھا کہ مرض روبترقی ہے تو نہایت حسرت ورنج کے ساتھ فوراً گلبرگہ کو مراجعت کی۔ اور علما اور مشائخ کو بلاکر صدر الشریف سمرقندی کے ہاتھ پر تمام مناہی سے توبہ کی۔ اور قتلغ خان کے زمانہ مین جس طرح یہ ملک چار صوبون مین منقسم تھا اوسی طرح اسکے چار صوبے کیے۔ گلبرگہ سے جو علاقہ دابل ورایچور ومدکل تک ہے ملک سیف الدین غوری کے ضبط مین دیا۔ یہ دابل بمبئی کے پاس ایک چھوٹا سا قصبہ ہے۔ مگر مسلمانون کے زمانہ مین ایک بڑا نامی بندر تھا۔ اور دولت آباد وجنیر وچیول وبیڑ وموِنگی پٹن ملک مرہٹ اپنے بھانجے خان محمد ابن علی شاہ کی حراست مین سپرد کیا اور علاقہ برار وماہور ورام گڑھ صفدر خان سیستانی کو اور بیدر وقندھار واندور وکولاس وغیرہ وہ علاقہ تلنگ جو اِس وقت اوس کے قبضے مین تھا اعظم ہمایون فرزند ملک سیف الدین غوری کو تفویض کیا۔

۷۵۔ سلطان علاء الدین حسن کی وفات اور اوس کے اوصاف

پھر بیماری کی دوا کی۔ مگر کچھ اچھی طرح افاقہ نہوا۔ چھہ مہینے تک برابر بیمار رہا۔ قلعہ مین ایک مکان لب سٹرک تھا اِس بیماری کے ایام مین وہان پڑا رہتا اور صبح وشام دو وقت علی الدوام دربار عام کرتا اور مخلوق کے کاروبار کو دیکھتا اور ملک کا انتظام کیا کرتا تھا۔ تمام اپنے ممالک محروسہ مین حکم دیدیا کہ قیدیون کو چھوڑدین اگر کوئی سنگین مجرم ہین تو اونہین دار السلطنت کو بھیجدین۔ چنانچہ بڑے بڑے مجرم قیدی گلبرگہ کو آئے۔ اور اوس نے اون سب کو چھوڑدیا صرف سات شخص ایسے کہ جن کا چھوڑنا مصالح ملکی کے خلاف تھا اونہین شاہزادہ محمد کے حوالہ کردیا۔ کہ میرے بعد جو چاہے سو کرنا۔

اس زمانہ مین اگرچہ حکیم علیم الدین تبریزی اور حکیم نصیر الدین شیرازی وغیرہ بڑے بڑے حکماء نے علاج کیا مگر کچھ فائدہ نہوا۔ اور بادشاہ نے جان لیا کہ اب وقت وداع قریب آگیا۔ اس کے تین[۳] بیٹے تھے محمد داؤد محمود۔ محمود چھوٹا بیٹا پڑھتا رہتا تھا۔ اخیر وقت مین اوسے اپنی پاس نہ دیکھکر یاد کیا۔ تو معلوم ہوا کہ وہ اوستاد کے پاس پڑھ رہا ہے۔ اوسے بُلایا۔ اور پوچھا کہ آج کا سبق کیا ہے۔ اوس وقت اوس نے بوستان کی یہ حکایت سُنائی۔

شنیدم کہ جمشید فرخ سرشت	بسر چشمہ بر بہ سنگی نوشت
بدین چشمہ چون ما بسے دم زدند	برفتند چون چشم برہم زدند
گرفتند عالم بہ مردی وزور	ولیکن نبردند باخود بہ گور

بادشاہ حسن اس کو سنکر بہت رویا۔ اور اپنے تینون بیٹون سے کہا کہ یہ میرا آخری وقت ہے یاد رکھو کہ اگر تم کو اپنی بقاے دولت منظور ہے تو سب بھائی متفق رہنا محمد میرا جانشین ہے اوس کی اطاعت کو دنیا اور آخرت کی سرفرازی سمجھنا۔ پھر خزانچی کو بلاکر بہت سا روپیہ منگایا۔ اور تینون بیٹون کو دیا۔ کہ حنفی مذہب کے علما اور مشایخ کو جاکر مسجد مین تقسیم کرآئین۔ جب یہ لوگ اون کو تقسیم کرکے آئے اور باپ کو اطلاع دی تو باآواز بلند کہا الحمد للہ۔ اور ایک انگڑائی لی۔ چہرہ پر موت کے آثار طاری ہوگیے سب کے سب دوست اور بیٹے اور رشتہ دار کھڑے دیکھتے کے دیکھتے رہ گیے۔ اور اس نیک دل خوش مزاج بادشاہ نے اپنی جان قابض ارواح کو تسلیم کی۔ یہ واقعہ یکم ربیع الاول ۷۵۹ھ کا ہے۔ گیارہ برس دو مہینے سات دن بادشاہی کی۔ اور ۶۷ برس کی عمر ہوئی۔ اگرچہ اس بادشاہ کی مفصل تاریخ کہین دیکھنے مین نہین آئی۔ مگر جسقدر حالات کہ ہم کو معلوم ہین اون سے بخوبی ثابت ہوتا ہے کہ اوسمین کسیطرح کا کوئی عیب سلطنت کے لحاظ سے نہ تھا۔ وہ کسانی کی درجہ سے بادشاہ ہوا تھا اوسکو دنیا کی

۷۵۹ھ / ۱۳۵۸ء

جمعہ کے سوا ہر روز ایک ایوان مین فرش مکلف ریشمین وغیرہ بچھائے جاتے اور وہان زربفتی شامیانہ نصب کیا جاتا اور اُسکے بیچ مین سلطان علاوالدین حسن کا تخت سیمین رکھا جاتا۔ بادشاہ پہر دن چڑھے جاکر باپ کے نقرۂ تخت کو اوّل سجدہ کرتا۔ اور پھر اُسپر بیٹھ کر ظہر کے وقت تک بڑے جاہ وجلال کے ساتھ دربار عام کرتا۔ درباری لوگ دست بستہ کھڑے رہتے تھے صرف ایک ملک سیف الدین غوری کو حسن کے وقت مین دربار کے وقت بیٹھنے کی اجازت تھی اب وہ بھی بادشاہ کے غیور مزاج کو دیکھکر نہ بیٹھتا تھا۔ ہر روز پانچ مرتبہ نوبت بجا کرتی تھی اور یہ بادشاہی کا ایسا بڑا لوازمہ سمجھا جاتا تھا کہ جب سلاطین بہمنیہ کی بادشاہت جاتی بھی رہی تو بھی سلاطین دکن نے سواے خاندان قطب شاہیہ کے یہ پانچ نوبتین نہ بجوائین۔ اِس نے سونے کا سکہ بھی جاری کیا اور یہ بھی بادشاہی کا لوازمہ تھا خاندان بہمنیہ کے بعد پھر دکن مین کسی نے جاری نہین کیا چاندی کا بھی سکہ تھا اور ان دونون سکون کا وزن تین ماشہ سے لیکر دو تولہ تک تھا۔ سکہ پر ایک طرف کلمۂ شہادت اور چار یارون کے نام اور دوسری طرف بادشاہ کا نام اور تاریخ سکہ ہوتی تھی۔ ہندو صرافون نے بوجہ تعصب اور رایان تلنگ اور بیجانگر کی تحریک سے اس سکہ کے رواج نہ دینے مین بڑی کوشش کی۔ اور کثرت سے سکے گلا ڈالے۔ ہر چند منع کیا گیا مگر نہ مانا اسوجہ سے ماہ رجب ۷۶۱ھ مین اُن کا قتل عام کیا گیا۔ اور کھیتری جو دہلی سے لشکر کے ساتھ آئے تھے وہ صرافی کے واسطے مقرر ہوئے۔ اور برابر تا انقراض دولت بہمنیہ یہ سکہ جاری رہا۔ محمود شاہ ثانی کے زمانہ مین ہندؤون نے اس سکہ کو گلا کر چھ سات سال کے عرصہ مین نیست و نابود کر دیا اور پھر وہی رایان بیجانگر اور تلنگ کا سکہ جو ہون اور پرتاب کے نام سے مشہور تھا جاری ہوگیا۔

۷۶۱ھ

۷۷۔ رایان تلنگ و بیجانگر کا حملہ و شکست

چونکہ محمد شاہ کو اپنے مان باپ سے بڑی عقیدت تھی

اسلیے چھہ مہینے تک متواتر ہر شب جمعہ کو اپنے باپ کی قبر پر جاتا اور وہان خیرات کیا کرتا تھا
اور دو سو آدمیون کو قرآن کی تلاوت کے لیے مقرر کیا تھا اور اسیوجہ سے ایک سال کے بعد
خزانہ کا تمام مال مسکوک اور غیر مسکوک جو چار سو من سونا اور سات سو من چاندی تھی نکلوایا۔
اور ان کو دیا کہ وہ حج کو جاے اور وہان باپ کے نام پر اُسے خیرات کرے۔ بعض اُمرا اس سے
مانع ہوئے اور کہا کہ فیروز شاہ بادشاہ ہند اور راجہ ہاے دکن موجود ہین خزانہ خالی ہونے
کے وقت نہ معلوم کہ کدہر سے حملہ ہوا اور مشکل پڑے۔ مگر سیف الدین غوری نے بادشاہ
کے مزاج کو دیکھکر کہا کہ اگرچہ امرا کا کہنا درست ہے مگر جب خیرات کی نیت سے روپیہ نکال لیا
تو اب رکھنا مناسب نہین۔ اگرچہ امرا دل مین بہت ناراض ہوئے۔ مگر بادشاہ نے صدر الشریف
اور معین خان خواجہ سرا کے ساتھہ مع آٹھہ سو آدمی فقرا کے مان کو یہ سب روپیہ دیکر محمد شاہی
کشتی مین بٹھا کر مکہ معظمہ کو روانہ کر دیا۔ بندر دابل سے یہ جہاز جدہ مین ایک مہینہ سات دن مین
پہونچا۔ وہان ملکہ حیات بی نے خوب خیرات کی اور چار ہزار لڑکیون کی شادیان کرائین۔
کربلاے معلی کو آدمی بھیجے اور وہان بھی خیرات کرائی پھر ایک سال کے بعد واپس آئی بادشاہ
نے کلھر تک استقبال کیا۔ بڑی دھوم دہام ہوئی۔ اور مان جو جامہ خانہ کعبہ مشجر سیاہ کا
لائی تھی اُس کا چتر بنایا۔ اور سر پر لگایا۔ خلیفہ عباسی کے یہان سے جو خلعت اور فرمان مان کے
ساتھہ آیا تھا اوسکی بڑی تعظیم و تکریم کی۔ کہتے ہین کہ اس سفر مین جسقدر آدمی گیے تھے اُن مین
سے سب زندہ و سلامت واپس آئے۔ جب راجایان تلنگ اور بیجانگر نے سُنا کہ خزانہ خالی
ہے اور امیر ناراض ہین تو دونون نے مشورہ کیا۔ اور راے بیجانگر نے لکھا کہ مدکل رایچور کے
قلعے ہمارے ہین اس لیے مناسب ہے کہ کشنا تک کا ملک جو تمہارے قبضہ مین ہے ہمکو
دیدیجئے۔ اور ایسے ہی راے تلنگ نے لکھا کہ ناگ دیو میرا بیٹا کولاس کے دیدینے سے

ناراض ہے وہ علاقہ اب مجھے واپس کر دیجیے - چونکہ محمد شاہ عقلمند تھا اوسنے ایلچیون کو
ڈیڑھ برس تک لیت و لعل مین باکرام تمام رکھا لیکن جب مان سفر سے واپس آگئی اور اس
عرصہ مین ناراض امرا کی جگہ نئے امرا بھرتی کر کے انہین اپنا دوست بنا لیا تو ایک بڑا دربار کیا
اور بڑے قہر و غضب کے ساتھ ایلچیون کو بلا کر کہا مجھکو تخت نشین ہوئے ایک عرصہ ہوگیا
اور ابتک رایانِ اطراف نے پیش کش اور ہدیے نہین بھیجے - اب چاہیے کہ تلافی مافات
کرین ورنہ اسکا نتیجہ برا ہوگا - جب وکلا نے اپنے موکلین کو خبر دی تو راے تلنگانہ نے ناگ دیو
اپنے بیٹے کو بہت سی فوج دیکر مع بیس ہزار سوار راے بیجانگر کے کولاس کی تسخیر کے لیے
سنہ ۷۶۳ھ مین روانہ کیا - ادہر سے بادشاہ نے بہادر خان پسر اسمعیل مخ کی سرکردگی مین جسے
اوس نے سپہ سالار کیا تھا اعظم ہمایون اور صفدر خان سیستانی کو بیدر اور برار کا لشکر دیکر
مقابلہ مین بھیجا - فریقین مین خوب خوب لڑائیان ہوئین اور اخیر مین مسلمان فتح یاب ہوئے - اور
بہادر خان نے ورنگل تک ہندؤن کا تعاقب کر کے راجہ سے ایک لاکھ ہون اور پچیس [۲۵] ہاتی
صلح کی قیمت مین لیئے -

۷۶۳ھ

۷۸ - تلنگانہ پر چڑہائی اور ناگ دیو پسر راجہ تلنگانہ کا قتل

اسی سال کے اخیر مین ایک سوداگر محمد شاہ کے پاس کچھ نکمے گھوڑے
لایا اور کہا کہ ناگدیو نے جو ولیم ٹین مین اپنے باپ کی طرف سے رہتا تھا
اچھے گھوڑے جنھین مین تمہارے واسطے لایا تھا زبردستی چھین لیے - محمد شاہ کو اسپر بڑا غصہ
آیا - اور اسیوقت سراپردہ لشکر کشی کے لیے باہر بھجوا دیا - اور اسی جگہ سے جہان وہ اوسوقت
وضو کر رہا تھا گھوڑا منگا کر سوار ہوا - اور دس دن تک سلطان پور مین جو گلبرگہ کے پاس تھا قیام کر کے
لشکر کو آراستہ کیا - اور ملک سیف الدین کو دار السلطنت کا انتظام حوالہ کیا اور شیخ محمد سراج
جنیدی سے دعا حاصل کر کے گیارہوین دن ناگدیو کی سرکوبی کے لیے چار ہزار آدمی لیکر روانہ ہوا

اور نہایت سرعت کے ساتھ ایک ہفتہ مین شہر کے قریب جا پہنچا اور کچھ آدمیون کو لیے ہوے
سوداگرون کے بھیس مین آگے شہر مین روانہ کیا۔ جب یہ تیر کمان لیے ہوئے شہر کے دروازے
مین گھسے تو دربان مانع ہوئے انھون نے کہا کہ ہمکو تھوڑی دور پر چورون نے لوٹ لیا۔
اور ہم راجہ سے فریاد کرنے آئے ہین۔ دروازے مین کھڑے ہوئے یہ لوگ یہ باتین کر ہی
رہے تھے کہ محمد شاہ اپنے آدمی لیکر فوراً وہان پہونچ گیا۔ اُنھون نے جانا کہ چور آ گیے۔ اور وہ انکی
دفع کے لیے مستعد ہوئے مگر ان مصنوعی سوداگرون نے ہتھیار نکال کر دربانون کو قتل کیا اور
محمد شاہ مع فوج فوراً شہر کے اندر گھس گیا۔ ناگدیو نے جب محمد شاہ کے آنے کی خبر سنی تو قلعہ
مین جا چھپا مگر مجبور ہو کر پیچھے سے نکل کر بھاگا۔ اور وہان سے گرفتار ہو کر پکڑا آیا۔ اگرچہ بادشاہ
کا ارادہ اُسکے قتل کا نہ تھا مگر اوس نے نالایقی سے ایسی باتین کہین کہ اُسکو مروا دیا گیا۔ چونکہ
بادشاہ کے پاس اسقدر فوج نہ تھی کہ اُس ملک پر قبضہ کر سکے۔ اسلیے جسقدر روپیہ لیا گیا
لیکر پندرہ دن کے بعد وہان سے چلدیا۔ راستہ مین تلنگون نے بہت تنگ کیا۔ یہانتک کہ
محمد شاہ خود بھی زخمی ہوا مگر پھر بھی گھوڑے پر سے نہ اُترا اور بڑی دانائی اور بہادری سے اُنہین
دفع کیا۔ تاہم مسلمان بہت مارے گیے چار ہزار مین سے صرف ڈیڑھ ہزار بچکر گلبرگہ پہونچے۔

۷۹۔ گولکنڈہ کی فتح

اس پر لدر دیو تلنگانہ کے راجا نے فیروز شاہ بادشاہ دہلی کو دکن کی تسخیر کی
ترغیب دلائی۔ اور لکھا کہ مین اور راے بیجانگر اطاعت اور امداد کے لیے موجود ہین۔ امراے گجرات
اور مالوہ کو حکم دیجیے کہ وہ آکر دکن کو لے لین۔ جب محمد شاہ کو اپنے مخبرون کے ذریعہ سے یہ خبر
معلوم ہوئی تو ۷۶۴ھ مین اُسنے خان محمد اور صفدر خان سیستانی اور اعظم ہمایون کو بلایا۔
اور بڑی بھاری فوج لیکر تلنگانہ پر پھر فوج کشی کی چونکہ راے بیجانگر کے مرنے پر اُس کا بھتیجا
گدی نشین ہوا تھا۔ اس سبب سے راے تلنگانہ کو وہان سے کچھ مدد نہ ملی اور اُسی بھاگنا پڑا

۷۶۴ھ

اسوقت دو برس تک محمد شاہ تلنگانہ مین جا بجا لڑتا رہا۔ آخر راجہ نے مجبور ہوکر بادشاہ کو تین سو ہاتی تیرہ لاکھ ہون اور دو لاکھ گھوڑے اور گولکنڈہ مع قصبات دیگر صلح کی۔ اور سلطنت بہمنی اور تلنگانہ کی سرحد گولکنڈہ قرار دیا گیا۔ اور عہدنامہ پر محمد شاہ نے اپنے اور اپنے امرا اور قضات کی مہر لگا کر وعدہ کیا۔ کہ اگر راجہ تلنگ عہد شکنی نہ کرے گا تو آیندہ حد نہ بڑہائی جائیگی۔ جسکے عوض مین راجہ تلنگانہ نے اور ایک تخت جو بادشاہ دہلی کے واسطے بنوایا تھا بادشاہ کو دیا یہ تخت تین گز لنبا اور ۲ ½ گز چوڑا نہایت خوب صورت تھا آبنوس کی لکڑی سے جو سونے مین معرق اور جواہرات بے بہا سے مرصع تھی اِس ترکیب سے بنایا گیا تھا کہ جب چاہین تختون کو علیحدہ کرکے صندوق مین بند کرلین۔ چونکہ اُسکی پوشش مینائی فیروزہ رنگ کی تھی اسواسطے محمد شاہ نے اسکا نام تخت فیروزہ رکھا۔ اور باپ کے تخت کو جسکے سجدہ سے اُسے نفرت تھی تیمنًا داخل خزانہ کرکے اِسی پر جلوس کرنے لگا۔ اور اس فتح کی خوشی مین بڑے جشن کیے اور بہادر خان کو امیر الامرا کا خطاب دیکر اُسکی بیٹی سے اپنے بیٹے مجاہد شاہ کی شادی کرادی۔ اسی خوشی کے عالم مین تین سو قوالون کے انعام دینے کے واسطے جو دہلی سے آئے ہوئے تھے اور امیر خسرو کے شاگردون مین سے تھے رائے بیجانگر کے نام ایک حکمنامہ بدستخط ملک سیف الدین لکھوادیا۔ جب یہ لوگ وہان انعام کے لیے گیے تو راجہ نے نہایت بے عزتی کے ساتھ اُن کو گدہون پر چڑہا کر شہر مین پھرایا اور نکلوادیا۔

۸۰۔ رائے بیجانگر کا حملہ اور اُسکی شکست

اور تیس ہزار سوار اور نو لاکھ پیادے اور تین ہزار ہاتیون کے ساتھ سلطنت بہمنیہ پر حملہ آور ہوا۔ اور قلعہ ادہونی تک آکر خوب تاخت و تاراج کی محمد شاہ نے جب سنا تو لشکر برار اور بیدر کو آرام کے لیے چھوڑا کیونکہ وہ دو سال سے برابر لڑائی مین مصروف رہ چکے تھے اور لشکر دولت آباد کو مع خان محمد کے بلالیا۔ اور غنایم و یلم پٹن سے خمس

نکالکر شیخ محمد سراج جنیدی کے پاس خیرات کے لیے بھیجا اور دعا چاہی - چنانچہ شیخ موصوف نے بروز جمعہ مسجد مین آکر فتح و نصرت کی دعا مانگی - چونکہ برسات کا موسم تھا دریاے کشنا زور و شور سے چڑھا ہوا تھا مسلمانون کے پار اُترنے کا اندیشہ نہ تھا اسلیے راے بیجانگر بہ خاطر جمع مدگل کے پاس خیمہ زن ہوا - اور چونکہ قلعہ مین صرف آٹھ سو آدمی تھے اور باہم کچھ نفاق بھی تھا اسلیے اُسنے اُسے فتح کرکے تمام آدمیون کو جسمین عورت بچے بھی تھے بڑی بے رحمی سے مار ڈالا صرف ایک آدمی نے اُن مین سے بہزار خرابی دریاے کرشنا سے گذر کے محمد شاہ کو گلبرگہ مین اس حادثہ کی خبر دی - اِس خبر کے سُنتے ہی بادشاہ کو انتقام لینے کا ایسا جنون ہوا کہ اُس خبر دہندہ کو یہ کہکر اُسیوقت مروا دیا کہ جس نے اسقدر مسلمانون کی موت دیکھی ہے اُس کا موتھ دیکھنا اچھا نہین - اور آٹھ سو مسلمانون کے عوض ایک لاکھ ہندوون کے قتل کی قسم کہا کر جمادی الاول ۷۶۷ھ مین بلا انتظار لشکر کافی کوچ کیا - اور دریاے کرشنا پر پہونچکر دوراندیشی کے راہ سے مجاہد خان کو ولیعہد کرکے بیس ہاتی کے سوا تمام ہاتی اور اثاثہ شاہی دیکر ملک نایب کی حفاظت مین گلبرگہ بھیجدیا - اور خود نو ہزار سوار سے بہزار محنت و مشقت دریاے کشنا کو تین روز مین عبور کرکے راے بیجانگر کے مقابل ہوا - مگر اُسپر باوجود اسقدر کثیر لشکر کے ایسا رعب غالب ہوا کہ لشکر کو وہین چھوڑ خود قلعہ ادھونی کی طرف چلا گیا - بادشاہ نے اُس کے قیام گاہ پر پہونچکر قتل عام شروع کیا کہتے ہین کہ ستر ہزار ہندو اُسی جگہ مارا گیا تین سو توپین دو ہزار ہاتی اور سات سو عربی گھوڑے اور ایک سنگاسن شاہی اور بے شمار غنیمت ہاتھ آئی - بادشاہ نے بقیہ ایام برسات تک اُسی جگہ قیام کیا - اور جب خان محمد بھی اپنی فوج کے ساتھ آکر مل گیا تو بہت سی توپین لیکر جس کا رواج دکن کے مسلمانون مین اب تک نہ ہوا تھا قلعہ ادھونی کی طرف روانہ ہوا - اس توپخانہ مین رومی مسلمان نوکر تھے - اور اُس کا افسر مقرب خان ولد صفدر خان سیستانی تھا چونکہ یہ بات

۷۶۷ھ

مشہور تھی کہ ہندو رات کو چوری کرتے ہین اور حوالی لشکر پر ڈاکہ مارا کرتے ہین اِس غرض سے
ہوشیاری لشکر کے لیے خیمہ کی رسیان ایک دوسرے سے باندہ دیتے تھے اور لشکر کے گرد
توپین لگا کر زنجیرون سے جکڑ دیتے تھے اور جو بھاری اسباب وغیرہ تھے وہ گلبرگہ کو بھیجدیے
تھے۔ اسیطرح سے کوچ بکوچ تنگبھدرہ سے گذرے۔ یہ محمد شاہ پہلا ہی مسلمان بادشاہ ہے جو
دریاے تنگبھدراہ کے پار اوترا ہی۔ راجہ کشن راے نے یہ دیکھکر دربار مین مشورہ کیا اور حسب
تجویز امرا وہان سے بھی پیچھے ہٹ گیا۔ اور بھوج مل راے اپنے بھانجے اور سپہ سالار کو
چالیس ہزار سوار اور پانچ لاکھ پیادے سے مقابلے کے لیے حکم دیا بھوج مل راے نے راجہ سے
عرض کیا کہ محمد شاہ کو زندہ لاؤن یا قتل کردون کشن راے نے کہا کہ اوسکا دیکھنا مجھے گوارا
نہین قتل کردیا جاے۔ اسوقت بھوج مل راے نے پنڈت لشکر مین مقرر کیے تھے کہ وہ ہندؤن
کو وعظ کہتے اور مسلمانون کی گاؤکشی اور بُت شکنی کی مذمتین سُناتے تھے۔ اور اُن کو لڑائی
کے لیے آمادہ کرتے تھے جب مسلمانون کا لشکر ہندؤن سے بارہ [۱۲] کوس پر پہونچ گیا تو اُسوقت
محمد شاہ نے اپنے لشکر کا اندازہ کیا صرف پندرہ ہزار سوار اور پچاس ہزار پیادہ تھے ان مین
محمد شاہ نے خان محمد کو دس ہزار سوار اور بیس ہزار پیادہ سے اوسپر حملہ کے لیے آگے روانہ کیا
چنانچہ ۱۴۔ ذیقعدہ ۷۶۷ھ کو صبح سے سہپہر تک لڑائی ہوتی رہی موسیٰ خان اور عیسیٰ خان ۷۶۷ھ
افغان جو خان محمد کے میمنہ اور میسرہ کے افسر تھے بندوق کی گولی سے مارے گیے۔ اور اُنکے
آدمی متفرق ہوگیے۔ مگر محمد شاہ اُسیوقت تین کوس پر اُنکے پیچھے آگیا جس سے خان محمد کو
تسکین خاطر ہوئی اور فوج منتشر بھی جمع ہوگئی۔ مقرب خان نے خان محمد کی اجازت سے آگے
نکل کر ایسی گلندازی شروع کی کہ بیچارے لنگرواے اپنی توپون کو چھوڑنا بھول گیے۔ خان محمد کا ہاتی
جسپر معلوم ہوتا ہے کہ خان محمد سوار نہ تھا بھوج مل راے کے لشکر مین گُھس گیا۔ مگر بھوج مل راے

کے ہاتیون نے اُسے دبا لیا۔ اسپر خان محمد نے پانچ سو آدمی لیکر بھوجبل راے پر حملہ کیا۔ اور
یہ ایک تعجبات سے ہے کہ خان محمد کے ہاتی نے خان محمد کو پہچان لیا اور لشکر کے آگے ہوگیا
اور بھوجبل راے کے ہاتیون کو مارتا دھاڑتا آگے بڑہا۔ ہندون کو شکست ہوئی بھوجبل راے
زخمی ہوکر بھاگا۔ ہزارہا ہندو جوان بوڑہے بچے عورت مرد مارے گیے۔ محمد شاہ نے یہان
ایک ہفتہ قیام کرکے آرام لیا۔ اور پھر کشن راے کی طرف کو بڑھا تین مہینے تک برابر مارتا پھرا
آخر کشن راے نے میدان کی لڑائی چھوڑی۔ اور بیجانگر مین جاکر محصور رہوا۔ اور پھر تو لاکھ آدمی
جمع کرکے پہاڑون کے مداخل و مخارج مین اُنہین مقرر کیا وہان بھی ایک مہینہ تک برابر لڑائیان
ہوتی رہین۔ بادشاہ نے ہرچند چاہا کہ شہر مین داخل ہوکر اپنے دل کا خوب غبار نکالے۔ مگر یہ
آرزو اسکی کسی طرح پوری نہوئی۔ اسلیے اُس نے خان محمد کی صلاح سے بیاری کا بہانہ کیا۔
اور ایک بیک لشکر لیکر سنگاسن مین بیٹھ واپس چلا آیا۔ بیجانگر کے راجہ نے جانا کہ بادشاہ
مرا چاہتا ہے اور درحقیقت کئی مرتبہ بادشاہ کے مرنے کی خبر بھی اوڑی۔ اس سبب سے
ہندون نے بادشاہ کا تعاقب کیا۔ جب کئی روز بعد ایک اچھے مسطح میدان مین آگیے تو
بادشاہ نے دربار عام کرکے سبکو اپنی صورت دکھادی اور رات کے وقت ایک معقول انتظام
کے ساتھ تمام فوج لیکر ہندون پر جا پڑا۔ چونکہ ہندو مسلمانون کو بھگوڑا سمجھکر عیش و عشرت مین
پڑے ہوئے تھے صبح کو اپنے تئین گھرا دیکھکر سخت گھبرا گیے۔ کشن راے کچھ تھوڑے
آدمیون سے جان بچاکر بھاگا۔ اور دس ہزار ہندو سے زیادہ اُس جگہ قتل ہوئے اسلیے تمام
ہندون نے کشن راے کو بُرا بھلا کہا کہ تیری حکومت ہم پر بڑی منحوس ہے تیرے سبب سے
دس ہزار برہمن قتل ہوگیے ہین اور تو نے ہمکو بہت ستایا ہے بہتر ہے کہ جیسے تیرا باپ
مسلمانون کا مطیع تھا اور ملک مین امن چین تھا اُسی طرح تو بھی اطاعت کر جب کشن راے نے یہ

حالت دیکھی تو لاچار ہوکر صلح کا پیغام بھیجا۔ اور بہت سا روپیہ اور قواونکا انعام دینے کے وعدہ پر صلح ہوئی۔ اس صلح کے وقت جب ایلچیون نے محمد شاہ کو نہایت خوش پایا تو عرض کیا کہ کشن راے نے اگرچہ مدگل کے قلعہ مین مسلمانون کو بیجا قتل کیا۔ لیکن یہ قصور تو اُسکا ہے ہزارہا مخلوق خدا نے جنکو بادشاہ نے قتل کیا کوئی قصور نہین کیا امید ہے کہ آیندہ بادشاہ ایسے قتل سے اپنی آپ کو گنہگار نہ کرے۔ اِس بات کا محمد شاہ پر بڑا اثر ہوا اور اسیوقت سے اُس نے آیندہ بے گناہون کا قتل کرنا موقوف کیا اور پھر نہ اُس نے اور نہ اور بہمنی بادشاہون نے کبھی لڑنے والون کے سوا کسی کو قتل کیا۔ اور دکن مین یہ دستور ہوگیا کہ جو کوئی لڑائی مین گرفتار ہوا اُسکو قتل نہ کرین۔

۸۱ - بہرام خان کی بغاوت اور اُسکا فرو ہونا

جب محمد شاہ بیجانگر کی لڑائی مین مصروف تھا اور ملک مین اُسکے مرنے کی خبر مشہور ہوئی تھی تو یہان ایک شخص اُمرا مین سے بہرام خان مازندرانی جسے سلطان علاوالدین حسن اپنا بیٹا کہا کرتا تھا باغواے کنبہ دیو مرہٹہ سردار پاگان و بتوید امید امداد راجہ بکلانہ و بعض سرداران برار ملک کو فوج سے خالی پاکر دولت آباد وغیرہ پر قابض ہوگیا تھا۔ اور جو روپیہ کئی سال کے خراج کا وہان جمع تھا اُسے بھی لے لیا تھا۔ اور بارہ ہزار سوار پیادہ جمع کر لیے تھے۔ بادشاہ نے اُسی جگہ سے اُسکو چند نصیحتین لکھین اور سید جلال حمید و شاہ ملک کو بھیجا مگر کنبہ دیو اوسے راہ راست پر آنے نہ دیا۔ اور سید جلال حمید و شاہ ملک بے نیل مرام واپس گیے۔ اسلیے جب محمد شاہ گلبرگہ آیا تو پانچ روز قیام کرکے فوراً دولت آباد کو روانہ ہوا۔ پہلے خان محمد کو آگے بھیجا بہرام خان و کنبہ دیو اور کچھ سرداران بکلانہ پٹن مین خان محمد کے مقابلہ کو آموجود ہوے۔ خان محمد تو بڑا تجربہ کار تھا جب باغیون کا ہجوم دیکھا تو شیوگانون مین مورچہ جما کر آپڑا۔ ہرچند باغیون نے حملے کیے مگر اُس کو ہمیشہ ہوشیار پایا۔ اور کچھ نہ کرسکے۔ خان محمد نے محمد شاہ کو لکھا کہ فلان روز مین باغیون پر حملہ کردن گا۔ اِس لیے بادشاہ نے باوجود فاصلہ دور و دراز جنگ گاہ کی طرف

کوچ کیا - اور عین گرمی کارزار کے وقت تین ہزار آدمی سے اُس جگہ پہونچ گیا - سرداران بیکلانہ بادشاہ کے آنے کی خبر سُنتے ہی چلدیے اور بہرام خان اور کتبہ دیو پر ایسا رعب غالب ہوا کہ بغیر لڑے بھڑے دولت آباد کے قلعہ مین جا چھپے - اور جب دوسرے دن بادشاہ نے مع فوج دولت آباد کو جالیا - تو بہرام خان اور کتبہ دیو گھبرا کر شیخ زین الدین دولت آبادی کے پاس جو برہان الدین کے مرید اور خلیفہ تھے گیے - اور اُن سے صلاح پوچھی - انھون نے کہا کہ سب سے بہتر ہے کہ تم گجرات کی طرف چلے جاؤ - اور خود اُن کو گھوڑون پر سوار کرا کے روانہ کر دیا - جب محمد شاہ کو خبر ہوئی تو اُسنے تعاقب مین حدود گجرات تک فوج بھیجی مگر وہ ہاتھ نہ آئے - محمد شاہ سے تمام مشائخ دکن نے حاضرانہ اور غایبانہ بیعت کی تھی - مگر حضرت شیخ زین الدین نے اس بنا پر بیعت سے انکار کیا تھا کہ وہ بادشاہ شراب پیتا تھا اس سے محمد شاہ ناراض تھا اور اب یہ خبر مین سُنکر اور بھی خفا ہوا - اور اُن سے کہلا بھیجا کہ آکر میری بیعت کرو -

۸۲ - شیخ زین الدین دولت آبادی کی نصیحت بادشاہ کو اور بادشاہ کی وفات

جب بادشاہ دولت آباد مین آیا تو شیخ زین الدین کو اپنے پاس بیعت کرنے کو بلایا - مگر اُس نے آنے اور شراب خوار کی بیعت کرنے سے صاف انکار کیا - اور یہ حکایت کہلا بھیجی کہ ایک عقلمند اور ایک سید اور ایک مخنث اتفاقاً کہین کسی کافر کی قید مین پڑ گیے اُس کافر نے اُنہین کہا کہ بت خانہ مین جا کر بتون کا سجدہ کرو ورنہ مین قتل کر دون گا - دانشمند نے اور نیز سید نے سجدہ کیا اور جان بچائی مگر مخنث کی جب باری آئی تو اُس نے کہا کہ مین نے تمام عمر مین کوئی نیکی نہین کی ہے جس سے مجھے نجات کی اُمید ہو اس لیے مین تو سجدہ نہ کرون گا اور مرنے کو بہتر سمجھونگا - میرا بھی مخنث کا سا حال ہے تو جا کر کہہ کہ مین تو تیری بیعت نہین کرتا - اسپر بادشاہ بہت ناراض ہوا اور کہلا بھیجا کہ

شہر سے نکل جاؤ شیخ صاحب فوراً شہر سے نکلکر حضرت شیخ برہان الدین کی درگاہ مین چلے آئے اور اپنا عصا وہان گاڑکر کہا کہ دیکھون یہان سے مجھے کون نکالنے والا ہے. محمد شاہ تو مسلمان اور بڑا عقلمند تھا اُس نے درویش کے اصرار پر اصرار کرنا مناسب نہ سمجھا اور یہ مصرع لکھ بھیجا کہ ؎ من زان توام تو زان من باش - اسپر شیخ صاحب نے فرمایا کہ اگر محمد شاہ غازی شرع کی پیروی اور اپنے ملک سے شراب خانے دور کردے تو مجھ سے زیادہ اُسکا کوئی خیرخواہ نہو گا - اس خطاب سے بادشاہ بہت خوش ہوا اور اپنے نام کے ساتھ لقب غازی کا اضافہ کیا اور اپنی تمام سلطنت مین شراب خانے موقوف کردئے - اور شرع کی پابندی کرنے لگا - اسی شیخ کی ہدایت کے بموجب اسکے بعد بادشاہ نے چور اور قطاع الطریق کیطرف توجہ کی - اور ملک کو ان سے صاف پاک کرنیکے لیے چارون طرفدارون کو بتاکید فرمان بھیجے - چنانچہ چھہ سات مہینے تک تحقیقات ہوتی رہی - اور بیس ہزار رہزنون کے سر کاٹ کر حسن آباد گلبرگہ دارالخلافت کو بھیجے گیے - اور ملک مین ایسا امن چین ہوگیا کہ بے خوف و خطر ہر شخص ہر کہین سفر کرسکتا تھا - اگرچہ بادشاہ کو بیجانگر اور ورنگل پر پھر فوج کشی کی ضرورت نہ پڑی کیونکہ وہ ہمیشہ مطیع اور خراج گذار رہے تاہم بادشاہ اپنے ملک مین ہر سال دورہ کے واسطے نکلا کرتا تھا - اور چار مہینے تک تمام ملک مین سیر و شکار کرکے لوٹ آتا تھا آخرکار سترہ سال کی سلطنت کرکے ۹ ذیقعدہ ۷۷۶ھ کو اس جہان فانی سے کوچ کیا - کہتے ہین کہ اس بادشاہ کے وقت مین تین ہزار ہاتی تھے - اور مختلف لڑائیون مین پانچ لاکھ ہندو مارے گیے تھے لیاقت و شجاعت اور ملکداری مین یہ بادشاہ اپنے باپ سے کسی طرح کم نہ تھا -

۷۷۶ھ

سلطان مجاہد شاہ

۸۳ مجاہد شاہ کا تخت نشین ہوکر بیجانگر پر فوج کشی کرنا	محمد شاہ کے بعد اُسکا بیٹا مجاہد شاہ جو سیف الدین غوری کا

دختر زادہ تھا اونیس[19] برس کی عمر مین تخت پر بیٹھا - یہ بادشاہ بڑا خوبصورت تنا ور بہادر تھا سوا ے
تیر و شمشیر کے اُسے کسی بات سے کام نہ تھا - اُسکی طاقت کا حال اس حکایت سے معلوم
ہو سکتا ہی کہ چودہ[14] برس کی عمر مین اُس نے ایک مرتبہ خزانہ شاہی مین خزانہ کا دروازہ توڑ ڈالا
اور کئی توڑے اشرفیون کے اُٹھا لایا اور اپنے ہم عمرون کو بانٹ دیے جب بادشاہ کو خبر
ہوئی تو اُس نے مبارک تنبول دار کو بھیجا کہ شاہزادہ کو بلا لائے - مبارک اُسے بلا لے گیا -
محمد شاہ غصے مین بھرا ہوا تھا شاہزادے کے ایسے چابک مارے کہ بدھیان پڑ گئین -
شاہزادہ خاموش چلا آیا اور مان سے کہا کہ مبارک نے مجھکو یہ نہ بتلایا کہ حضور مجھ پر اس وجہ سے
خفا ہین ورنہ مین یا تو تم سے سفارش کراتا یا اُسوقت والد کے پاس نہ جاتا - جب غصہ فرو
ہو جاتا تب جاکر معذرت کر لیتا - اسپر مان نے کہا - اسمین مبارک کا کچھ قصور نہین ہے اُسنے
تمھارے باپ کے حکم کی تعمیل کی - مجاہد چپ ہو رہا - مگر ایک ہفتہ کے بعد مبارک سے کہا
مین جانتا ہون تم بڑے طاقتور ہو آؤ ہم تم کشتی لڑین دیکھین کون پچھاڑتا ہے - مبارک کو
شاہزادہ کے غصہ کی خبر نہ تھی وہ نا مبارک کشتی پر راضی ہو گیا - شاہزادے نے کشتی مین اُٹھا کر
اُسے ایسا مارا کہ گردن ٹوٹ گئی اور وہ اُسیوقت مر گیا - حالانکہ مبارک کی تئیس[23] سال کی عمر تھی
علم مین کچھ بُرا نہ تھا ترکی فارسی خوب بولتا تھا - چونکہ اُسے مسند عالی خان محمد سے اندیشہ تھا اسلئے
وہ دولت آباد کو آیا اور شیخ برہان الدین کی زیارت کرکے شیخ زین الدین کا مرید ہوا اور خان محمد کو
معزول کرکے اعظم ہمایون کو اُسکی جگہ مقرر کیا - اور کشن راے والی بیجانگر کو لکھا کہ سلطنت بہمنیہ اور
بیجانگر مین ملک دوابہ کشنا اور تنگ بھدرا کے سبب جھگڑا رہا کرتا ہے - اسلیے سلطنت بہمنیہ
کی سرحد دریاے تنگ بھدرا مقرر کیجیے اور قلعہ بیکاپور وغیرہ ہمکو دیدیجیے - مگر اوسنے اسکے
برخلاف جواب بھیجا کہ مدگل رایچور ہمیشہ سے ہمارے قبضہ مین رہا ہے وہ ہمکو دیدو - اور وہ

ہاتی جو یہان کے بعض امرائے گنہری کی غفلت سے محمد شاہ کے ہاتھ پڑ گیے تھے واپس بھیجدیے گیے مجاہد شاہ نے یہ سُنتے ہی لشکر برار بیدر دولت آباد کو طلب کیا۔ اور حسب دستور سابق گلبرگہ کو سیف الدین غوری اپنے نانا کے سپرد کرکے اور تمام خزانہ شاہی لیکر کُل فوج سے کشن راے کی طرف روانہ ہوا اور دریاے تنگ بھدرا سے گذر کر قلعہ ادہونی کی تسخیر کے لیے صفدر خان سیستانی کو مقرر کیا۔ اُس زمانہ مین یہ قلعہ بڑے مضبوط قلعون مین شمار ہوتا تھا۔ امیر الامرا بہادر خان اور اعظم ہمایون کو آگے روانہ کیا۔ کشن راے بھی فوج لیکر پرگنہ گنگاوتی کے قریب آگیا۔ مجاہد شاہ کو شکار کا بہت شوق تھا یہان ایک بڑے شیر کی اُسے خبر ملی جسکو اُس نے تن تنہا تیر سے جاکر مارا۔ اِس سے اُسکی شجاعت کی بڑی دہوم مچی اور کچھ بیجانگر والون پر مسلمانون کا ایسا رعب چھایا کہ بغیر لڑائی کے پسپا ہوکر جنگلون مین پناہ لی اور بیجانگر کے جنوب کی طرف چلے گیے۔ فوج کو لوٹ مار کا حکم دیدیا۔ چونکہ قلعہ بیجانگر قدرتی موانعات سے ایک مضبوط مقام تھا اس لیے مجاہد شاہ نے اُسے چھوڑ کر راجہ کا تعاقب مناسب سمجھا۔ چھ مہینے کوہ وصحرا مین اُسکو مارتا پھرا مگر کچھ فائدہ مرتب نہوا جنگل کی خراب آب وہوا سے کشن راے کی فوج مین بیماری پھیلی۔ اور اُسنے مجبوراً بیجانگر کا راستہ لیا مگر مجاہد شاہ بہادر خان کو ساتھ لے پانچ ہزار سوار سے سیت بندرامیشور تک چلا گیا اور باقی فوج کو کشن راے کے تعاقب مین بیجانگر بھیجدیا۔ یہ پہلا ہی مسلمان بادشاہ ہے جو اِس مقام تک گیا ہے وہان جاکر مسجد علائی کی اُس نے مرمت کرائی اور بُت خانون کو توڑ تاڑ بیجانگر واپس چلا آیا۔

۴۸۔ بیجانگر والون سے سخت لڑائی کے بعد مجاہد شاہ کی واپسی

بیجانگر مین داخل ہونیکے لیے دو راستے ہین ایک تنگ جس کا نام سودرہ تھا دوسرا فراخ۔ چونکہ فراخ راستہ کو بیجانگر والے خوب مضبوطی سے روکے ہوئے تھے۔ اسلیے مجاہد شاہ نے تنگ راستہ سودرہ سے اُسپر حملہ کیا۔ اور سودرہ

کے دہانہ پر داؤد خان اپنے چچا کو چھ ہزار سوار اور بہت سے پیادے دیگر محافظت کے لیے مقرر کرکے شہر مین گھس گیا۔ یہانتک کہ مجاہد شاہ اور قلعہ کے درمیان جہان کشن راے تھا صرف ایک خندق باقی رہگئی۔ کشن راے نے متواتر فوج پر فوج مجاہد شاہ کے دفع کے لیے بھیجنی شروع کی۔ اسی اثنا مین پہاڑی کے اوپر ایک تبخانہ نظر آیا جسکا نام شر زنگ تھا۔ اور سنا گیا کہ اس تبخانہ مین بڑی دولت اور جواہرات ہین اسلیے مجاہد شاہ پہاڑی پر چڑھا اور اسپر قبضہ کرکے اُسے لوٹ لیا۔ اسپر کشن راے خود سوار ہوکر لڑائی کے مقام پر آیا اور فوج کو بزن و بکش کی صدا دی مجاہد شاہ اسوقت اپنا چتر ایک شخص محمود افغان کو دیکر کچھ آگے بڑھ گیا تھا کہ ایک ہندو نے اُسے اُسکے گھوڑے سے پہچان لیا۔ یہ شخص شہر مین گھس کر چاہتا تھا کہ بادشاہ کو ہلاک کرے کہ مجاہد شاہ کے اشارے سے محمود افغان اُس پر جھپٹا مگر اُس کا گھوڑا مارا گیا اور وہ پیادہ ہوگیا اور قریب تھا کہ وہ ہندو محمود کو مارلے۔ مگر مجاہد شاہ اُسکی امداد کو دوڑا۔ ہندو نے مجاہد شاہ کے سر پر ایک ایسا ہاتھ تلوار کا جمایا کہ اگر خود نہوتا تو اُسکے دو ٹکڑے ہوجاتے۔ لوگون نے جانا کہ بادشاہ مارا گیا مگر مجاہد شاہ نے اُٹھ کر ایک ہاتھ تلوار کا ایسا مارا کہ مخالف کے دو ٹکڑے ہوگیے۔ اور پھر آکر اپنے لشکر مین مل گیا۔ کشن راے کے آدمی خندق سے اُتر کر خوب لڑے۔ بہادر خان اور اعظم ہمایون نے بڑی دانائی سے دشمن پر حملے کیے اور مقرب خان نے آگے بڑھکر خوب گولے مارے کہ راجہ کی فوج پس پا ہوگئی۔ ابھی مسلمانون کو دم لینے کی فرصت نہ ملی تھی کہ کشن راے کا بھائی آٹھ ہزار سوار اور چھ لاکھ پیادہ لیکر بیجانگر مین آگیا۔ اور سیدھا مسلمانون پر آپڑا۔ کشن رای نے بھی اپنی فوج کو پھر فراہم کرلیا۔ طرفین سے خوب خوب حملے ہوئے چالیس ہزار ہندو قتل ہوئے۔ مسلمانون مین سے مقرب خان مارا گیا۔ اور بہت سے عہدہ دارون نے شربت شہادت نوش کیا۔ جب سہ پہر تک برابر لڑائی ہوتی رہی اور

دونون طرف سے کوئی نہ ہٹا تو داؤد خان نے بے تاب ہوکر سودرہ کو چھوڑا اور سات ہزار سوار لیکر مجاہد شاہ کی امداد کو آیا۔ اور نہایت جان کھپاکر تین مرتبہ پا پیادہ ہو ہو کر لڑا۔ استنے مین مجاہد شاہ کی نظر داؤد خان پر پڑی اُسوقت تو اُس نے کچھ نہ کہا یہانتک کہ بیجانگر والے پیچھے ہٹ گیے۔ اُسکے بعد مجاہد شاہ نے داؤد خان کو بُلایا اور غصہ مین اُسے گالی دی بیٹھا کہ تو نے سودرہ کو کیون خالی چھوڑدیا اور چونکہ کشن راے دوسری طرف کھڑا ہوا اپنی فوج کو بہم جمع کر رہا تھا اسلیے آپ وہین قیام کیا اور سودرہ پر کچھ فوج نگرانی کے لیے بھیجی۔ مگر وہان بیجانگر والے پہلے ہی قابض ہو گیے تھے۔ چونکہ اس مقام پر ہندؤون کے قبضہ سے گھر جانے کا اندیشہ تھا جس سے بے آب ودانہ موت آجاتی۔ اِس سبب سے مجاہد شاہ نے اُس مفتوحہ مقام کو چھوڑا اور باوجود ماندگی کے سودرہ کی طرف پلٹا۔ اور اُسپر قبضہ کر کے اپنی تمام فوج کو اندر سے نکال لایا اسوقت بیجانگر کا راج کشنا سے لیکر سیت بندر رامیشور تک شمالاً جنوباً چار پانچ سو میل اور شرقاً غرباً ڈیڑھ سو میل تھا اور سرحد تلنگانہ سے سمندر تک بالکل بیجانگر کی علداری تھی۔ اور جنگل کی گنجانی اور دریاؤن اور پہاڑون کے قدرتی موانعات کے باعث نہایت دشوار گذار تھا اور جا بجا قلعے بنے ہوئے تھے صدہا برس کا خزانہ اور دولت ملک مین جمع تھی راجہ ہاے ملیبار وسیلان اُسکے مددگار اور باج گذار تھے۔ تلنگانہ کا ایک بڑا حصّہ اُس کے قبض و تصرف مین تھا۔ اور تمام لوگ ایک ہی قوم کے ہندو مسلمانون کے مخالف تھے اور سلطنت بہمنیہ کا ابھی پورے تلنگانہ پر بھی قبضہ نہ تھا۔ اور نہ بندر گوا اور بیلگام اُنکے ہاتھ آیا تھا۔ تمام علاقہ ایک لاکھ میل مربع سے کچھ ہی زیادہ ہوگا۔ فوج بھی کچھ ایسی زیادہ نہ تھی ایک لاکھ آدمی بھی کبھی جمع نہین ہوے حالانکہ ہندو تو نو لاکھ سے زیادہ میدانِ جنگ مین کام کرتے تھے اگرچہ آج کل کے مورخ اسکو بالکل جھوٹھ سمجھتے ہین۔ مگر یہ اُنکی غلطی ہے۔ اُس زمانہ کی حالت

کے لحاظ سے اسقدر فوج جمع ہونا کچھ دشوار نہین تھا۔ جس شخص نے تیر کمان ہاتھ مین لی وہ ہی سپاہی ہوگیا اِس قسم کی فوج جب چاہے لاکھون جمع ہوسکتی ہے۔ پھر لوٹ کے لالچ سے ہر کس و ناکس سپاہی بنجاتا تھا۔ توپ گولے کا ایسا رواج نہ تھا۔ اسلیے لڑائی کے مقام پر جانا کچھ بڑے اندیشہ کی بات نہ تھی باتون باتون مین آدمیون کا جمگھٹا ہوجاتا تھا۔ روپیہ بکثرت تھا۔ غلہ ملک مین بکثرت جمع رہتا تھا۔ کہین باہر کو نہ جاتا تھا۔ ایک سال کی پیداوار کئی سال تک کافی ہوتی تھی۔ لوگ بیکار بیٹھنے سے لڑائیون مین شامل ہونے کو ایک مشغلۂ بیکاری سمجھتے تھے۔ راستون کے درست نہ رہنے کے باعث اکثر زمیندار خراج نہین دیتے تھے جس سے ہمیشہ فوج بکثرت رکھنی پڑتی تھی۔ اور مسلمانون پر راجہ کے ساتھ یہ زمیندار بھی اور اُن کی نگران فوج بھی شامل ہوجاتی تھی۔ یہ سب ایسے اسباب تھے جن سے مسلمانون کو ہندؤون پر غالب ہونا سخت دشوار تھا۔ مگر مسلمان اپنی شجاعتِ ذاتی کے باعث ہمیشہ اُن پر غالب رہتے تھے۔ مسلمانون کے کلمہ مین خدا نے کچھ عجب تاثیر دی ہے کہ کسی قوم اور کسی ملک کا رہنے والا ہو جہان اُس نے کلمہ پڑھا اور بہادری کی روح اُسمین پھونک گئی مرنے کو شہادت سمجھنے لگا۔ درحقیقت مسلمان تو اب بھی ایسے ہی بہادر ہین۔ مگر افسوس کہ اُن مین کوئی سردار نہین جو اُنکے ذاتی حسد و فساد کو توڑ تاڑ کر اُنکو متفق کرے اور ایک دل و یک جان کر کے دشمنانِ خدا کی خبر لے۔ غرض جب مجاہد شاہ نے دیکھا کہ ہندؤون کی فوج کی تعداد بہت زیادہ ہے اور بیجانگر کا فتح ہونا نہایت دشوار ہے تو ساٹھ ستر ہزار مرد عورت لڑکے بالے ہندؤون کے گرفتار کر کے چلا آیا اور قلعہ ادہونی کی فتح کے درپے ہوا جسے اُسکی فوج محاصرہ کیے پڑی تھی اور قریب نو مہینے تک وہان پڑا رہا اور اپنے شاہی قلیل البقا کو گھوتا رہا۔ آخر موسم گرما مین پانی کی قلت سے اہل قلعہ نے اطاعت کا ارادہ کیا تھا

کہ پانی برس جانیکے بعد پھر وہ رُک گیے اور مجاہد شاہ کا لشکر بیماری اور مدت دراز کی لڑائی سے گھبر اگیا۔ یہ حال سُنکر ملک سیف الدین غوری بادشاہ کے پاس ادھونی کو آیا۔ اور مجاہد شاہ کو سمجھایا کہ اس قلعہ کے بجاے جس کے گرد پندرہ قلعہ ہین دوسرے قلعہ جات دوآبہ کو بندرگوا اور بلکام سے لیکر بنکاپور تک فتح کرلے۔ اسکے بعد اس کی طرف توجہ کرے۔ مجاہد شاہ بھی اسپر راضی ہوگیا۔ اور ملک سیف الدین نے کشن راے سے کچھ صلح کی باتین کرکے لڑائی کو موقوف کیا اور مجاہد شاہ کو وہان سے ہٹالایا۔ مجاہد شاہ تو سیر وشکار مین مشغول ہوا اور سیف الدین گلبرگہ کو چلا آیا۔

۸۵۔ مجاہد شاہ کا قتل۔ اب مجاہد شاہ دریاے تنگ بھدرا سے اُترآیا اور حوالی مدگل مین سیر وشکار مین پھرنے لگا صفدر خان سیستانی اعظم ہمایون اور داؤد خان اور خان محمد اسکے ساتھ تھے داؤد خان گالی کھانے اور خان محمد اپنی معزولی سے اور مسعود خان تنبول دار پسر مبارک اپنی باپ کے قتل سے جسے مجاہد شاہ نے لڑکپن مین کشتی مین مار ڈالا تھا مجاہد شاہ سے صاف نہ تھے یہ لوگ اُسکے قتل کی فکرین کرنے لگے۔ مجاہد شاہ نے اسکا کچھ خیال نہ کیا۔ اور گاہ وبیگاہ ان مین ملا جلا جا بجا پھرنے لگا۔ جب تک صفدر خان اور اعظم ہمایون ہمراہ رہے ان کا داؤن نہ چلا لیکن جب مجاہد شاہ نے ان دو ستون کو زبردستی رخصت کردیا۔ اور آپ کشنا کے کنارے مچھلی کے شکار کے لیے ٹھیر گیا تو دشمنون نے اچھا موقع پایا۔ ۱۷۔ ذیحجہ ۷۷۹ھ کو بادشاہ کی آنکھ آشوب کر آئی تھی اور وہ اپنے خیمے مین سو رہا تھا۔ داؤد خان اور خان محمد کچھ جوان لیکر چوکی کے بہانہ سے آئے۔ جب آدھی رات کے وقت سب لوگ سوگیے تو دروازہ پر خان محمد کو مقرر کرکے داؤد خان اور مسعود خان اندر گھُسے۔ اور تین سال کی سلطنت کے بعد مجاہد شاہ کو سوتے مین مار ڈالا۔ اور خود بادشاہ بن گیا۔

۷۷۹ھ

داؤد شاہ ابن سلطان علاؤالدین

۸۶ - داؤد شاہ کا بادشاہ ہوکر قتل ہونا

مجاہد شاہ کے قتل کی خبر مشتہر ہوتے ہی چارون طرف فساد کی صورتین پیدا ہوگئین۔ صفدر خان اور اعظم ہمایون جو بیجانگر پہونچے ہی تھے۔ مبارکباد کے لیے گلبرگہ نہ آئے بلکہ برار اور دولت آباد کو چلے گیے۔ اور داؤد شاہ کو لکھ بھیجا کہ جب آپ بلائین گے اُسوقت آئین گے۔ اب بوجہ ماندگی سفر اپنے اپنے علاقون کو جاتے ہین اُدہر راے بیجانگر کی سرحدی فوج نے کشنا تک آکر رایچور کا محاصرہ کیا۔ گلبرگہ کے امرا بین دو فریق ہوگیے۔ ایک تو داؤد شاہ کے طرفدار تھے۔ دوسرا فریق چاہتا تھا کہ محمود سلطان علاؤالدین حسن کے چھوٹے بیٹے کو بادشاہ بنائین کیونکہ قاتل مقتول کا وارث نہین ہوسکتا ہے لیکن جب سنا گیا کہ داؤد شاہ نے شاہی خطاب اختیار کرلیا ہے تو ملک سیف الدین نے جو ایک عقلمند اور ذی رعب آدمی تھا دفع شر کے لیے سب کو سمجھایا کہ جب داؤد شاہ نے لقب شاہی اختیار کرلیا ہے تو جھگڑا کیون کرتے ہو اُسکو بادشاہ تسلیم کرلو۔ یہ سُنکر لوگ خاموش ہوگیے۔ مگر مجاہد شاہ کی بہن روح پرور آغا نے نہ مانا۔ جب داؤد شاہ آیا تو ملک سیف الدین نے امرا کے ساتھ اُسکا استقبال کیا اور تخت فیروزہ پر لاکر بٹھایا اور منصب وکالت سے استعفا دیکر خانہ نشین ہوگیا۔ داود شاہ سلطنت کے کاروبار کرنے لگا۔ کل امرا نے اُس کی اطاعت اختیار کرلی۔ مگر روح پرور نے ہرگز مبارکباد نہ دی۔ چونکہ وہ ایک عورت تھی اور پہلے تمام خاندان حرم مین اُسکی بڑی عزت تھی اسلیے داؤد شاہ نے اُس کی اِس بے عنوانی سے ع

دشمن نتوان حقیر و بیچارہ شمرد۔ کو بھول کر اغماض کیا۔ یہان تک کہ اُس نے ایک شخص باکہ نام کو جو سلطان مجاہد شاہ کا بڑا رفیق تھا ترغیب دی اور وہ جان نثاری کے لیے مستعد ہوا۔ ۲۱ محرم ۷۸۰ھ

کو داؤد شاہ نماز جمعہ پڑھنے کے لیے مسجد گیا تھا یہ بالکہ بھی وہان پہونچا اور داؤد شاہ کے عقب
مین نمازیون مین شامل ہوگیا جسوقت تمام نمازی سجدہ مین گیے تو اس نے تلوار نکال کر
داؤد شاہ کے ایسی ماری کہ ایک ہی وار مین کام تمام ہوگیا۔ خان محمد وہان موجود تھا اُسنے اپنے
عمزادہ کو قتل ہوتے دیکھکر قاتل کو جس نے بھاگنا چاہا تھا پکڑا اور بُشِرَ الْقَاتِلُ بِالْقَتْلِ کا
مضمون کر دکھایا۔

سلطان محمود شاہ ابن سلطان علاوالدین حسن گانگوئے بہمنی

۸۷۔ محمود شاہ کی تخت نشینی — داؤد شاہ کے مرنیکے بعد خان محمد نے چاہا کہ محمد سنجر اُسکے بیٹے کو جو نو برس
کا تھا جانشین کرے۔ مگر محمد سنجر اور محمود بن سلطان علاوالدین حسن دونون قلعہ مین روح پرور کے
پاس تھے۔ اس لیے وہ ارادہ کو پورا کر نہ سکا اور سیف الدین کے پاس جا کر اپنے ارادہ سے
اُسے اطلاع دی۔ اُس نے خان محمد کو سمجھایا اور کہا کہ تخت نشینی کے معاملہ کو روح پرور پر
چھوڑ دینا چاہیے۔ اور اُسکے بغیر صلاح کچھ نہ کرنا چاہیے۔ خان محمد جانتا تھا کہ سیف الدین جس
بات کو کہیگا تمام رعایا اور اُمرا اُسکی تائید کرینگے اسیلیے جبراً قہراً اوسیکو تسلیم کیا۔ اور روح پرور کے
پاس گیا۔ وہان تمام امرا کی رد وکد اور بحث و مباحثہ کے بعد یہ ٹھیرایا کہ محمد سنجر اندھا کیا جاوے
اور محمود کو تخت پر بٹھایا جاے۔ چنانچہ باتفاق جمیع امرا ایسا ہی ہوا۔ محمود شاہ نے تخت پر بیٹھکر
سیف الدین غوری کو پھر منصب وکالت و پیشوائی و طرفداری پایے تخت عنایت فرمائی
اور مسعود خان قاتل مجاہد شاہ کو سولی دیدی۔ صفدر خان اور اعظم ہمایون اور بہادر خان مبارکباد
کو آئے اور راے بیجانگر نے ملک کی بدنظمی کے باعث جو رایچور کا محاصرہ کر رکھا تھا پھر اطاعت
قبول کی۔ اور تا حین حیات محمود شاہ برابر باج و خراج حسب قرارداد زمانہ محمد شاہ بھیجتا رہا۔ بعد مین
بادشاہ نے خان محمد کو خمیر مایہ فساد سمجھکر قید کیا۔ اور قلعہ ساغر کو بھیجدیا۔ وہان وہ کچھ عرصہ کے بعد

باجل طبعی عالم بقا کو روانہ ہوا۔

۸۰۔ محمود شاہ کی سلطنت اور وفات

سلطان محمود شاہ اپنے بھائی محمد شاہ کی طرح اولوالعزم نہ تھا لڑائی جھگڑے سے اُسے بڑی نفرت تھی۔ مگر سلیم النفس کم آزار خوش خلق عدالت شعار تھا۔ قرآن خوب پڑہتا شعر اچھے کہتا۔ فارسی عربی فصاحت سے بولتا خوشی کے وقت حد سے زیادہ مسرور نہ ہوتا اور نہ رنج کو دیکھکر زیادہ مشوش ہوتا صرف ایک بی بی سے نکاح کیا تھا سوا اُسکے عمر بھر کسی دوسری عورت پر نگاہ بھی نہ کی۔ علما کی بڑی قدر کرتا تھا۔ دور دور سے اہل علم آکر اُسکے عہد مین جمع ہو گیے تھے۔ میر فیض اللہ انجو کو عہدہ صدارت دیا تھا اُسکی قدردانی علم کا دور دور شہرہ ہو گیا تھا۔ خواجہ حافظ شیرازی نے بھی ارادہ کیا تھا کہ اُسکے دربار مین تشریف لائین مگر قلت معاش سے جب ارادہ پورا نہ ہوا تو میر فیض اللہ نے کچھ زاد راہ اُن کے لیے بھیجا چنانچہ اُنھون نے اُس روپیہ کو اپنے بھانجون اور بیواؤن کو تقسیم کیا۔ اور قرض وغیرہ ادا کر کے ہندوستان کو چلے۔ اور مقام لار مین پہونچے۔ یہان ایک دوست اُن کو ملا جسے چورون نے لوٹ لیا تھا۔ اسلیے جو کچھ اُنکے پاس زادراہ تھا وہ اُسکو دیدیا تاہم اُن کو ایک بڑے سوداگر نے اپنے خرچ سے ہرمز تک پہونچایا۔ اور وہ محمود شاہی کشتی مین بیٹھے۔ جب طوفانی ہوائین چلین اور اُنھون نے دریا کی موجین دیکھین تو ڈر کے مارے کچھ بہانہ کر کے واپس چلے گیے۔ اور میر فیض اللہ کو یہ غزل لکھکر بھیجدی

غزل

دمی باغم بسر بردن جہان یکسر نمی ارزد	بمی بفروش دلق ما کزین بہتر نمی ارزد
بکوئے میفروشانش بجامے بر نمی گیرند	زہے سجادۂ تقوی کہ یک ساغر نمی ارزد
رقیبم سرزنشہا کرد کز این خاک در بگذر	چہ افتاد این سر ما را کہ خاک در نمی ارزد
بس آسان می نمود اول غم دریا ببوئے زر	غلط کردم کہ یک موجش بصد من زر نمی ارزد

شکوہ تاج سلطانی کہ بیم جان درو درجست	کلاہ دلکش است اما بترک سر نمی ارزد
بشوا این نقش دل تنگی کہ دریا زار یکرنگے	ملمعہاے گوناگون مے احمر نمی ارزد
چو حافظ در قناعت کوش واز دنیای دون بگذر	کہ یک جو منت دونان جہان یکسر نمی ارزد

جب یہ خبر میر فیض اللہ کے ذریعہ سے محمود شاہ کو ہوئی تو اُس نے ملا محمد قاسم مشہدی کے معرفت ہزار تنگہ طلائی جس کے ساڑھے چار ہزار روپیہ سکہ چہرہ شاہی ہوتے ہین اُنہین بھیجدی محمود شاہ قبل سلطنت اگرچہ عمدہ عمدہ لباس پہنا کرتا تھا۔ مگر تخت نشینی کے بعد نہایت سادہ کپڑون مین گذر کرتا اور کہتا تھا کہ سلطنت کے روپیہ سے اپنے آپ کو زینت دینا بالکل خیانت ہے۔ اُسکے وقت مین جب قحط ہوا تو اُسنے سرکاری بیل گجرات مالوہ مین بھیجکر غلہ منگایا اور بہ قیمت ارزان رعایا کے ہاتھ فروخت کیا۔ گلبرگہ بیدر قندہار وایلچپور دولت آباد جنیر وابل وغیرہ شہر وقصبات مین مدارس مقرر کیے تھے۔ محدثون کو وظایف دیتا۔ اندہون کی بڑی پرورش کرتا تھا۔ یہان تک کہ بہت سے حرام خور اُسکے وقت مین زبردستی اندہے بنگیے تھے۔ فقرا اور مساکین سے بہت ملتا اُن کی خبرگیری کرتا شیخ محمد سراج جنیدی کے پاس مرض الموت مین خود گیا اور اُن کی زیارت کے روز اُن کی قبر پر جاکر فاتحہ پڑہی۔ اُس کی اُنیس برس نو مہینے کی سلطنت مین جو لڑائی ہوئی وہ یہ ہے کہ بہاؤالدین تہانہ دار ساغر نے اپنے دونون بیٹون محمد اور خواجہ کے بہکانے سے بغاوت کی۔ اور شاہی لشکر کو بھی ہزار سوار جمع کر کے شکست دی۔ مگر یوسف اڑدو نے شاہی فوج سے محاصرہ کیا باغی بڑے بہادر تھے اور دونون بھائی باہر نکل کر محاصرین پر حملہ کرتے تھے۔ لیکن ایک روز دونون محمد اور خواجہ رات کے وقت بھی قلعہ سے باہر محاصرین کے مقابلہ پر جمے رہے۔ اسی مین بعض لوگون نے بہاوالدین کا سر کاٹ ڈالا۔ اور یوسف اڑدہ کے آدمیون نے جاکر قلعے پر قبضہ کر لیا۔ تاہم یہ دونون بھائی ایسے لڑے کہ وہین وہ

اور اُنکے رفیق کل کے کل مارے گیے - اِس فتح کے بعد محمود شاہ بہت تھوڑے دن جیا - یکم رجب ۷۹۹ھ کو بعارضہ تپ محرقہ اِس جہان فانی سے سدھارا - اور دوسرے روز اُسکے لایق فایق وزیر سیف الدین غوری نے بھی ایک سو سات برس کی عمر مین شربت کل نفس ذایقہ الموت کا مزہ چکھا - حقیقت مین یہ شخص بڑا عقلمند اور خاندان بہمنیہ کا خیرخواہ تھا - اُسکے ایام حیات مین سلطنت پر کئی مرتبہ سخت صدمے آئے مگر اس نے دانشمندی سے اُن سب خطرات سے اُسے محفوظ رکھا -

۷۹۹ء

غیاث الدین بن سلطان محمود شاہ

۸۹ - غیاث الدین کی تخت نشینی

غیاث الدین اِس کا بڑا بیٹا سترہ برس کی عمر مین تخت سلطنت پر بیٹھا اور تمام کاروبار باپ کے ہی طرز پر کرنے لگا - احمد بیگ قزوینی کو عہدہ پیشوائی اور محمد خان خلف اعظم ہمایون کو خدمت سر نوبتی کی عنایت کی - اور جب صفدر خان کی ایلچپور سے مرنے کی خبر آئی تو اُسکے بیٹے صلابت خان کو اسکی جگہ مقرر کر دیا -

شمس الدین بن سلطان محمود شاہ

۹۰ - تغلچین کا غیاث الدین کو تخت سے اُتار کر شمس الدین کو تخت پر بٹھانا -

مگر تغلچین محمود شاہ کا ایک معتبر غلام جو منصب وکالت کا امیدوار تھا اور اپنے بیٹے حسین خان کو سر نوبت کرانا چاہتا تھا اُس سے جل گیا - جب یہ بات غیاث الدین کو معلوم ہوئی تو اسکو بھی ناگوار گذرا اور ناتجربہ کاری کے باعث تامل اندیشی نہ کرکے ضد سے کہنے لگا کہ غلامون کو حکومت دینا اور مخلوق کو جسمین سادات عظام بھی شامل ہوتے ہین اُن کا مطیع کرنا بادشاہون کے لیے امر قبیح ہے اِس سبب سے تغلچین نے بادشاہ کے قتل کی تجویز کی اور اُسے دعوت کے بہانہ سے بُلایا - چونکہ اُسکی بیٹی بڑی خوبصورت تھی غیاث الدین سمجھا کہ شاید اسے پیشکش کرنیکے لیے یہ دعوت کی گئی ہی وہ بے کھٹکے خوشی خوشی

اِس کے گھر چلا گیا۔ دعوت کے بعد محمود شاہ جب مے خوشرنگ سے خوب مست ہوگیا تو تغلچین نے اسی پکڑ جکڑ کر اسکی دونون آنکھین نکال لین اور اُسکے بڑے بڑے امیرون کو اُس کے نام سے اندر بلوا کر قتل کر دیا۔ اور پھر شمس الدین اُسکے چھوٹے بھائی کو تخت سلطنت پر بٹھا کر خود ملک نایب اور امیر الامرا بنگیا۔ اور شمس الدین کی مان کا لقب مخدومہ جہان رکھدیا اور وہ تغلچین سے حد سے زیادہ مل گئی۔ للعاقل تکفیہ الاشارہ یہ واقعہ ۷۔ رمضان ۷۹۹ھ کا ہے۔

۷۹۹ھ

سلطان فیروز شاہ بن داود شاہ

۵۱۔ فیروز خان کا بادشاہ ہونا

جب شمس الدین تخت پر بٹھایا گیا تو اسکی عمر ۱۵۔ سال کی تھی۔ چونکہ اسنے غیاث الدین کا حال دیکھ لیا تھا اس سبب سے صرف سلطنت کے نام پر قناعت کرلی تھی باقی تمام اختیار تغلچین ترکی غلام کو تھا شمس الدین کی مان بھی اُسی کے کہنے مین تھی جو کچھ وہ کہتا تھا وہی کرتی تھی مگر تغلچین کی بدمعاشی کے باعث اُس کے دشمن بھی بہت تھے۔ داود شاہ کے تین بیٹے تھے محمد سنجر اندھا فیروز خان احمد خان۔ باپ کے قتل پر ان آخری دو بچون کی عمر جو ایک ہی بطن سے تھے چھ سات برس سے زیادہ نہ تھی۔ محمود شاہ نے میر فضل اللہ انجو کو سپرد کر کے انھین شاہزادون کی طرح اچھی تعلیم دلوائی تھی۔ تیراندازی چوگان بازی مین انھین خوب مہارت تھی اور میر فضل اللہ انجو شاگرد ملا سعد الدین تفتازانی ان کا اُستاد تھا۔ محمود شاہ انسے بہت محبت کرتا تھا یہان تک کہ اپنی دو بیٹیون سے ان کی شادی بھی کردی تھی جب تغلچین نے غیاث الدین کو اندھا کر کے سلطنت سے اُتار دیا تو اسکی بہنون نے فیروز خان اور احمد خان کو انتقام کے لیے برانگیختہ کیا اور تغلچین اور مخدومہ جہان نے یہ سُنکر ان سے خاطر جمع ہونیکے لیے ان کے قتل کی فکر کی اور شمس الدین کو ان کی طرف سے بھڑکا کر قتل کے لیے راضی کرلیا۔ مگر یہ دونون خبر پاکر ساغر کو بھاگ گیے۔ اور وہان کا حاکم سدہو نام جو شاہان بہمنیہ کا غلام تھا ان کو پناہ دینے

کے لیے آمادہ ہوا اسلیے فیروز خان نے شمس الدین کو لکھا کہ ہم تمہارے تابع ہین ہمارا مقصد صرف تغلچین کو سزا دینا ہے اگر اُسکو سزا دیدی جاے تو پھر ہمکو تم سے کچھ پرخاش نہوگی مگر وہان تو تغلچین کا ہی اختیار تھا۔ ایسا جواب آیا کہ جس سے فیروز خان اور احمد خان کو بجز دشمنی کے اور کچھ چارہ باقی نہ رہا لاچار سدہو کے تین ہزار آدمی لیکر گلبرگہ کو اس خیال سے چلے کہ تغلچین سے امرا ناراض ہین وہ ہم سے آکر ملجائینگے مگر جب بھیتوا ندی سے گذر گیے اور کوئی امیر نہ آیا تو انہین بڑی تشویش ہوئی مگر پھر ہمت کرکے چتر شاہی فیروز خان نے لگایا اور احمد خان کو امیر الامرا اور سدہو کو سر بنوبت اور اور امیرون کو مناسب خطاب دیے۔ اور آگے بڑھکر گلبرگہ کے قریب چار کوس پر جا پہونچے۔ تغلچین بھی شمس الدین کو لیکر مع فوج مقابلہ کو آیا اچھی اچھی طرح طرفین سے حملے ہوئے آخر کو فیروز خان اور احمد خان بادشاہی فوج سے شکست کھاکر ساغر کو واپس بھاگے اب تو تغلچین اور مخدومہ جہان کا عروج اور بھی بڑھ گیا جس سے اُمرا کے دل مین اُنسے نفرت پیدا ہوگئی۔ اس لیے فیروز خان کو اُنھون نے پیغام بھیجا کہ اگر تم گلبرگہ چلے آؤ تو یہان کوئی صورت اچھی پیدا ہوجائیگی اس مصلحت سے فیروز خان نے شمس الدین کے پاس میر غیاث الدین پسر میر فیض اللہ انجو اور کمال الدین طویل القد کو بھیجکر لکھا کہ جو کچھ قصور و خطا ہم نے کیے اُنہین معاف فرمائیے اور امان نامہ لکھدیجئے تو ہم دونون بھائی دار الخلافت مین آکر قدمبوسی کو حاضر ہون مخدومہ جہان اور تغلچین تو ان کو اپنے قابو مین لانیکے لیے اسی فکر مین تھے ہی فوراً شمس الدین سے امان نامہ لکھوا کر بھیجدیا۔ فیروز خان اور احمد خان ششش و پنج مین تھے کہ جائین یا نہ جائین کہ اسی عرصہ مین ایک کشمیری فقیر نے آکر باآواز بلند کہا۔ کہ فیروز خان روز افزون ہین تجھے گلبرگہ لیجانیکے لیے آیا ہون ایسی باتین گو فی الواقع زٹل ہوا کرتی ہین۔ اُن سے کچھ ہو نہین سکتا مگر ہمت دلانیکے لیے معتقدین پر ایک جادو کا سا اثر کرتی ہین۔ اور

دنیا مین اسے تائید غیبی کے نام سے مشہور کرتے ہین اون سے بڑے بڑے فائدے اور بڑی
بڑے کام ہوجایا کرتے ہین۔ اسکو دونون بھائیون نے اپنے لیے نیک فال سمجھا اور گلبرگہ
چلے آئے۔ بادشاہ نے خلعت عنایت کیا۔ مگر فیروزخان اور تغلچین اپنی اپنی ہوشیاری کرتے
تھے اور ایک دوسرے کی فکر مین تھے۔ چنانچہ دو ہفتے بعد ۲۰ صفر ۸۰۰ھ کو قلعہ مین فیروزخان ۸۰۰ھ
بارہ[۱۲] سلحدارون کو لیکر گیا۔ اور حسب قرارداد ایک ایک دو دو ہوکر تین سو سپاہی پیچھے سے اور قلعہ
مین چلے گیے۔ اسی مین فیروزخان نے احمدخان کو بھی بلایا۔ جب وہ بھی آگیا تو فیروزخان نے
تغلچین سے کہا کہ میرے دو تین دوست کہین سے آئے ہین اور وہ بادشاہ کو سلام کرنا چاہتے
ہین اگر اجازت ہو تو اُن کو بلالون تغلچین نے خلاف مآل اندیشی اس کی بادشاہ سے اجازت
حاصل کرادی اور احمدخان اُن کے بلانیکے واسطے باہر آیا اور بارہ[۱۲] سلحدارون کو اندر لیے چلا آیا۔
دربانون نے انھین ہتھیاربند دیکھکر روکنا چاہا۔ اور حجت شروع کی احمدخان نے اُن دربانون کو قتل کیا اور
اندر گھس گیا پہلے جاتے ہی تغلچین کے بیٹے کو قتل کر ڈالا شمس الدین بھاگ کر ایک تہ خانہ مین
جا چھپا اور پھر تغلچین اور وہ گرفتار کیے گیے اور فیروزخان کے باقی سلحدارون نے قلعہ پر قبضہ کرلیا
تمام ارکین دولت آکر حاضر ہوگئے۔ فیروزخان تخت فیروزہ پر بیٹھا اور روزافزون شاہ اپنا لقب
رکھا۔ اور سلطان علاؤالدین حسن کی تلوار اپنی کمر مین باندھی۔ جب چند روز کے بعد امن وامان ہوگیا
تغلچین کو غیاث الدین کے حوالے کرکے قتل کرادیا۔ اور شمس الدین کو اندھا کرکے مخدومہ جہان
کے ساتھ مکہ معظمہ جانے کی اجازت دی اور پانچ ہزار فیروزشاہی طلائی سکہ سالانہ بمد معاش
بھیجتا رہا۔ ۸۱۰ھ مین شمس الدین مدینہ منورہ مین مرگیا۔ فیروزخان نے اپنے بھائی احمدخان ۸۱۰ھ
کو امیرالامرا خان خانان کا خطاب دیا۔ اور میر فضل اللہ اپنے استاد کو ملک نایب کرکے وکیل
سلطنت مقرر کیا۔

۹۲- فیروز شاہ کا مذہب امامیہ کے بموجب متعہ کی حلت پر عمل اور اُسکی عادات و اطوار -

اگرچہ یہ بادشاہ نماز روزہ کا پابند تھا- مگر چھپ کر شراب بھی پیتا اور گانا بھی سُنتا تھا اور عورتون کی فراہمی کا بہت ہی شوق رکھتا تھا- اور چونکہ اہل سنت کے یہان چار بیبیون سے زیادہ نکاح کرنا جایز نہین ہے اس سبب سے وہ بہت شش و پنج مین رہا کرتا تھا- بعض علما نے یہ راے دی کہ چار نکاح کیجے پھر انہین طلاق دیدیجیے اور پھر چار نکاح نئے کر لیجیے اور اسیطرح سلسلہ جاری رکھیے- مگر اسے فیروز شاہ نے پسند نہ کیا آخر میر فیض اللہ انجو سے راے لی- اُسنے مرضی پاکر بادشاہ سے کہا کہ حضرت رسول مقبول کے زمانے مین متعہ جایز تھا- مگر حضرت عمرؓ خلیفہ ثانی نے اس کو موقوف کر دیا ہے- اور اب بھی فرقۂ امامیہ مین جو اہل اسلام کا ایک فرقہ ہے یہ عمل جاری اور مباح ہے اگر بادشاہ اُسپر عمل کرے تو یہ دقت رفع ہو سکتی ہے اسپر علماے سنت نے بڑی بحث کی- مگر جب صحیح بخاری اور مشکوۃ شریف مین دیکھا گیا تو حدیثین اسکی تائید مین نکل آئین آخر کار بہت سے بحث و مباحثہ کے بعد بادشاہ نے امامیہ طریق کے مطابق متعہ کی حلت کو اپنی ضرورت کے لیے تسلیم کیا- اور ایک ہی دن مین آٹھ سو عورتون سے متعہ کیا- اور اسطرح پر دکن مین مذہب شیعہ کے رواج کا یہ پہلا زینہ قایم ہوا گو فیروز شاہ پکا سُنی تھا مگر اس متعہ کی وجہ سے اُسے اہل شیعہ سے میل جول کرنا پڑا اسی سبب سے سُنیون سے زیادہ سیدون کی خاطر اسے بہت منظور تھی- وہ پہلا بادشاہ ہے جس نے اپنی بیٹیان سیدون کو دین اور اُن کی بیٹیان اپنے بیٹون کے لیے لین- میر فیض اللہ انجو کی دختر کا نکاح اپنے بیٹے شاہزادہ حسن خان سے کیا- اور اپنی بیٹی جو سلطان محمود شاہ کی دختر کے بطن سے تھی صدر جہان کے بیٹے میر شمس الدین انجو کو دی- اور اُسے دولت آباد کا طرفدار بنا دیا- انہین عورتون کے عشق مین واری کے ریلوے اسٹیشن سے پندرہ[۱۵] میل پر اُسنے ایک شہر فیروز آباد بھیما ندی کے کنارے بسا کر اُسی اپنا تخت گاہ

بنایا اور دریا سے نہر کاٹ کر اُسمین جاری کی اور اچھے اچھے عالیشان مکان اسمین بنوائے اور
اون مین اپنی عورتون کو رکھا۔ اور ہر ایک مکان مین نہر پہونچائی چونکہ عورتین بہت کثرت سے تھین
اسلیے ضابطے مقرر کیے اور مادام الحیات اُن ضوابط سے تجاوز نہ کیا۔ اُسکی عورتین اپنے
اپنے جدا جدا محلون مین رہتی تھین دکھنی محل یعنی دختر سلطان محمود شاہ کی سب سے بڑی عزت
تھی۔ اِس کے بعد عربی محل تھا اور اسیطرح ہر ایک کا درجہ مقرر تھا۔ ہر بی بی کے تین تین خادم
ہوتے تھے۔ یہ خادم عورتین اُسی ملک کی اور وہی زبان جاننے والی ہوتی تھین کہ جس ملک
کی بی بی ہوتی تھی۔ چونکہ عربی زبان سے اُسے زیادہ رغبت تھی۔ اسلیے عربی محل کی تو خادمہ
تھین۔ یہ تاکید تھی کہ اُس محل مین اور نیز کسی اور محل مین کوئی دوسرا شخص نہ جائے جو اُنکی زبان
کے سوا دوسری زبان جانتا ہو۔ اور اسوجہ سے اُسکے کارپرداز دور دور ملکون مین رہتے تھے
کہ جب کوئی خادمہ مرجاتی یا نکالی جاتی تو اُسکی جگہ دوسری خادمہ مقرر کرنے کے لیے وہانسے
وہ عورتون کو بھیجا کرتے تھے۔ اُسکی عورتون مین چرکسی ترکی روسی گرجی فارسی خطائی
فرنگی افغانی گجراتی تلنگی بنگالی کنڑی مرہٹی راجپوتی وغیرہ بولیان جاننے والی عورتین
تھین۔ ہر ایک محل مین ایک رات شب باش ہوا کرتا اور بی بی سے اُسکی زبان مین ہمکلام ہوتا
تھا۔ اور کچھ ایسا شیرین کلام اور خوش اخلاق تھا کہ ہر ایک عورت یہ سمجھتی تھی کہ بادشاہ مجھکو سب سے
زیادہ چاہتا ہے با وجود شراب خواری اور ایسی زناکاری کے بھی فیروز شاہ مین بعض باتین ایسی
تھین کہ جس سے مورخین نے اسے متشرع لکھا ہے وہ ہر روز ربع پارہ قرآن شریف لکھا کرتا تھا
علما کی صحبت کو نہایت ہی پسند کرتا تھا تمام تمام رات دو دو اور تین تین پہر دن مین علم کی بحثین
کرتا تھا۔ مشایخ شعرا اُسکی محفل مین جمع ہوتے ۔ ندیم اور خوش طبع قصہ گو اُسکی مجلس کو گرم
رکھتے تھے اور اُس خلوت کے اوقات مین وہ بالکل بے تکلف رہتا تھا۔ اپنے دوستونکو

تکلف کرنیکی ممانعت کرتا تھا۔ مگر حکم تھا کہ ایسے وقت مین کوئی کاروبار دنیوی کی باتین نہ کرے اور
نہ ایک دوسرے کی بدگوئی اور غیبت کرے۔ باقی شراب وکباب جیسا دل چاہتا وہ پیتا کھاتا کچھ
ممانعت نہ تھی فیروزشاہ کو اہل کمال کی صحبت اور ملکون کے عجایب وغرایب دیکھنے کا بڑا
شوق تھا۔ اُسکا معمول تھا۔ بندر گوا و اہل چیول سے ہرسال جہازات اطراف وجوانب مین
بھیجا کرتا اور ملکون سے تحفہ تحایف منگاتا۔ اہل ہنر کو بلاتا۔ اور اُن کی قدر ومنزلت کرتا۔ ملا داود
بیدری نے تاریخ تحفۃ السلاطین اسکی نام پر لکھی ہے۔ اُسمین لکھا ہے کہ علوم معقول ومنقول
مین اسکی پوری استعداد تھی۔ مشکل سے مشکل کتابین سمجھتا تھا۔ تفسیر اصول حکمت طبعی ونظری
مین کامل مہارت تھی اصطلاحات صوفیہ سے خوب واقف تھا۔ ہفتہ مین تین روز شنبہ
دوشنبہ چہارشنبہ کو طالب علمون کو خود سبق پڑھایا کرتا تھا۔ ریاضی مین زاہدی اور شرح تذکرہ
اور کلام مین شرح مقاصد اور ہندسے مین تحریر اقلیدس اور نیز مطول ملا سعد الدین تفتازانی
کے بھی ہوا کرتی تھی اس کی علمی لیاقت محمد تغلق کی علمی لیاقت سے اچھی معلوم ہوتی ہے۔ قوت
حافظہ غضب کی تھی کہ جو بات کبھی سُن لیتا اُسکو کبھی فراموش نہ ہوتی تھی۔ اشعار کو خوب سمجھتا اور
خود بھی شعر کہتا تھا تخلص اُسکا عروجی اور فیروزی تھا۔ اُسکے اشعار مین ایک قطعہ یہ ہے ؎

در آتش ہرزہ فکر زائل نکنی * اندیشہ بہر خیال مائل نکنی
این نقد خزینۂ دماغ است بکوش تا صرف بجنسہاے باطل نکنی

توریت انجیل اور اور مذہب کی کتابین بھی پڑھا کرتا ہر مذہب کے علما بیش قرار تنخواہون پر مقرر تھے
تحقیقات مذاہب کا بڑا شایق تھا کہتا تھا کہ ہمارا دین اسلام سب دینون سے اچھا ہے۔ کسی
مذہب مین شراب حرام اور عورتون کو اجنبی مردون سے روپوشی کا حکم نہین ہے یہ ہمارے ہی
مذہب مین ہے۔ فلسفہ خصوصاً علم ہیئت سے اسے بڑا شوق تھا۔ علم ہیئت کے آلات بنوائی تھے

۸۱۰ھ سنہ ۸۱۰ھ مین بمقام دولت آباد ایک رصدگاہ بھی بنوائی تھی اور سید محمود گازرونی اور حکیم حسن گیلانی وغیرہ بڑے بڑے علما کو اُسپر مقرر کیا تھا مگر بعض وجوہ سے خصوصاً حسن کے مرجانے سے وہ ناتمام رہ گیے - دکن مین جو منصبداری پگڑی کا رواج ہے وہ دراصل اسی بادشاہ کی ایجاد ہے اُس نے اپنا تاج پگڑی کی شکل پر بنوایا تھا - اور اُسکو جواہرات سے خوب زینت دی تھی اُسکے زمانہ سے اِس طرز کی پگڑیان بننا شروع ہوئی ہین -

۹۳ - بیجانگر پر فوجکشی اب یہ بھی نہ سمجھنا چاہیے کہ یہ بادشاہ بزم کے کامون مین ایسا رنگیلا عیش پرست دانا عالم ضابطہ کا پابند اور بدمست تھا - وہ رزم کے کامون مین اس سے بھی زیادہ چست وچالاک بہادر ذی ہمت اولعزم تھا اوسکے ایّام حکومت مین چوبیس ۲۴ بڑی چھوٹی لڑائیان ہوئین - اور اُن سب مین اکثر وہ بذاتِ خاص شریک رہا ہے اور بہت محنتی سپاہیون سے زیادہ اپنے اوپر مصیبت اُٹھائی ہے - اِس کے بادشاہ ہونے سے پیشتر غیاث الدین اور شمس الدین کی حکومت مین بدنظمی پھیل گئی تھی - اور بیجانگر کی زبردست حکومت کو بہمنی سلطنت سے ہمیشہ عناد رہا کرتا تھا - وہ ایسے موقعے ہمیشہ ڈھونڈتے تھے - اسوقت موقع مناسب سمجھکر دیورا‌ے نے جو اُب کشن را‌ے کا جانشین ہوا تھا سنہ ۸۰۱ھ مین بیس ہزار سوار اور نولاکھ پیادہ کماندار اور تفنگچی جمع کیے اور مدگل رایچور وغیرہ پرگنات مابین دوآب کی تسخیر کے لیے باگ اُٹھائی - فیروز شاہ بھی ساغر مین آیا - اور اپنی فوج کو بلاکر ملاحظہ کیا - بارہ ہزار سوار نکلے اِس گرد ونواح مین ایک زمیندار کولیون کا راجہ تھا جو اکثر فتنہ اُٹھایا کرتا تھا - اول فیروز شاہ نے اُسی پر ہاتھ صاف کیا اور آٹھ سات ہزار کولیون کو مار اُسکی طرف سے بے کھٹکے ہوگیا - اور جب دولت آباد اور برار کا لشکر بھی آگیا تو دیورا‌ے کیطرف کوچ کا ارادہ کیا - مگر یکایک خبر پہونچی کہ نرسنگہ والی کھرلہ نے بامداد سلطان مانڈو واسیر دیورا‌ے کی تحریک سے برار مین تاخت کی ہے

اور ماہو تک آگیا ہے اور مسلمانون کی خرابی اور بربادی مین کوئی دقیقہ فروگذاشت نہین کیا ہے
اسلیے فیروزشاہ نے لشکر برار اور دولت آباد کو اُسکے رفع کے لیے بھیجدیا اور اب صرف
بارہ ہزار فوج پایہ تخت کی لیکر دیورا ے کی تادیب کو چلا - موسم برسات کے باعث کشنا
لبالب تھی - دیورا ے نے تمام گھاٹون کا خوب بندوبست کرلیا تھا کہ مسلمان اُترنے نہ پائین
فیروزشاہ نے اراکین سلطنت اور سرداران سپاہ کو جمع کر کے مشورہ کیا اور مشورہ کے بعد
مجلس برخاست ہوئی - اور اُسکی تعمیل اسطرح ہوئی کہ قاضی سراج جو ایک ادنی درجہ کا امیر تھا
بارہ آدمی لیکر دریا سے پیر کر اُتر گیا - اور ایک رنڈی کا عاشق بنا - اور اُسکو بہت سا روپیہ دیکر اور
اپنا کمال عشق جتا کر رنڈی کو اِس بات پر راضی کیا کہ وہ اُسے اپنے مندل نوازون مین دیورا ے
کے بیٹے ولیعہد کی محفل نشاط مین لیجا ے - چنانچہ رات کے وقت قاضی صاحب اور ایک ہمراہی
دو شخص رنڈی کے ساتھ زنانہ لباس مین اندر چلے گیے اور ناچتے ناچتے جیسے مسخرون اور
اس قسم کے لوگون کا دستور ہے ننگی تلوارین بطور تماشے کے لے انعام مانگنے کے لیے دیورا ے
کے بیٹے کے قریب تک پہونچ گیے اور اُسکو عین محفل مین قتل کر ڈالا اور باقی آدمی بھی جو باہر
منتظر کھڑے تھے اندر گھس گیے - اور جس نے سامنا کیا اُن کو زندہ نہ چھوڑا - چونکہ رات
اندھیری تھی اپنا کام کر کے ادھر اُدھر کونون مین چھپ گیے - اب شور ہوا کسی نے کہا کہ
فیروزشاہ مع فوج کے دریا سے اُتر آیا کسی نے کہا راجہ دیورا ے اور اُسکا بیٹا دونون مارے گیے
کسی نے کہا کہ مسلمانون کی کچھ فوج شب خون مارنے کو چلی آئی ہے - غرض کہ تمام لشکر مین
افراتفری پڑگئی - پندرہ کوس طول مین لشکر پڑا ہوا تھا صحیح خبر کا ملنا غیر ممکن تھا ہر ایک کے دل
مین جو آیا وہ کرنے لگا اس شور کو سنتے ہی اِدھر اُدھر ٹوکرون مین جو اسی غرض سے بنوای
گیے تھے اور جن پر چمڑے منڈھے ہوے تھے دو سو آدمی بڑے بہادر سپاہی فیروزشاہ کی

لشکر سے اُتر آئے اور گھاٹ کو جہاں ہندو خود بدحواس ہو رہے تھے لے لیا۔ اور صبح تک فیروز شاہ بھی اُس گھاٹ سے فوج لیکر اُتر آیا۔ اب ہندو ایسے گھبرائے ہوئے تھے کہ سوا بھاگنے کے اور کچھ بن نہ آیا۔ دیورائے اپنے بیٹے کا تابوت لیکر صبح پو پھٹنے سے پہلے بھاگ نکلا اور بیجانگر مین جاکر پناہ لی۔ اگرچہ ہندؤن کی فوج کئی مرتبہ راستے مین مقابل ہوئی مگر ہر مرتبہ شکست پائی۔ اور فیروز شاہ لڑتا بھڑتا بیجانگر تک جا پہونچا۔ ہندؤن کی جانب کشتون کے پشتے لگ گیے اب فیروز شاہ نے راجہ کا تعاقب چھوڑا اور احمد خان اور میر فیض اللہ کو بیجانگر کے جنوبی ممالک کی تاخت و تاراج کے لیے روانہ کیا اور قاضی سراج کو اعلیٰ درجہ کا امیر بناکر احمد خان کے ساتھ جانے کی اجازت دی۔ چونکہ اس تاخت مین مسلمانون نے کثرت سے ہندو گرفتار کیے۔ اور ملک کو لوٹ سے تباہ اور غارت کر دیا۔ اسلیے دیورائے کے سردارون نے دیورائے کو صلح کرنیکے لیے نہ صرف ترغیب دی بلکہ تنگ کیا۔ آخر لاچار دیورائے نے انہین امرا کو اختیار صلح دیکر فیروز شاہ کے پاس بھیجا چنانچہ ایلچی آئے اور میر فضل اللہ وکیل شاہی سے بہت سی گفت و شنید کے بعد یہ ٹھیرا کہ ہندو دس لاکھ ہُون بادشاہ کو اور ایک لاکھ میر فیض اللہ کو دین اور بادشاہ اُن کے قیدیون کو چھوڑ دے اس روپیہ مین چھ لاکھ ہُون برہمنون اور اور رعایا نے اور پانچ لاکھ دیورائے نے دیئے تھے۔ میر فیض اللہ نے یہ سب روپیہ لیکر داخل خزانہ شاہی کیا۔ سوائے اسکے تنگ بھدرا کا شمالی علاقہ اس تاریخ سے سلطنت بہمنیہ مین شامل ہوگیا۔ اور فیروز شاہ نے پولاد خان ولد صفدر خان سیستانی کو اُس کے انتظام کے لیے مقرر کیا اور آپ گلبرگہ مین آکر کچھ روز آرام کیا۔

۹۴ ۔ نرسنگہ راجہ گونڈوانہ کی سرکوبی اب نرسنگہ والی کھرلہ کی سرکشی کا بدلہ لینا ضرور تھا اس لیے ابتدائے ۸۰۲ھ مین فیروز شاہ برار کی طرف متوجہ ہوا۔ اور شکار کھیلتا ہوا ماہور مین پہونچا۔ وہان کا

زمیندار جو نرسنگہ سے مل گیا تھا اب حاضر دربار ہوا۔ اور پیش کش بھی لایا۔ چونکہ نرسنگہ کی حکومت بھی
کچھ چھوٹی نہ تھی تمام گونڈوانہ کا کوہستان اور بہت سا علاقہ خاندیس اور اوڑیسہ کا اُس کے
زیر حکومت تھا۔ اور والی خاندیس کو اُس سے کھٹکا تھا۔ اسلیے اُدھر سے صاف جواب ملا۔ مگر
وہ باوجود عدم امداد دو منزل کھرلہ سے فیروز شاہ کے مقابلہ کو آیا۔ جب فیروز شاہ نے دیکھا کہ
اور کوئی امداد پر نہیں ہے اوسنے صرف خانخانان اور میر فضل اللہ کو اُسکے مقابلے کے لیے بھیجا
اگرچہ اُس سے اطاعت کے لیے کہا گیا۔ مگر وہ ایسے زور پر تھا۔ کہ ایک نہ سُنی چنانچہ لڑائی ہوئی
بہت سے مسلمانون کی فوج اور شجاعت خان دلاور خان رستم خان و بہادر خان بڑے بڑے
سرداران بہمنیہ مارے گیے۔ اور تمام لشکر اسلام متفرق ہوگیا۔ احمد خان اور فضل اللہ جو میمنہ
اور میسرہ پر تھے حیران و پریشان کھڑے کے کھڑے رہگیے۔ اتنے مین فضل اللہ کو خبر آئی
کہ احمد خان بھی مارا گیا مگر اس نے اُسوقت دانائی کی اور لوگون سے کہا کہ اس خبر کو جہانتک ہوسکے
مخفی رکھین اور خود ایک بلند مقام پر چڑھ کر نقارہ شادیانہ بجادیا اور مشہور کردیا کہ فیروز شاہ خود کمک
لیکر آگیا یہ سُنتے ہی ان مسلمانون کی ہمت بندھی جنکے میدان جنگ سے قدم اُکھڑ گیے تھے وہ
فوراً واپس پھرے اور احمد خان کے زندہ ہونیکی خبر سُنکر اور بھی ان کے دل بڑھے۔ اب وہ ہندو پر
ایسے جھپٹے کہ کونسل راے پسر نرسنگہ کو گرفتار کرلیا۔ نرسنگہ بھاگا اور قلعہ کھرلہ تک مسلمانون نے
اُسکا تعاقب کیا۔ دس ہزار ہندو مارے گیے۔ دو مہینے تک قلعہ کا محاصرہ ہوا آخر لاچار نرسنگہ
احمد خان اور میر فضل اللہ کے حکم سے فیروز شاہ کے پاس ایلچپور حاضر ہوا اور بڑی منت و خوشامد کے
بعد اپنی بیٹی کا فیروز شاہ کو ڈولا بھیجا۔ اور چالیس ہاتی پانچ من سونا پچاس من چاندی وغیرہ خزانہ
مین داخل کی۔ مسلمانون کا ہمیشہ سے قاعدہ ہے کہ زبون دشمن کی منت و خوشامد سے جلد راضی
ہوجاتے ہین فیروز شاہ راضی ہوگیا اور قلعہ اور ملک پھر اُسیکو بوعدۂ اطاعت حسب دستور سابق بخشدیا

اور حسن آباد گلبرگہ کو واپس آیا۔ اس جلد وین میر فضل اللہ کو برار کی سرلشکری عنایت فرمائی سچ ہے کہ مسلمان جیسے جنگ آور دشمن کے مقابلہ مین بہادر اور بید ہڑک ہین اُس سے بہت زیادہ مجبور حریف کے اوپر رحم کرتے ہین جسکا کہ وہ درحقیقت مستحق ہوتا ہے۔ اگر یورپ مین سلطنت ہوتی تو اس وقت بیجانگر اور گونڈوانہ کے راجاؤن کا بیج بھی نہ چھوڑتے چہ جاے کہ اُن کا ملک فیروز شاہ نے بالکل ویسا ہی رہنے دیا۔

۹۵ فیروز شاہ کا امیر تیمور کی خدمت مین ایلچی بھیجنا

اس زمانہ مین دہلی کے بادشاہ فیروز شاہ تغلق محمد تغلق کے چچازاد بھائی کا ابھی انتقال ہوا تھا گو اسکی سلطنت فتوحات کے لحاظ سے نہین تو بھی ملک داری کی حیثیت سے ایسی سرسبز حالت مین تھی کہ اس سلطنت کو ایسا مبارک زمانہ بہت کم ملا ہی اُس کی خوشحالی کو دیکھکر امیر تیمور صاحب قران شاہنشاہ سمرقند ہندوستان کو آیا اور بے انتہا مال و دولت یہان سے لے گیا۔ یہ بادشاہ ایسا زبردست اور وسیع ملک کا مالک ہوا ہے کہ دنیا کی تاریخ مین کوئی نظیر نہین آتا گو اُس زمانے کے دستور کے موافق اُس کے ملک کی حدین آجکل کی طرح منضبطانہ تھین مگر پھر بھی کہہ سکتے ہین کہ ایشیا مین بہت تھوڑا حصہ اُسکی سلطنت سے باقی رہگیا تھا تاتار کی مشرقی حد سے لیکر بحر اسود تک مغرب مین اور عراق عرب اور ہندوستان خاص سے لیکر سائبریا اور روس تک سب ملک اُسکے زیر حکومت تھا۔ اُسکی فوج ایسی بلا کی تھی کہ اُسکا سامنا کرنا ایک امر محال تھا۔ تمام بادشاہ اُسکے نام سے تھراتے تھے۔ غرض کہ اس زمانہ مین یہ مشہور ہوا کہ امیر تیمور جس نے ایک مرتبہ ہندوستان کو لوٹ کر خاک سیاہ کر دیا تھا اب پھر آنیوالا ہی۔ اسلیے فیروز شاہ نے براہ دوراندیشی میر تقی الدین داماد میر فضل اللہ انجو اور مولانا لطف اللہ سبزداری کے ہاتھ بہت سی تحفون کے ساتھ ایک عرضی باظہار اتحاد و اطاعت لکھکر بھیجی۔ امیر تیمور کے یہان ان ایلچیونکی بڑی خاطر ہوئی اور چھ مہینے تک بطور مہمان کے وہان رہے اُس زمانہ مین دستور تھا۔ کہ جس قدر

خاطرداری منظور ہوتی تھی اُسیقدر زیادہ ایام تک ایلچیون کو مہمان رکھا جاتا تھا۔ القصہ امیر تیمور نے ایلچیون کو رخصت کیا اور ایک فرمان فیروزشاہ کے نام بھیجا کہ جسمین اُسکو چتر اور جمیع لوازم شاہی کے رکھنے کی اجازت عطا کی جب یہ خبر دکن گجرات مالوہ وغیرہ مین مشہور ہوئی تو ہر ایک کو فیروزشاہ سے حسد اور خوف پیدا ہوا۔ اور پوشیدہ ہی پوشیدہ اُسکی تخریب کے درپے ہوئے۔ اور سلطنت بہمنیہ کے پُرانے دشمن راے بیجانگر کو بھڑکایا۔ اور امداد و اعانت کا وعدہ کیا جس سے اُس نے دو تین سال متواتر خراج معمولی نہ بھیجا۔ اور چونکہ فیروزشاہ بھی دوسرے معاملات مین مصروف تھا اس سبب سے وہ بھی اِدھر متوجہ نہوا اور مناسب موقع کے انتظار مین رہا۔

۹۶۔ ایک سُنارن کے واسطے دیورا ے کی چڑھائی

علاقہ مدگل مین ایک زرگر کی لڑکی پرتھال نام نہایت خوبصورت تھی اُسکو بیجانگر کا ایک برہمن جو بنارس کو جاتا تھا راستہ مین اِس زرگر کے مکان پر کچھ دنون رہکر دیکھ گیا تھا۔ جب اُس نے اُسکی خوبصورتی کا تذکرہ دیورا ے کے سامنے کیا تو وہ اُسپر غائبانہ فریفتہ ہوگیا۔ نکولو کونٹی جو ۱۴۲۰ء اور ۱۴۲۱ء کے درمیان بیجانگر کو آیا تھا لکھتا ہے کہ بیجانگر کے راجہ کی بارہ ہزار عورتین ہین۔ چار ہزار تو پیادہ پھرا کرتی اور رسوئی کا کام کیا کرتی ہین۔ اور چار ہزار گھوڑون پر اور چار ہزار جھپانون مین سوار ہوتی ہین۔ ان جھپانون والی عورتون مین سے راجہ اس شرط پر دو ہزار کو اپنی بیبیان بنایا کرتا ہے کہ وہ راجہ کے مرنے پر ستی ہو جائین۔ گو راجہ کی بی بی ہونا بڑی عزت کی بات ہی مگر اس سبب سے کوئی عورت راجہ کے گھر مین جانا مشکل سے پسند کرتی تھی اور یہی وجہ تھی کہ برہمن کی وساطت سے پرتھال اُسکو نہ مل سکی اسپر راجہ خود بہت سی فوج لیکر دریاے تنگ بھدرا تک آیا۔ اور پرتھال کے پکڑنے کو ششنہ صدہین حماقت سے پانچہزار فوج لیکر مدگل پر حملہ آور ہوا اگرچہ وہ لڑکی راجہ کے گھر اسوجہ سے

جانا نہ چاہتی تھی کہ جب راجاؤن کے گھر مین کوئی عورت داخل ہوجاتی ہے تو اُسکا باہر نکلنا دشوار ہوجاتا ہے اور پھر مان باپ تک سے بھی نہین ملسکتی لیکن اُسکے مان باپ راجہ کو بیٹی دینے کے لیے راضی تھے۔ مگر دیورائے نے اُنکو اپنے آنے سے پیشتر کچھ خبر نہ کی۔ اسلیے جب دیورائے کے آنیکی خبر مشہور ہوئی تو یہ زرگر اپنی بیٹی کو لیکر کہین بھاگ گیا اسلیے راجہ کو بے نیل مرام واپس ہونا پڑا۔ فولاد خان نے جو اُس علاقہ کا افسر تھا تھوڑی فوج سے اُس کا تعاقب کیا۔ مگر تنگ بھدرا پر اُسکو شکست ہوئی۔ اسپر اُس نے اور آدمی جمع کر کے دشمن کے دو ہزار آدمی مار ڈالے۔

۹۷۔ فیروز شاہ کی دیورائے پر چڑھائی — ۸۰۹ھ جب فیروز شاہ نے سُنا تو اوایل زمستان ۸۰۹ھ مین فوج لیکر دیورائے کے پیچھے پیچھے بیجانگر تک چلا گیا یہان تک کہ شہر مین بھی فوج جا گھسی لیکن شہر بیجانگر کی قدرتی موانعات کے باعث مسلمانون کو شہر پر قبضہ حاصل نہو سکا۔ اور وہان سے باہر نکلنا پڑا۔ اب دیورائے نے چارون طرف مورچہ بندی کرلی۔ مسلمانون کے گھوڑے کوہستانی ٹیلون اور چٹانون پر دوڑ نہ سکتے تھے اور اندر سے تیر و تفنگ کا مینہ برس رہا تھا مسلمانون کو بہت نقصان پہونچا یہان تک کہ خود فیروز شاہ کے بھی ایک تیر لگ گیا۔ مگر بادشاہ نے اُس زخم کو مخفی رکھا اور اپنے بھائی احمد خان کی صلاح سے پیچھے ہٹ کر ایک مسطح میدان مین قیام کیا۔ اور جب بادشاہ اور سپاہ کو زخمون سے آرام ہو گیا تو شہر بیجانگر کی تسخیر کا ارادہ ترک کر کے بادشاہ نے احمد خان اور میان سندہو کو دس ہزار آدمیون کے ساتھ ممالک جنوبی کی تاخت و تاراج کے لیے بھیجا۔ اور میر فضل اللہ کو قلعہ بنکاپور علاقہ کرناٹک کی طرف جو اِس زمانہ مین بڑا مشہور قلعہ تھا روانہ کیا۔ اور خود دیورائے کے مقابل مین قیام پذیر رہا تاکہ اوسکی فوج کسی طرف کو حرکت نہ کرنے پائے۔ یہان اسوقت فیروز شاہ اور دیورائے مین آٹھ مرتبہ لڑائی ہوئی مگر مسلمانون کو ہر مرتبہ فیروزی حاصل ہوئی۔

۹۸۔ دیورائے کا صلح کرنا — دیورائے نے بادشاہانِ گجرات مالوہ و خاندیس کو طلب امداد کے لیے

قاصد بھیجے مگر وہان سے جواب صاف ملا۔ ادہر چار مہینے کے عرصے مین میر فضل اللہ نے
بنکاپور کو فتح کر لیا۔ اور اُسے سند ہو کے سپرد کر کے بادشاہ کی قدمبوسی حاصل کی۔ اُدہر احمد خان نے
ملک کرناٹک مین قیامت مچادی اور ساٹھہ ہزار ہندو گرفتار کر کے بہت سے مال و اسباب
کے ساتھ واپس آیا۔ اب صلاح و مشورہ کے بعد بادشاہ نے قلعہ ادہونی کی تسخیر کا ارادہ کیا
جو اسوقت تمام بیجانگر کے قلعون سے مضبوط خیال کیا جاتا تھا۔ اس سے راجہ کو کمال
تشویش ہوئی۔ اور صلح کا پیغام ڈالا۔ آخر کار اِس شرط پر صلح ٹھیری کہ دیو راے اپنی لڑکی اور
دس لاکھ ہون اور پانچ من مروارید اور پچاس ہاتھی اور دو ہزار کنیز اور غلام بطریق پیشکش و خرچہ
جنگ اور علاقہ بنکاپور جس پر مسلمان قابض ہو گیے تھے اور بہت سامان و اسباب جہیز کے
طور پر بادشاہ کے حوالے کرے اگرچہ یہ بات ہندو ون مین ایک بہت بڑی زبون گنی
جاتی ہے۔ مگر ضرورت تمام ناجایز باتون کو جایز کر دیتی ہے۔ دیوراے نے شادی کا سامان
بڑی دہوم دہام سے کیا چالیس روز تک ناچ تماشے رہے۔ فیروز شاہ کے لشکر سے جو
بیس کوس پر تھا بیجانگر تک راستہ مین برابر دو طرفہ دو کانون کا بازار لگایا گیا تھا زنڈیون
بھانڈون۔ نقالون کے جابجا ہجوم تھے احمد خان اور میر فضل اللہ بیجانگر مین جاکر ایک
ہفتہ تک عروس کے یہان مہمان رہے۔ پھر دولہن کو جہیز کے ساتھ دولہ کے پاس لائے۔
پھر دیوراے نے دولہ کو اپنے گھر بلایا۔ فیروز شاہ نے احمد خان کو لشکر حوالہ کیا۔ اور دولہن
کے ساتھ بیجانگر مین داخل ہوا۔ دیوراے نے دروازہ شہر تک جو قلعہ سے کئی کوس پر تھا
استقبال کیا۔ یہان راستہ مین مخمل و اطلس کا فرش بچھا ہوا تھا۔ دونون خسر و داماد برابر جا رہے تھے
راستے مین گل و طلا و نقرہ نثار کیا گیا۔ دیوراے کے تمام اقربا موجود تھے اور پیادہ ساتھ چلتے تھے
دونون بادشاہ اول گھوڑون پر سوار ہوئے اور پھر دار الامارۃ کے دروازونسے اتر کر پالکیونمین بیٹھے

اور دولہن کے مکان مین دولہ کو اُتارا۔ دولہ تین دن وہان رہا۔ پھر دولہن کو مع دو چند جہیز اول کی
لیکر تیسرے دن رخصت ہوا۔ دیورا سے چار کوس تک آیا۔ اور کنٹری زبان مین فیروزشاہ سے
بہت سی میٹھی میٹھی باتین کرتا رہا مگر فیروزشاہ کے لشکرگاہ پر پہونچنے سے پہلے ہی واپس پھر گیا۔
غالباً اس خیال سے کہ شاید کچھ دغابازی نہو۔ اس سے فیروزشاہ کو اُس کی طرف سے خیال
ہوا کہ دیورا سے کا دل مجھ سے صاف نہین ہے۔ اور اس بات کی اُس نے شکایت کی۔
جس سے طرفین کے دل مین بجاے صفائی کے کدورت پیدا ہوگئی۔ جب بادشاہ گلبرگہ
کو لوٹ کر آیا تو پرتھال کو منگا کر اپنے بیٹے شاہزادہ حسن خان سے اُسکا بڑی دھوم دھام سے
برضامندی والدین نکاح کرادیا۔

۹۹۔ سید محمد گیسو دراز بندہ نواز

اسکے بعد بادشاہ ایک مدت تک علمی مشاغل اور عیش و عشرت
مین مشغول رہا۔ ۸۱۵ھ مین گونڈوانہ سے جب سرکشونکی تادیب سے واپس آرہا تھا تو اسنے
سنا کہ ایک بزرگ سید محمد گیسو دراز دہلی کی طرف سے گلبرگہ تشریف لاے ہین۔ بادشاہ مع اپنے
تمام اُمرا اور اولاد کے شہر سے باہر اُن کے استقبال کو گیا اور اُنکی بڑی خاطرداری کی۔ مگر چونکہ انہین
علوم ظاہری خصوصاً معقول مین کچھ دخل نہ تھا اس سبب سے بادشاہ نے پھر کچھ توجہ نہ کی۔
البتہ احمد خان نے اُنکے لیے خانقاہ بنوادی اور بڑا معتقد ہوگیا۔ جب ۸۱۸ھ مین فیروزشاہ نے
شاہزادہ حسن خان کو جو خفیف العقل اور عیاش شاہزادہ تھا ولیعہد کرکے سید صاحب سے دعا
چاہی تو اُنہون نے کہا کہ آپ نے اُسکو تخت دیا ہے میری دعا کی کیا حاجت ہے اسپر فیروزشاہ
نے پھر آدمی بھیجے اور منت سماجت کی۔ تب اُنہون نے کہلا بھیجا کہ خداوند تعالی نے سلطنت
کا فرمان احمد خان کے نام لکھا ہے دوسرون کے لیے اسکی کوشش کرنا بے فایدہ ہے۔ اس سے
فیروزشاہ بہت متالم ہوا اور کہا کہ قلعے کے پاس آپکے مرید بہت شور مچاتے ہین آپ باہر

۸۱۵ھ

۸۱۸ھ

چلے جائیے - چنانچہ سید صاحب مع اپنے اہل وعیال کے شہر سے نکلکر وہان چلے گیے جہان اب اُن کا مزار ہے - اور وہان مریدون نے اونکی خانقاہ بڑی پُرتکلف بنادی - اسی خانقاہ کے پاس ایک سراے اور ایک مدرسہ بھی ہے - جسے بتاتے ہین کہ عالمگیر نے بنایا ہے -

۱۰۰ - دیورا ے کا حملہ اور فیروزشاہ کی سخت شکست

سنہ ۸۲۰ھ مین بادشاہ نے تسخیر قلعہ پانگل کے لیے جسکو اب نلگنڈہ کہتے ہین فوج کشی کی - اگرچہ اِس جگہ دو برس تک اوقات ضایع کی مگر کچھ فائدہ نہوا - بلکہ لشکر مین بیماری پھیلی - اور طول مدت کے سبب سے اکثر سپاہ نے کنارہ کشی کرلی - جس سے بادشاہ کو بے نیل مرام واپس آنا پڑا - دیورا ے نے اس موقع کو غنیمت سمجھکر باتفاق راجہ تلنگانہ بہت سی فوج سے حملہ کیا - فیروزشاہ نے اسوقت غیرت شاہی کو کام فرماکر دیدہ ودانستہ بحالت ضعف اُس کا مقابلہ کیا - میر فضل اللہ کے ایک ہندو کفتری نوکر نے اُسے عین ہنگامہ جنگ مین دغا سے مار ڈالا - فیروزشاہ کے بہت سے بہادر مارے گیے اور سخت شکست ہوئی - احمد خان کی جوانمردی سے فیروزشاہ کی جان بچی - ہندون نے اسوقت مسلمانون سے خوب عوض لیا اور کشتون کے پشتے لگادیے - اور مسجدون کے توڑنے اور ڈہانے مین کوئی دقیقہ باقی نہ رکھا - فیروزشاہ نے میر غیاث الدین ولد میر فضل اللہ کو بھیجکر بادشاہ گجرات سے امداد چاہی مگر احمد شاہ گجراتی اُسی زمانہ مین تخت نشین ہوا تھا اسلیے وہان سے کچھ مدد نہ مل سکی تاہم احمد خان نے فوج جمع کر کے آخرکار دیورا ے کو ملک سے بدر کردیا اور فیروزشاہ کے پاس جو کلبرگہ بھاگ کر آیا تھا حاضر ہوا - اِس شکست کا بڑا سبب یہ معلوم ہوتا ہے کہ فیروزشاہ کی عیاشی کے باعث فوج کی پرداخت اچھی طرح نہین ہوتی تھی - دوسرے بادشاہ کی وہ جوانی کی اُمنگین بھی جاتی رہی تھین - عمر تریپن ۵۳ چوَن ۵۴ برس کی ہوگئی تھی - اور عیاشی کے باعث اسی عمر مین اُس کی صحت بگڑ گئی تھی - کچھ کام نہین ہوسکتا تھا -

۱۰۱ - احمد خان کا بیدر سے بھاگنا	اگرچہ بادشاہ نے انتقام کا ارادہ کیا مگر رنج کے سبب سے بیمار پڑ گیا

اور مرض نے طول پکڑا اسوقت اسکے دو غلام ہوشیار عین الملک و بیدار نظام الملک بڑے رتبے پر تھے اور کاروبار سلطنت کا کرتے تھے۔ انہون نے بادشاہ کو سوجھایا کہ احمد خان کے طور وطریق بادشاہون کے سے نظر آتے ہین۔ اگر اپنے بیٹے حسن خان کو بادشاہی دینا ہے تو اسکا بندوبست کیجیے۔ بادشاہ نے اسپر مصلحتاً اُس کے اندھا کرنے کا ارادہ کیا مگر وہ یہ خبر سنکر سید محمد گیسو دراز کے پاس گیا اور علاءالدین اپنے بیٹے کو بھی ساتھ لے گیا اور اون سے کل حال کہکر دعا چاہی۔ اُنہون نے وہ ہی کام کیا کہ جس سے خوش اعتقادون کی ہمت بڑھ جایا کرتی ہے یعنی اپنی پگڑی پھاڑ کر دونون باپ بیٹون کے سر پر باندہی اور اپنے ساتھ بٹھا کر کھانا کھلایا اور دونون کو سلطنت کا مژدہ سُنایا۔ بعد اسکے احمد خان اپنے گھر آیا اور رات کے وقت اپنے خاص معتبر چار سو آدمیون کے ساتھ بھاگا۔ دروازہ شہر پر اسکو ایک تاجر مشہور بہ خلف حسن بصری جو احمد خان کا پورانا دوست تھا اور جو اُسکے جانے کی خبر سُنکر وہان کھڑا ہوا تھا ملا۔ اس شخص کا مفصل حال یہانتک کہ اُس کا نام بھی کہین کسی نے نہین لکھا۔ مگر معلوم ہوتا ہے کہ یہ شخص شیعہ مذہب اور اچھا بہادر سپاہی اور سیدھا سادہا نیک آدمی تھا اور یہی دکن مین پہلا شخص ہے کہ جس نے اپنی صحبت کا بادشاہ پر ایسا اثر ڈالا جس سے احمد شاہ قریب قریب شیعہ مذہب ہو گیا غرض کہ خلف حسن بصری نے احمد خان کو بادشاہون کی طرح سلام کیا احمد خان نے اُسے اچھا شگون تصور کیا اور کہا کہ فوراً اپنے گھر چلے جاؤ۔ اگر کسی نے دیکھ لیا تو شاید میری دوستی کے باعث تمکو نقصان پہونچیگا۔ مگر اُسنے کہا کہ عیش و عشرت کے وقت مین تو آپ کا دوست تھا اب مصیبت کے وقت اگر ساتھ ندیا تو پھر میری دوستی کس کام کی۔ مین ہر طرح موجود ہون سوائے اسکے آپ کو بھی اگر بادشاہ ہوئے تو کسی اہلکار کی ضرورت ہوگی اسلیے مجھی کو اپنا خادم بنائیے۔

غرض کہ اُس نے ایسی رفاقت کی باتین کین جس سے احمد خان نے اُسے ساتھ لے لیا اور کہا کہ اگر مین بادشاہ ہوا تو ہم تم دونون اُسمین شریک ہونگے اور شہر سے نکل کر ایک قصبہ مین قیام کیا جس کا نام خانان پور تھا اور نیت کی کہ اگر بادشاہ ہو جاؤنگا تو اس گانون کا نام رسول آباد رکھونگا اور سادات مدینہ منورہ اور کربلائے معلا و نجف اشرف کے نام اُسے وقف کر دونگا۔

۱۰۲- احمد خان کا ہشیار اور بیدار کو شکست دینا۔

احمد خان کے بھاگنے کی خبر مشہور ہوئی تو دونون غلام تین ہزار سوار اور جنگی ہاتیون کے ساتھ بادشاہ سے حکم لیکر اُسکے تعاقب مین دوڑے احمد خان کو کچھ تذبذب بھی ہوا اور چاہا کہ ادھر اُدھر ملک مین چلا جاے اور جب کچھ امیر اُس سے ملجائین اُسوقت کچھ ہاتھ پانون ہلائیے۔ مگر خلف حسن بصری نے اُسکے سر پر چتر شاہی لگایا اور اُسے بادشاہ بنایا اور گلبرگہ و بیدر و کلیانی وغیرہ مین آدمی بھیجے اور ملازمان شاہی اور اوباش بیکارون کو فراہم کرکے ایک ہزار آدمی کی جمعیت بہم پہونچائی اور مشہور کر دیا کہ احمد خان سی بہت امیر مل گیے ہین اور وہ وقت کے منتظر ہین موقع ملتے ہی وہ احمد خان کا ساتھ دینگے ہوشیار اور بیدار کی فوج آٹھ ہزار تھی کیونکہ اور بھی اُسکے پاس مدد آگئی تھی اسلیے احمد خان بڑا پریشان تھا کہ قضارا کچھ بنجارے برار کی طرف سے دو ہزار بیل غلہ کے کلیانی کی طرف لائی اور کچھ لاہور کے سوداگر بھی تین سو گھوڑے لا رہے تھے کہ وہ بھی اس بدعملی کی باعث وہین رُک گئی خلف حسن بصری نے احمد خان کو صلاح دی کہ سوداگرون سے قیمت ٹھیراکر اگر گھوڑے لے لیے جائین اور بنجارون سے بیل عاریت مانگ کر دکن کے طریق پر رنگارنگ کی بیرقین اُن پر لگائی جائین اور پیادون کو گھوڑون کے اوپر سوار کرا کے آگے بڑھائین اور پیچھے سی بیلون کو سامنے کرین اور کہین کہ جو امیر ہم سے ملے ہوئے تھے وہ آگیے اس تدبیر سے تعجب نہین کہ مخالفون کی فوج مین تزلزل ہو جائے گا۔ احمد خان نے اس بات کو بے سر و پا لڑکو نکا

ڈھکوسلا سمجھکر کچھ توجہ نہ کی۔ مگر وہین ایک پیڑ کے نیچے یاس کے عالم مین سوگیا۔ خواب مین دیکھتا کیا ہے کہ ایک بزرگ سبز تاج دوازدہ ترک کا لیے ہوے اُسکی طرف آرہے ہین۔ اور احمد خان کے سر پر رکھکر کہتے ہین کہ فلان گوشہ نشین نے یہ شاہی تاج تجھے بھیجا ہے۔ ایسے خواب وخیال ایسے تذبذب واضطراب کے وقت مین بڑا کام دیتے ہین۔ جب آنکھ کھلی اور چونکا تو کچھ ہمت بندھی اور خلف حسن بصری سے کہا کہ ابتک تو مجھے لڑائی مین تردد تھا اگر اب مین چاہتا ہون کہ جو تو نے تدبیر سوچی ہے اُسپر عمل کرون۔ چنانچہ خلف حسن بصری نے سب کام اوسیطرح مخفی طور پر تیار کر لیا۔ اور مشہور کر دیا کہ فلان فلان امیر احمد خان کی مدد کو آنے والے ہین۔ جب طرفین سے صف بندی ہوگئی تو ہشیار بیدار کو اگرچہ کھٹکا تھا مگر چونکہ سپاہی تھی لڑنیکو آمادہ ہوگیے کہ یکایک اِن مصنوعی سوارون کی فوج نمودار ہوئی۔ اور مدد کے آنیکی جو شہرت ہو رہی تھی اُسکے خیال سے اُن کی فوج مین تزلزل واقع ہوا ادہر سے احمد خان اپنے ہزار سوار لیکر بڑہا اور امیر تو پہلے ہی کھسکنے شروع ہوگیے تھے۔ اب ہشیار اور بیدار بھی بھاگے۔ اور احمد خان کی فتح ہوئی۔ اور لوٹ کا مال بہت ہاتھ آیا۔ کہ جس سے لشکر کا سامان درست ہوگیا۔

۱۰۳۔ احمد شاہ کا بادشاہ ہونا پھر تو احمد خان گلبرگہ کی طرف بڑہا۔ اور بہت سی شاہی امیر اُس سی آملے فیروز شاہ ایک پالکی مین پڑکر اور حسن خان کو بادشاہ بناکر تین چار ہزار فوج سے احمد خان کے مقابلے کو نکلا۔ مگر اتفاقاً عین لڑائی کے وقت شدت بیماری سے وہ بیہوش ہوگیا۔ اور اُسکے مرنے کی خبر مشہور ہوگئی۔ اسوجہ سے رہی سہی فوج بھی احمد خان سے جا ملی۔ ہشیار اور بیدار فیروز شاہ کی پالکی قلعہ مین لیگیے۔ جب قلعے کے دروازہ پر پہونچی تو فیروز شاہ کو ہوش آیا مگر اب کیا ہوتا تھا جو ہونا تھا وہ ہوچکا تھا۔ لیکن اسوقت احمد خان نے ادباً بادشاہ کا تعاقب

نہ کیا ورنہ وہ چاہتا تو گرفتار کرلیتا۔ قلعے کے نیچے آکر اُس نے قیام کیا ہشیار بیدار باتفاق
حسن خان قلعے پر چڑھے ہے اور وہان سے گولے مارنے شروع کیے یہان تک کہ احمد خان کے
پاس گولے جا جا کر گرنے لگے اور اُس کے خاص رفیقون مین سے کچھ لوگ ان گولونکی زد سے
مر گیے۔ اِس سبب سے احمد خان قلعے کے عقب مین چلا گیا۔ لیکن جب سلطان فیروز شاہ
کو اسکی خبر ہوئی تو اُس نے بیٹے کو بلا کر کہا۔ یادشاہی لشکر سے ہوتی ہے جب لشکر احمد خان
کے پاس چلا گیا تو اب ایسے حرکات نامناسب ہین۔ پھر اپنے معتبرون کو احمد خان کے
پاس بھیجکر قلعے مین بلوایا احمد خان جاکر بھائی کے پاؤن پر گر پڑا اور عذر معذرت کرنے لگا۔
فیروز شاہ نے چھوٹے بھائی کو اُٹھایا اور باظہار مسرت اُس سے کہا کہ مین بہت خوش ہون
کہ تم کو مین نے اپنی زندگی مین بادشاہ دیکھا۔ شفقت پدری کے باعث مین چاہتا تھا
کہ میرا بیٹا بادشاہ ہو مگر تو لائق سلطنت ہی اُٹھ اور سلطنت کے کامون کو دیکھ۔ اور جب تک
مجھ مین دم ہے میری خبرگیری کرتا رہ۔ اب تو خدا کے حوالے اور حسن تیرے سپرد ہے۔
یہ واقعہ ۵ شوال ۸۲۵ھ کا ہے۔ اس سے دس روز کے بعد فیروز شاہ مرگیا۔ کہتے ہین کہ
احمد خان نے اپنے بھانجے شیر خان کے کہنے سے اُسے پوشیدہ قتل کرا دیا۔ مگر جو برتاؤ
احمد خان نے شاہزادہ حسن کے ساتھ آئندہ کیا اُس سے یہ امر قیاس کے خلاف ٹھیرتا ہے۔
واللہ اعلم بحقیقۃ الحال۔

۸۲۵ھ

سلطان احمد شاہ ولی

بن داؤد شاہ

۱۰۴۔ احمد شاہ کا سید محمد گیسودراز پر اعتقاد۔

احمد خان کی عمر اسوقت پچاس سال سے زیادہ تھی۔ بھائی کے ساتھ
لڑائیون مین بڑے بڑے کارہائے نمایان کیے تھے۔

سلطنت کے کامون کا خوب تجربہ تھا۔ اُسکو کسی بات کے سیکھنے کی ضرورت نہ تھی۔ تخت پر بیٹھتے ہی بھائی کے زمانے کے مطابق کاروبار سلطنت کا اچھی طرح انجام دینے لگا۔ اور سیدون کی خاطر مین کچھ اپنے بھائی سے بھی بڑھا ہوا تھا خاندان بہمنیہ کے پہلے بادشاہ شیخ محمد سراج جنیدی کے مرید ہوا کرتے تھے مگر اس نے سید محمد گیسو دراز قدس سرہ سے رجوع کیا اونکی بڑی قدر افزائی کی اور پرگنہ گلبرگہ وغیرہ مین بہت سے دیہات اور قصبات اُن کے لیے وقف کر دئے۔ چنانچہ یہ اوقاف اُنکے خاندان مین صاحب تاریخ فرشتہ کے زمانے تک برابر چلی آتے تھے۔ اور الناس علے دین ملوکھم کے باعث مخلوق کو خصوصاً پیر پرستون کو اُن سے ایسا اعتقاد ہوگیا کہ اُن کو پیغمبر سے بھی بڑھکر سمجھنے لگے۔ غرض کہ احمد شاہ نے تخت پر بیٹھکر تمام ہمت اِس بات پر مصروف کی کہ فیروز شاہ کی شکست کا بدلہ لیا جائے خلف حسن بصری کو وکیل امور سلطنت اور ہزار و دو صدی کا منصب دیا اور چونکہ وہ تجارت پیشہ شخص تھا اُس نے اُسکو ملک التجار کا خطاب عطا فرمایا۔ چنانچہ اِس خطاب کو ایسی عزت ہوئی کہ ایک مدت دراز تک یہ خطاب اور لوگون کو بھی دیا گیا۔ ہشیار اور بیدار نے چونکہ بھائی کے ساتھ وفاداری کی تھی اسلیے اول کو امیر الامراو ہزار و پانصدی کا منصب اور بیدار نظام الملک کو سرلشکر دولت آباد کر کے دو ہزاری منصب عنایت فرمایا۔ کہتے ہین کہ سلاطین بہمنیہ کے یہان طرفدار سب دو ہزاری ہوا کرتے تھے۔ اور امیر الامرا ہزار و پانصدی و وکیل سلطنت ہزار و دو صدی ہوتے تھے۔ اور باقی امراو منصبدار ہزاری سے زیادہ اور صدی سے کمتر نہین تھے اور جو کوئی ہزاری ہوتا تھا اُسکو طوق و علم اور نقارہ ملا کرتا تھا اب لوگون نے احمد شاہ کو بہکانا شروع کیا۔ اور کہا کہ حسنخان جو وارث ملک ہے اُسے قتل یا قید یا اندھا کر دیا جائے مگر چونکہ احمد شاہ کو بھائی سے محبت تھی اسلیے وہ نہ چاہتا تھا کہ بھائی کی اولاد کو کچھ نقصان پہونچائے اُس نے حسن کو پانصدی کا

مراتب دیگر فیروزآباد مین دریاے تنگ بھدرا کے کنارے رہنے کے لیے حکم دیا اور اجازت دی
کہ چار کوس تک گرد و نواح مین جہان چاہے سیر و شکار کے لیے جایا کرے۔ مگر اس سے زیادہ
کہین جانا ہو تو اُسکی اجازت لینا چاہیے۔ چنانچہ وہ وہان اپنے چچا کی حین حیات خوب
آسایش اور عیش و عشرت سے بسر کرتا رہا مگر بعد مین مکحول کیا گیا اور قید مین مرگیا۔

۱۰۵۔ احمد شاہ کی دیوراے پر چڑھائی اور مصیبت مین پڑکر پھر فتح پانا۔

القصہ احمد شاہ نے ہر ایک کو رفق و ملاطفت سے اپنا مطیع و منقاد کرلیا۔ اور سرحد گجرات پر معتبر سردار روانہ کیے۔ اس کے
بعد چالیس ہزار جرار سوار لیکر دیوراے سے انتقام لینے کے لیے کرناٹک کی طرف روانہ ہوا۔
دیوراے کو پہلا واقعہ یاد تھا اُس نے بھی اپنا خوب بندوبست کیا۔ اور باتفاق راجہ تلنگانہ دس
لاکھ پیادہ توپچی اور کماندار کی بھیڑ بھاڑ سے دریاے تنگ بھدرا کے کنارے آموجود ہوا۔ اور
مسلمانون کے لشکر کو چوری اور قتل سے تنگ کرنا شروع کیا اسلیے احمد شاہ نے اپنے لشکر کے
گرد روم کے قاعدے کے موافق دو ہزار ارابہ لگاکر مورچہ بنایا۔ اور چالیس روز تک وہان
پڑا رہا۔ وہ چاہتا تھا کہ دشمن دریا سے اُترکر اُسپر حملہ کرے اور اسیواسطے تلنگانے کے علاقہ
کو اور نیز بیجانگر کے دیہات کو جو تنگ بھدرا کے اس طرف تھے خوب غارت کیا کہ وہ
لوگ غصہ ہوکر حملہ کرین۔ مگر جب وہ لوگ نہ آئے تو اس نے امرا کو بلایا اور مشورہ کیا سب نے
ملکر قرآن کی قسم کھائی کہ کل دریا سے اُترکر حملہ کرینگے۔ لیکن یہ خبر منتشر ہوگئی۔ اسلیے سر شام
تلنگانہ کا راجہ بیجانگر والون کی رفاقت چھوڑکر چلا گیا جب قبل از صبح عالم خان لودی خان و دلاور خان
خاندان بہمنیہ کے پرانے سردار دس ہزار آدمی کے ساتھ دریا سے عبور کرکے دشمن پر حملہ آور ہوے
تو اسوقت اتفاقاً راجہ دیوراے نینشکر کے ایک کھیت کے پاس آرام کر رہا تھا۔ یہ لوگ اتفاقاً
اُس طرف جانکلے دیوراے سمجھا کہ وہ قصداً میری طرف آتے ہین۔ اسلیے وہ نہایت مضطرب ہوا

اور گنّون کے کھیت مین گھس گیا۔ ان لشکریون نے اول گنے کے کھانے کا ارادہ کیا۔ اور
گنے توڑے اور گنے لے چلنے کے لیے دیورائے کو کھیت والا سمجھکر پکڑ لیا جس نے غالباً ڈر
سے بھیس بدل لیا ہوگا۔ اور اُسی اور اُسکے اور چند ہمراہیون کو مزدورون مین پکڑ کر گنے اون پر
لاد دئے۔ دیورائے کچھ نہ بولا۔ اسکو غنیمت سمجھا کہ جان بچی۔ بوجھ سر پر لیکر اُنکے ساتھ ہولیا۔
تھوڑی دیر مین خبر اُڑی کہ احمد شاہ اُتر آیا اور راجہ غایب ہے۔ اسلیے اُسکا لشکر تہ و بالا ہوگیا
اور مسلمان قتل و غارت مین لگ گیے اور گنون سے زیادہ شیرین چیزون کو ڈھونڈنے لگے
کہ راجہ کسی طرح مزدورون مین سے نکل بھاگا۔ اور سہ پہر کے وقت ایک اپنے امیر کے پاس
پہونچ گیا اور چتر شاہی سر پر رکھکر سب کو اپنی صورت دکھادی جس سے کچھ لشکر جمع ہوگیا۔ مگر مجبوراً
بیجانگر مین جاکر پناہ لی۔ چونکہ مسلمان کئی بار بیجانگر کے استحکام کو دیکھ چکے تھے۔ اسلیے احمد شاہ
نے اُسکی طرف رُخ نہ کیا بلکہ کرناٹک پر جھپٹ پڑا اور بخلاف عہد محمد شاہ غازی کے مسلمانونکے
قتل کے عوض مین جو فیروز شاہ کی شکست کے وقت ہندؤن کے ہاتھ سے ہوئی تھی اور
اُنھون نے بے رحمیان کی تھین ہندؤن کی کامل تباہی کا ارادہ کرلیا۔ غرض کہ وہ ایسا جلا ہوا
تھا کہ اُس نے اسوقت سب رحم و تہذیب کو بالاے طاق رکھدیا تھا۔ مندرون کو توڑنا گایون
کو ذبح کرنا۔ اور ہندون کا جا بجا قتل عام کرنا اپنا شیوہ کرلیا۔ اور جب بیس ہزار ہندو قتل ہوجاتے
تو ٹھیر کر تین روز جشن مناتا تھا۔ اس تاخت و تاراج مین ایام نوروز آگیے اور ایک پُر فضا حوض
کے کنارے لشکر کا قیام ہوا۔ بادشاہ کو شکار کا بڑا شوق تھا۔ شکار کے لیے نکل کھڑا ہوا۔
ایک ہرن کے پیچھے گھوڑا دوڑایا اور لشکر سے چھ کوس کے فاصلے پر اُسکے پیچھے اکیلا نکل گیا۔
ساتھ کے رفیق بھی جو دو سو کے قریب تھے وہ بھی ادھر اُدھر شکار کے پیچھے چلے گیے۔ دشمنون
کے پانچہزار آدمی ایسے موقع کی تلاش مین مدت سے پھر رہے تھے اور اسکے منتظر تھے۔

اُنھون نے بادشاہ کی تنہائی کی خبر سُنی اور گھات سے نکلے اور اُسے پکڑنے کے لیے دوڑے
بادشاہ نے پہچان لیا سخت مضطر ہوا مگر پھر بھی تجربہ کار بادشاہ تھا ایسے نازک وقت مین ایسے
ویسے کی جان بچنی محال تھی۔ ایک طرف دور سے اُس نے ایک چار دیواری دیکھی جو کسی کسان
نے اپنے جانور دوپہر کے وقت باندہنے کے لیے بنائی تھی اوسکی طرف بھاگا کچھ دکھنی خادم
اُسکے ساتھ تھے ابھی چار دیواری تک نہین پہونچے تھے کہ آگے ایک نالہ آگیا اور دشمن پیچھے سے
آپہونچے خادم سب تمام ہو گیے اور اب بادشاہ کے قتل یا گرفتاری کی باری آئی تھی کہ یکایک
وہ دو سو رفیق تیر انداز جو شکار کے پیچھے چلے گیے تھے اتفاقاً آگیے اور اُن سے لڑنے لگے
کہ بادشاہ نکل کر آگے بھاگ گیا اور اُس چار دیواری مین جا پہونچا اب یہ رفیق بھی کچھ قتل
ہو ہو کر بادشاہ کے پیچھے پیچھے لڑتے بھڑتے اُسی چار دیواری مین آئے۔ اور وہان مورچہ بندی
کی دشمن پانچہزار تھے اور یہ دو سو بھی نہین رہے تھے اور پھر بے سر و سامان تھکے ماندے
مقام غیر محفوظ انتشار و مایوسی دست و گریبان۔ مگر اُس زمانے کے مسلمان ہندؤن کو بزدل اور
اپنے آپ کو بہادر سمجھتے تھے یہ خیال بھی بڑا کام دیا کرتا ہے۔ اس سے بھی بڑے بڑے عقدۂ
مالاینحل حل ہو جاتے ہین اور یہ تو ہمیشہ کا دستور ہے کہ جہان مسلمانون نے کلمۂ شہادت پڑہا اور
اللہ اکبر کا نعرہ مارا کہ بہادر بنگیے اور جوش مین بھر گیے۔ غرض کہ سب نے مرنے مارنے پر کمر باندہی۔
بہت سے مسلمان مارے گیے اور اب دشمنون نے دیوار توڑنا شروع کی۔ جس جس قدر دیوار
ٹوٹتی تھی بادشاہ کی اُسیقدر پریشانی بڑہتی جاتی تھی۔ لشکر مین ایک شخص عبدالقادر بن عیسیٰ بن
محمود بن عماد الملک سرسلحداران تھا اور اُسکا دو صدی کا منصب تھا اُسنے خیال کیا کہ بادشاہ
شکار کے لیے اکیلا چلا گیا۔ بیگانہ ملک ہے کہین دشمن اُسے آنہ گھیرین۔ اسلیے دو تین ہزار
شاہی خاصہ خیل لیکر بادشاہ کی تلاش مین دوڑا۔ دور سے یہ ہنگامہ دیکھکر جھپٹا قریب آیا تو معلوم ہوا

کہ بادشاہ کو دشمنون نے گھیر لیا ہے۔ اور اب پکڑا یا مارا چاہتے ہین یہ دیکھتے ہی اندھا دھند
اُن پر حملہ کیا۔ گو پانچ سو مسلمان مارے گیے مگر اُس نے ایک ہزار ہندؤن کو مارا اور بادشاہ تک
پہونچ گیا۔ اور اُسکی جان بچائی اور ہندو شکست کھاکر بھاگے اور ایسا بڑا بادشاہ جو اپنی بے احتیاطی
کے باعث ایسی بلا مین پڑا تھا بچ گیا ؎ رسیدہ بود بلاے ولے بخیر گذشت + اس جلدو مین
بادشاہ نے عبد القادر کو برادر جان بخش یار حق گذار کا لقب اور خطاب خان جہان اور منصب
دو ہزاری دیکر برار کا سر لشکر کیا۔ اور اُسکے بھائی عبد اللطیف کو جو اُسکے ساتھ تھا خطاب خان اعظم مع
منصب دو ہزاری دیکر تلنگانہ کا سر لشکر بنایا۔ اور میر علی گرد کو لقب کافر کش اور منصب ہزاری اور
قاسم بیگ کو لقب صف شکن اور منصب پانصدی اور کلھر اُسکی جاگیر مین دیا۔ اور عبد اللہ کابلی
منصبدار صدہ کو جنیر کا حاکم کیا۔ اور چونکہ تیر اندازی سے اسوقت بڑا فایدہ ہوا تھا اِس لیے
خواجہ حسن اردستانی و خسرو بیگ اوزبک کو حکم دیا کہ شاہزادہ علاؤ الدین کو تیر اندازی سکھاوین
اور خواجہ بیگ کو خطاب قلندر خان دیکر داروغہ حسن آباد گلبرگہ کا کیا۔ اور سید حسن و میر فرخ بدخشی
و میر علی سیستانی حسن خان و فرخ خان و علی خان کو سیصدی منصب دیکر خوش کیا۔ غرض کہ
اسوقت احمد شاہ نے دل کھول کر خطابات اور انعامات اور جاگیرات دین اور شاہزادون اور امرا
کی اولاد کو حکم دیا کہ وہ تیر اندازی سیکھین اور خلف حسن بصری ملک التجار کو حکم دیا کہ عراقی خراسانی
ماوراء النہری رومی عرب تین ہزار تیر انداز نوکر رکھے۔ غرض کہ جب احمد شاہ کو اس بلا سے نجات
ملی تو اُس نے اپنی تمام فوج لی اور نہایت احتیاط اور حزم کے ساتھ بیجانگر کا جاکر محاصرہ کر لیا اور
راجہ کو ایسا تنگ کیا کہ وہ بالکل مجبور ہو گیا۔ اور شرایط صلح ٹھہر اکر تمام پچھلا خراج تیس[۳۰] ہاتھیون پر
لادکر اپنے بیٹے کی ہمراہ نقارہ اور سرنا وغیرہ باجے بجاکر بھیجا۔ اِس باجے سے جسکے لیے احمد شاہ
نے دیوراے کو مجبور کیا تھا اُسکی اہانت منظور تھی۔ جب اس طرح راجہ کا بیٹا آیا تو امرا نے اُس کا

استقبال کیا اور بادشاہ نے اُسے اپنے پاس بٹھایا اور خلعت و کمر و خنجر مرصع اور عربی ترکی گھوڑے پانچ ہاتھی اور پانچ چیتے اور پانچ شکاری کتے اور تین باز دئے جو کرناٹکیون نے کبھی دیکھے بھی نہ تھے اور دریاے کشنا تک اُسے لاکر رخصت کیا۔

۱۰۶۔ دکن کا قحط اور احمد شاہ کا ولی ہونا۔

جب بادشاہ نے بفتح و ظفر دار السلطنت کو مراجعت کی تو اب اس نے راجہ ورنگل کی سرکوبی کی تیاری کی کیونکہ راجہ نے بیجانگر والون کا بغاوت مین ساتھ دیا تھا۔ مگر ملک مین اس سال ایسا سخت قحط پڑا کہ تمام تالاب اور نہرین سوکھ گئین۔ باولیون کے پانی خشک ہوگیے جنگل کے درند و چرند و پرند بغیر پانی کے مرگیے بادشاہ نے اپنی فوج کی مزید روپے سے مدد کی غریبون اور مسکینون کو غلہ تقسیم کیا۔ مگر جب دوسرے سال بھی ایسا ہی ہوا تو احمد شاہ سخت گھبرایا۔ علما اور مشایخ اور زہاد کو نماز استسقا کے لیے بھیجا۔ مگر آسمان ایسا بخیل ہوگیا تھا کہ اُس نے کسیطرح رحم نہ کھایا مخلوق خدا روز بروز سخت تر مصائب مین گرفتار ہونے لگی اور مویشی اور آدمی بھوک سے مرنے لگے۔ اس سے لوگون نے احمد شاہ کی سلطنت کو منحوس خیال کیا جس سے اُسے کمال رنج ہوا۔ اور خود نماز استسقا پڑھنے کو گیا۔ کہتے ہین کہ اُسوقت بڑی سخت بارش ہوئی۔ بادشاہ کا سر سجدہ مین تھا اور مینہ برستا تھا بادشاہ چاہتا تھا کہ مین خدا کی آبِ رحمت سی نہ بھاگون کپڑے پانی مین سب کے بھیگ گیے اور لوگ گھبرا گیے۔ چارونطرف سے آواز ہوئی کہ اے احمد شاہ ولی تیری ولایت معلوم ہوگئی۔ اب گھر کو چل چنانچہ اُس نے جو پانی سے بھیگ کر گھبرا گیا تھا اور بہانہ تک رہا تھا سجدہ سے سر اُٹھایا اور گھر آیا اور اسوقت سی اُسکا لقب احمد شاہ ولی مشہور ہوگیا۔ ابتک بھی بہت سے مشائخ اُسکو اپنے ولیون کی شما مین سمجھتے ہین۔

۱۰۷۔ تلنگانہ و ماہور کی فتح

غرضکہ جب قحط رفع ہوا تو ۸۲۸ھ مین بادشاہ نے ورنگل کے راجہ پر

۸۲۸ھ

چڑہائی کی اور گولکنڈہ مین آکر عبداللطیف سرلشکر تلنگانہ کو آگے روانہ کیا اُس نے وہان جاکر سات ہزار آدمیون سمیت اُسے مار ڈالا۔ اب احمد شاہ ورنگل گیا اور صدہا برس کے دفینے اور خزینے اُسکے ہاتھ لگے۔ پھر تین چار مہینے مین تمام زمینداران تلنگ مخذول منکوب ہوگیے اور راجای تلنگ کا راج اِس تاریخ سے نیست و نابود ہوگیا۔ ۸۲۹ھ مین قلعہ ماہور جسپر کچھ دنون سے ایک زمیندار نے قبضہ کر رکھا تھا بوعدہ امان اُس سے لے لیا۔ مگر چونکہ اس زمیندار نے فیروز شاہ کے زمانہ مین بھی ایسا ہی کیا تھا اور بار بار شرارت کیا کرتا تھا اسلیے احکام شرع اسلام کے خلاف خلاف وعدگی کرکے اُسکو پانچہزار آدمیون کے ساتھ قتل کر ڈالا اور حصار کلم کو لیکر حاکم گونڈوانہ سے الماس کی کان بھی چھین لی۔ اور ایلچپور مین ایک برس تک قیام کرکے قلعہ کاویل کو بنایا اور دوسرے قلعون کی مرمت کی۔ تاکہ مالوہ خاندیس گجرات کو فتح کرے جسے امیر تیمور نے بہمنیون کو دینے کا وعدہ کیا تھا۔ اور بعد اسکے بیجانگر کو بھی نیست و نابود کر ڈالے۔ جو ہمیشہ بار بار تنگ کیا کرتا تھا۔

۸۲۹ھ

۱۰۸۔ ہوشنگ شاہ کا حملہ اور شکست جب یہ خبر ہوشنگ شاہ والی مانڈو نے سُنی تو اُس نے نرسنگہ راے حاکم کتھرلہ کو جو بہمنیون کا باجگذار تھا اپنے ساتھ شریک ہونیکے لیے ترغیب دی۔ اور جب اُسنے اُسکو نہ مانا تو اُسپر باتفاق والی خاندیس لشکر کشی کی۔ اسپر نرسنگہ راے نے احمد شاہ سے امداد چاہی اور اُس نے عبدالقادر کو کمک کے واسطے حکم دیا اور خود بھی ۸۳۳ھ مین پانچہزار آدمی سے بہ بہانہ شکار ایلچپور جا پہونچا مگر پھر ملا عبدالغنی صدر اور نجم الدین مفتی وغیرہ علما کے کہنے سُننے سے ایک ہندو کی طرفداری مین مسلمانون سے لڑنا مناسب نہ سمجھا۔ اور ایلچی بھیجکر ہوشنگ شاہ سے کہلا بھیجا کہ نرسنگہ ہمارا باجگذار ہے اس سے پرخاش نہ کیجئے تاکہ ہم اور آپ دونون مسلمان آپسمین نہ لڑین اور خود دارالسلطنت کو مراجعت کی۔ لیکن ہوشنگ شاہ نے احمد شاہ کے عجز پر

۸۳۳ھ

اسکو مجہول کرکے اُسکا تعاقب کیا۔ جب اُس نے دیکھا کہ اسطرح کام بگڑتا ہے تو اُس نے
علماء سے کہا کہ اب میرے اوپر کوئی جرم نہین ہے اور اپنی سرحد مین پہونچکر شاہزادہ علاؤالدین
کو چتر سیاہ دیکر قلب مین اور میمنہ پر عبدالقادر خان جہان کو اور میسرہ پر عبداللہ خان نبیرہ اسمعیل
فخ کو کھڑا کیا اور آپ بارہ ہزار سوار سے کمین گاہ مین بائین بازو کو جا چھپا۔ لڑائی شروع ہوئی۔
ہوشنگ شاہ اپنے پہلے ہی گھمنڈ مین تھے یہ نہ معلوم تھا کہ آج دوسری حالت ہے۔ وہ
سترہ ہزار آدمیون سے بڑھا چلا آیا۔ احمد شاہ کمین گاہ سے خود بارہ ہزار مسلح آدمیون سے اُسپر
جا پڑا۔ ہوشنگ شاہ سخت شکست کھا کر بھاگا۔ راے کھڑلہ نے محاصرہ سے نکل کر اُسکو راستہ
مین اور بھی غارت کیا۔ اسوقت ہوشنگ شاہ کے اہل وعیال احمد شاہ کے قید مین آگئی تھے۔
مگر اُس نے بڑی عزت کے ساتھ اُنکو ہوشنگ شاہ کے پاس بھیجدیا۔ بعد اسکے احمد شاہ
کھڑلہ کو گیا۔ اور وہان اُس سے بہت سا نذرانہ وغیرہ لیکر اور کچھ ایام قیام کرکے مراجعت کی

۱۰۹ - احمد آباد بیدر کی آبادی اور بہمن نامہ۔

۸۳۳

جب بادشاہ ۸۳۳ھ مین قلعہ بیدر کے قریب آیا اور وہان کتو نکے
مقابلے مین ایک لومڑی کی بہادری دیکھکر خوش ہوا تو اس غیر معمولی
بہادری کو آب وہوا کی تاثیر پر محمول کرکے وہان ایک شہر آباد کیا اور اُسیکو اپنا دارالحکومت بھی
قرار دیکر احمد آباد بیدر نام رکھا۔ یہ شہر قدیم زمانے مین بھی دکن کے راجاؤنکی راجدہانی تھا شیخ فیضی
نے اکبر بادشاہ کے حکم سے جو ایک مثنوی تصنیف کی اور اُسمین نل راجہ مالوہ اور دمن دختر
بھیم سین کا جو ذکر لکھا ہے وہ اسی جگہ کا راجہ تھا۔ غرض کہ اِس شہر مین اچھے اچھے شاہی
مکانات بنائے گیے اور شعرا نے اُن کی تعریفون مین قصائد کہہ کہہ کر بڑے انعام پائے
شیخ آذری جو کچھ زمانے سے بادشاہ کے رفیقون مین ہو گیا تھا اُس نے بھی قصیدے لکھے
اور ایک کتاب موسوم بہ بہمن نامہ سلاطین بہمنیہ کے بیان مین فارسی نظم مین تصنیف کی

اور جب سلطان احمد شاہ کے حال تک پوری ہوگئی تو وہ بادشاہ کی نذر کی اور ولایت جانے کی رخصت مانگی۔ احمد شاہ نے کہا کہ سید محمد گیسو دراز کی وفات سے پہلے ہی سے مین غمگین خاطر ہون۔ اب اگر آپ بھی چلے جائینگے تو مجھکو اور بھی رنج ہوگا۔ مگر بعد مین اسکا ایک شعر تلنگی سنگ تراشونکا پتھر پر کندہ کیا ہوا دیکھکر خوش ہوا اور شاہزادہ علاؤالدین کی سفارش سے اُسے باین وعدہ وطن جانے کی اجازت دی کہ وہ بہمن نامہ کو پورا کرے اور ساٹھ ہزار تنگہ سکہ جو ایک تولے کا ہوتا تھا انکی نذر کیے۔ اور پھر انہون نے مادام الحیات بہمن نامہ ولایت مین ہی لکھا۔ اور جب کسیقدر تیار ہوجاتا تھا تو وہ وہان سے بھیجدیا کرتے تھے۔ ہمایون شاہ کے بیان تک بہمن نامہ اسی شاعر کا لکھا ہوا ہے۔ باقی ملا نظیری و سامعی وغیرہ شاعرون نے اُسمین بڑہا کر تا انقراض حکومت بہمنیہ اُسے پورا کردیا ہے چونکہ اسوقت حاکم مالوے سے لڑائی ہوئی تھی۔ اور اندیشہ تھا کہ شاید پھر کوئی ایسا اتفاق پڑے اسلیے احمد شاہ نے جو ایک بڑا مدبر بادشاہ تھا یہ مناسب سمجھا کہ نصیر خان والی خاندیس سے رشتہ داری کرلے۔ اس غرض سے عزیز خان ایک اپنی مقرب کے ہاتھ اپنی لڑکے کیواسطے اسکی لڑکی کا پیغام دیکر بھیجا۔ نصیر خان کو شاہان گجرات سے خوف لگا ہوا تھا اُس نے بھی اس پیغام کو امید غیر مترقبہ سمجھکر فوراً منظور کرلیا۔ اور جلوس شاہانہ کے ساتھ عروس کو احمد شاہ کے پاس بھیجدیا۔ یہان دولہ دولہن کا بڑی خوشی کے ساتھ بیاہ رچایا گیا۔ اور ۲ دو مہینے تک جشن ہوتے رہے۔

۱۱۰۔ شاہزادون مین ملک کی تقسیم

چونکہ اب بادشاہ بوڈہا ہوگیا تھا اس لیے مآل اندیشی کی راہ سے ملک کو اپنی اولاد مین تقسیم کیا۔ شاہزادہ علاؤالدین بڑے بیٹے کو اپنا ولیعہد اور اُسکے چھوٹے بھائی محمد خان کو اُسکا شریک سلطنت مقرر کیا۔ اور شاہزادہ محمود خان کو ممالک رام گڑہ و ماہور و کلم اور برار کا کچھ حصہ دیکر وہان بھیجدیا۔ اور شاہزادہ داؤد خان کو تلنگانہ دیا اور سب بھائیونسے

موافقت کی قسمین لین اور اُس بات کا عہد و پیمان لیا جو شاید ہی کسی نے پورا کیا ہے۔ اور خلف حسن بصری ملک التجار کو دولت آباد کا سپہ سالار اور دو ہزاری کرکے ۸۳۳ھ مین وہان روانہ کیا جس نے ۸۳۴ھ مین علاقہ کوکن مین جاکر وہانکے سرکشونکو اچھی طرح مطیع کرکے ملک مین امن چین پھیلا دیا

۸۳۴ھ

(۱۱) ملک راجہ حاکم خاندیس خاندیس کی سلطنت کا بانی ملک راجہ ہے اسکا باپ خان جہان جو حضرت عمر فاروق کی اولاد مین تھا علاء الدین خلجی اور محمد تغلق کے امیرون مین سے تھا۔ مگر اُسکے بعد ملک راجہ نہایت غریب ہوگیا تھا۔ یہانتک کہ سلطان فیروز شاہ بادشاہ دہلی کے سوارون مین نوکری کرتا تھا۔ اس ذلیل حیثیت پر بھی شکار کا شوق تھا۔ جس زمانہ مین فیروز شاہ گجرات کو آیا تھا۔ تو کہین وہ بھی ایک روز شکار کو گیا۔ اور اپنے لشکر سے دور جا پڑا اور بھوک کے سبب سے ایک درخت کے سایہ مین بیتاب ہوکر پڑ رہا۔ ملک راجہ بھی شکار کی تلاش مین دو کتے اور کچھ اور شکاری جانور لیے ہوئے اُدھر گھوڑے پر سوار جاتا تھا۔ فیروز شاہ نے اُس سے کھانا مانگا اُس نے بادشاہ کو مضطر حال دیکھکر بڑے ادب شاہانہ کے ساتھ کھانا کھلا دیا۔ اسکے بعد بادشاہ نے ملک راجہ کی شایستگی کو دیکھکر اُس کا نام و نشان پوچھا اور جب معلوم ہوا کہ وہ خان جہان کا بیٹا ہے تو باپ کی شناسائی اور بیٹے کے احسان سے نہایت مسرور ہوا اور اُسے تھالینر کا علاقہ جو سرحد دکن پر واقع تھا دیدیا۔ چنانچہ ملک راجہ ۷۷۲ھ مین وہان پہونچا اور راجہ بہارجی کو مغلوب کیا اور اُس سے پندرہ ہاتھی پیشکش مین لیکر اہل دکن کے طریق پر سجا کر سلطان فیروز شاہ کی خدمت مین بھیجے۔ اس سے بادشاہ اور بھی خوش ہوا اور خاندیس کی سپہ سالاری کا فرمان اُسے بھیجدیا۔ اب ملک راجہ کے پاس بارہ ہزار سوار ہوگیے اسلیے اُسنے گونڈوانہ پر بھی ہاتھ صاف کیا اور وہان سے پیشکش لیکر اپنی فوج خرچ مین لگایا اور اوڑیسہ کے راجہ سے ملاقات کرکے اُس سے دوستی پیدا کی۔ پھر جبکہ دلاور خان مالوہ کا حاکم ہوا تو وہ اور

۷۷۲ھ

ملک راجہ باہم بڑے یار غار ہو گیے۔ ملک راجہ نے اپنی بیٹی اُسکے بیٹے ہوشنگ کو دی اور
اپنے بیٹے نصیر خان کی شادی دلاور خان کی بیٹی سے کردی۔ بعدہ جب کچھ گجرات کی سلطنت
تہ و بالا دیکھی تو ملک راجہ نے سلطان پور اور ندربار پر قبضہ کر لیا۔ مگر مظفر شاہ گجراتی بہت جلد آیا
اور اُسنے اپنے علاقے کو چھین کر ملک راجہ کو تھالنیر مین جا گھیرا چونکہ یہ اُس کا مقابلہ نہین کر سکتا
تھا اسلیے علما و مشایخ کو بھیجکر اُس سے صلح کر لی۔ اس کے بعد پھر ملک گیری کا کچھ ارادہ نہ کیا۔
اخیر وقت مین خرقۂ ارادت جو اپنے مرشد شیخ زین الدین دولت آبادی سے اُسے ملا تھا اپنے
بڑے بیٹے اور ولیعہد نصیر کو دیا اور یہ خرقہ اسیطرح نسلاً بعد نسل ولیعہد کو ملتا رہا یہانتک کہ سب
سے آخری حاکم بہادر خان تک پہونچا اپنے چھوٹے بیٹے ملک افتخار کو قلعے تھالنیر حوالہ کیا
اور آپ پچیس سال حکومت کر کے ۲ شعبان ۸۰۱ھ مین مرگیا۔ ۸۰۱ھ

۱۱۲ نصیر حاکم خاندیس باپ کے بعد نصیر نے حاکم ہوتے ہی سلطنت کے زیور ارباب کمال کو جمع
کیا اُنکے وظایف مقرر کیے اور خطبہ مین اپنا نام پڑھوایا اور جدید فتوحات کے درپے ہوا جس جگہ
قلعہ اسیر ہے یہان پہاڑ پر ایک بڑا امیر آسا اہیر نام رہا کرتا تھا۔ مویشی اور زر اُسکے پاس بہت تھا
گونڈوانہ اور خاندیس مین اُسکا بڑا لین دین تھا اور اپنی مقدرت کی وجہ سے یہان اُسنے ایک
قلعہ بنایا تھا۔ سلطان فیروز شاہ نے اس خبر کو سُنکر حاکم خاندیس کو ملامت کی کہ ایسا قلعہ کیون بنا دیا
جب ملک راجہ سا ملنسار وہان کا حاکم ہوا تو آسا اہیر کی اطاعت کے باعث اُس نے اُس سے کچھ
پرخاش نہ کی مگر نصیر نے حاکم ہونیکے بعد اُسکے لینے کا ارادہ کیا۔ اور راجہ بگلانہ و انتور کے خوف سے
بظاہر اپنے اہل و عیال کو ڈولیون مین بٹھاکر آسا اہیر کی اجازت سے اُس کے قلعے مین روانہ کیا
مگر ان سپاہیون نے جو تعداد مین دو سو تھے قلعے مین پہونچتے ہی جب کہ عین غفلت مین آسا اہیر
اور اُسکے رشتے دار خیر مقدم کے لیے آرہے تھے اُن سب کو قتل کر ڈالا اور قلعے پر قابض ہو گیے

نصیرخان نے گو یوروپین اور ہندوؤن کے لحاظ سے یہ ایک سیاہیانہ پیچ کھیلا مگر مسلمانون کی حیثیت سے یہ بڑی دغابازی کی لیکن چونکہ آخر کو مسلمان تھا اتنا تو بھی کیا کہ اُسکے زرنقد کو ہاتھ نہ لگایا۔ اور وہ اسیطرح سے امانت اسوقت تک رکھا رہا کہ اکبر بادشاہ نے اُسے فتح کیا اور اُس چاندی سونے کو گلا کر سکہ بنایا۔ غرض کہ نصیر کو یہ ایسی فتح ہوئی کہ اُس سے اُسکی حالت بدلگئی۔ اسوقت وہ قلعہ تلنگ میں تھا فتح کی خبر سُنتے ہی اسیر مین آیا اور بہت خوشی منائی۔ جب حضرت شیخ زین الدین نصیر کے پیر و مرشد دولت آباد سے اس فتح کی مبارک باد دینے کو گیے تو دریاے تاپتی کے جنوبی کنارے پر جاکر ٹھہرے اور مرید او رمرشد کی خوب خوب ملاقاتین رہین۔ دو ہفتے کے بعد شیخ صاحب نے رخصت چاہی نصیر نے مدد معاش کے لیے کچھ دیہات دینا چاہا مگر حضرت نے منظور نہ کیا اور جب بہت اصرار کیا تو کہا کہ یہان تاپتی ندی کے شمالی کنارے پر تمہارا لشکر پڑا ہے وہان ایک شہر بسا کر اُس کا نام برہان آباد حضرت پیر و مرشد شیخ برہان الدین صاحب کے نام پر رکھو اور جہان مین ٹھیرا ہون یہان ایک قصبہ زین آباد آباد کرو۔ جاگیر کے بجاے یہی نام میرے لیے کافی ووافی ہی۔ دنیا کی کوئی چیز مجھکو نہین چاہیے۔ چنانچہ اون کے کہنے کے بموجب نصیر نے جنوبی طرف قصبہ زین آباد اور شمالی طرف شہر برہانپور آباد کیا۔ جو بعد کو شاہان خاندیس کا دار السلطنت ہوگیا

دہ درویش در گلیمے بخسپند — وو دو بادشاہ در اقلیمے نہ گنجند

جب نصیر کی حکومت جم گئی تو یہ کب ہوسکتا تھا کہ نصیر بھی خاندیس مین رہے اور ملک افتخار بھی حکومت کرے اسلیے نصیر نے ہوشنگ شاہ اپنے بہنوئی اور والی مالوہ کے اتفاق سے اپنے بھائی سے ۸۲۰ھ مین قلعہ تھالنیر لینا چاہا اور غزنین خان پسر ہوشنگ شاہ اور نصیر نے اُسکا محاصرہ کیا۔ ملک افتخار نے احمد شاہ گجراتی سے مدد مانگی۔ مگر اُنھون نے مدد کے

۸۲۰ھ

پہونچنے سے پہلے ہی اُسپر قبضہ کرلیا - اور ایسے غرور مین بھر گیا اور چاہا کہ سلطان پور اور نندربار جو
گجرات کے متعلق تھا جاکر لے لین - چنانچہ سلطان پور کا محاصرہ کیا اور ملک احمد حبیب وہان
کے حاکم نے احمد شاہ کو لکھا چنانچہ احمد شاہ نے ملک محمود ترک کو آگے روانہ کیا اور پیچھے سے
خود بھی کوچ کیا - جب احمد شاہ گجراتی کی فوج آئی تو نصیر کو نہایت فکر ہوئی غزنین خان تو مانڈو
بھاگ گیا - اور نصیر نے تھالنیر مین پناہ لی ملک محمود نے اُسکا محاصرہ کیا احمد شاہ
سلطان پور مین آپہونچا جس سے نصیر نے مجبور ہو کر صلح کا پیغام بھیجا - اور اُسکے نوکرون کو
دے دلاکر بہت منت و سماجت کرکے حاکم گجرات کو راضی کرلیا - چنانچہ اُس نے فقط اُسکا
قصور ہی معاف نہ کیا بلکہ اُسے سراپردہ سُرخ اور چتر و دیگر خطاب خانی کا عنایت کیا مگر نصیر خان احمد شاہ
گجراتی سے کچھ خوش نہ ہوا بلکہ خفیہ خفیہ اپنی قوت کو بڑھانے لگا اور احمد شاہ بہمنی سے رشتہ داری
کا سلسلہ قایم کیا ۸۳۳ھ مین راجہ کانہا جو راے جالوارہ توابعات گجرات سے تھا بھاگ کر نصیر خان
۸۳۳ھ
کے پاس آکر پناہ گزین ہوا اُس نے ظاہر مین اُس کی بہت مدارات نہ کی اور احمد شاہ گجراتی کے
مقابلے کی طاقت اپنے مین نہ دیکھکر احمد شاہ بہمنی کے پاس ایک سفارشی خط دیکر بھیجدیا
احمد شاہ بہمنی نے کچھ فوج اُسکی مدد کو دیکر گجرات کو روانہ کیا وہان جاکر انہون نے خوب تاخت و
تاراج کی - اسلیے احمد شاہ گجراتی نے اپنے بیٹے محمد خان کو لشکر دیکر بھیجا - اور مقرب الملک سرلشکر
اور ملک افتخار الملک وغیرہ سردارون کو ساتھ کیا نندربار کے قریب گجراتی اور دکھنیون مین لڑائی
ہوئی دکھنی شکست کھاکر بھاگے اور دولت آباد مین آکر پناہ لی - جب یہ حال احمد شاہ بہمنی کو معلوم
ہوا تو اُس نے شاہزادہ علاؤالدین کو اور قدر خان سرلشکر کو روانہ کیا - جب یہ لوگ دولت آباد مین آئے
تو نصیر خان علاؤالدین کا خسر اور راجہ کانہا راجہ جالوارہ بھی آکر مل گیے - جون ہی یہ متفقہ فوج گھاٹی
مانک تک پہونچی تو بڑی سخت لڑائی ہوئی - قدر خان اور مقرب الملک دونون سپہ سالار اتفاقاً

ایک دوسرے سے مقابل ہو گیے۔ قدر خان گھوڑے پر سے گر پڑا ملک افتخار الملک نے خاص شہزادہ علاؤالدین پر حملہ کر کے اُسکے ہاتی چھین لیے جس سے دکھنیون کو بڑا نقصان پہونچا۔ اور میدان مین نہ ٹھیر سکے نصیر خان اور راجہ کانہا علاقہ کلنہ کی طرف بھاگ گیے۔ دکھنیون نے دولت آباد کا راستہ لیا مگر اسی ۸۳۴ھ مین قطب نامی حاکم جزیرہ مہایم (جسے اب ہم ممبئی کہتے ہین) اور جو توابعات گجرات سے تھا مر گیا۔ اور خلف حسن بصری نے احمد شاہ بہمنی کے اشارے سے جزیرے مہایم پر قبضہ کر لیا۔

۸۳۴ھ

۱۱۳۔ احمد شاہ گجراتی سے جھگڑا | جب یہ خبر گجرات مین پہونچی تو سلطان احمد شاہ نے اپنے چھوٹے بیٹے ظفر خان کو افتخار الملک کی اتابکی مین استرداد مہایم کے لیے بھیجا۔ اور مخلص الملک کو تو ال بندر دیو کو بھی اعانت کے لیے لکھا۔ چنانچہ مخلص الملک سترہ چھوٹے بڑے جہاز لیکر دریا سے اور ظفر خان خشکی کی طرف سے ٹھانہ کو چلے جو دکھنیون کے قبضے مین تھا افتخار الملک نے آکر محاصرہ کیا۔ اور جہازون نے رسد کو روک دیا مگر پھر بھی حاکم تھانہ خوب لڑا اور آخر قلعہ چھوڑ کر مہایم کو چلا آیا۔ ملک افتخار مہایم مین تھا۔ اس نے ساحل کی طرف کانٹے لگا دئے تھے۔ جب شاہزادہ ظفر خان وہان آیا تو طرفین مین خوب لڑائی ہوئی۔ لیکن دکھنی مغلوب ہو کر مہایم کو چھوڑ کر دوسری جگہ وہین جا جمے اور احمد شاہ بہمنی کو مدد کے لیے لکھا۔ چنانچہ دکن سے شاہزادہ محمد خان اور خواجہ جہان وزیر دس ہزار فوج سے امداد کے لیے آئے۔ اب ملک التجار محاصرے سے نکل کر شاہزادہ دکن سے ملا اور بعد مشورے کے دکھنی ٹھانہ کو چلے۔ ظفر خان بھی وہان پہونچا۔ مگر دکھنیون کو وہان بھی شکست ہوئی۔ اور ملک التجار کا بھائی حسین بن حسن گرفتار ہوا اور دو دکھنی سردار مارے گیے۔ اور ملک التجار چاکنہ مین اور محمد خان دولت آباد مین لوٹ آئے۔ ظفر خان نے مہایم مین اپنا انتظام کیا اور جو دکھنی دریا مین بھاگ گیے تھے اُنکو گرفتار کر کے بہت سا لوٹ کا

مال باپ کے پاس بھیجا۔ اب احمد شاہ بہمنی کو غصہ آیا۔ اور تمام فوج لیکر گجرات کو چلا اور بگلانہ مین پہونچکر اُس علاقے کو خوب لوٹا کھسوٹا۔ راجہ قلعے مین محصور ہوگیا۔ شاہزادہ محمد خان نے جو اُس وقت سرحد گجرات کی حفاظت پر مامور تھا۔ باپ کو لکھا وہ فوراً ندربار مین آیا۔ مگر یہ سُنکر کہ احمد شاہ دکھنی بیتول سے واپس چلا گیا احمد آباد کو لوٹا۔ لیکن پھر یہ خبر ملی کہ بیتول کا محاصرہ کیے پڑا ہے اور ملک سعادت سلطانی وہان کا حاکم محصور ہے اسلیے پھر واپس آیا اور کہلا بھیجا کہ اگر آپ محاصرہ اٹھاکر چلے جائین تو دوستی مین کچھ فرق نہ آئیگا۔ احمد شاہ بہمنی نے اِس باب مین اپنے امرا سے مشورہ کیا مگر دکھنی اپنے غرور مین اپنی طاقت کو نہ سمجھے اور لڑنے کا مشورہ دیا اور قلعے کی فتح مین جلدی کی مگر قلعے پر بہت سے آدمی مارے گیے اور سلطان احمد شاہ گجراتی کے آنے پر محاصرہ اٹھانا پڑا۔ احمد شاہ بہمنی نے اپنے سردارون سے کہا کہ لشکر دکن کو کئی مرتبہ شکست ہو چکی ہے۔ اگر یہان بھی شکست ہوئی تو دکن کی حکومت بھی ہم سے جاتی رہیگی۔ دل کھول کر لڑنا چاہیے لڑائی کے شروع مین دکھنیون کی طرف سے ایک امیر اژدر خان نامی نکلا اور اپنے مقابلے کے لیے کسی کو چاہا۔ گجراتیون مین عضد الملک آگے بڑھا اور دونون سردارون نے ایک دوسرے پر حملہ کیا۔ مگر اژدر خان مغلوب ہو کر قید ہو گیا اس پر طرفین کے لشکر بھڑ گیے اور شام تک لڑتے رہے۔ دکھنیون کا بڑا نقصان ہوا۔ اب علما بیچ مین پڑے طرفین مین مسلمان تھے اُنھون نے اہل اسلام کے باہمی کشت و خون کو منع کیا۔ اسلیے احمد شاہ بہمنی رات کو وہان سے کوچ کر کے اپنے ملک کو چلا آیا اِس ناکامی کا سبب یہ تھا کہ سلطان احمد شاہ اب بہت بوڑھا ہو گیا تھا۔ اور اس کے امرا بھی دولتمندی اور دکن کی آب و ہوا سے سُست ہو گیے تھے۔ اور دکھنیون اور غریبون مین حسد پیدا ہو گیا تھا۔ فوج ایک دل نہ تھی۔

۱۴۱۔ ہوشنگ شاہ والی مالوے سے جھگڑا	چونکہ اِس زمانہ مین احمد شاہ کو گجراتیون کے مقابلے مین

۸۲۷ھ

بڑی زک ہوئی تھی اسلیے ہوشنگ شاہ بادشاہ مالوے نے اِس موقع سے فایدہ اُٹھایا۔ اور ۸۲۷ھ
مین فوج لیکر قلعے کھڑلہ پر چڑہائی کی اور نرسنگہ راے کو قتل کرکے کھڑلہ پر قبضہ کرلیا۔ جب احمد شاہ
نے سنا تو مالوے والون سے مقابلہ کرنیکے لیے بڑہا مگر نصیر خان والیِ اسیر نے دونون
بادشاہون کے بیچ مین پڑکر صلح کرادی جسکے بموجب برار احمد شاہ کا رہا اور کھڑلہ ہوشنگ شاہ
کے متعلق کیا گیا۔ اسی کے کچھ عرصے کے بعد احمد شاہ کا آخر سفر تلنگانہ کی طرف ہوا۔ کچھ زمینداروں
نے شاہزادہ داؤد خان سے سرکشی کی تھی چنانچہ وہ قتل کیے گیے۔ اور بادشاہ بیدر کو لوٹ آیا

۱۱۵۔ سادات اور احمد شاہ اور اوس کی موت

اِس سفر سے جب بادشاہ نے مراجعت کی اور بیدر سے ایک منزل
رہا تو ناصر الدین کربلائی کو جسے شیخ آذری نے سفارش کرکے بھیجا تھا
پانچ ہزار تنگہ دیے اور تیس ہزار تنگہ کربلای سیدون کو تقسیم کرنیکے لیے اُسکے ہاتھ بھیجے شیخ
اسی دن روانہ ہوگیا۔ راستے مین ایک امیر شیر ملک نامی کے سامنے سے اِسکا گذر ہوا۔ چونکہ
اُس زمانے کا دستور تھا اور اب بھی یہ دستور ہے کہ بڑے بڑے امرا کے سامنے جائین تو اُنکی
تعظیم کرین۔ مگر یہ سید ویسے ہی گھوڑے پر چڑہا ہوا گستاخانہ سامنے سے گذر گیا۔ شیر ملک
نے اپنے آدمیون سے اُسے پکڑوا بلایا۔ اور گھوڑے پر سے نیچے زبردستی اُتروا دیا۔ یہ سید
احمد شاہ کے پاس چلا گیا۔ اور اس کی شکایت کی۔ احمد شاہ جب بیدر کو آیا تو دربار کے وقت شیر ملک
بھی حاضر ہوا بادشاہ نے جوش مین آکر یہ بڑا دینداری کا کام کیا۔ شیر ملک کو اس قصور مین ہاتی
کے پانون سے بندھوا کر مروا ڈالا اور مورخین اور شعرا نے اسکو اُسکی بڑی دینداری کا کام لکھا۔
چونکہ فیروز شاہ نے متعہ کی حلت کو تسلیم کیا تھا اسلیے اُسکو اہل شیعہ سے ملنے کا زیادہ اتفاق
رہتا تھا اور چونکہ اُن مین اکثر سید ہونے کا دعوی کیا کرتے ہین اسلیے سیدون سے اُسکو اعتقاد
زیادہ ہوگیا تھا اور گو کلام ربانی مین اِنَّ اَکْرَمَکُمْ عِنْدَ اللّٰہِ اَتْقٰکُمْ متقیون کو بزرگ مانا گیا ہے

اور جسکو عقل بھی تسلیم کرتی ہے مگر وہ سیدون کو بزرگ سمجھتا تھا اسلیے احمد شاہ کا بھی یہی اعتقاد ہوگیا تھا
بلکہ یہ اُس سے بھی بڑھ گیا تھا۔ یہانتک کہ ایک بے گناہ کی جان لینا اُس نے ثواب عظیم سمجھا
اور جہال نے اُسکو دینداری بتایا۔ عربون مین دو وصف ایسے ہین کہ جس سبب سے کبھی کسی دربار مین
یہ مقبول نہین ہوتے۔ ایک تو یہ اپنے آپ کو سارے جہان سے اصیل و نجیب سمجھتے ہین اور
سب کو ارذل خیال کرتے ہین۔ اور سوا ے عرب کے اور کسی کی حکومت سے راضی نہین ہوتے
اسمین شک نہین کہ یہ ایک بڑا عمدہ وصف ہے جو اچھی اور شایستہ قومون مین ترقی کا باعث ہے
مگر یہ عرب جب دوسری حکومتون مین رہے ہے تب بھی انہون نے ایسا ہی کیا کہ جس سے وہان
انکی وقعت نہین ہوئی اور جب وہان یہ شکم پری کے واسطے نوکری کرنے گیے تو غیرون اور مزدورون
کی طرح سے ملازم رہے۔ اور جن عربون کو کہین کچھ حکومت بھی ملی تو وہ اکثر وہی خاندان ہین
جو مدت ہاے دراز سے عرب سے نکلکر ایران توران وغیرہ ممالک مین آباد ہوگیے ہین اور اُن
ممالک کی صحبت سے کچھ دنیاوی معاملات کو سمجھ گیے ہین۔ دوسرا عیب یہ ہے کہ یہ لوگ معاملات
حساب کتاب مین ناقص ہوتے ہین انہون نے اپنی حکومت مین تحصیل اور تشخیص محاصل کو ہمیشہ
غیر قومون پر چھوڑا اور اس سبب سے حکومت انکے ہاتھون سے جاتی رہی اسلیے یہ کسی دربار مین
اگر نوکر بھی ہوتے ہین تو بجز فن سپاہ گری کے اور کسی کام کے نہین ہین اور یہ فن ایسا ہے کہ
ہر وقت کام نہین آتا۔ بخلاف اہل ایران کے کہ یہ حساب کتاب مین بڑے ہوشیار کفایت شعاری
مین بڑے کامل۔ انتظام ملک داری سے خوب واقف سپاہ گری مین بھی چالاک۔ دغا و فریب بھی
ہندوون کی مانند اچھی طرح جانتے ہین اسی سبب سے جتنی ایشیائی حکومتین تھین اُن سب مین
ایرانی ضرور نوکر ہوتے تھے اور اس کثرت سے ہوتے تھے کہ سرکاری تحریرات انہین کی زبان مین
ہونے لگی تھین اور یہی وجہ تھی کہ تمام ایشیا مین شاہی مراسلت فارسی زبان مین ہوتی تھی حالانکہ

ہندوستان کو کبھی کسی ایرانی نے فتح نہین کیا تب بھی ہندوستان کی مسلمانی زبان فارسی تھی اور یہی وجہ تھی کہ سلاطین بہمنیہ کے یہان بھی ایرانی بکثرت تھے اور گو اُن مین بہت سے شیعہ تھے مگر تقیہ رکھتے تھے لیکن اپنے کو سید کہا کرتے تھے۔ سید ہمیشہ شیعہ ہی نہین ہوتے بلکہ سنی بھی ہوتے ہین اور اسی سبب سے اہل سنت گو سید شیعہ ہو یا سنی سب کی تعظیم کرتے تھے اور اسیکو اپنی خوش اعتقادی سمجھتے تھے چنانچہ احمد شاہ نے جب شاہ نعمت اللہ ولی کرمانی کی شہرت سنی تو شیخ حبیب اللہ جنیدی اُنکے مرید اور میر شمس الدین قمی وغیرہ کو بہت سے تحفے تحایف دیکر اُنکے پاس بھیجا انہون نے ملا قطب الدین اپنے مرید کو تاج دوازدہ ترک کا دیکر دکن کو روانہ کیا جب وہ احمد شاہ کے سامنے آیا تو اُس نے کہا کہ یہ وہی شخص ہے جسے مین نے فیروز شاہ سے لڑائی وقت خواب مین دیکھا تھا اگر اس کے پاس دوازدہ ترک کا تاج ہے تو میرے خواب کی تعبیر یہی ہے پھر ملا قطب الدین نے وہ تاج نکال کر دیا تو احمد شاہ نہایت خوش ہو کر بغلگیر ہوا اور تاج کو سر پر رکھا پھر احمد شاہ نے خواجہ عماد الدین سمنانی اور سیف اللہ حسن آبادی کو شاہ صاحب کے پاس بھیجا اور اُنکے بیٹے کو بلایا۔ چونکہ اُن کا ایک ہی بیٹا خلیل اللہ شاہ تھا اسلیے اُنہون نے اپنے پوتے میر نور اللہ بن خلیل اللہ شاہ کو روانہ کیا۔ جب میر نور اللہ بندر چول مین پہونچا تو اوسکی پیشوائی کے لیے سید محمد صدر و میر ابو القاسم جرجانی گیے اور دار الخلافت سے نکل کر بادشاہ نے مع جمیع امراء فرزندان اُسکا استقبال کیا۔ اور ملاقات کے مقام پر ایک مسجد اور گانون نعمت آباد بسایا اور میر نور اللہ کو ملک المشایخ کا خطاب دیکر اُسے اپنی بیٹی دی پھر جب شاہ نعمت اللہ مر گیے تو شاہ خلیل اللہ اپنے باقی دونون بیٹون شاہ حبیب اللہ غازی اور شاہ محب اللہ کو لیکر دکن چلا آیا اور احمد شاہ نے میر حبیب اللہ کو بھی اپنی ایک بیٹی دی اور شاہ محب اللہ کو شاہزادہ علاؤالدین کی بیٹی منسوب کی غرض کہ فقرا اور سادات کے ساتھ جو سلوک اسنے کیے وہ بہت ہی کم کسی نے کیے ہونگے

۸۳۸ھ آخر ۸ رجب ۸۳۸ھ کو ۱۲ بارہ سال کی سلطنت کے بعد احمد شاہ مرگیا۔ اسکے وقت مین سلطنت بہمنیہ اچھی رہی اور ورنگل کا قدیمی راج نیست و نابود ہوگیا مگر چونکہ فقرا اور سادات کی عزت حد سے تجاوز کرگئی تھی اور اُنکے متعلقین کو اور نیز پردیسیون کو بڑے بڑے عہدے ملگیے تھے اِس سبب سے قدیمی خاندان اُسکی اخیر سلطنت مین اُس سے ناراض ہوگیے اور دل سے کام نہ کرتے تھے یہی وجہ تھی کہ شاہانِ مالوہ و گجرات کے مقابلے مین اُسے ذلت اُٹھانی پڑی اور راے بیجانگر نے پانچ سال تک خراج نہ دیا۔

سلطان علاؤ الدین شاہ ابن

احمد شاہ ولی

۸۴۲ھ ۱۱۶۔ علاؤ الدین کی تخت نشینی اور محمد خان کی بغاوت۔

اسکے بعد علاؤ الدین نے باپ کے تخت و تاج کا مالک بنکر دلاور خان افغان کو وکیل شاہی اور خواجۂ جہان استر آبادی کو وزیر اور عماد الملک غوری کو امیر الامرا کیا۔ اور شاہزادہ محمد خان کو راے بیجانگر پر خراج پنجسالہ وصول کرنیکے لیے بھیجا۔ جب اُس نے وہان جاکر تاخت و تاراج شروع کی تو راجہ نے ۲۰ بیس ہاتی اور آٹھ لاکھ ہون و بہت سا نذرانہ دیکر اس سے اپنا پیچھا چھڑایا مگر محمد خان نے مدگل کے قریب واپس آکر بعض بدمعاشون کے بھڑکانے سے اول تو عماد الملک اور خواجۂ جہان کو اپنے ساتھ ملنے کی ترغیب دی۔ اور جب انہون نے نہ مانا تو اُن کو مار ڈالا۔ اور عَلَم بغاوت بلند کیا۔ لیکن جب علاؤ الدین لشکر لیکر پہونچا تو ایک بڑی سخت لڑائی ہوئی۔ اور محمد خان کو بادشاہ سے شکست کھاکر بھاگنا پڑا اور پھر خطا معاف کردینے پر بھائی کے پاس چلا آیا۔ اُس وقت علاؤ الدین نے اُسے شاہزادہ داؤد خان اپنے بھائی کے مرجانے سے تلنگانے کے علاقے مین سے رائچور کے پرگنات

دیگر محمد خان کو وہان بھیجدیا۔

۱۱۷۔ دلاور خان کی کوکن پر چڑہائی

۸۴۰ھ

سنہ ۸۴۰ھ مین دلاور خان سرکشان کوکن وغیرہ کی تنبیہ کے لیے بھیجا گیا۔ اُس نے رایان راتیں وسنگیسر کو مطیع کیا۔ اور اُن سے خراج وصول کرکے رائے سنگیسر کی دختر کو جسکا نام علاؤالدین نے بعد مین زیبا چہر رکھکر حرم مین داخل کرلیا تھا بہت سی سازوسامان کے ساتھ بادشاہ کے لیے لایا۔ مگر چونکہ وہ وہان کے حاکمون سے رشوت لیچکا تھا اور اسی سبب سے اُنکے استیصال مین لیت ولعل کررہا تھا علاؤالدین اُس سے ناراض ہوگیا۔ اسوجہ سے دلاور خان نے استعفا دیدیا۔ اور خدمت وکالت ایک خواجہ سرا دستورالملک کو دی گئی۔ لیکن یہ بھی بڑا مغرور تھا یہانتک کہ شاہزادون کی بھی پروا نہ کرتا تھا۔ شاہزادہ ہمایون نے ایک مرتبہ کسی کام کو کہا تو اُسنے بے پروایانہ جواب دیا۔ اسپر شاہزادہ نے اُسے ایک سلحدار کے ہاتھ سے مروادیا۔ اور جب بادشاہ کو خبر ہوئی تو اس شاہزادے نے کہا کہ دستورالملک نے ایک سلحدار کو گالیان دی تھین اسلیے اُس نے دستور کو قتل کردیا ہے۔ اور یہ سلحدار قدیمی خدمتگار ہے جیسا حکم ہو اُس کے مطابق تعمیل کیجائے۔ بادشاہ شاہزادہ کی طرز تقریر کو پہچان گیا اور اُسے قید کا حکم دیکر منصب وکالت میان من اللہ دکھنی کو عنایت کیا۔ یہ میان من اللہ فیروز شاہی امرا مین سے تھا اور نیک خلق مشہور تھا۔

۱۱۸۔ نصیر خان کا برار پر حملہ

۸۴۱ھ

چونکہ سلطان علاؤالدین زیبا چہر کی خاطر ومدارات نصیر خان کی دختر آغا زینب ملقب بہ ملکۂ جہان سے زیادہ کرنے لگا تھا۔ اِس لیے وہ ناراض ہوکر اپنے باپ کے پاس چلی گئی تھی اور نصیر خان کو علاؤالدین سے کشش پیدا ہوگئی تھی نصیر خان نے سنہ ۸۴۱ھ مین احمد شاہ بادشاہ گجرات کے استصواب سے برار پر حملہ کیا۔ اِسوقت راجہ گونڈوانہ نے بھی اُسے مدد دی تھی اور علاؤالدین کی عیاشی اور غفلت کے باعث برار کے بہت سے امیر بھی اسے حضرت

عمر فاروق رض کی اولاد مین سمجھکر اُس سے مل گیے تھے یہانتک کہ برار مین نصیر خان کے نام کا خطبہ
پڑھا گیا - اور خان جہان سر لشکر برار کو جو بہنیون کا خیر خواہ تھا قلعہ پرنالہ مین پناہ لینی پڑی علاؤالدین
نے امراسے مشورہ لیا تو امراے دکھنی و حبشی نے جو اہل سنت و جماعت سے تھے بیان کیا کہ جب
ہم یہان سے جائین گے تو شاہان گجرات و مالوہ اور راے گونڈوانہ نصیر خان کو مدد دینگے - اس لیے
بادشاہ کو چاہیے کہ خود کوئی ایسی تدبیر کرے کہ جس سے یہ مدد نصیر خان کو نہ ملے - چونکہ اس جواب
سے نفاق کی بو آتی تھی - اس لیے بادشاہ نے خلف حسن بصری کو اُسی جلسہ مین جانے کا حکم
دیا لیکن اُسنے کہا کہ دکھنی امیر ہم لوگون کے ساتھ کہ جنکا نام انھون نے غریب رکھا ہے رشک و
حسد رکھتے ہین - اور ان کے اس رشک و حسد کے باعث ایک مرتبہ جزیرۂ مہاہم مین شکست ہو چکی
ہے - اگر بادشاہ ان لوگون کو میرے ساتھ نہ بھیجے - اور مغلون اور خاصۂ خیل کو ہمراہ کرے تو یہ کام
مین بخوبی سر انجام کر سکتا ہون - بادشاہ نے امراے دکھنی سے استصواب کیا تو میان من اللہ اور
خان زمان نے کہا کہ بہتر ہے آزمایش کے طور پر انھین آگے بھیجیے اگر فتح ہوئی تو فہو المراد ورنہ پیچھے
بادشاہ خود چلے ہم سب لوگ ہمرکاب ہونگے - اسلیے بادشاہ نے اِس بات کو منظور کر کے اُسے
تین ہزار مغل تیر انداز دیدیے اور رستم خان صف شکن قرا خان گرو علی خان سیستانی میر علی کافر کش
افتخار الملک ہمدانی احمد بیگ رستم خان مازندرانی حسین خان بدخشی خسرو خان ازبک بہادر خان ازبک
اور دو چنگیزی خاندان کے شاہزادون مجنون سلطان اور شاہ قلی سلطان اور نیز بہت سے عرب اور
ترک سردارون کو ہمراہ کر کے روانہ کیا -

۱۱۹ - ملک حسن بصری کی خاندیس مین تاخت

اب ملک حسن بصری دولت آباد کو آیا - اور وہان کے دکھنی حبشی امیرون کو گجرات مالوے کی سرحد کی حفاظت کے لیے بھیجدیا - اور خود سات ہزار
عرب سے برار روانہ ہوا - جب خان جہان قلعہ پرنالہ سے نکل آیا - تو اُسے ایلچپور اور بالاپور پر

بڑھنے کا حکم دیا تاکہ رایان گونڈوانہ نصیر خان کی مدد کو نہ آئین - چونکہ ہوشنگ شاہ والی مالوہ نصیر خان کا رشتہ دار ذیحجہ ۸۳۵ھ مین مر چکا تھا اور غزنین خان کو اُسکے ایک سردار نے زہر دیکر مالوے کی حکومت پر قبضہ کر لیا تھا - اور سلطان احمد شاہ گجراتی بھی دعویداران مالوے کی حمایت مین مصروف تھا اس لیے نصیر خان کو اُن سے مدد نہ ملی - رایان گونڈوانہ نے بھی طرح دی - نصیر خان روہنگیر کے مقام پر پڑا ہوا تھا خلف حسن بصری دہان پہونچا اور جب روہنگیر کے مقام پر خاندیسیون سے مقابلہ ہوا تو نصیر خان شکست کھا کر برہانپور کو بھاگا - مگر جب حسن بصری وہان بھی پہونچا تو اُسنے قلعے للنگ مین جا کر پناہ لی اور گجرات سے مدد طلب کی - اس عرصے مین فوج دکن نے خاندیس مین خوب تاخت و تاراج کی اور دکن کے لوٹنے کی خبر اُڑا کر نصیر خان کو قلعے للنگ مین یکایک جا گھیرا نصیر خان نے دیکھا کہ دکھنیون کی طرف تین ہزار فوج ہے اور ابھی تھکی ہوئی آرہی ہے اور میرے پاس بارہ ہزار آدمی ہین اس لئے اگرچہ گجرات سے مدد آنے کو تھی مگر اُسکا مطلق انتظار نہ کیا - اور دکھنیون سے لڑ پڑا - مگر پھر بھی مونھ کی کھائی اور بہت سے باغی امیر مارے گیے اس رنج و غم سے نصیر خان بیمار ہو گیا - اور ۳ - ربیع الاول ۸۴۱ھ کو ۴۱ سال کی حکومت کے بعد مر گیا اُس کے بعد اُسکا بیٹا میران عادل خان جو ہوشنگ شاہ والی مالوہ کا بھانجا تھا حکومت خاندیس کا مالک ہوا - اور چاہا کہ قلعۂ اللنگ کو جسے ملک التجار محاصرہ کیئے پڑا تھا بچائے اسلیے اُس نے بادشاہ گجرات کو لکھا کہ مدد جلد بھیجیے - جب ملک التجار حسن بصری نے سُنا کہ گجرات سے مدد آرہی ہے - اور سلطان پور مین فوج پہونچگئی ہے تو وہ محاصرے کو اُٹھا کر بیدر کو چلا آیا - اس فتح مین ستر ہاتی اور ایک بڑا توپخانہ اس کے ہاتھ لگ گیا تھا -

۸۴۱ھ

۱۲۰ - غریبون اور دکھنیون مین عداوت پیدا ہونا -

آخر کار جب ملک حسن بصری بفتح و ظفر بیدر کو واپس آیا تو بادشاہ نے اُسکی کمال درجہ عزت افزائی کی - شاہزادۂ ہمایون کو چار کوس تک

استقبال کے لیے بھیجا۔ اور خلعت خاص عنایت کیا۔ اور سلطان قلی کو جس نے اِس مہم مین بڑے کارہاے نمایان کیے تھے اپنی بیٹی بیاہ دی۔ اور اس تاریخ سے غریبون کو دست راست پر اور دکھنیون اور حبشیون کو دست چپ پر دربار مین جگہ ملنے لگی۔ شیعہ و سُنی مذہبون کی عداوت کا تخم نسلون کے پیرایہ مین بویا گیا اور ایسی عداوت قایم ہوئی کہ وہ حکومت بہمنیہ کو بھی لے ڈوبی۔ اس شیعہ سُنی کے لغو جھگڑے نے اسلام کے شروع زمانے سے ہی ابتک اسلام کو سخت نقصان پہونچایا۔ اور بے شمار مسلمانون کے گلے کٹوائے ہین نہ معلوم کہ اِس عناد کے دور کرنے کی مسلمانون کو کب عقل آویگی۔ اور جو فریق کہ ایک ہی خدا ایک ہی پیغمبر ایک ہی کتاب اللہ کی ماننے والے اور ایک قبلہ کیطرف مُنہ کرنے والے ہین کب ایک دوسرے کو بھائی کی طرح سمجھین گے۔

۱۲۱ - دیورائے کا سلطنت بہمنیہ پر حملہ اور شکست

چونکہ ایک عرصے سے بیجانگر والے بہمنیون کے باجگذار چلے آتے تھے اور جب وہ سر اُٹھاتے تو مسلمان وہین کچل دیتے تھے دیورائے ایک پُرانا تجربہ کار راجہ بار بار یہ سوچتا تھا کہ کثرت فوج پر بھی شکست ہونے کا سبب کیا ہے۔ آخر اُس نے اپنے وزرا اور برہمنون کو اکٹھا کیا۔ اور کہا کہ ہمارا ملک ہماری فوج بیدر والون سے بدرجہا زیادہ ہے پھر کیا وجہ ہے کہ ہمیشہ مسلمان ہمپر غالب رہتے ہین اور ہم اُنکے خراج گذار ہین۔ اسپر برہمنون نے کہا کہ ہماری کتابون مین لکھا ہے کہ مسلمان تیس ہزار برس تک ہندوؤن پر غالب رہین گے مگر سرداروں نے کہا کہ مسلمانون کے گھوڑے اچھے اور سوار عمدہ تیرانداز ہوتے ہین اور وہ فنون جنگ کو خوب جانتے ہین۔ غرضکہ بہت سے بحث و مباحثے کے بعد دیورائے نے بہت سے مسلمان نوکر رکھے۔ اور اُن کو خوب جاگیرین دین بیجانگر مین مسجد بنائی۔ اور شعار اسلام مین جو مزاحمت پیشتر ہوتی تھی وہ سب دور کردی اور دربار مین قرآن شریف کو اپنے برابر رحل پر رکھوایا تاکہ جب مسلمان سلام کرین تو مسلمانون کے نزدیک قرآن شریف کو اور راجہ کی عظمت کے واسطے راجہ کو

سلام تصور کیا جائے۔ کیا خدا کی قدرت ہے کہ مسلمانون کی عظمت و شان کا ایک وہ دن تھا کہ وہ اپنے آپ کو ایسا بڑا سمجھتے تھے کہ اگر کسی ہندو کی نوکری بھی کرتے تو بھی اُسکا سلام اُنہین گوارا نہین ہوتا تھا۔ یا اب ادنی ادنی سے آدمی کے سلام کو وہ اپنی عزت سمجھتے ہین اور وہ بھی اُنہین نصیب نہین ہوتا ہے ؎ ببین تفاوت رہ از کجاست تا بکجا + غرض کہ دیوراے نے ہندون کو تیراندازی سکھائی۔ پہلے دو لاکھ سوار اور آٹھ ہزار پیادے تھے۔ ستر ہزار سوار اور تین لاکھ پیادے اور نوکر رکھے اور تنخواہ بڑھادی اور جب دس ہزار مسلمان اور ساٹھ ہزار ہندو تیرانداز ہو گیے اور دوسرے اُسکو معلوم ہوا کہ امراے بہمنیہ مین باہم کھٹک رہی ہے۔ یکدلی نہین ہے اور علاؤالدین عیش وعشرت کے باعث خود جنگی کامون مین شریک نہین ہوتا ہے۔ اِس لیے دیوراے کو یہ حوصلہ ہوا کہ بڑے ٹھاٹھ اور سامان کے ساتھ سلطنت بہمنیہ پر حملہ آور ہونے کے لیے تنگ بھدرا سے اس پار اُتر آیا۔ قلعہ مدگل پر قبضہ کر لیا اور بیٹون کو بھیجکر رایچور بنکاپور کا محاصرہ کر لیا اور وہان سے کشنا پار آکر ٹھیرا ساغر بیجاپور تک لوٹ مار مچادی یہ پہلی ہی مرتبہ ہے کہ مسلمان ہندوؤنکے نوکر ہو کر مسلمانونسے لڑے ہین سلطان علاؤالدین بھی گو عیش پرست تھا مگر لیاقت اور شجاعت کی روح اُسمین باقی تھی اُس نے فوراً طرفداران اربعہ کو طلب کیا اور پچاس ہزار سوار اور ساٹھ ہزار پیادے اور توپخانہ وغیرہ آلات حرب و ضرب لیکر دشمن کے مقابلے کے لیے روانہ ہوا۔ جب دیوراے نے دیکھا کہ علاؤالدین خود آتا ہے تو وہ کشنا سے ہٹکر مدگل چلا گیا۔ اب علاؤالدین مدگل سے چھ کوس پر پہونچا۔ اور خلف حسن بصری کو رایچور و بنکاپور کی طرف روانہ کیا۔ اور خان زمان سرلشکر بیجاپور اور خان اعظم سرلشکر برار و تلنگ کو دیوراے کے مقابلے پر متعین کیا۔ رایچور کے مقام پر دیوراے کا بڑا بیٹا تھا۔ یہان خوب لڑائی ہوئی۔ ہندو شکست کھاکر بھاگ گیے۔ بنکاپور کو بھی بغیر لڑائی کے ہندون نے چھوڑ دیا۔ دو مہینے مین تین مرتبہ دیوراے اور علاؤالدین کے لشکر سے لڑائیان ہوئین۔ اخیر لڑائی مین دیوراے کا بڑا بیٹا مارا گیا۔ ہندو اُسکی

۸۴۷ھ

لاش کو لیکر بھاگے۔ مسلمانون نے تعاقب کیا۔ مگر اس تعاقب مین مسلمان ایسے بڑھے ہے کہ فخر الملک دہلوی اور اُسکا بھائی دو امیر قلعہ مدگل مین گھس گیے اور وہان گرفتار ہو گیے۔ اِس لیے علاؤالدین نے دیورائے کے پاس پیغام بھیجا کہ اگر ان سردارون کو تم نے قتل کیا تو حسب دستور قدیم ہر ایک کے عوض ایک ایک لاکھ ہندون کو قتل کرون گا۔ دیورائے بھی اپنے حملے سے پشیمان تھا اسلیے اُس نے کہلا بھیجا کہ اگر بادشاہ ہمارے ملک کا کبھی رُخ نکرے تو مین انہین چھوڑے دیتا ہون۔ اور جو خراج پچھلا چاہیے ہے وہ سب دیتا ہون۔ اور آیندہ کو بھی حسب معمول دیتا رہونگا۔ چنانچہ یہی عہد و پیمان ہوا۔ اور تعمیل کی گئی۔ اور علاؤالدین کی زندگی تک برابر خراج بیجانگر سے آتا رہا

۱۲۲۔ علاؤالدین کے عادات و اطوار علاؤالدین اُصول سلطنت کو جانتا تھا۔ بیدر مین اُسنے ایک دارالشفا نہایت خوبصورت بنوایا تھا۔ اور اُسکے خرچ کے واسطے کچھ گانون وقف کر دئے تھے۔ بیمارون کو دوا غذا وغیرہ مفت ملتی تھی۔ ہندو مسلمان دونون قوم کے طبیب ملازم تھے۔ قاضی اور محتسب مقرر کیے تھے۔ جوا اور شراب کی سخت ممانعت تھی۔ اگر کوئی شراب پیتا تو بڑی سخت سزا دیتا کسیکو معاف نہ کرتا تھا۔ سید محمد گیسو دراز کے پوتے نے ایک فاحشہ کے ساتھ شراب پی اور اُسکی چوٹیا کاٹ کر اُسے مستی مین خوب مارا۔ کوتوال نے مخدوم زادے کو گرفتار کیا۔ اور بادشاہ کو اطلاع کی بادشاہ نے علی الاعلان بازار مین مخدوم زادے کے بیرون پر دو سو تازیانے لگوائے اور اُس فاحشہ کو گدھے کی کھال اُڑھا کر تمام شہر مین رسوا کر کر ملک بدر کر دیا۔ انصاف اور امن چین پھیلانیکا بڑا شایق تھا۔ کسی کے قتل سے ہرگز راضی نہوتا تھا دیوانی کے کام مین آپ دخل نہ دیتا تھا قضات کو تاکید تھی کہ وہ قضایا شرع کے موافق فیصل کیا کرین۔ ہر شخص کو کسب معیشت کی تاکید کرتا کسیکو بیکار نہین پھرنے دیتا تھا۔ یہانتک کہ مشائخ دریوزہ گردن کو بھی نہین چھوڑتا۔ اگر وہ محنت کر کے نہ کھاتے تو اُنکو قید کرتا۔ اور نالیان صاف کراتا۔ پتھر اُٹھواتا جلاوطن کر دیتا تھا۔ غرض یہ چاہتا تھا

کہ دنیا خوشحال ہوجائے۔ مگر عیاش بڑا تھا۔ جب بیجانگر والون پر اُسے فتح حاصل ہوئی تو وہان سے لوٹکر عیش وعشرت مین بدمست ہوگیا۔ اور امورات ملکی کو بالکل دیکھنا چھوڑ دیا ایک ہزار عورتین جمع کین۔ اور نعمت آباد کے قریب دریا کے کنارے ایک باغ لگایا۔ اُسمین مکانات عالیشان بنوائے رات دن گھر مین پڑا رہتا تھا کبھی چار پانچ مہینے مین ایک بار باہر نکلتا۔ میان من اللہ دکھنی وزیر تھے اس سبب سے دکھنی ہی تمام کاروبار سلطنت پر حاوی ہوگیے تھے اور چاہتے تھے کہ جو غیر ملکی ہین اُن کا اقتدار کم ہوجائے۔

۱۲۳۔ سرکہ کا خلف حسن بصری کو دغا سے قتل کرنا۔

یا تو ان دکھنیون نے ہی غریبون کا زور گھٹانے کے لیے خلف حسن بصری کو بہانے سے نکالنا چاہا۔ اور بادشاہ کو صلاح دی یا خود بادشاہ کو تسخیر ممالک منظور تھی خلف حسن بصری سرکشان کوکن کی تادیب کے لیے ۸۵۰ھ مین بھیجا گیا۔ اسوقت اسکے ہمراہ سات ہزار دکھنی اور تین ہزار عرب سوار تھے ۸۵۰ھ اس نے جاکر جاکنہ مین جو جنیر کے پاس ہے صدر مقرر کیا اور وہان ایک مربع نما قلعہ بنایا۔ گرانٹ دف صاحب تاریخ مرہٹہ نے لکھا ہی کہ اس قلعے کے چارون کونون پر اور سامنے کو بیچ مین برج بنے ہین تیس فیٹ چوڑی اور پندرہ فیٹ گہری کھائی کھدی ہوئی ہے اُسکے گرد مٹی کا تودہ لگا ہے اور کہتے ہین کہ یہ قلعہ اصل مین کسی حبشی نے ۶۹۵ھ مین بنایا تھا جس کا حال معلوم نہین کہ وہ دہان کیونکر اور کب آیا اور کیسے اُس جگہ قبضہ حاصل کیا۔ غرض کہ خلف حسن بصری نے جابجا کوکن مین وہان کے زمینداروں راجاؤن پر فوج بھیجی اور اُنکو مطیع کیا۔ انہین مرہٹون مین سے ایک جگہ کا حاکم ایک شخص سرکہ نام تھا۔ جب وہ گرفتار ہوا۔ تو اُس سے کچھ ایسی حرکات سرزد ہوئی تھین جسکی وجہ سے خلف حسن بصری نے اُسے مسلمان ہونے کو مجبور کیا گو یہ بات خلاف قیاس ہے مگر تاریخ فرشتہ مین ایسا ہی لکھا ہے۔ مسلمان مورخین کا یہ ایک دستور ہوگیا ہے کہ جب کسی مسلمان

حاکم کی تعریف کرتے ہین تو وہ گو کیسا ہی فاسق فاجر ہو اُسے شرع کا پابند بتاتے ہین اور کافرون کا
دشمن قرار دیتے ہین۔ مسجدون کا بنانے والا مندرون کا ڈھانے والا غیر مذہب والونکو مسلمان
کرنے والا زبردستی اُسکو بنا دیا کرتے ہین اور اسپر بڑا فخر کرتے ہین۔ لیکن اصل یہ ہے کہ جس زمانے
سے عرب کی خلافت گئی پھر کسی مسلمان نے کسی غیر قوم پر اسلام پھیلانے کے لیے چڑھائی نہین کی۔
یہانتک کہ محمود غزنوی نے بھی کسی ہندو کو مسلمان نہین کیا۔ فقط دولت اور سلطنت کی غرض
سے وہ یہان آیا۔ اور ملک کو لوٹا کھسوٹا اور چلا گیا۔ ہندوستان مین جب سے مسلمان آئے کسی ہندو
سے اسلام کے واسطے کبھی نہین لڑے۔ اور نہ کسی ہندو کو جبراً مسلمان کیا۔ یہ قیاس کے خلاف ہی
کہ خلف حسن بصری نے اُسے اسلام کے لیے مجبور کیا ہو۔ بلکہ صحیح اور قرین قیاس یہ معلوم ہوتا
ہے کہ سرکہ نے مرہٹون کی عادت کے موافق دغا دینے کو خود اُس سے کہا ہوگا کہ مین مسلمان
ہوتا ہون۔ لیکن مشکل یہ ہے کہ اگر مین مسلمان ہو جاؤن اور راے سنگیسر ایسے ہی رہے تو
میری رعایا کو مجھ سے بگاڑ دیگا۔ اسلیے اُسکا مطیع کرنا ضرور ہے اگر تم میرے ساتھ چلو تو راے
سنگیسر کو بھی مطیع کرائے دیتا ہون۔ جس سے خلف حسن بصری دھوکے مین آگیا۔ اگر وہ
اُسکو اسلام کے لیے مجبور کرتا تو ضرور ہے کہ وہ اُسکی دشمنی سے چوکنا بھی رہتا اُسکی دوستی پر کامل
اعتبار کر کے اُس کے ہمراہ ہو لینے سے یقین ہوتا ہے کہ اُس کے مجبور کرنے کا بیان غلط ہی
خیر کچھ ہی کیون نہو خلف حسن بصری سرکہ کے ساتھ ہو لیا مگر دکھنی اور حبشیون نے اسکے ساتھ
جانے سے انکار کر دیا۔ اس نے نہ دیکھا کہ مین لڑائی کو جاتا ہون یا کسی ناچ تماشے کی محفل مین
قدم بڑھاتا ہون۔ دو روز تو اچھی طرح چلے گیے۔ تیسرے روز پہاڑیون اور گہری گھاٹیون مین گذر
ہوا۔ جہان گنجان جنگل تھا اور سامنے سمندر آگیا۔ بجز ایک راستے کے جس سے گیے تھے اور
کسی طرف کوئی راستہ نہ تھا۔ بلکہ اتنا بھی میدان نہ تھا کہ تمام لشکر ایک جگہ ہو سکے۔ پیڑون کی کثرت

سے دس پانچ آدمیون کے سوا اپنے آدمی بھی ایک دوسرے کو دکھائی نہ دیتے تھے۔ رات کو ٹھیرے تو تمام لشکر کے ڈیرے خیمے ایک دوسرے سے دور رہے گرانٹ دف صاحب کہتے ہین کہ قدرتی بناوٹ کے لحاظ سے فوج کے لیے تمام روے زمین پر کوئی مقام اس جگہ سے زیادہ دشوارگذار نہین ہے۔ پھر اسکے سوا خلف حسن بصری بیمار تھا۔ پیچش کے سبب سے تیس چالیس مرتبہ پاخانے کو دن بھر مین جانا ہوتا تھا۔ طبیعت پریشان تھی۔ ہوش وحواس درست نہ تھے۔ اب سرکہ نے موقع پایا۔ اور رات کو راے سنگیسر کے پاس چلا گیا اور کہا کہ ایسا شکار لایا ہون چل اور جلدی کام تمام کر۔ چنانچہ راے سنگیسر تیس ہزار آدمیون سے سوتون پر آپڑا۔ اور تاریکی شب مین بکریون کی طرح سب کو ذبح کر دیا۔ فوج مین ایک دوسرے کی ہائے ہائے کی آواز بھی کسی نے نہ سُنی۔ اب وہ خلف حسن بصری کے پاس آئے اور پانچ سو آدمیون سمیت کہ جسمین سادات کربلائی ونجفی تھے قتل کر دیا۔ یہ پہلی ہی مرتبہ ہے کہ جو مرہٹون نے مسلمانون کے ساتھ دغا کی ہے۔

۱۲۴۔ دکھنیون اور غریبون کا فساد یہ تو جو کچھ ہونا تھا ہو گیا۔ اب مسلمانون کو چاہیے تھا کہ سرکہ اور راے سنگیسر سے انتقام لیتے۔ اور چاہتے تو وہ ایک ایک آدمی کے عوض محمد شاہ کی طرح ایک ایک لاکھ آدمی قتل کر ڈالتے۔ اُن کا اُس زمانے مین وہ اقبال تھا کہ جدھر رُخ کرتے تھے ایک طوفان کی طرح جاتے تھے۔ نہ انکو سمندر کی موجین روکتی تھین اور نہ پہاڑونکی گھاٹیان اور ٹیلے اُن کے سدراہ ہوتے تھے۔ نہ اُن کو افریقیہ کے جلتے ہوئے بے آب ودانہ ریگستانون سے خوف وخطر تھا۔ اور نہ وہ اُس کے برفستانی بیابانون سے جھجکتے تھے جدھر کو اُن کا منہ اُٹھتا آندھی کی طرح جاتے اور بلا کی طرح دشمنون کو غارت کر دیتے تھے۔ اگر یہ مرہٹے زمین کے سات پردون مین بھی گھس جاتے تو بھی وہ انکو بغیر لقمۂ شمشیر بنائے نہ چھوڑتے۔ مگر یہان کچھ اور ہی گل کھلا۔ اور جو بیج کہ فیروزشاہ نے بویا اور احمد شاہ نے اُگایا۔ اور علاء الدین نے جسے پالا تھا اب اُسمین پھول

وپھل لگے۔ کچھ لوگ خلف حسن بصری کے ساتھ کے ادہر اُدہر کونے وغیرہ مین بچ رہے تھے
وہ اُن دکھنیون سے آکر ملے جو اُسکے ساتھ نہ گیے تھے۔ اور اپنی مصیبت کی کہانی سُنائی جب
اُنھون نے اُنکی یہ حالت دیکھی تو ظاہرا اونپر رحم کھایا دل مین اپنے بچانے پر بہت خوش ہوے اور
اُن غارت شدون سے کہا کہ اپنی اپنی جاگیرات کو جاکر سامان جنگ وغیرہ درست کرلاؤ۔ ان مین جو
دکھنی حبشی تھے وہ تو چلے گیے۔ مگر غریب نہ گیے۔ اور کہا کہ ہماری جاگیرین دور ہین ہم جاکنہ مین
جاتے ہین اور وہان سے سامان درست کرکے آتے ہین۔ مگر اسی کے ساتھ ان ناعاقبت اندیش
مغلون نے یہ بھی کہا کہ ان لوگون کے نفاق سے خلف حسن بصری کو یہ نقصان پہونچا۔ جاکنہ مین
جاکر بادشاہ کو ہم اِس سے اطلاع دینگے۔ دکھنی یہ سُنکر ڈرے اور براہ پیش بندی بادشاہ کو لکھ بھیجا
کہ خلف حسن بصری ایک زیندار سرکہ کے بہکانے مین آگیا اور سیدون اور مغلون کے کہنے سے
وہان چلا گیا اگرچہ ہم نے ہرچند سمجھایا مگر نہ مانا۔ اور اسی کے ساتھ ایک فقرہ یہ بھی عداوتا نہ بڑہا دیا
کہ اب جب یہ امراے سادات و مغل و خاصہ خیل لوٹ کر آئے تو ہم نے اُن سے کہا کہ ہم اور
وہ ملکر دشمنون سے انتقام لین مگر اُنھون نے اس بات کو نہ مانا اور جاکنہ کو چلے گیے اور اُنکے
اوضاع سے ایسا مفہوم ہوتا ہے کہ جاکنہ کے قلعے پر قبضہ کرکے رایان کوکن سے ملجائین اور
بادشاہ سے بغاوت کرین۔ جب یہ عرضی مشیر الملک دکھنی کے پاس پہونچی جو بادشاہ کا مقرب اور
مغلون کا سخت دشمن تھا تو اُس نے بادشاہ کے روبرو عین شراب کے نشے مین بدمستی کے
وقت پیش کی اور ایسی بری تقریر کی کہ اُسکو نہایت غصہ آگیا اور اُس نے عیش و عشرت کے
نشے مین اصل حقیقت کو نہ دریافت کیا۔ اور مشیر الملک دکھنی اور نظام الملک بن عماد الملک غوری
کو جو مغلون کے قاتل دشمن تھے حکم دیا کہ امراے جاکنہ کو جاکر قتل کرو۔ یہ حکم ہونا تھا کہ وہ مع
فوج جاکنہ کو روانہ ہوئے۔ سیدون نے بھی قبضے کو خوب مضبوط کیا۔ اور ایک عرضی علاؤالدین

کو لکھکر بھیجی - مگر وہ عرضی مشیر الملک کے ہاتھ پڑ گئی اُس نے پھاڑ کر پھینکدی - دو عرضیاں اور
لکھیں مگر وہ بھی ہندوستانی نامہ بروں نے مشیر الملک کو ہی دیدیں - اب مشیر الملک جاکنہ
میں آیا اور گرد و نواح کے امرائے دکھنی کو اپنی مدد کو بلا کر محاصرہ کر لیا - اور بادشاہ کو لکھنا شروع کیا کہ
امراے جاکنہ مخالفت کر رہے ہیں اور گجرات سے مدد منگائی ہے - اب جو عرضی مغلوں کی جاتی وہ
بادشاہ تک نہ پہونچتی - اور جو عرضی دکھنی بھیجتے وہ حضور میں پیش ہوتی اور اُسپر حکم صادر ہوتا
کہ ایک غریب نہ بچے - رسد کم ہوئی تو محصورین نے نکلنے کی کوشش کی - تاکہ بیدر کو بھاگ کر
جائیں - اور بادشاہ سے عرض معروض کریں - اس لیے دکھنیوں نے دغا سے پیغام بھیجا کہ
بادشاہ نے تمہیں سید سمجھکر تمہاری خطا معاف کردی - تم قلعہ خالی کر دو اور جہاں چاہے چلے جاؤ
یہ سنکر تمام اہل قلعہ جنکی تعداد ڈہائی ہزار تھی اور جسمیں بارہ سو سید تھے باہر نکل آئے اور قلعہ دکھنیوں کے
حوالے کر دیا - تین روز تک تو دکھنیوں نے اپنے عہد کو قائم رکھا مگر چوتھے روز دعوت کے بہانے
سے بڑے بڑے امرا کو قلعہ میں بلایا - تین سو آدمی کے قریب دعوت میں شریک تھے - انمیں
قاسم بیگ صف شکن اور قراخان گرد اور احمد بیگ یکہ تاز نہ تھے - جب دسترخوان پر بیٹھے تو دکھنی
تلواریں لیکر اُنپر پل پڑے اور سبکو قتل کر دیا - اور باہر نکل کر اُن کے لشکر میں آئے اور ایک برس کے
بچے سے لیکر سو برس کے بوڑھے تک کسی مرد کو نہ چھوڑا - بارہ سو سید ہزار مغل اور پانچ چھہ ہزار
بچے مارے گئے - اور عورتوں اور لڑکیوں کی بڑی بے عزتی کی گئی - اب قاسم خان صف شکن اور قراخان
گرد اور احمد بیگ یکہ تاز وغیرہ تین سو آدمی یہ سنتے ہی بھاگے - اور مشیر الملک نے داؤد خان نامی
سردار کو ان کے تعاقب میں بھیجا - لڑتے بھڑتے بیڑ کے قریب جا پہونچے - وہاں حسن خان دکھنی
ایک شخص حاکم تھا کہ جسکے ساتھ قاسم بیگ نے بیجانگر کی لڑائی میں کچھ احسان کیا تھا - اُس نے
قاسم بیگ کی اعانت کی داؤد خان مارا گیا - اب حسن خان نے قاسم بیگ کی عرضی جسمیں مفصل حال تھا

علاؤالدین تک پہونچادی جسکو سُنتے ہی بادشاہ نے قاسم بیگ کو طلب کیا اور جب ہی یہ پہونچا
اُسیدم بلاتحقیقات جیسے حماقت سے پہلے غریبون کے قتل کا حکم دیا تھا اوسیطرح بادشاہ دکھنیون
کے قتل پرآمادہ ہوگیا۔ مصطفےٰ خان سرآمد کارملکی اُسیوقت قتل کیا گیا اور اُسکی لاش کوچہ و بازارمین گھسٹتی
پھری۔ قاسم بیگ خلف حسن بصری کی جگہ دولت آباد کا سرلشکر ہوا۔ اور قراخان اور احمد بیگ کو منصب
ہزاری عنایت کیا گیا۔ غریبون کو ایک دم سے وظائف و جاگیرات ملنے لگین۔ اور مشیرالملک اور نظام الملک
کے گھر ضبط ہوئے۔ اور وہ پاپیادہ جاکنہ سے گرفتار ہوکر آئے اور جنہون نے عرضیان چھپائی
تھین اور افترا کیے تھے وہ سب مارےگیے۔ اُنکے بچے بھیک مانگنے لگے مشیرالملک اور نظام الملک
کے لڑکے بازارمین رسوا پھرتے اور لڑکیان مجبوراً کسب کرانے لگین۔ یہ بیان جو ہم نے اوپر لکھا ہے
اسمین اسقدر بیان تو یقیناً صحیح ہے کہ دکھنی اور غریبون مین عداوت تھی۔ اور یہ بھی صحیح ہے کہ غریب
بادشاہ کے بدخواہ نہ تھے۔ اور اُن کا ارادہ بغاوت کا نہ تھا۔ اب یہ بیان کہ دکھنیون نے غریبون
پر ظلم کیا۔ اور اُنکو دعوت کے بہانے بُلا کر دہوکے سے قتل کیا۔ اور اُنکے بال بچون کو مارا اسمین
تامل ہے جتنی تاریخین اس واقعہ کی نسبت لکھی ہوئی ہین وہ سب وہی ہین کہ جو انہین غریبونکی
لکھی ہوئی ہین۔ اگر کوئی دکھنی اس واقعہ کو لکھتا تو اسکی اصلیت معلوم ہوتی۔ اہل ایران شیعہ ہوتے ہین
اور اُن کو تظلم کرنے اور دہائی دینے اور مراثے کے بیان مین ایک خاص ملکہ ہوتا ہے وہ اس معاملہ
کو تمام روے زمین کے منشیون سے اچھا بیان کرسکتے ہین۔ یقیناً اسمین نمک مرچ لگایا گیا ہے۔ اور
اُسوقت اور بھی اس امر کا یقین ہوتا ہے کہ جب یہ بات تاریخ مین دیکھی جاتی ہے کہ شیخ آذری نے جو بہمن نامہ
کا مصنف ہے اور جس سے یہ سارا بیان لیا گیا ہے علاؤالدین کو ایک بڑا لنبا چوڑا خط لکھا تھا اور
اوسمین غریبون کی سفارش اور دکھنیونکی بُرائی لکھی تھی جس کے سبب سے ۸۵۵ھ مین بادشاہ نے ۸۵۵ھ
جو دکھنی کسی علت مین مقید اور محبوس تھے سب قتل کردئے اور اپنے ہاتھ سے آذری کو خط کا جواب لکھا

اور اُسے بہت سا روپیہ بھیجا۔ اور ہوشیار ہوکر خود کاروبار سلطنت کی نگرانی کرنے لگا۔ اور دکھنیون کو تمام عہدہاے معززسے معزول کردیا۔

۱۲۵۔ سکندر خان کی بغاوت

جب امراے غریب کو دکھنیون پر کامل غلبہ ہوگیا اور تمام سرکار دربار مین انہین کا حکم چلنے لگا تو اُن کو نئی اُمنگین سوجھین اسلیے جب ۸۶۰ھ مین بادشاہ کے پیر مین ایک زخم لگ گیا جس کے سبب سے اُسے بہت کچھ تکلیف ہوگئی اور مدتون گھر سے باہر نہین نکلا اور اکثر اُسکے مرنے کی خبرین اڑنے لگین۔ اور اُدہر خان اعظم بھی مرگیا۔ تو جلال خان حاکم نلکنڈہ احمد شاہ کے داماد نے بہت سے امرا کے اتفاق سے سکندر خان اپنے بیٹے کو جو احمد شاہ بہمنی کی دختر کے بطن سے تھا اور علاؤالدین کا بھانجا ہوتا تھا بادشاہ بنانا چاہا۔ اسنے بغاوت کرکے تلنگانے کے بہت سے ملک پر قبضہ کرلیا۔ علاوالدین نے اُس تکلیف مین لشکر فراہم کرنیکا حکم دیا۔ جب جلال خان کو معلوم ہوا کہ علاؤالدین زندہ ہے۔ تو مشورہ کیا اور خود تو تلنگانہ مین رہا۔ اور سکندر خان کو ماہور کی طرف روانہ کیا۔ تاکہ بادشاہ اگر ایک طرف جاے تو دوسری طرف ملک مین خلل ڈالا جاے۔ سکندر خان نے ماہور مین جاکر جو تلنگانہ اور برار کے بیچ مین ہے بہت سی فوج جمع کی۔ اور بادشاہ کے مقابلے کو مستعد ہوا۔ علاؤالدین نے اُسکو نصیحت آمیز خط لکھکر قصور معاف کرنے کا وعدہ کیا۔ مگر چونکہ شاہزادہ محمد خان کی بغاوت مین بھی سکندر خان شریک تھا اس لیے سکندر خان کو علاؤالدین کا بڑا خوف تھا۔ اور اُس کے قول وقرار پر اعتماد نہین ہوسکتا تھا اُس نے بادشاہ کے کہنے کو نہ مانا۔ اور سلطان محمود شاہ خلجی والی مالوہ کو لکھا کہ علاؤالدین کو مرے ہوے ایک مدت ہوگئی ہے۔ مگر امرا نے اُسکی موت کو اس غرض سے چھپا رکھا ہے کہ بزرگان سلطنت کو کسیطرح تباہ وبرباد کردین۔ اگر آپ ایسے وقت مین آجائین تو تلنگانہ اور برار بے مشقت آپکو مل سکتے ہین۔

۸۴۴ھ ۱۲۶ محمود خلجی کا حملہ اور واپسی اور سکندر خان کی اطاعت

میران عادل خان حاکم خاندیس ۸- ذیحجہ ۸۴۴ھ کو برہانپور مین قتل ہوا اور اُسکا بیٹا غازی خان الملقب بہ مبارک خان باپ کا جانشین

۸۳۸ھ ہوا- اس زمانے مین یہی خاندیس کا حاکم تھا اُدھر مالوے مین جب ہوشنگ شاہ ذیحجہ ۸۳۸ھ

مین مرگیا تو ملک مغیث اور اُسکے بیٹے ملک محمود کی کوشش سے غزنین خان ابن ہوشنگ

شاہ تخت نشین ہوا مگر غزنین خان نے اپنی بیوقوفی سے ملک محمود سے دشمنی پیدا کرلی جسکا

۸۳۹ھ نتیجہ یہ ہوا کہ ملک محمود نے غزنین خان کو زہر دلوا کر مار ڈالا- اور ۲۹- شوال ۸۳۹ھ کو خود

بادشاہ ہوگیا- یہ شخص خلجی یعنی غلزئی قوم کا سردار اور بڑا صاحب حوصلہ اور لیاقت کا آدمی تھا

اور اسوقت اسکی حکومت بڑے زور پر تھی- دہلی کی سلطنت برائے نام تھی- گجرات مین احمد شاہ

۸۴۶ھ ۸۵۵ھ گجراتی ۸۴۶ھ مین مرچکا تھا- اُس کے بعد محمد شاہ اُسکا بیٹا ۸۵۵ھ تک حکومت کرتا رہا-

چونکہ یہ محمود شاہ خلجی سے بوجہ جبن کے ڈرتا تھا- اِس لیے امرا نے اسکو زہر دیکر مار ڈالا- اور

اُسکے بیٹے قطب الدین کو تخت پر بٹھایا تھا- مگر اسکی سلطنت بھی کچھ زبردست نہ تھی- اِسوقت

ان سب مین محمود خلجی والی مالوہ ہی زبردست تھا- اسلیے وہ سکندر خان کا پیغام پہونچتے ہی

وہان سے چلا اور مبارک خان کو بھی ساتھ لے لیا تاکہ راستے مین کسیوقت اُس سے نقصان

نہ پہونچے- علاؤالدین اگرچہ کیسا ہی غافل اور عیش پرست تھا- مگر ایسے وقت مین وہ اُٹھ کھڑا

ہوتا تھا- بیماری کے سبب سے گو اُسکی حالت زار تھی مگر اُس نے ہمت شاہانہ کو کام فرمایا-

خواجہ محمود دگاوان کو ہزاری کا منصب عنایت کرکے جلال خان پر روانہ کیا اور لشکر برار کو مبارک

کے روکنے کا حکم دیا قاسم بیگ صف شکن سرلشکر دولت آباد کو پانچ کوس آگے کرکے پالکی

مین بیٹھکر خود محمود خلجی کے مقابلے کو نکلا- جب محمود خلجی کو معلوم ہوا کہ سلطان علاؤالدین

زندہ ہے اور بڑے زبردست لشکر سے آرہا ہے تو اُس نے خود مقابلہ مناسب نہ سمجھا اور

مالوہ کو واپس چلا گیا اور اپنے ایک امیر کو سکندر خان کی مدد کے لیے چھوڑ گیا۔ اور اُسے حکم دے گیا کہ اگر سکندر خان دکھنیون سے ملنے کا ارادہ کرے تو اُسے گرفتار کر لیجیو۔ سکندر خان اُسے سمجھ گیا اور دو ہزار افغان اور راجپوت لیکر نلگنڈہ چلدیا۔ وہان خواجہ محمود گاوان محاصرہ کیے پڑا تھا اس لیے بیدر کے قلعے مین جا گھسا۔ مگر خواجہ نے محصورین کو ایسا مجبور کیا۔ کہ دونون باپ بیٹون نے امن چاہی اور خواجہ کے ساتھ علاؤالدین کی خدمت مین حاضر ہوئے۔ بادشاہ نے قصور معاف کر کے پھر اُنھین نلگنڈہ جاگیر مین دیدیا۔ اور فخر الملک ترک کو حکومت ماہور عنایت کی اور دار السلطنت کو لوٹ آیا۔

۱۲۷۔ علاؤالدین کا مرنا | کہتے ہین کہ علاؤالدین ۸۶۲ھ مین ایک روز مسجد جمعہ مین جا کر خود خطبہ پڑھ رہا تھا۔ جب اُس نے اپنے نام کے ساتھ لفظ عادل کا استعمال کیا تو ایک عرب جسکے گھوڑے کسی نے سرکار مین خریدے تھے اور قیمت دینے مین تساہل کرتا تھا اُسیوقت اُٹھ کر کہنے لگا کہ غلط ہے۔ تو تو سیدون کو قتل کرتا ہے۔ اور تیرے وقت مین فلان فلان شخص میرے گھوڑون کی قیمت نہین دیتے اور پھر اپنے آپ کو عادل کہتا ہے۔ بادشاہ یہ سنکر رو پڑا۔ اور فوراً اوسکی قیمت دلوادی۔ اور کہا کہ مجھکو کم بختون نے سادات کو قتل کر کی ایسا یزید کی طرح بدنام کیا ہے۔ یہ کہہ کر بادشاہ ۲۴ برس کی سلطنت کے بعد شرم سے مکان مین ایسا گھسا کہ پھر اُس کا جنازہ ہی باہر نکلا۔ جسوقت علاؤالدین مرنے لگا اُس وقت امرا کی توقع کے خلاف شاہزادہ ہمایون کو بلایا۔ اور ولیعہد کیا۔ جب یہ خبر نظام الملک دولت آبادی نے سُنی جو اُسوقت وکیل شاہی تھا اور جس کا بیٹا مخاطب بہ ملک التجار قاسم بیگ صف شکن کے مرنے پر دولت آباد کا سرلشکر ہوگیا تھا تو علاؤالدین کے مرنے سے پہلے ہی دونون باپ بیٹے ہمایون کے ڈر سے فوراً گجرات کو بھاگ گیے۔

۸۶۲ھ

۸۶۳ھ

سلطان ہمایون شاہ ظالم

۱۲۸ - ہمایون شاہ کا بادشاہ ہونا

شاہ خلیل اللہ اور میر نور اللہ تو علاؤ الدین کے وقت مین ہی مر چکے تھے شاہ حبیب اللہ اور شاہ محب اللہ زندہ تھے - گو شاہ حبیب اللہ بڑا تھا مگر چونکہ اُس نے امارت اختیار کر لی تھی اور فقر سے اُسکو رغبت نہ تھی اس لیے شاہ محب اللہ سجادہ نشین تھا - جب علاؤ الدین مرا تو سیف خان اور ملو خان نے اُس کے فوت ہونے کو مخفی رکھا - اور شاہزادہ حسن خان شاہزادہ ہمایون کے چھوٹے اور خرد سال بھائی کو خود گلچھرے اُڑانے کے لیے تخت نشین کیا - شاہ حبیب اللہ اس بات کو سُنکر خوش ہوا - اور ان اُمراء کے اشارے سے لوگ ہمایون کا کام تمام کرنے کو چلے - مگر ہمایون پہلے ہی سے ہشیار بیٹھا تھا - اُس نے سکندر خان اور اُس کے بھائیون کو ساتھ ملا لیا - اور اسی جُبہ پوش سوارون کو لیکر تاراجیون کو شکست دیتا ہوا دربار شاہی کو روانہ ہوا - چونکہ اسکا رعب داب پہلے ہی سے مشہور تھا - اور اسی سبب سے امرا خوف کے مارے اس سے کانپتے تھے اسلیے اسکی سلطنت مین اُنکے دل کے حوصلے نہین نکل سکتے تھے یہی رعب خدمتگارون کے دل پر چھایا - اور نیز اس سبب سے کہ علاؤ الدین کی وصیت کا بھی لوگون کے دل پر اثر تھا فیلبان پردہ دار سلحدار اور سر نوبتی غرضکہ تمام حشم و خدم ہمایون کو دیکھتے ہی اُس کے جھنڈے کے نیچے جمع ہونے لگے - یہانتک کہ جب وہ دیوانخانے مین پہونچا تو اُسکے ساتھ ایک جمعیت عظیم تھی حسن خان ڈر کے مارے کانپ رہا تھا - ہمایون کو دیکھتے ہی تخت سے اُتر پڑا - اور اُسنے سیف خان کو گرفتار کر کے ہاتی کے پانون سے بندھوا کر مروا ڈالا شاہ حبیب اللہ کو قید مین بھیجدیا - ملو خان ادہر بھاگ کر ناٹک کی طرف بھاگ گیا - اور ہمایون شاہ بادشاہ ہو گیا - باپ کی وصیت کے موافق

محمود گاوان کو ملک التجار کا خطاب دیکر وکیل شاہی اور بیجاپور کا طرفدار بنایا اور ملک شاہ نامی کو جو سلاطین چنگیزیہ کے خاندان سے تھا خواجۂ جہان کا خطاب دیکر تلنگانہ پر مقرر کیا۔ اور نظام الملک غوری کے بھتیجے کو نظام الملک کا خطاب اور ہزاری منصب دیکر تلنگانے مین جاگیر دیدی۔

۱۲۹۔سکندر خان کی بغاوت اور اُس کا خاتمہ

سکندر خان بن جلال خان تو ہمیشہ کا نمک حرام تھا۔ اور اب تو اُس نے ہمایون شاہ پر بڑا ہی احسان کیا تھا اور اُسکو امید تھی کہ اُسے تلنگانے کی سرلشکری ملیگی۔ جب اُسکی امید پوری نہوئی تو وہ یہان سے بلا حکم شاہی اپنے باپ کے پاس نلگنڈہ کو چلا گیا۔ اور اب دونون باپ بیٹون نے ملکر علم بغاوت بلند کیا۔ ہمایون شاہ نے خان جہان سرلشکر برار کو جو اسوقت مبارکباد دینے کو آیا تھا اُسکی تادیب کے لیے بھیجا۔ مگر خان جہان کو شکست ہوئی۔ اِس لیے ہمایون شاہ خود فوج لیکر نلگنڈہ چل کھڑا ہوا ہمایون شاہ کو امید تھی کہ اُس کے پہونچنے پر سکندر خان اطاعت اختیار کریگا۔ اور اسی انتظار مین اُس نے وہان رات کو قیام کیا مگر اُس کی امید کے خلاف سکندر خان نے اسپر شبخون مارا۔ مجبوراً ہمایون شاہ نے صبح کو قلعہ گیری کے سامان کیے۔ مگر سکندر خان کو اپنی فوج پر جسمین راجپوت افغان اور دکھنی سپاہی تھے بڑا بھروسہ تھا۔ وہ بادشاہ سے آٹھ سات ہزار آدمی لیکر لڑنے کو کھڑا ہو گیا۔ ہمایون شاہ جانتا تھا کہ سکندر خان بڑا تجربہ کار اور بہادر آدمی ہے۔ اُس نے اُس سے کہلا بھیجا کہ مجھے بڑا افسوس ہے کہ تجھ سا بہادر شخص اپنے ولی نعمت سے لڑکر مارا جائے۔ مین تیرا قصور معاف کرتا ہون اور دولت آباد کے علاقے مین جاگیر دیتا ہون جہان چاہے وہان رہو اور عیش کر۔ سکندر خان نے جواب دیا کہ تو احمد شاہ کا پوتا اور مین اُسکا نواسہ ہون ہم تم دونون برابر کے شریک سلطنت ہین مجھے تلنگانہ حوالہ کیجیے ورنہ جنگ ناگزیر ہے۔ اب تو ہمایون شاہ کو غصہ آیا اور لڑائی شروع کی سکندر خان نے بہت اچھی طرح سے حملون کو روکا۔ شام تک لڑائی ہوتی رہی اور اُمید تھی کہ

اُس روز دونون لشکر مساوی رہین۔ مگر محمود کاوان نے دہنے بازو سے اور خواجۂ جہان ترک نے
بائین بازو سے ایسا حملہ کیا کہ سکندرخان کے آدمی بکثرت مارے گیے۔ اسی چپقلش مین ہمایون
شاہ نے ایک ہزار تیرانداز اور نیزہ گذار سپاہیون کو لیا۔ اور خاص سکندرخان پر حملہ کیا۔ اور ایک ۸۶۳ھ
مست ہاتی کو اُسپر چھوڑ دیا۔ اِس ہاتی نے سکندرخان کو زمین پر پٹک دیا غضب یہ ہوا کہ سکندر ہی
کی فوج نے اسے پامال کر دیا۔ آخرش اُسکی فوج بھاگ گئی بعد اسکے خواجۂ جہان ترک اور محمود
کاوان کی کوشش سے جلال خان گرفتار ہوا۔ اور بادشاہ اس جھگڑے سے فارغ ہوکر ورنگل چلا گیا
۱۳۰۔ دیورکنڈہ پر خواجۂ جہان کی شکست | چونکہ زمینداران تلنگانہ نے سکندرخان کا ساتھ دیا تھا۔
اس لیے بادشاہ نے خواجۂ جہان ترک اور نظام الملک کو دیورکنڈہ کی طرف روانہ کیا جو اِن کے
قبضے مین تھا کئی مرتبہ لڑائی ہوئی آخر زمیندار قلعے مین محصور ہوئے اور رایان اوڑیسہ وغیرہ
سے مدد طلب کی۔ خواجۂ جہان ترک اور نظام الملک نے یہ سنکر باہم مشورہ کیا۔ نظام الملک
نے کہا کہ یہان گھاٹیان بہت ہین میدان ہموار نہین ہے۔ ہمارے سوار کچھ نہین کر سکتے بہتر
ہے کہ قلعے کا محاصرہ اُٹھا کر میدان مین لڑائی کیجائے۔ خواجۂ جہان نے کہا کہ اگر ہم محاصرہ
اُٹھائینگے تو یہ لوگ ہم کو کمزور سمجھین گے اور ہمارا تعاقب کرین گے۔ اِسی جگہ لڑنا ضرور ہے۔
نظام الملک مجبوراً چُپ ہو رہا آخرکار اوڑیسہ وغیرہ کے راجا فوجین لیکر آگیے اور تلنگانہ کے
بہت سے زمیندار بھی آپہونچے۔ اور قلعے والے بھی نکل کھڑے ہوئے۔ اب اِن سب نے
مسلمانون کو گھیرا۔ اہل اسلام کی فوج مین بالکل سوار تھے یہ لوگ اُن تنگ گھاٹیون مین کچھہ
کام نہ کر سکے۔ اور بہت سے قتل ہوگئے۔ لاچار دونون سردار بقیہ السیف کو لیکر انشی میل
پر ورنگل مین بادشاہ کے پاس آکر پناہ گیر ہوئے۔ جب بادشاہ نے اِس شکست کی وجہ
دریافت کی تو خواجۂ جہان نے بیان کیا کہ نظام الملک نے اِس سبب سے کہ اُسکی راے میدان

یین لڑنے کی تھی میرے ساتھ محاصرہ کرنے مین تائید نہ کی جس سے لشکر کو شکست ہوگئی
ہمایون شاہ کو اِس سے نہایت جوش آیا۔ اور نظام الملک کو اُسیوقت مروا ڈالا۔ لیکن اس کے
بال بچے بھاگ کر سلطان محمود خلجی والی مالوہ کے پاس چلے گیے۔ اب بادشاہ کا ارادہ ہوا کہ
دیورکنڈہ پر چڑھائی کرے۔ مگر یہان ایک دوسری آفت نازل ہوئی جس سے وہ اُس وقت
دیورکنڈہ کی طرف توجہ نہ کرسکا۔ اور زمینداران تلنگانہ اور رایانِ اوڑیسہ کی جانین بچ گئین۔ اور
ہمایون شاہ جمادی الآخر ۸۶۶ھ مین دار الخلافت کو چلا آیا۔

۸۶۴ھ

۱۳۱۔ شاہزادہ حسن خان کی بغاوت شاہ حبیب اللہ گو اسیر بنگیا تھا مگر بھر مُرید کیا کرتا تھا۔ اِس کے
قید کے زمانے مین بادشاہ نلگنڈہ کی طرف ایک عرصے سے لڑائی جھگڑون مین مصروف تھا
مریدون نے چاہا کہ حبیب اللہ کو قید سے نکال لین۔ سات مرید یوسف ترک کچل کے پاس گیے
یہ بھی شاہ حبیب اللہ کا مرید اور سلطان علاؤ الدین کا غلام تھا۔ اس نے کچھ محافظون اور
کوتوال کو ملا لیا۔ اور بارہ سوار پچاس پیادے لیکر محل شاہی کی طرف چلا جہان محبس تھا۔ گو
جیلخانے کے محافظون کی تعداد تین سو تھی مگر اس بیخبری کے عالم مین بہت سے لوگ
اپنے اپنے کامون پر گیے ہوئے تھے۔ یوسف ترک نے ایک مُصرح فرمان جو اُس زمانے
مین بادشاہون کی طرف سے سنگین مجرمون کو سزا دینے کے لیے جاری ہوا کرتا تھا اور جسے
آجکل کا وارنٹ کہنا چاہیے دربانون کو دکھایا۔ اس لیے اول دروازے کے دربانون نے
اُسے چھوڑ دیا۔ جب دوسرے دروازے پر پہونچا تو اُنھون نے اُس جعلی فرمان کی نسبت کہا
کہ کوتوال شہر کا پروانہ لاؤ تو تم کو اجازت دیجائیگی۔ اسپر یوسف ترک نے اُن کے افسر کو مار ڈالا
جس سے ایک شور اُٹھا اور محافظ بھاگے۔ یوسف پہلے اُس طرف گیا جہان حبیب اللہ قید
تھا۔ اور اُسی جگہ معزز قیدی رہتے تھے۔ اُس نے حبیب اللہ کی زنجیر کاٹی۔ شاہزادہ حسن خان

ویحیی خان ابنا۔ سلطان علاؤالدین و جلال خان بخاری بھی یہین مقید تھے اُنہون نے یہ نقشہ دیکھکر خدا کا واسطہ دے دے کر کہا کہ ہمین بھی رہائی دو اور اس محبس سے نکالو یوسف نے یہ سوچکر کہ ع

ہر گناہے کہ کنی در شبِ آدینہ بکن	تاکہ از صدر نشینان جہنم باشی

نہ صرف انہین کو جیلخانے سے نکالا بلکہ یکدم تمام قیدیون کو شہر کے دوسرے جیلخانون سے نکالدیا۔ اور وہ سب اُس کے ساتھ ہو گیے۔ اُنکی تعداد سات ہزار کے قریب تھی۔ ایک پہر رات تک یوسف شہر کے دروازے کے پاس کھڑا رہا۔ اور لوگ اُسکے پاس جمع ہوتے رہے کوتوال شہر نے جب سُنا تو وہ بھی محلات کی طرف گیا۔ شہزادۂ یحیی خان اور جلال خان اُسکے ہاتھ پڑ گیے اور مار گیے شاہ حبیب اللہ اور حسن خان اپنے ایک حجام کے گھر مین چھپے اور قلندرون کے ساتھ شہر سے باہر نکل گیے اور یوسف ترک سے جا ملے۔ جب تین ہزار سوار اور سات ہزار پیادے جمع ہو گیے تو قلعہ لینے کی کوشش کی مگر قلعہ والون نے خوب مزاحمت کی کہ جس سے مجبور ہو کر بیڑ کی طرف گیے۔ اور وہان حسن خان بادشاہ بنا یوسف ترک امیر الامرا اور شاہ حبیب اللہ وزیر و جملۃ الملک ہوئے۔ جب یہ حال ہمایون شاہ نے ورنگل مین سُنا تو اُس کے غصے کا کچھ حال نہ پوچھو۔ تاریخ محمود شاہی مین لکھا ہے کہ غصے کے مارے دانت پیستا کپڑون کو پھاڑتا اور فرش اور در و دیوار کو دانتون سے کاٹتا تھا یہانتک کہ اُس کا مُنہ زخمی ہو گیا تھا۔ اور خون بہنے لگا تھا۔ فوراً احمد آباد بیدر کو آیا۔ اور آتے ہی بُری بُری طرح سے تین ہزار محافظون کو قتل کر ڈالا۔ کوتوال کو ایک لوہے کے پنجرے مین بند کیا۔ ہر روز اُس کے بدن سے گوشت کٹوا تا اور اُسکو کھلواتا تھا۔ اور شہر مین تشہیر کراتا تھا۔ یہانتک کہ وہ مر گیا۔ پھر آٹھ ہزار سوار اور بے شمار پیادے حسن خان کی تادیب کو بھیجے مگر

۸۶۴ھ

اُنھون نے بیڑ کے میدان مین حسن خان سے شکست کھائی - اب اُسکو اور بھی غضب آیا -
اور تمام امرا اور سلحدارون کو حسن تمان کے دفع کے لیے بھیجدیا - اور اُن کے بال بچون کو قید کرلیا
تاکہ کوئی بغاوت نہ کرے - اب حسن خان کو شکست ہوئی اور وہ بیجانگر کو آٹھ سات سو آدمیون
سے روانہ ہوا - مگر سراج خان جنیدی حاکم بیجاپور نے دہوکے سے اُسے باظہار اطاعت قلعے
مین بُلایا - اور دعوت کھلا کر غافل کیا - جب شام کے وقت چراغ کے سلام کے واسطے حسب
دستور اپنے سپاہیون کے ساتھ اُن کے پاس آیا تو اُن کا محاصرہ کرلیا - حبیب اللہ تو مارا گیا - اور
حسن خان و یوسف ترک وغیرہ گرفتار ہوکر بیدر کو روانہ کیے گیے - اب ہمایون شاہ نے سزاون
کی تیاری کی - بیدر مین سولیان کھڑی کی گیین - مست ہاتی اور درندے اقسام اقسام کے منگائے
گیے - اور پیپون و دیگون مین پانی اور تیل جوش کیے گیے - اور پھر خود دیوان خانے کے قصر پر
چڑھ کر بیٹھا - پہلے شہزادہ حسن خان شیر کے سامنے ڈالا گیا جس نے اُسے ایک لحظہ مین
چیر پھاڑ کھا پی کر نیست و نابود کر دیا - پھر یوسف ترک اور اُس کے ساتون پیر بھائیون کی گردن مارگئی
اور اُن کے بے گناہ بچون اور عورتون کو رسوائی کے ساتھ گھر سے لائے اور ایسی بڑی بے عزتی
سے قتل کیا کہ جسکی تصریح ادب سے بعید ہے - پھر حسن خان کے متعلقین اور ملازمین باورچی حجام
دہوبی اور اور خادم جنکی تعداد قریب سات سو آدمیون کے تھی اور جنمین سے بہت سے ایسے
تھے کہ جو اُسکی بغاوت کے وقت وہان موجود بھی نہ تھے پکڑ بلائے گیے اور سب یا تو دار پر چڑھائے گیے ۸۶۴ھ
یا درندون کو کھلائے گیے یا دیگون مین زندہ جوش کر دیے گیے - یہ واقعہ شعبان ۸۶۴ھ کا ہے -

۱۳۲ - ہمایون شاہ کا قتل | اب تو اِس بادشاہ کا ملک مین نہایت رُعب داب ہوگیا - اور کوئی سلطنت
کا مانع اور مزاحم نہ رہا - لوگ اُس سے اس قدر ڈرتے تھے کہ جب کوئی امیر جو اُسکا بڑا رفیق ہوتا
اور دربار مین جسکی بڑی عزت ہوتی تھی بادشاہ کے پاس جاتا تو اپنے گھر والون کو تمام وصیتین

حالت نزع کے کر جاتا - اور اپنے بال بچون کے لیے ترکے مین حصے بخرے بانٹ جاتا تھا - اِس سبب سے لوگ چاہتے تھے کہ کسی طرح سے اِس سے جلد پیچھا چھوٹے اور کہین یہ مرجائے اُس کے قتل کی تجویز کی - اتفاقاً وہ بیمار ہوا اور جانا کہ جانبری مشکل ہے تو شاہزادہ نظام خان کو جو اُسوقت آٹھ برس کا تھا بلایا - اور ولیعہد کیا اور خواجہ جہان ترک کو اور ملک التجار کاوان کو بلا کر وصیتین کین اور خواجہ جہان کو جو اُسوقت سب سے بڑا امیر تھا وکیل شاہی اور ملک التجار کو وزیر کر کے شاہزادے کو اُنکے سپرد کیا - اور کہا کہ کوئی کام شہزادے کی مان کے بلا مشورت نہ کرین مگر خدا کی قدرت سے وہ اچھا ہو گیا - چونکہ حرم کے خدام وغیرہ پر بھی وہ ہاتھ صاف کرنے مین دریغ نہ کرتا تھا اِس لیے جیسے باہر کے لوگ اُسکی موت کے لیے دعائین مانگتے تھے ایسے ہی وہ بھی خدا سے چاہتے تھے کہ کہین ہمایون کو مرگ ہمایون آجائے شہاب خان ایک خواجہ سرا محلات کا داروغہ تھا - اُس نے کنیزون سے مشورہ کیا - اور اُس کے قتل کی تجویز کی - ہمایون شاہ نے ایک رات خوب شراب پی اور بدمست ہو کر سو گیا - ایک کنیز نے ایسا ڈنڈا اُسکے سر مین مارا کہ سوتے کا سوتا رہگیا اور دنیا کو اُس کے ظلم سے نجات ملی - یہ واقعہ شوال ۸۶۵ھ کا ہے - ۸۶۵ھ

۱۳۳ - ظلم اور انصاف کے معنی | اب یہان اِس امر کا تصفیہ کرنا ہے کہ ظلم اور انصاف کے کیا معنی ہین یون تو مورخین نے اسکو اور نیز سلطان علاؤالدین خلجی کو ظالم بتایا ہے - اور علاؤالدین بہمنی کو انصاف پسند بیان کیا ہے مگر ظلم اور انصاف کے لفظ کا مفہوم کچھ ایسا ہے کہ جسین نہ صرف جہال اور عوام کو ہی دہوکا ہوتا ہے بلکہ اکثر علما اور دانشمندون کو ان مین فرق کرنا دشوار ہو گیا ہے - عقلاً جو انصاف کے معنی ہونا چاہئین وہ یہ ہین کہ "ہر شخص کا فائدہ ہو اور کسی کو نقصان نہ پہونچے" لیکن یہ دونون جز امکان بشری سے باہر ہین - نہ تو انسان سے یہ ہوسکتا ہے کہ ہر شخص کا فائدہ ہوسکے اور نہ یہ ہوسکتا ہے کہ کسی کو نقصان نہ پہونچے اس لیے اِن فقرات کو مجبوراً یون تبدیل کرنا پڑتا ہے - ۸۶۵ھ

۸۶۵ھ

کہ جہانتک ہو سکے زیادہ سے زیادہ اپنا فائدہ ہو۔ اور جہانتک ہو سکے دوسرون کا نقصان اور دوسرے نقصان اُٹھانے والونکی تعداد کم رہے"۔ اصطلاح پر جو انصاف کے معنی ہین وہ قابل عمل ہین۔ اور انکے برخلاف ظلم ہے۔ پس اب اگر ان معنی کے لحاظ سے دیکھا جائے تو ہمایون شاہ ظالم نہین ٹھہرتا۔ علاؤالدین کے وقت مین ایرانی امیر ایسے حاوی ہو گیے تھے کہ اگر ہمایون شاہ سفاک بادشاہ نہوتا بلکہ اگر کوئی اور سیدھا سادہا رحمدل بادشاہ ہوتا تو ممکن نہ تھا کہ اس خاندان مین سلطنت باقی رہتی۔ یہ اسی شخص کے سیاستون کی برکت تھی جو عام سرکش خاک مین مِل گیے اور کچھ دنون اِس خاندان کی حکومت دنیا مین قائم رہ گئی۔ علاؤالدین خلجی بادشاہ ہند کو بھی مورخین نے ظالم لکھا ہے۔ مگر افسوس کہ چند آدمیون کے سر کاٹنے سے اُسکو ظالم کہدیا جائے اور یہ نہ دیکھا جائے کہ اُس سے فائدہ کتنون کو پہونچا۔ اور مخلوق مین کیسا امن چین پھیلا۔ کہ کبھی ایسا مبارک زمانہ کسی رحمدل بادشاہ کے عہد مین رعایا کو خواب مین بھی نصیب نہین ہوا۔ اسمین شک نہین کہ ہمایون شاہ کی تعذیب بعض معصومون کے حق مین بیجا تھی اور وحشیانہ بھی تھی۔ مگر اُس سے اِس خاندان کو یہ فائدہ پہونچا کہ اُس نے اپنے پیچھے ایسے آدمی چھوڑے کہ جنھون نے اُسکے بیٹونکی رفاقت مین سلطنت کو مدت تک اپنے قابو مین رکھا اور امرا مین سے کوئی معاند اور مدعی نہ پیدا ہوا۔ علاؤالدین بہمنی کی رحمدلی کا یہ اثر ہوا کہ خود اُسکی موجودگی ہی مین ہزار ہا آدمی کٹ کٹ کر مرے اور ملک مین امن چین مٹ گیا اور ایسا بیج بو گیا جس سے سلطنت آخر کو جاتی ہی رہی۔

نظام شاہ بہمنی

۱۲۴۔ نظام شاہ کی تخت نشینی اور ریان اور یا واڑیسہ کے چڑھائی۔

ہمایون کے بعد اُسکا بڑا بیٹا نظام شاہ آٹھ برس کی عمر مین تخت نشین ہوا چونکہ یہ قاعدہ ہے کہ سخت اور ظالم و جابر کی ماتحتی مین رہکر آدمی تجربہ کار اور مستعد ہو جاتا ہے۔ اس لیے اِس لڑکے کی ماں نرگس بی جو اب مخدومۂ جہان کہلاتی تھی ایسی

عاقلہ تھی کہ ایسی عورتین بہت کم ہوتی ہین۔ تمام مہمات سلطنت کو کمال دانشمندی سے انجام دیتی تھی
اور ہمایون کی وصیت کے بموجب نہ تو خواجۂ جہان ترک اور ملک التجار محمود گاوان کے بے مشورے
کوئی کام کرتی۔ اور نہ ان دونون آدمیون کے سوا کسی دوسرے کو دخل دیتی تھی۔ چونکہ ان دونون
امیرون نے یہ سمجھ لیا تھا کہ مخدومۂ جہان تو ایک پردہ نشین عورت ہے اور نظام شاہ خرد سال
ہے۔ درحقیقت جو کچھ ہین وہ ہم ہی ہم ہین اس لیے سلطنت کی خیر خواہی مین ہمہ تن مصروف
تھے۔ مگر چونکہ دونون صاحب حوصلہ اور بڑے پایہ کے امیر تھے۔ اس لیے ایک دوسرے
کو غارت بھی نہین کر سکتے تھے کہ جس سے تن تنہا خود مختار ہو کر سلطنت کو دبا بیٹھتے۔ اسوجہ
سے سلطنت کے کام اس زمانے مین اچھے چلتے رہے۔ مخدومۂ جہان نے محمود گاوان
کو جملۃ الملک و وزیر کل و طرفدار بیجاپور کیا تھا اور خواجۂ جہان ترک کو منصب وکالت و طرفداری تلنگانہ
عنایت کی تھی۔ صبح کو یہ دونون امیر آتے اور ماہ بانو کے وساطت سے مخدومۂ جہان کی خدمت
مین معاملات ملکی کو پیش کر کے حکم حاصل کرتے۔ اور پھر نظام شاہ کو تخت فیروزہ پر نکالکر بٹھاتے
دست راست پر خواجۂ جہان ترک اور دست چپ پر محمود گاوان کھڑے ہوتے اور مخدومۂ جہان
کی فرمایش کے بموجب امورات شاہی کا سرانجام کیا کرتے تھے۔ گو اندرونی کام اچھے چلتے تھے
مگر بیرونی گرد و نواح کے والیان ملک نے جب سُنا کہ سلطنت بہمنیہ کے تخت پر ایک بچہ بیٹھا
ہوا ہے۔ تو ملک گیری کی حرص دامنگیر ہوئی۔ بیجانگر کی سلطنت گو ایک وسیع سلطنت تھی مگر
سلاطین بہمنیہ سے ہمیشہ زک اُٹھاتی رہی اور منھ کی کھاتی رہی تھی۔ اس لیے اُسکا کچھ حوصلہ نہ پڑتا
تھا خاندیس کی اسلامی حکومت خود گجرات و مالوے سے چین بول رہی تھی۔ مگر اڑلیسہ اور اودیا
دونون پر کبھی کسی مسلمان نے ہاتھ صاف نہین کیا تھا۔ بلکہ ہمایون شاہ کے لشکر کو وہ ابھی شکست
دے چکے تھے اسلیے اُنکے حوصلے بڑھے ہوئے تھے یکایک اُنہین جوش اُٹھا۔ اور زمینداران

تلنگانہ کے بہکانے سے سلطنت بہمنیہ سے مسلمانون کے نکالنے یا خراج کے تحصیل کرنے کی
تیاری کی۔ اور براہ راجمندری اِس ملک پر چڑہتے ہوے اور بے تکلف کولاس تک لوٹتے کھسوٹتے
چلے آئے۔ مخدومۂ جہان و خواجۂ جہان ترک و محمود گاوان نے باتفاق و مشورے یکدیگر چالیس ہزار
سوار تمام علاقہ جات سے طلب کرکے فراہم کیے اور نظام شاہ کو اس شان و شوکت سے دشمنون
کے مقابلے پر لیکر چلے کہ شاہان ماضیہ کے عہد مین کبھی سُنا بھی نہ گیا تھا۔ دس کوس پر بیدر سے
لشکرون کا سامنا ہوا۔ مسلمانون نے اطاعت اور اداے خراج کا انہین پیغام بھیجا آخر انکار پر لڑائی
شروع کردی۔ شاہ محب اللہ جو بنام نہاد جہاد لشکر کے ہمراہ تھا اپنی ہمراہی مین غازیون کو لیکر ایسا پھیلا
اور برابر شام تک لڑتا رہا کہ راے اوڑیسہ کو شکست ہوگئی۔ اور رات کو میدان چھوڑ کر ہندو بھاگ گیے
خواجۂ جہان ترک نے تعاقب کیا اور ہندو قتل و غارت سے ایسے مجبور ہوے کہ محمود گاوان کی وساطت
سے بمنت وزاری پانچ لاکھ تنکہ دیکر اور اپنی جان بچا کر اپنے ملک کو چلے گیے۔

۸۶۶ھ

۱۳۵۔ محمود شاہ خلجی والی مالوہ کی دکن پر لشکر کشی۔

اِس بلا سے ابھی پیچھا چھٹا ہی نہین تھا کہ ایک دوسری بلا نازل ہوئی
سلطان محمود خلجی جو ایک بڑا صاحب حوصلہ اور اولوالعزم تھا یہ حالات سنکر دکن
کی تسخیر کو خاندیس کی راہ سے چلا۔ اسوقت سنہ ۸۶۱ھ مین مبارک خان والی خاندیس مرچکا تھا اور
اُس کا بیٹا میران عینا المخاطب بعادل خان جو جہارکندی سلطان کہلاتا تھا خاندیس مین حکومت
کرتا تھا محمود خلجی کے حملے کی خبر سُنکر رایان اوریا و اوڑیسہ و زمینداران تلنگانہ بھی اپنی اپنی فوجین لیکر
لوٹ مار کرنے لگے۔ ارکان دولت بہمنیہ نے بھی ہمت نہ ہاری بلکہ اپنے تمام ملک سے فوج کو طلب
کیا اور دو کرور سکہ خزانے سے نکالکر فوج مین تقسیم کیے۔ اور تلنگانہ کی فوج کو ہندون کے مقابلے مین
لا جمایا۔ لشکر بیجاپور دولت آباد برار لیکر نظام شاہ کے ہمراہ محمود خلجی کی مدافعت کے لیے روانہ ہوے
قندہار کے پاس مقابلہ ہوا۔ ملک التجار دس ہزار سوار سے میمنہ پر اور نظام الملک میسرہ پر اور خواجۂ جہان

اور سکندر خان ترکی غلام کاکا سے نظام شاہ گیارہ ہزار سوار اور سو ہاتی لیکر قلب مین کھڑے ہوے
محمود خلجی کے دست راست پر اُسکا بیٹا غیاث الدین اور دست چپ پر مہابت خان حاکم چندیری
و ظہیر الملک تھے سب سے اول ملک التجار نے حملہ کیا اور ایسی ہوشیاری اور بہادری سے
لڑا کہ مہابت خان اور ظہیر الملک بھاگے اور مارے گیے۔ ادہر نظام الملک ترک او شہزادۂ
غیاث الدین سے مقابلہ ہوا۔ اور نظام الملک کے ہاتھ سے اُسکی آنکھ مین چوٹ آئی وہ گھوڑی
پر سے گر پڑا۔ مگر شہزادے کے ہمراہی اُسے اُٹھا لیگیے۔ جس سے اُسکا لشکر تہ و بالا ہو گیا محمود
نے فوج کے دونون بازو شکستہ دیکھکر بھاگنا چاہا مگر پھر رُک گیا۔ اب خواجۂ جہان دس ہزار سوار
سے محمود پر بڑہا۔ مگر محمود نے ایک تیر سکندر خان کے ہاتی کے ایسا مارا جس سے وہ پیچھے ہٹا
اور یہانتک بگڑا کہ نظام شاہ بال بال بچ گیا۔ اب سکندر خان نے یا تو بے عقلی سے یا دیدہ دانستہ
خواجۂ جہان کی دشمنی سے اپنے آدمیون کو لڑنے کا حکم نہ دیا اور نظام شاہ کو اپنے ہاتی پر بٹھاکر
مقام جنگ سے نکال پیچھے جا کھڑا ہوا۔ یہان تو ہمیشہ کا قاعدہ ہے کہ بادشاہ میدان سے
ہٹا اور لشکر پر تباہی آئی۔ امرا اور خاصہ خیل دکن سب سے پہلے میدان سے سرکے اور نظام شاہ کو
بھی ساتھ لیکر بیدر مین چلے آئے خواجۂ جہان اِس طرح سے لشکر کو مع اسپ و فیل شاہی واپس
لایا کہ ترتیب نہ بگڑی۔ مگر محمود کا وان وغیرہ بڑی بے تدبیری سے بھاگے۔ اور سب نے بیدر تک
کہین مُنہ نہ پھیرا۔ اب خواجۂ جہان نے اِس جرم مین سکندر خان کو قید کر دیا۔ مگر ترکی غلامون نے
مخدومۂ جہان سے جا کر اسکی شکایت کی کہ سکندر خان تو بادشاہ کو براہ خیر خواہی بچا کر لایا وہ کیون
قید کیا گیا۔ چونکہ غلام اُس زمانے مین بیٹون کی طرح سمجھے جاتے تھے مخدومۂ جہان نے کہا کہ
یہ موقع چُپ رہنے کا ہے پھر کسیوقت اِس گستاخی کی خواجۂ جہان سے تلافی کیجائے گی۔ اسپر
خواجۂ جہان نے سکندر خان کو مخدومۂ جہان کے پاس باحترام تمام بھیجدیا۔ اور معافی چاہی محمود خلجی

نے جب یہ معاملات سُنے اور خواجۂ جہان کی ناراضی کی کیفیت اُسکو معلوم ہوئی تو اُس کا حوصلہ اور بھی بڑھ گیا۔ کیونکہ اسوقت ایک یہی ایسا شخص تھا جو بہت کچھ دشمن کے مقابلے مین کر سکتا تھا۔ محمود خلجی نے بیدر کا رُخ کیا۔ چونکہ مخدومۂ جہان کے دل پر یہ نقش کر دیا گیا تھا کہ خواجۂ جہان کے مکر و دغا کے باعث یہ شکست ہوئی ہے اِس لیے مخدومۂ جہان نے محمود گاوان کی صلاح سے ملو خان دکھنی کو جو بیجانگر سے واپس آ گیا تھا بیدر کو سپرد کر دیا۔ اور نظام شاہ کو لیکر محمود گاوان کے ساتھ فیروزآباد چلے گیے۔ محمود خلجی آیا اور سترہ روز کے محاصرے کے بعد شہر کو لے لیا۔ اور قلعہ ارک کے سواے بیدر برار بیڑ دولت آباد وغیرہ کے اکثر علاقے پر قابض ہو گیا اور تمام ملک کو یقین ہو گیا۔ کہ بہمنیون کی بادشاہت دکن سے جاتی رہی۔ اور خلجی مالک ہو گیے۔

۱۳۶۔ محمود شاہ خلجی کی مراجعت

۸۶۳ھ / ۱۴۵۸ء

قطب الدین شاہ گجراتی ۸۶۳ھ مین مر چکا تھا۔ اور اب اُسکا بیٹا محمود شاہ گجراتی حکومت کر رہا تھا۔ اسکی اسوقت گو سترہ برس کی عمر تھی مگر بڑا صاحب تدبیر اور اچھا بادشاہ تھا اُسکا وزیر عماد الملک اُسکا کارپرداز تھا۔ جسوقت کہ محمود شاہ خلجی کی آمد کی خبر دکن مین گرم ہوئی

۸۶۶ھ / ۱۴۶۲ء

تھی تو مخدومۂ جہان نے محمود گاوان کے استصواب سے نظام شاہ کی طرف سے ایک خط محمود شاہ گجراتی کو بطلب امداد لکھوایا تھا۔ محمود شاہ گجراتی جانتا تھا کہ اگر محمود شاہ خلجی دکن پر قابض ہو گیا تو گجرات کو اُسکے پنجے سے بچانا دشوار ہو جائیگا۔ اِس لیے اُس نے نظام شاہ کو مدد دینا اپنا سب سے بڑا فرض خیال کیا۔ اور اگرچہ داؤد خان اُسکا چچا ایک مدعی خود اُس کے ملک مین موجود تھا اور نیز اُسکو یہ صلاح دی گئی تھی کہ دکن مین جانے سے مالوے مین لوٹ مار کرنی زیادہ اچھی ہے مگر اُس نے ان دونون باتون کو نہ مانا بلکہ اسّی ہزار سوار سے وہ سرحد دکن پر ندربار مین آ گیا۔ اسوقت خواجۂ جہان محمود خلجی کے مقابلے پر معین تھا۔ اِس لیے محمود گاوان کو مخدومۂ جہان نے محمود شاہ گجراتی کے استقبال کو بھیجا۔ اور محمود شاہ گجراتی نے بیس ہزار سوار مدد کے لیے اُسکے ہمراہ کیے۔ سواے اِسکے اس

امداد کو دیکھ کر محمود گاوان کے ہمراہ بیس ہزار سوار دکھنی بھی جمع ہو گیے۔ اب یہ تمام لشکر محمود خلجی پر چلا۔ محمود خلجی اپنے ملک سے کل تیس ہزار سوار لیکر چلا تھا۔ اُس نے دیکھا کہ دکن اور گجرات کے متفقہ لشکرون سے اِس غیر ملک مین جہان مدد کے پہونچنے کی کوئی اُمید نہین ہے اور نہ ابھی اِس ملک پر کامل تسلط ہوا ہے لڑنا خلاف عقل ہے۔ اِس لیے اُس نے یہی بہتر سمجھا کہ اپنی جان بچا کر چلدیجیے۔ چنانچہ وہ فوراً احمد آباد بیدر سے نکل کھڑا ہوا۔ اور مانڈو کو چلدیا۔ محمود گاوان نے دس ہزار فوج برار مین اُسکا راستہ روکنے کو بھیجدی۔ اور تیس ہزار فوج سے حوالی بیڑ و قندہار مین سلطان مانڈو کو جا گھیرا۔ اور رسد روکدی۔ جس سے مالوے والون پر فاقے ہونے لگے۔ محمود خلجی نے لاچار اپنے ہاتیون کو اندھا کیا اور بھاری سامان کو جلادیا۔ اور ہلکا پھلکا ہوکر برار کو چھوڑ کر گونڈوانہ کا راستہ لیا تاکہ دکھنیون سے راستے مین تکلیف نہ پہونچے۔ ادہر سے محمود گاوان نے تعاقب کیا۔ گو اُس تو محمود خلجی کو کچھ بڑا نقصان نہ پہونچا۔ مگر مقدم یعنی راجہ گونڈوانہ نے جو اُس کے ساتھ امداد کے لیے آیا تھا دھوکا دیا۔ اور بہکا کر ایک ایسی طرف لے گیا کہ جہان پانی نہ ملنے سی ایک دن مین پانچ چھ ہزار سپاہی مر گیے۔ اور دو دو تنگ کو ایک گھونٹ پانی میسر نہ ہوا۔ سوا اسکے گونڈون نے بہت ستایا۔ جب تیسرے دن محمود خلجی اِس مقام سے نکل گیا تو اُس مقدم کو قتل کا حکم دیا۔ اوسنے کہا مین نے اپنا بدلا لے لیا اور ہزارون آدمی مروادئے اگر سلطان مجھے مار ڈالیگا تو کچھ پروا نہین مین دوسرا جنم لیلونگا۔ جس سے معلوم ہوتا ہے کہ اُسوقت کے گونڈ بھی تناسخ کے قائل تھے۔ محمود خلجی جب چلا گیا تو نظام شاہ نے محمود شاہ گجراتی کا بہت کچھ تحفہ تحائف بھیجکر بڑا شکریہ ادا کیا۔ اور وہ اپنے ملک کو واپس پھر گیا۔ نظام شاہ بھی بیدر مین آیا۔ اور محمود شاہ خلجی نے جو کچھ جلوا کر غارت کر دیا تھا اُسے چند روز مین پھر درست کرلیا۔ مگر محمود شاہ خلجی کو بڑی ندامت تھی اِس لیے اُس نے دوسرے سال نوے ہزار فوج لی اور پھر دکن پر چڑہائی کی۔ ادہر سے نظام شاہ نے

۸۶۷ھ
۱۴۶۳ع

بھی بطریق سابق محمود شاہ گجراتی کو لکھا۔ چنانچہ وہ بھی اُدھر سے روانہ ہوا۔ اور نظام شاہ بھی فوج لیکر نکلا۔ اِس سے لیے محمود شاہ خلجی دولت آباد تک بجلی کیطرح آیا۔ اور لوٹتا کھسوٹتا آندھی کیطرح براہ گونڈوانہ اپنے ملک کو چلا گیا۔ محمود شاہ گجراتی بھی یہ سُنکر راستہ سے ہی دارالسلطنت کو واپس چلا گیا۔ اور وہان سے جاکر محمود شاہ خلجی کو ایک خط لکھا کہ بے وجہ آپ مسلمانان دکن کو ستاتے ہین۔ اگر آیندہ آپ نے ایسا کام کیا تو مین مالوے پر تاخت کرون گا۔ چونکہ محمود شاہ خلجی دکن اور گجرات دونون سے عہدہ برا نہین ہوسکتا تھا اِس لیے اُس نے اقرار کیا کہ آیندہ پھر دکن پر حملہ نہ کیا جائیگا۔

سلطان محمد شاہ ثانی

۱۳۔ نظام شاہ کی موت اور محمد شاہ کی تخت نشینی اور خواجہ جہان کا قتل

چونکہ شاہان بہمنیہ کا یہ دستور تھا کہ اول بی بی کو ملکہ جہان کا خطاب دیا کرتے تھے اور یہی بی بی نکاحی بی بی سمجھی جاتی تھی اِس لیے یہ بھی ہوا کرتا تھا کہ پہلی بی بی خاندان بہمنیہ سے ہوتی تھی۔ اسواسطے مخدومہ جہان نے نظام شاہ کے لیے ایک لڑکی اپنے خاندان سے منتخب کر کے اُسکی شادی کی ۱۳۔ ذیقعدہ ۸۶۷ھ کو شبِ زفاف تھی دُولہ دُلہن اکٹھے تھے معلوم نہین کہ کیا ہوا۔ یکایک اندر سے ایک آواز آئی کہ نظام شاہ مرگیا ؎

حیف در چشم زدن صحبتِ یار آخر شد	روئے گل سیر ندیدیم و بہار آخر شد

ہمایون شاہ کے دو بیٹے اور تھے محمد خان و احمد خان۔ محمد خان کی نو سال کی عمر تھی۔ اُسکو مخدومہ جہان نے تخت نشین کیا۔ اور چھوٹے بیٹے احمد خان کو بھی جاگیر دیکر بھائی کی خدمت مین سپرد کر دیا۔ خواجہ جہان اور محمود گاوان حسب دستور سابق کام کرتے رہے۔ اور خواجہ جہان نے محمد شاہ کو تعلیم کے لیے صدر جہان شوستری کے حوالہ کیا۔ یہ اُسوقت افضل الفضلا تھا جس نے

محمد شاہ کو احسن طریقے پر تعلیم دی۔ فیروز شاہ کے بعد اس خاندان مین علمی لیاقت کے لحاظ سے
کوئی اس کے لگّے کا نہ تھا۔ گو ہمایون شاہ نے سرکشون کے خوب چیتھڑے اُڑائے تھے مگر
ابھی بہت سے غریب الدیار سردار جو چھپے چھپائے باقی بچ رہے تھے اور اب دو تین سال
مین اُنھون نے اپنے پر پُرزے نکال لیے تھے ایسے تھے کہ جنکے اوضاع واطوار سے کھلم کھُلا
یہ ظاہر ہوتا تھا کہ جسوقت موقع پائین گے سلطنت بہمنیہ پر خود قبضہ کر بیٹھینگے۔ انہین سے خواجۂ جہان
کا اسوقت پایہ بہت زبردست ہوگیا تھا۔ گو محمود گاوان کے مدّاحین نے خواجۂ جہان کے
حالات دیدہ و دانستہ نہین لکھے ہین۔ مگر معلوم ہوتا ہے کہ یہ شخص بڑے دبدبہ کا آدمی تھا۔ اور
اسوقت جس قدر امرا تھے اُسکے آگے کوئی دم نہ مار سکتا تھا۔ وہ جسکو چاہتا نوکر رکھتا۔ اور جسے چاہتا
موقوف کر دیتا۔ اپنے بہت سے آدمی بڑی بڑی خدمات پر مقرر کر دیے تھے۔ اور محمود گاوان
کو اپنا معاند سمجھ کر بیرونی اور سرحدی خدمات پر بھیجا رہتا تھا۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ
اُس سے جلتا ہوگا۔ اور چاہتا ہوگا کہ اُسکو غارت کیا جائے۔ اور غالباً اسی کی تجویز سے مخدومۂ
جہان نے یہ سمجھکر کہ کہین خواجۂ جہان کوئی موقع پا کر نمک حرامی نہ کرے محمد شاہ کو نشہ عمر مین ایک رنز
سمجھا دیا۔ اور جب خواجۂ جہان حسب دستور حالت غفلت مین محمد شاہ کے دربار مین آیا۔ تو دیکھا
کہ نظام الملک برخلاف عادت کچھ سپاہی لیے موجود ہے۔ اُسکو کھٹکا ہوا مگر وقت نکل چکا تھا۔
تن بہ تقدیر دیوانداری کے کام مین محمد شاہ کے روبرو مشغول ہوا۔ کہ ناگاہ دو عورتون نے اندر سے
آکر مخدومۂ جہان کی طرف سے محمد شاہ سے بآواز بلند کہا۔ کہ جو کام کرنا ہے کیجیے۔ نظام الملک نے
محمد شاہ کے اشارے سے خواجۂ جہان کو وہین عین دربار مین قتل کر دیا۔ اور مخدومۂ جہان کی دانائی
سے کوئی فساد پیدا نہ ہوا۔ پھر محمود گاوان کو خطاب خواجۂ جہان دیا گیا اور امیر الامرای کے ساتھ منصب
وکالت بھی اُسی کو ملا۔ بعد اسکے مخدومۂ جہان نے چودہ سال کی عمر مین محمد شاہ کی شادی کر دی اور

۸۸۰ھ

خود سلطنت کے کامون سے علیحدہ ہو گئی۔ اور بیٹے کو کل کامون کا اختیار دیدیا۔ مگر محمد شاہ مخدومۂ جہان کی زندگی تک کوئی بڑا کام بغیر مشورے اِس خاتون کے نکرتا تھا۔

۱۳۸۔ قلعہ کھڑلہ کا جھگڑا ادصلح

اب محمد شاہ نے نظام الملک کو سر لشکر برار کیا اور اپنے لشکر سن ۸۷۰ھ مین روانہ کر کے حکم دیا کہ قلعہ کھڑلہ جو شاہان مالوے کے قبضے مین ہے اُن سے چھین لے۔ نظام الملک وہان پہونچا تو اُسوقت سراج الملک وہان کا قلعہ دار تھا۔ فوج اُسکے پاس زیادہ نہ تھی نظام الملک نے محاصرہ کیا۔ اطراف وجوانب سے کئی مرتبہ مدد آئی مگر اُنہین شکست ہوئی۔ آخر مرتبہ بارہ ہزار راجپوت وافغان وغیرہ نظام الملک پر چڑھ کر آئے سراج الملک تو اسوقت اندرون قلعے مین شراب کے نشے مین مخمور پڑا تھا۔ مگر اوس کا بیٹا قلعے سے نکلا۔ اور لشکر امدادی سے مل گیا۔ فریقین مین خوب لڑائی ہوئی۔ اور اہل مالوہ شکست کھاکر بھاگے اور قلعے مین گھُس گئی انہین کے ساتھ دکھنی بھی اندر چلے گیے۔ اور قلعہ لے لیا اور اہل قلعہ جب باہر نکالے گیے تو گو اُنہین ضرر جانی نہ پہونچایا مگر بعض اجلاف دکن نے اُنہین چھیڑا اور گالیان بھی دین۔ جسکے سبب سے دو راجپوت سپاہیون کو غصہ آیا۔ جب لوگ سب باہر نکل گیے تو یہ دونون نظام الملک کے سامنے گیے اور دعا دیکر بولے کہ آپ سا بہادر سپاہی ہم نے کبھی نہین دیکھا۔ ہماری آرزو ہے کہ آپ کی قدمبوسی کر کے یہان سے رخصت ہون۔ نظام الملک نے دیکھا کہ اُنکے پاس کوئی ہتھیار نہین ہے اس لیے اُن کی استدعا پر اُنکو اجازت دیدی۔ جب وہ پاس آئے تو تندیمون سے جھپٹ کر ہتھیار چھین لیے اور نظام الملک کو دم مین قتل کر ڈالا۔ اور بعض اور لوگون کو بھی نقصان پہونچایا۔ اور آپ بھی مارے گیے۔ نظام الملک کے مُنہ بولے دو بھائی تھے۔ ایک یوسف عادل خان سوائی۔ اور دوسرا دریا خان ترک۔ جب اُنہون نے سُنا اور خیال کیا کہ سرداران فوج مالوے کی تحریک سے ایسا ہوا ہے تو فوج لیکر فوراً اُنپر دوڑ پڑے جو اسوقت ایک کوس کے فاصلے پر مین

عالمِ غفلت مین پڑے ہوئے تھے۔ اور اُنکے تمام صغیر و کبیر کو قتل کر دیا اور پھر قلعے مین معقول انتظام
کے ساتھ فوج تعینات کر کے نظام الملک کا جنازہ اور لوٹ کا مال لیکر بیدر کو آئے۔ بادشاہ اُنکی بہادری
اور خیر خواہی سے بہت خوش ہوا۔ جب محمود خلجی کو یہ خبر پہونچی تو اُسنے مقبول خان کو ربیع الاول ۸۶۱ھ
مین ایلچپور کی طرف بھیجا اُس نے اِس علاقے مین خوب تاخت و تاراج کی شہر کو لوٹا۔ اسپر قاضی خان
حاکم شہر ڈیڑھ ہزار فوج سے مالوے والون کے مقابل ہوا۔ مگر شکست کھائی۔ اور مقبول خان
لوٹ لاٹ کر واپس چلا گیا۔ چونکہ محمود خلجی نے دیکھا کہ دکن کی سلطنت کی حالت اب اچھی ہے
اِس سبب سے اُس نے پرخاش سے صلح ہی کو بہتر جانا اور نرمی سے کام نکالنا چاہا۔ اسواسطے
شریف الملک کو محمد شاہ کے پاس بھیجکر سلطان احمد شاہ و ہوشنگ شاہ کے عہود و مواثیق کو یاد دلایا
جسکے بموجب قلعہ کھرلہ مالوہ والون کو دیا گیا تھا محمد شاہ نے بھی اِدھر سے شیخ احمد جیدر کو صلح کا کامل اختیار
دے کر مانڈو کو روانہ کیا۔ محمود خلجی نے سید العلما سید سلام اللہ اوحدی کو وکیل کیا۔ اور ان دونون نے
بہت سے شکوے شکایت اور بحث و مباحثے کے بعد جمادی الاول ۸۶۱ھ مین یہ تصفیہ کیا کہ قلعہ کھرلہ مالوہ والونکو دیدیا جائے
اور برار دکن مین رہے۔ اور فریقین مین سے جو چاہے کفار کے ملک کو فتح کرے اور ایک دوسرے
کا کوئی مزاحم نہو۔ پھر اس کے بعد ان دونون خاندانون مین کبھی لڑائی نہین ہوئی۔

۱۲۹۔ یوسف عادل خان کی اصلیت یہ یوسف عادل خان بیجاپور کے سلاطین عادل شاہیہ کا جدِ اعلیٰ
ہے۔ اِس کے حسب و نسب کی نسبت خوشامدیون نے ایک عجیب و غریب حکایت تراشی ہے
اور اُسکا نسب سلاطین عثمانیہ روم سے جا ملایا ہے۔ لکھا ہے کہ اُس کا باپ سلطان مراد جب
۸۵۵ھ مین مر گیا تو اُسکا بڑا بیٹا سلطان محمد تختِ روم کا مالک ہوا۔ اور اس اپنے اعیانی بھائی
یوسف کو قتل کرنے کا حکم دیا۔ مگر ماں کو چونکہ اُس سے بڑی محبت تھی اُس نے شاہی افسرونکو
کچھ دے دلا کر اُسے چھپا لیا۔ اور ایک غلام کو خواجہ علاؤالدین محمود گرجستانی ساکن ساوہ سے خرید کر

اُسکے بجاے قتل کرادیا۔ اور یوسف کو خواجہ علاؤالدین محمود کے حوالے کیا کہ وہ غلامون کے طور پر
اُسے لیکر بھاگ جاے۔ چنانچہ خواجہ نے بطمع زر یا برعایت حقوق آشناے سابقہ یوسف کو
جسکی عمر اسوقت سات سال کی تھی اپنے غلامون کے ساتھ لے لیا۔ اور بغداد کو چلا آیا اور سرحد سے
پار ہوکر اپنی سلامتی کی خوشی مین شیخ صفی کی درگاہ مین آکر بمقام اردبیل نذر چڑہائی یوسف کو مرید کرایا
اور ساوہ مین آکر اپنے بیٹونکی طرح اُسے تعلیم دی اور شاہزادہ کی مان کو بھی اُسکی خیریت سے اطلاع
کی اسی اثنا مین وہ تجارت کے لیے ہندوستان آیا۔ مگر یوسف کی مان نے اپنے بیٹے کو کچھ
تحفے تحائف بھیجے اور غضنفر آقا اور دلشاد آقا اُسکی دائی کے بچون کو بھی ہمراہ کردیا۔ جب یہ ساوہ
مین آے اور رہے تو انکی باتون سے یہ بھید کھل گیا سولہ برس کی عمر مین ایک زرگر کی لڑکے کی
حمایت مین وہان کے حاکم اور یوسف مین کچھ رنج ہوگیا جس سے یوسف کو بھاگنا پڑا۔ اور قم مین
آکر بود و باش اختیار کی پھر اگرچہ خواجہ علاؤالدین ساوہ کے حاکم کے مرجانے سے وطن کو جانا چاہتا
تھا مگر یوسف نے حضرت خضر علیہ السلام کے کہنے سے ۸۶۴ھ مین اُسے ہندوستان کی سفر کے لیے
آمادہ کردیا۔ اور بندر ہرمز سے جہاز مین بیٹھکر بندر دابل مین آکر اترا۔ یہان بھی حضرت خضر علیہ السلام
نے اُسے پانی کا ایک پیالہ پلایا اور یکایک نظر سے غایب ہوگیے ؎

	رفتم کہ خار از پا کشم محمل نہان گشت از نظر	یک لحظہ غافل گشتم و صد سالہ راہم دور شد	

بعد ازان دونون بیدر کو آے۔ اِس تاجر سے اور محمود گاوان سے پہلی ملاقات تھی اُس نے
یوسف کا سارا حال محمود گاوان سے کہا اور درخواست کی کہ اُسے شاہی غلامون مین شامل کرادے
چنانچہ محمود گاوان نے اُسے بادشاہی چیلون مین داخل کراکر عزیز خان میر آخور کی نیابت پر مقرر
کرادیا۔ جب عزیز خان مرگیا تو یہی داروغہ اصطبل ہوگیا۔ مگر جب اُس برہمن سے نااتفاقی ہوگئی جو
میر آخوری کا محاسب تھا تو یوسف نے استعفا دیدیا۔ رفیع الدین شیرازی نے اسی قسم کی اور حکایت

بیان کی ہے وہ کہتا ہے کہ مین ۹۶۰ھ مین ایران سے تاجرون کے طور پر دکن مین آیا جب
مین کوکی نام ایک قصبہ مین پہونچا جہان کہ یوسف عادل شاہ اور اُسکی اولاد کی قبرین ہین تو مین نے
دیکھا کہ وہان کے لنگر اور خدام اور حفاظ کے لیے بہت کچھ روپیہ سرکار سے ملا کرتا ہے وہان
قرآن شریف سو حافظ پڑھا کرتے ہین۔ اسمین ایک شخص شمس الدین حضرمی ایک حافظ
تھا جسکی عمر بہت تھی۔ وہ کہتا تھا کہ جس زمانے مین جہان شاہ کی اولاد مین جھگڑے پڑ رہے تھے
تو اُسوقت مین دیار بکر مین تھا جب حسن بیگ نے جہان شاہ کو مار کر سلطنت پر قبضہ کر لیا۔ تو اپنے
بھانجے احمد بیگ کو ساوہ کی حکومت عطا کی۔ اس نے ایک ساوہ کے امیر کی دختر سے شادی
کی جب احمد بیگ مر گیا تو اسی بی بی سے اُسکا ایک بیٹا محمود بیگ رہا۔ اور باپ کے بجاے
ساوہ مین حکومت کرنے لگا۔ اور بتیس سال کی عمر مین لڑائی جھگڑون مین مارا گیا۔ اور اُس کے
عیال و اطفال شیراز مین چلے آئے۔ اس کا ایک بیٹا یوسف بیگ تھا وہ پانچ سال یہان رہکر
حیران پریشان لار کو چلا گیا۔ یہان اُس نے خواب دیکھے۔ کہ کسی بزرگ نے کئی گرم روٹیان اُسے
دیکر کہا کہ دکن کو جا تیرے لیے روٹی وہان تیار کی گئی ہے۔ بیدار ہوتے ہی خوشی خوشی دکن
کو چلدیا۔ بندر جرول مین خواجہ زین العابدین سمنانی ملگیا جو محمود شاہ بہمنی کی طرف سے مال و اسباب
فروخت کرنیکے لیے وہان لے گیا تھا۔ اور اُسے بیچکر غلام وغیرہ نفایس وہان سے لیکر دکن کو آتا تھا
یوسف بھی اُسکے ہمراہ دکن کو آیا۔ مگر کچھ بہتر صورت نہ نکلی۔ جس سے لوٹکر وہ پھر لار کو چلا گیا لیکن
پھر پہلے کی طرح خواب دیکھے۔ اور دکن کو چلا آیا۔ اور ایک خان سالار کے پاس رہنے لگا۔ چونکہ یوسف
بڑا اچھا جوان اور فن کشتی مین بے مثل تھا اسواسطے اس نے ایک اکھاڑا بنایا اور وہان شاگرد بنا کر
کشتی سکھانے لگا۔ اسی زمانے مین دہلی سے ایک بڑا نامی پہلوان آیا اور دستور کے بموجب جمعہ کے
روز بادشاہ کے سامنے دربار مین حاضر ہوا اور شہر کے بعض پہلوانون سے کشتیان جیت کر بڑی

لاف وگزاف مارنے لگا۔ سلطان محمد شاہ کا زمانہ تھا۔ بادشاہ کو اُسکی شیخی گران گذری اُس نے چاہا کہ دکن کا کوئی پہلوان ایسا ہو جو اُسے پچھاڑے۔ یوسف نے اپنے مربی خان سالار کی معرفت بادشاہ سے عرض کیا کہ مین اُس سے لڑ سکتا ہون۔ آیندہ جمعہ کو کشتی مقرر ہوئی یوسف نے اُسے پچھاڑا۔ محمد شاہ نے خوش ہوکر یوسف کو خلعت دیا۔ اور کچھ دنون کے بعد اوسے صدر کوتوال مقرر کر دیا۔ مگر ہمارے نزدیک نسب کی روایت معتبر نہین ہے۔ باقی روایت قرین قیاس ہے اور یہی وجہ ہے کہ گو مہتر ابراہیم اسد خانی نے اس روایت کو بیان کیا ہے پر نسب کا ذکر مطلق نہین کیا۔ مگر وہ خان سالار کی بجاے سر نوبت حسین آقا کا نام لکھتا ہے۔ اور کہتا ہے کہ جب یوسف بادشاہی ملازمون مین شامل ہوگیا۔ تو چند روز کے بعد تلنگانے سے شکایت آئی کہ وہان قطاع الطریقون نے بہت شور مچا رکھا ہے اس لئے حسین آقا کی سفارش سے یوسف کو بخطاب مجلس رفیع اس طرف روانہ کیا گیا۔ اس نے وہان جاکر خوب بندوبست کیا۔ جب کچھ عرصہ گذر گیا تو یوسف کے بعض مخالفین نے بادشاہ سے عرض کیا کہ وہ وہان جاکر خود مستقل حاکم بننے کی غرض سے رہگیا ہے۔ مگر حسین آقا نے اسکی تردید کی۔ اور یوسف کو خود جاکر تلنگانہ سے لے آیا۔ اور بادشاہ نے اُسکی حسن کارگذاری سے خوش ہوکر اُسے بہت انعام واکرام دیا۔ اسوقت نظام الملک ترک تمام ترک سردارون مین معزز تھا یوسف نے اُس سے دوستی پیدا کی۔ اور یہانتک اتحاد بڑہایا کہ نظام الملک اُسکو اپنا بھائی کہنے لگا۔ جب نظام الملک برار کا سرلشکر ہوا تو اُسکو پانصدی کا منصب اور عادل خان کا خطاب محمد شاہ سے دلاکر اپنے ہمراہ لے گیا۔ جب عادل خان کھرلہ کی فتح سے واپس آیا تو چونکہ محمود گاوان کو ہندیون کا گرانا اور ترکون کا بڑہانا مقصود تھا اُسنے عادل خان کو ملک حسن سے دربار مین اوپر امتیازیہ مقام پر کھڑا کیا۔ اس لیے ملک حسن اور محمود گاوان سے عداوت ہوگئی

۱۴۰۔ کوکن کی فتح	اب جب مالوے کی طرف سے فراغت پائی تو ۸۷۴ھ مین محمد شاہ نے ملک التجار

۸۷۴ھ

خلف حسن بصری کا انتقام لینے اور تسخیر ممالک کے لیے خواجہ جہان محمود گاوان کو کوکن کیطرف بھیجا۔
اور لشکر جنیر چاکنہ دابل چیول بائین وغیرہ کو ہمراہ کیا۔ راے کھیلنہ اور راے سنگیسر نے جن کے
پاس تین سو جہاز تھے اور جو مسلمان حاجیون کو سمندر مین غارت کیا کرتے تھے باہم اتفاق کیا۔ اور
گھاٹ کا راستہ روکدیا مگر محمود گاوان نے اپنی حسن تدبیر سے بتدریج اُسپر قبضہ کرلیا۔ اور جب
یہ یقین ہوگیا کہ سوارونکی فوج وہان کام نہین دے سکتی۔ تو دارالخلافت کے تمام لشکر کو واپس
ہونے کا حکم دیا۔ اور سعید خان گیلانی کو جو اُسکا ہم قوم تھا لشکر جنیر کے ساتھ اور خوش قدم غلام
کو لشکر دابل و کلہر کے ساتھ اپنے پاس رکھا۔ کھیلنہ کے جنگل کو آگ لگاکر اور کاٹ کر صاف کردیا
گو پانچ مہینے تک کھیلنہ کا بھی محاصرہ کیے پڑا رہا مگر برسات کے آجانے پر واپس آگیا اور گھاٹ
کے سر راہ پر دس ہزار آدمی چھوڑکر پرگنہ کولاپور مین آکر چھاؤنی ڈالی۔ پھر برسات کے بعد وہان گیا اور
مکر و تدبیر اور زرپاشی سے کھیلنہ کو مفتوح کرکے دوسری برسات بھی نیچے ہی آکر بسر کی۔ بعد ایام
برسات علاقے سنگیسر مین گیا۔ اور زمینداروں سے خلف حسن بصری کا انتقام لیا اور وہان کا
بندوبست کرکے بندر گوا پر ایک سو بیس[۱۲۰] جہاز بھیجے ادہر خشکی سے بھی حملہ کیا اور قبل اِس سے کہ
راے بیجانگر کو خبر ہو جس کے یہ بندر قبضے مین تھا اُسے فتح کرلیا۔ اِس فتح کی محمد شاہ کو بڑی خوشی
ہوئی۔ اور تین سال کے بعد جب محمود گاوان بیدر کو آیا تو محمد شاہ نے اُسکی بڑی تعظیم کی۔ یہانتک کہ
ایک ہفتہ اُسکے گھر پر جاکر رہا مخدومۂ جہان نے اُسے اپنا بھائی بنایا اِس کے خوش قدم غلام کو
کشور خان کا خطاب دیا اور قلعہ گوا و گونڈوال و کولاپور اُسکی جاگیر مین بڑہایا۔ سعید خان گیلانی اور
زین الدین علی کو جو محمود گاوان کے رشتے دار تھے اور امراے مغل کو بڑی بڑی جاگیرین
عنایت ہوئین۔

۱۴۷۱ ۔ بھمبر راے اوڑیا کی امداد اور فتح راجمہندری و کونڈبیر	اس زمانے مین راے اوڑیا مرگیا اور اس نے ایک

لیپا لک بیٹا منگل رائے اور ایک چچازاد بھائی ہمیر نام چھوٹا منگل رائے نے رائے اور یا
کا جانشین ہو کر ہمیر کو مار کر بھگا دیا۔ اسلیے ہمیر نے محمد شاہ سے درخواست کی کہ اگر اس کو ملک کا
مالک کر دیا جائے تو وہ ہمیشہ مطیع رہیگا۔ اور باج وخراج دیا کرے گا۔ اس لیے بصوابدید محمود
کاوان ملک حسن بحری غلام کو نظام الملک کا خطاب دیکر محمد شاہ نے ہمیر کی امداد کے لیے روانہ
کیا۔ ہمیر بھی اس سے آکر مل گیا۔ اور لشکر کا مقدمۃ الجیش بنا کچھ لڑائی بھڑائی کے بعد ملک حسن
نے اُسکو اُسکا موروثی ملک دلا دیا۔ اور منگل رائے بھاگ گیا۔ پھر ملک حسن نے راجمہندری اور کونڈبیر کو فتح کیا۔ اور
محمد شاہ کے حکم سے امرائے معتبر کے سپرد کرکے مع غنائم بادشاہ کی خدمت مین حاضر ہوا۔ اور محمود کاوان
کی سفارش سے خلعت خاص سے شرف پایا اور تلنگانہ کا سرلشکر مقرر ہوا۔ یہ بھی یاد رہے کہ خلعت خاص شاہان
بہمنیہ کے یہان سوائے طرفداران اربعہ کی اور کسی کو نہین ملتا تھا۔ جب ملک حسن تلنگانہ مین گیا۔ تو اُسنے تمام ملک
تلنگانہ مین سوائے ہندی نسل والون کے اور کوئی جاگیردار نہ رکھا۔ اور جب خواجہ جہان محمود کاوان
نے دیکھا کہ اُسکی طرز سے آثار مخالفت اور باغی گری پائے جاتے ہین تو اُس سے وہ ہمیشہ خبردار
اور ہوشیار رہنے لگا۔

۱۴۲۔ ملک حسن اور ملک فتح اللہ کی اصلیت | یہ ملک حسن نظام الملک احمد نگر کے نظام شاہی خاندان کا
مورث اعلی ہی اصل مین یہ ذات کا برہمن تھا۔ اور اُسکا کوئی دادا پردادا پاتری علاقہ برار کا کلکرنی یعنی
پٹواری تھا۔ مگر ایک قحط کے زمانے مین اپنے وطن کو چھوڑ کر بیجانگر کو چلا گیا تھا جس زمانے
مین سلطان احمد شاہ نے بیجانگر پر حملہ کیا تھا تو اُسوقت یہ ملک حسن قیدیون مین گرفتار ہو کر آیا تھا۔
اُسکا نام تیما بھٹ اور اُسکے باپ کا نام بھیرو تھا۔ مگر سلطان احمد شاہ نے تیما بھٹ کو جو اسوقت
ایک نوعمر لڑکا تھا اپنے غلامون مین شامل کر لیا۔ اور حسن نام رکھدیا۔ اور اپنے بیٹے کے ساتھ
مکتب مین پڑھوایا۔ بعد اُسکے یہ ہمیشہ شاہزادون کے ساتھ رہا کرتا تھا۔ محمد شاہ جب چھوٹا تھا تو

اسے حسن ابن بہری کے بجاے بتغیر لہجہ حسن بحری کہا کرتا تھا۔ اور جب محمد شاہ جوان ہوا تو اُسے بحری کے نام کی مناسبت کی وجہ سے اپنے شکار کے بحری جانور یعنی خدمت قوش بیگی سپرد کردی تھی جس سے اُسے بادشاہ سے بڑا تعلق ہو گیا تھا اور اسے منصب ہزاری اور نقارہ و ماہی مراتب بھی ملگیا تھا۔ فتح اللہ عماد الملک بھی جو اس زمانے مین برار کا سرلشکر مقرر ہوا تھا ایک ہندو ہی تھا۔ اور راجہ ہاے بیجانگر کی اولاد مین سے تھا جو سلطان احمد شاہ کے وقت مین لڑکپن مین پکڑا آیا تھا۔ اور خان جہان سپہ سالار برار کو بطور غلام کے دیدیا گیا تھا۔ اُس نے اُسکی اچھی طرح سے پرورش کی۔ خوب پڑہایا لکھایا۔ اور حسن قابلیت کو دیکھکر اپنا معتمد بنایا۔ لیکن جب وہ مرگیا تو یہ شاہانِ بہمنیہ کے غلامون مین شامل ہو گیا تھا۔ اور محمود گاوان کے طفیل عماد الملک کا خطاب اور برار کی سرلشکری اُسکو ملگئی تھی۔

۱۴۳۔ یوسف عادل خان کا سرلشکری دولت آباد پر تقرر اور انتور دبیر اکھیرہ اور لانچی کی فتح

اس سے دو تین مہینے کے بعد یوسف عادل خان بھی دولت آباد کا سرلشکر مقرر ہوا اور دریا خان وغیرہ کئی غلام امیرون کو اسی علاقے مین جاگیرین دی گئین چونکہ تمام جاگیردار سرلشکر کے تابع ہوا کرتے تھے اس لیے یہ جاگیردار یوسف عادل خان کے تابع ہو گیے پسر قاسم بیگ صف شکن جسکا لقب بھی قاسم بیگ صف شکن تھا اور نیز شاہ قلی سلطان وغیرہ جو جنیر اور جاکنہ کے جاگیردار تھے انہین جاگیردارون مین شریک تھے۔ انتور کا قلعہ محمود خلجی کی چڑہائی مین ایک مرہٹہ دبا بیٹھا تھا۔ اسلیے یوسف عادل خان کو حکم ہوا کہ اُسے لیلے اور تیر ویراکھیڑہ پر بھی قبضہ کرلے۔ چنانچہ اُس نے اپنے مُنہ بولے بھائی دریا خان کو ویراکھیڑہ پر اور قاسم بیگ کو انتور پر بھیجا۔ اور انہون نے جنگ راے والی ویراکھیڑہ کو نکال کر دونون قلعون پر قبضہ کرلیا۔ لانچی کا راجہ مرچکا تھا اس لیے لانچی بھی بہت جلد قبضے مین آگیا۔ اور پھر بوعدۂ خراج اُسی کے بیٹے کو دیدیا گیا۔ چونکہ محمود گاوان یوسف

کو اپنا بیٹا کہا کرتا تھا۔ اِس لیے محمد شاہ یوسف عادل خان کی بہت خاطر کرتا تھا۔ اور جب یہ فتوحات اُسکے ہاتھ سے ہوئین تو اور بھی خوش ہوا جب یوسف عادل خان بیدر کو آیا تو بادشاہ کے اشارے سے محمود گاوان نے اُسکی ایک ہفتے تک دعوت کی۔ پھر بادشاہ بھی محمود گاوان کے یہان ایک ہفتے تک جا کر رہا اور یوسف عادل خان کا ایسا اعزاز بڑہا کہ بادشاہ کا ہم کاسہ و ہم نوالہ ہوگیا۔

۱۴۴۔ بیلگوین کی فتح اور مخدومۂ جہان کا انتقال

اِس زمانے مین اجیراے دیوراے کا بیٹا بیجانگر مین حکومت کر رہا تھا مگر یہ اپنے باپ کی طرح صاحب حوصلہ نہ تھا تو بھی کچھ نہ کچھ کیے جاتا تھا۔ ۸۷۷ھ مین اسی کے بہکانے سے پرکیتہ راے بلگوان نے جزیرہ گوا پر چڑہائی کی۔ حاکم بنکاپور علاقہ بیجانگر بھی امداد کو آیا۔ اور جزیرہ کے دخول اور خروج کا راستہ مسدود کر دیا۔ اب محمد شاہ جوان ہوگیا تھا۔ یہ سُنتے ہی اُس نے خود بلگوین کا ارادہ کیا اور شکار کھیلتا ہوا وہان جا پہنچا بلگوین کا قلعہ بڑا مضبوط پتھر کا بنا ہوا تھا۔ اور اُسکے گرد گہری خندق کھدی ہوئی تھی۔ اُس نے جاتے ہی سرداران لشکر کو حکم دیا کہ دو ہفتے کے اندر قلعہ فتح ہو جائے اور خواجہ کو قلعہ توڑنے اور خندق پاٹنے کا حکم دیا۔ لیکن خواجہ جس قدر خندق کہ دن مین بھرواتا اہل قلعہ رات کو نکلکر اُسے خالی کر دیتے تھے۔ اِس نے ایک دیوار بنائی تاکہ اہل قلعہ خندق تک نہ پہونچین۔ اس زمانے تک سرکوب اور نقب کا رواج دکن مین نہین ہوا تھا۔ خواجہ نے خندق کے نیچے سے نقب لگوایا اور قلعے تک پہونچا کر باروت بھر دی۔ اور جب آگ دی گئی تو قلعے کی دیوار ٹوٹ گئی۔ ہندؤن نے آکر رخنہ کا بڑا انتظام کیا۔ ادہر خندق کو پاٹ کر مسلمانون نے راستہ بنا لیا تھا۔ محمد شاہ خود فوج لیکر شگاف پر جا پہونچا اور بیرونی قلعے پر قبضہ کر لیا۔ اب راے بہ تبدیل لباس قلعے سے نکلکر محمد شاہ کے لشکر مین آیا۔ بادشاہ کو اطلاع کرائی کہ راے بلگوان کا قاصد آیا ہے۔ جب سامنے گیا تو عرض کیا

کہ مین ہی راضی ہون چاہے قتل کرو۔ چاہے چھوڑ دو۔ موجود ہون۔ بادشاہ نے اُسپر عنایت کی۔ اور اپنے امرا مین داخل کرلیا۔ اور قلعہ اُسی روز فتح ہوگیا۔ چونکہ محمد شاہ اسوقت خود سر لشکر تھا اسلیے اپنا لقب آج سے لشکری رکھدیا۔ اور دار السلطنت کو واپس ہوا۔ راستے مین مخدومۂ جہان والدہ محمد شاہ کا انتقال ہوگیا۔ جو بادشاہ کے ساتھ اس حملے مین شریک تھی۔ درحقیقت اسی عورت کا طفیل تھا کہ اِس خاندان مین بادشاہی کچھ اور مدت تک رہگئی۔ اور محمد شاہ کے زمانے مین سلطنت کو اس قدر عروج ہوگیا۔ محمود گاوان کو اُس نے سلطنت کا خیرخواہ بنایا۔ اگر یہ عورت زندہ رہتی تو محمد شاہ کے لڑکپن سے امرا کو بعد مین جو طاقت حد سے زیادہ ہوگئی تھی غالباً اوسکا انسداد کرتی۔ اسکے مرنے سے محمد شاہ کا ایک عمدہ اور سچا مشیر ہاتھ سے جاتا رہا۔

۱۴۵۔ دکن کا قحط | اب محمد شاہ بیجاپور مین آیا وہان محمود گاوان کی دعوتین کھائین۔ اور اُسے ایسی وہان کی آب وہوا خوش آئی کہ کالا باغ مین جسے خواجہ نے آباد کیا تھا اکثر رہا کرتا۔ اور مہمات سلطنت کو بھی یہین انجام دیتا تھا اور ارادہ تھا کہ ایام برسات مین وہین قیام کرے۔ مگر اُس سال ایسا قحط پڑا کہ کنوؤن کے پانی بھی خشک ہوگئے۔ مجبوراً بادشاہ بیدر کو چلا آیا۔ یہ قحط صرف بیجاپور ہی مین نہ تھا بلکہ تمام دکن مین تھا۔ اور نہ صرف اسی سال بلکہ دوسرے سال بھی بارش نہ ہوئی تلنگانہ مرہٹ مالوے مین دو سال تک ایک دانہ بھی نہین بویا گیا۔ سبزی کا کہین نام و نشان دیکھنے مین نہین آتا تھا۔ بیشمار آدمی مرگیے۔ اور وہی زندہ بچے جو بھوک کے مارے اپنے گھرون کو چھوڑ چھوڑ کر بھاگ گیے۔ دیہات قصبات ایسے اُجڑ گئے تھے کہ جب تیسرے سال سنہ ۸۸۰ھ مین مینھ برسا تو ملک مین کوئی کاشتکار ہی نہ تھا جو کھیتی کرتا۔ تاریخ مین اس کا کہین ذکر نہین ہے کہ محمد شاہ نے اِس قحط کے رفع کی کوئی تدبیر کی ہو بلکہ وہ عیش و عشرت مین مصروف رہا اور ملک کو تباہ و برباد ہوتے دیا۔ اِس کا بہت بڑا الزام محمود گاوان سے

۸۸۰ھ

وزیر رہے -

۱۴۶- اوریا اور اوڑیسہ کی فتح | کوندبیر کا قلعہ دار کوئی بدکار آدمی تھا- اِس لیے اہل قلعہ نے اُسکو
قتل کرڈالا- اور بادشاہ کے خوف سے بغاوت پر آمادہ ہو گیے- ہمیر راے اوریا نے جسے محمد شاہ
نے گدی نشین کرایا تھا جب دیکھا کہ دکن کی حالت قحط کے سبب سے تباہ ہو رہی ہے- ادہر
یہ قلعہ والے باغی ہین تو اُن سے سازباز کر کے قلعے پر قابض ہو گیا- اور راے اوڑیسہ کو لکھا کہ
استرداد تلنگانہ کا یہ عمدہ موقع ہے کوندبیر آپ کی نذر ہے- تلنگانہ مجھے دلادو- راے اوڑیسہ
نے ایک ہزار سوار اور آٹھ سات ہزار پیادے لے اور راجہ ہاے جاجنگر کو ہمراہ لیکر تلنگانے
پر چڑہائی کی- اوّل ہندو راجمہندری مین آئے- اور نظام الملک کو قلت سپاہ کے باعث محصور
ہونا پڑا- جب محمد شاہ کو اطلاع ہوئی تو آنکھین کھولین- ایک سال کی تنخواہ فوج کو تقسیم کی اور فوراً
فوج لے راجمہندری پہونچا- راے اوڑیسہ تو سنتے ہی چلدیا- اور دریا پار اُتر گیا- ملک حسن
قلعے سے نکلکر بادشاہ کی خدمت مین حاضر ہوا- چونکہ ندی مین پانی بہت تھا- اور کشتین راے اوڑیسہ
کے قبضے مین تھین اور نئی کشتیون اور نوکرون کے بہم پہونچانے مین دیر ہوئی اس لیے
راے اوڑیسہ بچکر اپنی دارالسلطنت کو چلا گیا- لیکن محمد شاہ کو اِس قدر غصہ تھا کہ شاہزادہ محمود خان
اپنے بیٹے کو خواجہ کے ساتھ راجمہندری مین چھوڑا- اور خود بیس ہزار سوار جرار لیکر ۸۸۳ھ
کے آخر مین اوڑیسہ پر حملہ آور ہوا اور دارالسلطنت مین خوب کسر نکالی- چونکہ راے اوڑیسہ
بنگالے کے حدود پر چلا گیا تھا- اِس لیے بادشاہ چھ مہینے تک وہان رہا- اور ملک سے جس قدر
روپیہ ہو سکا وصول کیا- اور یہ ارادہ کیا- کہ شاہزادہ اور خواجہ کو بلا کر وہ علاقے اُن کے تفویض
مین کردے- مگر راے اوڑیسہ نے یہ سُنکر ایلچی اور بہت سے تحفے تحایف اور ہاتی بھیجے اور
اطاعت کا وعدہ کر کے قصور کی معافی چاہی- مسلمانون کا تو ہمیشہ کا قاعدہ ہے کہ معذرت خواہ کو

۸۸۳ھ

گو کیسا ہی اُسنے قصور کیا ہو معاف کر دیا کرتے ہین کچھ اور ہاتی لے لواکر معاف کر دیا۔ اور وہ ملک اُسکا اُسیکو دیدیا۔ اور واپس چلدیا۔ راستے مین ایک قلعہ ملا جسکو راے کے بعض آدمیون نے بطریق شیخی کے بادشاہ سے بیان کیا کہ اِس قلعے کو کوئی فتح نہین کر سکتا۔ یہ سُنتے ہی بادشاہ کی رگِ غیرت جوش مین آئی۔ اور اُس کا محاصرہ کیا۔ اہل قلعہ بہت سے مارے گیے۔ راے اوڑیسہ نے کہلا بھیجا کہ یہ لوگ صحرائی ہین۔ انکی ایسی نامعقول باتون پر بادشاہ کو غصہ نہ چاہیے۔ اس لیے ڈیڑھ مہینے کے بعد محاصرہ اُٹھاکر چلا آیا۔ اب کندبیر کا آکر محاصرہ کیا۔ اور جب پانچ چھ مہینے کے محاصرے کے بعد قلعہ خالی ہوا تو بادشاہ نے اندر جاکر سب سے بڑے بت کو توڑا۔ اور کئی برہمنون کو اپنے ہاتھ سے قتل کیا۔ وہان بت خانے کی جگہ مسجد بنوائی اور منبر پر چڑھ کر خود اذان کہی۔ اور اپنے نام کا خطبہ پڑھوایا۔ چونکہ شاہان بہمنیہ کا دستور تھا کہ برہمن کو کبھی قتل نہین کرایا کرتے تھے۔ چہ جائیکہ اپنے ہاتھ سے مارین۔ اس لیے خواجہ کے اشارے سے لفظ غازی کا محمد شاہ کے نام کے ساتھ زیادہ کیا گیا۔ یہی وجہ ہے کہ جب چند روز کے بعد اس سلطنت مین خلل آیا تو برہمنون نے اُسکو برہمن کشی کی نحوست سے منسوب کیا۔ اس کے بعد محمد شاہ تین سال تک راجمہندری اور اُس کے گرد و نواح مین رہا تلنگانہ کا اچھی طرح انتظام کیا۔ اور تمام سرکش زمینداروں کو بیخ و بن سے اُکھیڑ کر پھینکدیا۔

۱۴۷۔ مملکت بہمنیہ مین محمود گاوان کی اصلاحین۔ اور امرا کی اُس سے عداوت

اس زمانے مین ایک اور ریاست سواحل مشرقی پر کرناٹک اور تلنگانے کے بیچ مین مچھلی پٹن تک بڑے زور شور پر تھی۔ یہان کے راجہ کا نام نرسنگ تھا اُس نے بیجانگر کا ملک بہت سا فتح کر لیا تھا۔ اور کثرت سے قلعے بنائے تھے اور سرحد شاہانِ بہمنیہ پر آ آکر اکثر شور و غوغا مچایا کرتا تھا۔ امراے حدود اُس کا مقابلہ نہین کر سکتے تھے۔ اِس لیے بادشاہ نے چاہا کہ اُسکو زیر کرے مگر اِس کے لیے ایک

عرصہ درکار تھا۔ چونکہ اب ممالک محروسۂ بہمنیہ کا دائرہ بہت وسیع ہوگیا تھا اُسمین اندرونی اصلاحین بھی ضرور تھین۔ خواجہ محمود گاوان نے جو ایک بڑا تجربہ کار افسر تھا۔ محمد شاہ کو بہت سی باتین بتائین۔ اور اُن کے بموجب اصلاحین عمل مین آئین۔ اُن مین سے چند باتون کا یہان ذکر کرتے ہین۔ سلطان علاؤالدین حسن گانگو کے زمانے مین جیسے تمام ملک چار صوبون مین تقسیم ہوا تھا ابھی تک اُسی طرح پر تھا حالانکہ اُن صوبون کی حیثیت اب کچھ سے کچھ ہوگئی تھی۔ اور ملک ہر ایک صوبے مین اس قدر بڑھ گیا تھا کہ صوبیدار پر بادشاہ کا دباؤ تھوڑا ہوتا تھا اور وہ اسقدر زور آور ہوتے تھے کہ جب چاہین بغاوت کر بیٹھین سوائے اِس کے ایک آدمی اتنے بڑے صوبے کا انتظام بھی اچھی طرح نہ کرسکتا تھا۔ اس لیے ملک کو آٹھ صوبون مین حسب تفصیل ذیل تقسیم کردیا۔

پہلے صوبے	جدید صوبے
اوّل۔ صوبہ گلبرگہ	۱۔ بیجاپور مین مدگل رایچور سمیت دریاے بھیما تک ملک شامل تھا۔ ۲۔ حسن آباد مین گلبرگہ ساگر نلدرگ شولہ پور وغیرہ۔
دوم۔ دولت آباد	۳۔ دولت آباد۔ ۴۔ جنیر مین کانکن کا علاقہ گوا اور بلگانون تک تھا
سوم۔ تلنگانہ	۵۔ راجمہندری مین موسلی پٹم نلکنڈہ اوریا داخل تھے ۶۔ ورنگل
چہارم۔ برار	۷۔ کاویل ۸۔ ماہور

سواے اِس کے پہلے یہ دستور تھا کہ اپنے صوبے کے تمام قلعے سرلشکر کے اختیار مین رہا کرتے تھے - اب صرف ایک قلعہ سرلشکر کو دیا - اور اِس طرح پر بیجاپور حسن آباد گلبرگہ دولت آباد جنیر راجمہندری ورنگل کاویل ماہور چھوڑکر تمام قلعے شاہی ملازم قلعدارون کے حوالے کیے تاکہ بوقت سرکشی سرلشکر کچھ نہ کرسکے منصب کا یہ حال تھا کہ پہلے پانصدی کو ایک لاکھ اور ہزاری کو دو لاکھ ہون سالانہ ملا کرتے تھے اب پانصدی کو سوا لاکھ اور ہزاری کے ڈھائی لاکھ ہون مقرر ہوے - مگر یہ حکم ہوا - کہ جو جاگیردار فوج تعداد معینہ سے کم رکھے اوسکی تنخواہ اوسیقدر کاٹ لیجاے گو ان اصلاحون سے سلطنت کو تقویت ہوئی - مگر اُن لوگون کو یہ اصلاحین بُری معلوم ہوئین جو صاحب داعیہ تھے اور اُن کے دل مین اُمنگین بھری ہوئی تھین - اور چونکہ محمود گاوان کی راے سے یہ تجویزین عمل مین آئی تھین - اِس لیے بہت سے امرا درپردہ اُس کے دشمن ہو گیے - غرضکہ جب یہ تقسیم ہو چکی تو اُن پر یہ صوبیدار تجویز ہوے - بیجاپور پر خواجہ جہان محمود گاوان حسن آباد پر دستور دینار دولت آباد پر یوسف عادل خان - جنیر پر فخر الملک ترک جو محمود گاوان کا رشتہ دار تھا - راجمہندری پر ملک حسن نظام الملک - ورنگل پر اعظم خان بن سکندر خان بن جلال خان کاویل پر فتح اللہ عماد الملک - ماہور پر خداوند خان حبشی - غلامونکی حیثیت اُس زمانے مین بیٹون کی سی ہوا کرتی تھی اور یہی وجہ تھی کہ بڑے بڑے صاحب حوصلہ خود بخود امرا اور سلاطین کے غلام بنجایا کرتے تھے - اور آسیکو اپنی عزت اور ناموری کا باعث سمجھتے تھے - یہ وہ غلامی نہ تھی جس غلامی کو یورپ والون نے انسان کی پرلے درجے کی بدنصیبی سمجھی ہے اِس سبب سے ملک حسن کا نکاح جو شاہی غلامون مین سے تھا شاہی حرم سرا مین کسی چھوکری سے ہو گیا تھا - اِس وجہ سے اُس کے بیٹے ملک احمد مین ترکون کی سی شجاعت اور ہندؤن کی سی فطنت دونون چیزین موجود تھین - خواجہ محمود گاوان نے اِس لیے باپ بیٹون کا

ایک جگہ رکھنا مناسب نہ سمجھا۔ اور جب راجمہندری پر ملک حسن نظام الملک سرلشکر مقرر ہوا تو ملک احمد کو اُس نے سہ صدی منصب دیکر خداوندخان حبشی کی ماتحتی مین ماہور کا جاگیردار کر دیا جس سے ملک حسن نظام الملک کو بڑا رنج ہوا۔ اور اب اِسوقت بھی اُسکا تقرر راجمہندری پر ہوا تھا جس سے بادشاہ سے علیحدگی ہوگئی اور محمود گاوان بادشاہ کے ہمراہ رہا۔ مثل مشہور ہے سگِ حضور بہ از برادر دور محمود گاوان تو ایک بڑے پایہ کا شخص تھا جس طرح چاہتا بادشاہ کو نظام الملک کے برخلاف بہکا سکتا تھا اِن شبہات سے نظام الملک نے بادشاہ سے عرض کیا کہ مین من العہد الی العہد حضور کی خدمت مین رہا ہون ہم رکابی کے شرف سے محروم رہنا نہین چاہتا۔ اگر اجازت ہو تو اپنے بیٹے کو راجمہندری مین مقرر کر دون اور مین حضور کے ہمراہ چلون۔ بادشاہ نے جواب دیا کہ ہمین صرف انتظام ملک منظور ہے کوئی حرج نہین ہے اور خواجہ کو حکم دیا کہ ملک احمد کو بلا لیا جائے۔ چونکہ شاہی حکم سے مجبور تھا اِس لیے خواجہ نے اُسے بلا لیا۔ ملک احمد کو ہزاری کا منصب ملا اور باپ کی طرف سے راجمہندری مین مقرر کر کے بھیجا گیا۔ اس سبب سے ملک حسن نظام الملک اور محمود گاوان مین اور بھی دشمنی بڑھ گئی۔

۱۴۸۔ کونڈپور پلی سے کنجی اور مچھلی پٹن تک کی فتح۔

القصہ محمد شاہ ترنگہ کی طرف روانہ ہوا۔ راستے مین ایک پہاڑ پر ایک قلعہ نظر آیا جسکو کسی زمانے مین شاہانِ دہلی کے اہل کارون نے بنوایا تھا۔ اور آجکل نہایت بے مرمت پڑا ہوا تھا۔ یہ ایک ایسے موقع پر تھا جس سے آگے جا کر کوئی آفت آ ئے تو یہان لوٹ کر پناہ مل سکتی تھی۔ اِس لیے محمود گاوان کو اُسکی مرمت کا حکم دیا۔ چھ مہینے کے عرصے مین اُس نے اُسے ایسا مضبوط بنایا جسکا اُسوقت دو سال مین تیار ہونا مشکل تھا۔ اُسمین اُس نے غلّہ اور کھانے پینے کا سامان جمع کیا توپ اور ضرب زن اور تمام آلات قلعہ داری مہیا کیے جا بجا سپاہیون کے رہنے اور مارچے کے مقامات

بنائے۔ پھر بادشاہ کو اوپر لیجا کر دکھایا جس سے محمد شاہ ایسا خوش ہوا کہ اپنے خاص کپڑے
اُتار کر محمود کاوان کو دیئے اور اوس کے خود پہن لیے۔ محمود کاوان کا وہ عروج ہوا کہ اس سلطنت
مین اس سے زیادہ ہو نہ سکتا تھا۔ اِس اقبالمندی پر دشمنون کی نظر مین محمود کاوان اور بھی
زیادہ کھٹکنے لگا۔ مگر انکو کوئی موقع نہ ملتا تھا۔ خواجہ کے دوست اتنے تھے کہ اُنکے سبب سے
دم مارنا مشکل تھا۔ غرضکہ محمد شاہ دو تین ہزار سوار سے آگے بڑہا۔ اور لوٹتا مارتا کوندپور پلی
پہنچا اور شاہزادۂ محمود خان کو محمود کاوان کے حوالے کرکے وہین چھوڑا۔ اور چھ ہزار سوار لیکر
کنچی نام ایک بتخانے کی طرف روانہ ہوا جو یہان سے دس منزل پر مدراس کے پاس ہے
اور اُس زمانے مین اس جگہ بڑا مال و دولت تھا۔ مورخین کا اس بات پر اتفاق ہے کہ
محمد شاہ اس تیزی سے یلغار کرتا ہوا آندہی مینھ کی طرح جھپٹا کہ کنچی کے پاس پہونچتے پہونچتے
صرف چالیس سوار اُس کے ساتھ باقی رہ گیے تھے جنمین سے یوسف عادل خان ملک حسن
نظام الملک تغرش خان ترک بھی تھے۔ واہ رے بہادری اور بیدھڑک دلیری کہ ان چالیس ہی
آدمیون سے مندر پر حملہ کیا اور خود شمشیر بکف آگے بڑہا محافظون نے مقابلہ کیا۔ ایک ہندو
جوانمرد نے محمد شاہ کو افسر سمجھ کر اُسپر حملہ کیا۔ اور ڈہال سر پر لیکر تلوار ماری۔ محمد شاہ نے اُسکو روکا ایک
ضرب اُس نے اور ماری کہ بادشاہ نے اپنی تلوار سے اُس کے دو ٹکڑے کر دیئے۔
اتنے مین ایک اور ہندو بادشاہ پر دوڑا۔ چونکہ مسلمانون مین سے ہر ایک کو نفسی نفسی کی پڑ رہی
تھی اُسے بھی بادشاہ نے خود ہی بھگتا۔ اِسی عرصے مین بقیہ فوج بھی آگئی۔ ہندو بھاگ گیے
بتخانہ اور شہر فتح ہو گیا۔ پھر ایک ہفتہ یہان آرام کیا اور ملک حسن کی مشورت سے یوسف عادل
خان اور فخر الملک وغیرہ امرائے غریب کو دولت آباد اور جنیر کا پندرہ ہزار لشکر دیکر ترسنگہ کی گرفتاری
کو روانہ کیا اور بادشاہ نے خود مچھلی پٹن کی طرف مراجعت کی اور اسپر قبضہ کرکے کندپور پلی کو

لوٹ آیا۔ معلوم ہوتا ہے کہ یہ راجہ نرسنگہ جو آیندہ بیجانگر کا راجہ ہوگیا تھا اس وقت بیجانگر کے قبضے کی فکر مین اُسی طرف کہین ہوگا۔ مگر اسلامی تاریخون مین اسکا کچھ ذکر نہین ہے۔ کتبون سے کچھ حالات معلوم ہوتے ہین۔ اِس راجہ نے پہلے خاندان کو غارت کرکے بیجانگر مین اپنے خاندان کی حکومت جمائی تھی اور اُن کی حکومت اخیر عہد تک باقی رہی ہے۔ ان کے بعد صرف ایک رام راج دوسرے خاندان کا شخص وہان کا راجہ ہوا ہے۔ ملک گیری کے لحاظ سے نرسنگہ کے خاندان کا راج کچھ نامور نہین ہے۔

۱۴۹۔ قتل محمود گاوان | اب اِس وقت سلطنت بہمنیہ کی وسعت اِس قدر بڑھ گئی تھی کہ بیچ مین جنوب کو صرف بیجانگر کا علاقہ باقی رہگیا تھا۔ اور ممکن تھا کہ اگر اسیطرح زمانہ رہتا تو ایک سال کے ہی اندر بیجانگر کی سلطنت کا نام و نشان بھی نہ رہتا۔ مگر مشیئت ایزدی تو دوسری طرح تھی جس قدر عروج اور بادشاہ کے نزدیک محمود گاوان کا اعتبار بڑھتا گیا اُسیقدر اُس کے مخالفین نے بادشاہ کو بھکانا شروع کیا۔ اور اُسکی طرف سے دل مین شک ڈالے۔ اور اس قدر شکایتین کین کہ بادشاہ گھبرا گیا۔ کچھ ایسی محمود نے بادشاہ کے دل مین جگہ کرلی تھی کہ اسپر بھی اُسنے کسی بات پر کان نہ دھرا اب مخالفون نے دیکھا کہ یوسف عادل خان اسوقت نہین ہے ظریف الملک دکھنی اور مفتاح حبشی وغیرہ چند غلام باہم متفق ہوے۔ اور خواجہ کے ایک حبشی کو جسکے پاس اُسکی مہر رہا کرتی تھی رشوت دی اور دوست بناکر شراب پلائی اور عالم نشے مین اُسے ایک سادہ کاغذ دکھایا اور کہا کہ یہ ہمارے فلان دوست کی براءت ہے اسپر دفتر کے کارپردازون کے دستخط ہوگیے ہین۔ اگر خواجہ کی مہر بھی اسپر تم لگادو تو ایک بیچارے کا کام نکل جائے اور ہم تمہارے احسانمند ہون۔ اُسنے کاغذ کو تو نہ کھولا۔ اور ویسے ہی مروت مین آکر اُسپر خواجہ کی مہر لگادی۔ جب یہ کام اسطرح درست ہوگیا تو یہ دونون شخص شب کو ملک حسن نظام الملک کے پاس آئے۔ اور تمام کیفیت اُس سے

بیان کی۔ اور صلاح و مشورت کے بعد اُس کاغذ مین خواجہ کیطرف سے اوڑیسہ کے راجہ کو اس مضمون کا خط لکھا کہ محمد شاہ شراب پتیا اور ہم پر ظلم و ستم کیا کرتا ہے ہم لوگ اُس سے متنفر ہو گیے ہین اگر ایسے وقت مین کہ راجمہندری مین کوئی معقول حاکم نہین ہے تم آجاؤ تو ادہر سے ہم بغاوت کرین چونکہ بہت سے امیر میرے کہنے مین ہین بادشاہ کو مزاحمت کرنا دشوار ہو جائے گا۔ اور دکن کا ملک ہم تم علی السویہ تقسیم کر لینگے۔ جب یہ خط جو درحقیقت خواجہ کے قتل کا فتوی تھا تیار ہو گیا۔ تو ظریف الملک اور مفتاح حبشی نے محمد شاہ کے آگے اُسوقت پیش کیا جس وقت نظام الملک بھی موجود تھا۔ بادشاہ خواجہ کی مُہر کو دیکھتے ہی آگ بیولا ہو گیا۔ اور ایسا ہوش سے باہر ہوا کہ بغیر اسکے کہ کسی قسم کی تحقیقات کرے یا فقط حامل خط کو بُلا کر کچھ پوچھے۔ خواجہ کو بلایا۔ خواجہ بادشاہ کی خدمت مین حاضر ہونیکے لیے تیار ہوا۔ مگر اُسکے ہمنشینون نے منع کیا۔ کہ معاملہ ایسا ہے۔ آج آپ نہ جائیے۔ ورنہ آپ قتل کیے جائینگے۔ مگر خواجہ کو اپنی خیرخواہی اور راست بازی پر ایسا زعم تھا کہ جھوٹے کاغذ کے سچے ہو جانیکا اُسے ہرگز خیال نہوا۔ اور یہ سمجھا کہ بادشاہ مجھکو کبھی کوئی نقصان نہ پہونچائے گا۔ اور یہ بیت جو اُس زمانے مین اکثر اُسکے ورد زبان رہا کرتی تھی پڑھی ؎

چون شہید عشق در دنیا و عقبی سرخروست	خوش دمی باشد کہ مار اکشتہ زین میدان برند

خواجہ کے توابع مین سے چند امرائے کبار نے اپنے معتبر آدمیون کے ہاتھ کہلا بھیجا۔ کہ ہمنے بڑی بڑی خبرین سُنی ہین ہزار سوار آپکے خاصے کے حاضر ہین۔ اگر سوار ہو کر گجرات کو آپ چلین تو ہم آپ کو پہونچا دیتے ہین۔ مگر اُس نے کہا کہ مین نے مدت ہاے دراز تک یہان آرام و عیش کیا ہے۔ اور کبھی کوئی خطا نہین کی۔ اب اگر دشمنون نے مجھپر کوئی تہمت لگائی تو کیا بادشاہ بلا دریافت مجکو مجرم سمجھ لیگا۔ اور اگر ایسا ہی ہے تو بادشاہ کے ہاتھ سے قتل ہو جانا مکرامی

سے بہتر ہے۔ جب خواجہ نے ایسے جواب دیے تو اس کے تمام ہوا خواہ خاموش ہو کے اس آیندہ خونی منظر کو جس کے وقوع کا زمانہ قریب آگیا تھا آنکھیں پھاڑ پھاڑ کے تکنے لگے۔ خواجہ دربار مین پہونچا۔ محمد شاہ کو جرم کا ایسا یقین تھا کہ اُسنے خواجہ سے اُسکی کچھ تحقیقات نہ کی۔ بلکہ یہ کہا کہ اگر کوئی شخص اپنے آقا سے بلاوجہ بیوفائی کرے اور یہ بات یقین کو پہونچ جائے تو اوسکی کیا سزا ہے اُس نے جواب دیا کہ اُسکی سزا شمشیر آبدار کے سوا کچھ نہین ہے۔ سلطان نے وہ رقعہ اُسے دکھایا۔ خواجہ نے کہا۔ سبحانک ھذا بھتان عظیم۔ مہر تو واقعی میری ہے مگر مین نے نہین لکھا اور نہ میرا خط ہے۔ اور گو کیسے ہی قسمین کھائین مگر بادشاہ چونکہ شراب پیے ہوئے اور بہکانے سے جوش مین چڑھا ہوا تھا بلا تجسس و تفحص مجلس سے اُٹھ کھڑا ہوا اور جوہر نام حبشی کو خواجہ کے قتل کا حکم دیدیا۔ وہ یہ سمجھا تھا کہ خواجہ جہان محمود گاوان کا قتل ایسا ہی ہے کہ جیسا خواجۂ جہان ترک کا تھا۔ اُسے یہ خبر نہ تھی کہ اسوقت ہمایون شاہ ظالم کی سیاستون کو بہت ہی تھوڑا زمانہ گذرا تھا جس نے سرکشون کی دھجیان اُڑا دی تھین اور ابھی تک وہ اچھی طرح اُبھرنے بھی نہ پائے تھے۔ سوائے اِس کے اُسکی مان مخدومۂ جہان سی عاقلہ عورت سر پر بُرے بھلے کی سنبھالنے والی موجود تھی۔ پھر محمود گاوان سا خیر خواہ خواجۂ جہان ترک کا مدِ مقابل تھا۔ علاوہ برین محمود خلجی کے حملے سے سب امرا کے کان کھڑے ہو گیے تھے وہ جانتے تھے کہ اگر اسوقت سلطنت سے یا باہمی مخالفون سے کچھ فساد کرینگے تو دشمن آپس کے فسادون کو دیکھ کر دوڑ پڑے گا۔ اور سب تباہ ہو جائین گے۔ پھر محمود شاہ گجراتی کا بھی ڈر تھا جس نے محمود خلجی کے مقابلے مین دو مرتبہ مدد دی تھی۔ اب اسوقت ہمایون شاہ کی سیاستونکو بیس برس سی زاید گذر چکے تھے مخدومۂ جہان سا کوئی مربی بھی نہ تھا جو بگڑی ہوئی کو سنبھالتا محمود گاوان سا کوئی دوسرا مشیر اور امورات سلطنت پر کامل حاوی بھی نہ تھا کہ جسکے رعب سے امرا قابو مین رہتے۔ اگر

ایسا ہی کرنا تھا تو اُسے چاہیے تھا کہ اُس وقت محمود گاوان کو قید کر دیتا۔ اور تحقیقات کا حکم کرتا
اِس تحقیقات کے زمانے مین اُسکے رفیق امرا کا طرز دیکھتا اور اُنکو تسلی دلاسا دیکر یا تو اپنا
کر لیتا۔ یا اُنکی طاقت کو گھٹا دیتا یا یہ نہین تو دوسرے امیر پیدا کر لیتا پھر جو چاہتا وہ کرتا۔ ایسا
تو نہ کیا بلکہ جو مُنھہ مین آیا کہدیا۔ خواجہ نے اُس سے کہا کہ میرا مار ڈالنا تو بہت ہی آسان ہے
مگر اُس سے تیری بدنامی ہوگی۔ اور تیرا ملک خراب ہو جائیگا۔ چونکہ اُس زمانے کا دستور
تھا کہ شاہی مجرمونکی خطا یا تو بالکل معاف کیجاتی تھی۔ اور اُنکو معزز مراتب اور خطاب و جاگیرات
دیجاتی تھین۔ یا اُن کو قتل کیا جاتا تھا۔ البتہ شاہزادون کے لیے اتنی رعایت ہوتی تھی کہ
اُن کو اندھا کر کے قید کر دیا جاتا تھا۔ اِس لیے بادشاہ کے پاس کوئی اور چارہ نہ تھا۔ بادشاہ
کانون مین روئی دے کے حرم سرا مین چلا گیا۔ قتل کی تیاری ہوئی۔ تمام در و دیوار لرزنے لگے
چارون طرف عالمِ یاس چھا گیا۔ اور تمام دکن کی زبان حال سے نکلا۔ کہ اس وقت وہ شخص
مارا جاتا ہے۔ جس نے اپنی اٹھتر برس کی عمر مین سے پینتیس برس اس ملک کی خیر خواہی مین صرف
کیے ہین۔ اور نہ صرف سلطنت بہمنیہ کو پستی کی حالت سے نکالا۔ بلکہ اُسکو آسمان پر پہونچا دیا
اور اس سے بڑھکر یہ کہ جس محمد شاہ نے اُس کے قتل کا حکم دیا۔ خواجہ نے اُسے اپنی گود
مین پالا۔ اور ہاتھون مین پرورش کیا۔ اور جن موذیون نے کہ یہ افترا اُسپر باندھا اُنکو مراتب
اور منصب دلائے اور زاویۂ خمول سے نکالکر اُنہین آفتابِ درخشان کر دیا۔ آج صفر کی
۵ تاریخ اور سنہ ۸۸۶ھ تھے خواجہ نے جان لیا کہ بجز مرنے کے اور کچھ باقی نہ رہا کلمۂ لا الٰہ ۸۰۰ھ
الا اللہ محمد رسول اللہ پڑھا اور رو بقبلہ ہو بیٹھا۔ اور اِس معصوم مظلوم کا آخیر وقت آگیا
حبشی نے ایک تلوار گردن پر ماری۔ خواجہ نے کہا الحمد للہ علیٰ نعمۃ الشہادۃ اور جان
بحق تسلیم کی۔ کہین بیچارہ سعید خان گیلانی بھی شامت کا مارا بحسب اتفاق اُسوقت دیوانخانے

مین آگیا۔ان جلادون نے اُسکو بھی بلا حکم ہی قتل کر ڈالا۔خواجہ کے قتل کی تاریخ اِس مصرع سے نکلتی ہے ۵ بیگنہ محمود گاوان شد شہید۔

۱۵۰۔خواجہ کی اصلیت اور اوصاف
خواجہ محمود گاوان ایک بڑا ذی علم آدمی تھا۔علوم عقلیہ و نقلیہ مین اسکی اچھی استعداد تھی۔ریاضی اور طب مین بڑا دخل تھا۔نظم و نثر دونون اچھی لکھتا تھا۔اُس کا فارسی مین ایک دیوان ہے۔انشا مین ایک کتاب موسوم بہ روضۃ الانشا ہے۔اِس انشا مین مولانا جامی علیہ الرحمہ کے نام خطوط ہین۔مولانا جامیؒ اسکو خطوط لکھا کرتے تھے۔اپنی قصاید مین اُنھون نے ایک قصیدہ خواجہ کے نام پر لکھا ہے۔مطلع اُسکا یہ ہے ۵

مرحبا اے قاصد ملک معانی مرحبا	الصلا کز جان و دل نزل تو کردم الصلا
ہم جہان را خواجہ وہم فقر را دیباچہ اوست	آیت الفقر لکن تحت استار الغنا

ملا عبد الکریم ہمدانی نے اِس کے حالات مین ایک کتاب لکھی ہے اُسمین لکھا ہے کہ خواجہ کے آبا و اجداد شاہان گیلان کے وزیرون مین سے تھے۔انھین مین سے ایک شخص رشت کا بادشاہ بھی ہوگیا تھا اور شاہ طہماسپ صفوی تک وہان کی حکومت اسی خاندان مین رہی تھی۔عماد الدین محمود قاوان مین پیدا ہوا اور جب پڑھ لکھکر فارغ ہوا تو ملوک اطراف کے اندیشے سے اپنی مان کے حکم کے مطابق اپنے وطن سے نکل آیا۔اور گو عراق و خراسان کے بادشاہون نے چاہا کہ اُسے وزارت دین مگر علو ہمت سے تجارت اختیار کی۔اور ملکونکی سیر کرتا کراتا ینتالیس برس کی عمر مین شاہ محب اللہ کی ملاقات کو دکن مین آیا۔سلطان علاؤالدین نے اُسے اپنے پاس رکھ لیا۔اور کہین جانے نہ دیا۔اِس کے مذہب کا ٹھیک ٹھیک تو پتا نہین چلتا۔مگر قرائن سے معلوم ہوتا ہے کہ شیعون کی طرف مائل مگر سُنی تھا۔کیونکہ شیخین کی تعظیم و تکریم کرتا اور شیعون کے طریق پر لوگون کو مرید بھی کیا کرتا تھا۔اور خیر ایسا تھا کہ جو کچھ اُس کے ہاتھ مین آتا سب فقرا مساکین

اوراہل اللہ کو تقسیم کر دیتا - راتوں کو غریبوں کا لباس پہنکر گلی کوچوں مین پھرتا اور جسے غریب و
مفلس دیکھتا اُسکو روپیہ پیسا حسب حیثیت دیتا - اور کہتا کہ یہ بادشاہ نے دیا ہے اُس کے
دوام دولت کی دعا مانگو - ایک مسجد اور ایک مدرسہ بیدر مین بنوایا تھا اُس کے آثار اب تک
باقی ہین - امرود اور اقسام اقسام کے انگوروں کے اُس نے باغات لگائے تھے زعفران کے
کھیت بوائے تھے - مدرسہ مین بیٹھکر خود پڑھاتا - اُس کے کثرت سے شاگرد تھے علما و فضلا
اُس نے بہت کثرت سے اکٹھے کیے تھے - اُنکو وظیفہ دیتا تھا - ایک بڑا کتب خانہ تھا
اُس مین ہر شخص کو کتابین دیکھنے کی اجازت تھی - سادہ لباس پہنا کرتا - تکلف مزاج مین ذرہ
نہ تھا - غرضکہ بظاہر گو بڑے پایہ کا امیر اور سلطنت بہمنیہ کا وزیر تھا - مگر خُلق و مروت اور اتقا کی نظر
سے ایک اچھا فقیر تھا -

۱۵۱ - خواجہ کی بے جُرمی کا ثبوت

اب محمد شاہ حرم سرا سے باہر آیا - اور لشکر و بازار مین منادی کرائی
کہ خواجہ کے لشکر کو لوٹ لین صرف خزانہ اور ہاتی گھوڑے پر ہاتھ نہ ڈالین - یہان پہلے ہی
افواہ اُڑ رہی تھی کہ بادشاہ کو اُن امرا کا حال معلوم ہو گیا ہے کہ جنہوں نے محمود گاوان کو گجرات
بھاگنے کی صلاح دی تھی اور اسکی رفاقت کرنا چاہتے تھے - اِس لیے گو وہ شاہی نوکر تھے مگر
یہ سُنتے ہی اپنی اپنی فوجین لیکر بھاگے اور تاراجیوں کو دیکھ کر خواجہ کے حشم و خدم بھی چلدئیے -
اکثر تو انمین سے یوسف عادل خان کے پاس اور بعض ادھر اُدھر چھپ چھپا رہے یا اور اور ملکون
کو چلے گیے - محمود گاوان کا لشکر ایک لحظے مین لٹ لٹا سب برابر ہو گیا - نظام الدین حسن
گیلانی خواجہ کا دیوان گرفتار ہو کے آیا - بادشاہ نے اُس سے نقد اور جواہرات طلب کیے
خزانچی حیران ہو کر بولا کہ اگر جان کی امن ملے تو عرض کرون بادشاہ کچھ اور سمجھا اور بولا کہ اگر تو کچھ
نہ چھپائے گا تو قسم خدا کی تجھپر بڑی عنایت کرونگا - خزانچی بولا کہ خواجہ کا خزانہ دو صیغوں پر منقسم تھا

ایک صیغے کا نام تو خزانۂ شاہی تھا جس سے ہاتی گھوڑون کا خرچ اور سپاہیونکی تنخواہین دیجاتی تھین - اِس صیغے مین تین ہزار لاری جو پانچ چھہ آنے کی قیمت کا ایک سکہ ہوتا ہے اور تین ہزار ہون موجود ہین - دوسرے صیغے کا نام خزانۂ درویشان تھا - اس سے خیرات و مبرات اور رفاہ عام کے کام ہوتے تھے - اس صیغے مین بھی تین سو لاری کی تھیلی سربمہر حاضر ہے - اور استفسار پر بیان کیا کہ جسوقت علاقجات سے خواجہ کے پاس روپیہ آتا تھا تو ہاتی گھوڑون اور سپاہیون کے خرچ کے لایق روپیہ لیکر باقی تمام روپیہ خزانۂ شاہی مین بھیجدیا جاتا تھا - اور کچھ فقرا مساکین مستحقین کو دیدیا جاتا تھا - خواجہ اُسمین سے ایک کوڑی اپنے خرچ مین نہین اُٹھاتا تھا - اور جو چالیس ہزار لاری وہ ایران سے لایا تھا اُس سے مال و اسباب خریدتا - اور اپنے ملازمین کے ہاتھ بندرگاہون میں بھجواتا اور فروخت کرایا کرتا تھا اُس سے جو روپیہ آتا راس المال کو الگ کرلیتا - اور جو منافع ہوتا اُسمین سے بارہ۱۲ لاری اپنے روزانہ خرچ کے لیے رکھ لیتا - اور باقی کو اپنے قدیم ہموطن دوستون رشتہ دارون اور گوشہ نشینون کو دیتا تھا - یہ سُنکر بادشاہ کو ایک حیرت ہوگئی - اسپر دشمنون نے کہا کہ بیدر مین روپیہ ہوگا مگر جب گواہ طلب ہوئے تو میر فراش نے کہا کہ بیدر مین کوئی فرش تک بھی نہین ہے کچھ بورے مسجد و مدرسے مین پڑے ہوئے ہین - خواجہ ہمیشہ بورے پر سویا کرتا تھا - باورچی بُلایا گیا تو وہ منظر ہوا کہ خواجہ کا کھانا مٹی کی ایک ہانڈی مین پکا کرتا تھا وہ یہان موجود ہے - کتب خانے کے داروغہ نے یہ بیان کیا کہ کتب خانے مین تین ہزار کتابین ہین مگر وہ مالِ وقف ہے - طالب علمون کے لیے ہے - خواجہ کا اُسمین کچھ نہین ہے - غرض جب اسطرح کے شاہد و گواہ گذرنے لگے تو بادشاہ کا کچھ خیال بدلا اور دریاے حیرت مین مستغرق ہوگیا - کہ خواجہ کیا چیز تھا اور اُس کے ساتھ کیا سلوک کیا گیا - خزانچی نے موقع پاکر

مظلومانہ عرض کیا۔ کہ خواجہ سے لاکھون آپ پر قربان آپ اِس مقدمہ کی تحقیقات تو کیجیے۔ اور
جو شخص کہ اِس مصنوعی خط کو راے اور ٹیسہ کے پاس لیے جاتا تھا اُسے تو بلوائیے۔ تاکہ سچ اور
جھوٹ معلوم ہو جائے بادشاہ نے دشمنانِ خواجہ کو حکم دیا کہ جس کے پاس سے کاغذ نکلا
ہے اُسے حاضر کرو۔ اور اُٹھ کر پھر حرم سرا مین چلا گیا۔ اپنی بہن سے آکر اپنی حماقت کو بیان کیا۔
اور خواجہ کے تابوت کو بعزت تمام بیدر کو دفن کرانیکے لیے بھیجدیا۔ اور محمود خان اور اور امرا کو
اُس کے سوم مین بھیجا۔

۱۵۲۔ امرا کی سرکشی اور محمد شاہ کی موت۔

اب محمد شاہ نے چاہا کہ دوسرے روز وہان سے کوچ کرے رات کو فتح اللہ عماد الملک خداوند خان حبشی برار اور ماہور کا لشکر لیکر آگیے۔ اور
دو تین کوس کے فاصلے پر اُترے۔ جب بادشاہ نے اس بلا وجہ آنے کا سبب پوچھا۔ تو
کہلا بھیجا کہ خواجہ سے شخص کو جب مفتریان درگاہ نے قتل کرا دیا تو کسی دن ہمین بھی قتل
کرا دینا کیا دشوار ہے۔ بادشاہ نے مخفی کہلا بھیجا کہ تم یہان آؤ تو مشورہ کر کے دشمنان خواجہ
کا انتقام لیا جائے۔ انہون نے کہا کہ یوسف عادل خان آجائیگا تو اُس کے اتفاق سے
خدمت شریف مین حاضر ہونگے۔ اِس لیے یوسف عادل خان کو بُلایا گیا وہ بھی برق و باد
کی طرح آکر حاضر ہوا۔ عماد الملک کے پاس آترا۔ اور بادشاہ کو آنکھین دکھائین اور کچھ ایسے
سوال و جواب کیے کہ محمد شاہ نے مجبور ہو کر بیجاپور وغیرہ کا تمام علاقہ جو خواجہ کی حکومت مین
تھا یوسف عادل خان کو دیکر اُسے وہان کا طرفدار مقرر کیا۔ اور دریا خان و ملو خان و فخر الملک
وغیرہ امراے مغل و ترک کی جاگیرات بھی بیجاپور مین مقرر ہوئین۔ اور یہ لوگ یوسف کے تابع
ہوئے جس نظام الملک بحری نایب اور پیشوا اور نظام الملک دکنی دولت آباد کا طرفدار ہوا
اور فتح اللہ عماد الملک و خداوند خان حبشی بدستور اپنے اپنے عہدون پر بحال رہے۔ فخر الملک کبیر

و فخر الملک صغیر ترکی غلام جو ملک حسن کے طرفداروں مین سے تھے۔ راجمندری اور ورنگل کے طرفدار ہوئے۔ اب لشکر کا بیدر کو کوچ ہوا۔ اُسوقت گو تمام لشکر محمد شاہ کا تھا۔ مگر درحقیقت اُسکے دو فریق تھے۔ ملک حسن وغیرہ تو اپنی طاقت بڑہانیکے واسطے بادشاہ کی ساتھ ساتھ چلتے تھے مگر یوسف عادل خان اور فتح عماد الملک خداوند خان حبشی علیحدہ علیحدہ تھے جب دار الخلافت مین آئے تو یہ لوگ خلاف معمول شہر مین نہ اُترے بادشاہ نے جان لیا تھا کہ انکی قوت اسقدر بڑہی ہوئی ہے کہ ان سے لڑنا آسان نہین ہے اس لیے اُس نے صبر کیا۔ اور اُنکو اپنے اپنے علاقون کے جانے کی اجازت دیدی۔ مگر ان کیطرف سے وہ غافل نہ تھا۔ اور چاہتا تھا کہ نرمی سے کام نکلجائے۔ اسیواسطے ملک حسن پر بہت مہربانی کرنا شروع کی تاکہ اُس کی قوت بڑہا کر اُن سرکشون کو زیر کرے۔ جیسے اندہا دھند محمود گاوان کو تمام کام ریاست کے حوالے کردیے تھے اُسیطرح سے اب ملک حسن کے حوالے کرنا شروع کیے۔ وکیل سلطنت بھی وہی تھا اور وزیر بھی وہ ہی تھا امیر جملگی اشراف اور نظارت سب اُسکی حوالی تھی مگر اس سبب سے امرائے ترک اور بھی بددل ہو گیے۔ یہ لوگ گو سب خواجہ کے آوردے تھے۔ مگر چونکہ اُنکے مقاصد جُدا جُدا تھے۔ اُنمین یکدلی نہ تھی۔ اِس لیے بادشاہ سے بغاوت بھی نہ کر سکتے تھے اِس پس وپیش مین کئی مہینے گذر گیے۔ اب محمد شاہ نے ایک منصوبہ گانٹھا۔ ظاہر مین تو بلگوین کے سیر کا بہانہ کیا۔ اور باطن مین یہ ارادہ کیا کہ کسیطرح یوسف عادل خان کو بُلا کر غفلت مین کسی موقع پر اُس کا کام تمام کردے۔ اسلیے یوسف عادل خان۔ اور فتح اسد عماد الملک و خداوند خان حبشی کو طلب کیا۔ اب سب لشکر کوکن کو چلا۔ مگر یہ لوگ خوب ہوشیار تھے۔ ہرگز کسی دہوکے مین نہ آتے تھے۔ بادشاہ کو کوچ کے وقت دور ہی دور سے سلام کر لیا کرتے۔ اور شام کو کچھ فاصلے سے اُترا کرتے تھے بادشاہ کو یہ سرکشی دیکھ کر بڑی ندامت ہوتی اور غصے کے مارے

دل ہی دل مین جلا جاتا تھا مگر اس کا کچھ بس نہ چل سکتا تھا۔ جب بادشاہ وہان پہونچا۔ تو سیوراے نے جو اسوقت بیجانگر کا حاکم تھا محمد شاہ کو اپنی سرحد پر آتے دیکھ کر حملے کا خیال کیا۔ اور لشکر کو تیار کرکے اُسکے دفعیہ کو بھیجا۔ اور جب محمد شاہ نے اُس کے ملک پر حملہ نہ کیا۔ تو اِس لشکر نے گوا کی واپسی کے لیے کوشش کی۔ مگر بادشاہ اسقدر پریشان تھا کہ اُس نے اِس حملے کے دفعیہ کی اِس سے زیادہ کچھ تدبیر نہ کی کہ یوسف عادل خان کو اُس کے مقابلے کا حکم دے کر آپ فیروز آباد کو چلا آیا۔ فتح اللہ عماد الملک اور خداوند خان حبشی بادشاہ کی اِس پریشانی کو دیکھ کر اِس قدر جامے سے باہر ہوئے کہ بلا اجازت ہی اپنے اپنے علاقون کو چلے گیے۔ بادشاہ دم بخود دو تین مہینے فیروز آباد مین پڑا رہا۔ گو بظاہر خوشی مناتا تھا۔ مگر دلی رنج کے باعث روز بروز دُبلا ہوتا جاتا تھا۔ جب بہت مضمحل ہوا تو شاہزادہ محمود خان کو بُلایا اور ولیعہد کرکے نظام الملک کو اُسکا وکیل السلطنت مقرر کیا۔ اور ایک محضر لکھا کر اُسپر علما اور اکابر وقضات کی مہرین کرادین کہ شاہزادے سے کوئی دغا نکرے۔ مگر یہ کاغذی گھوڑے بھی کہین چلا کرتے ہین جو ہونا تھا وہ ہی ہوا۔ محمد شاہ کو خود یقین ہوگیا تھا۔ اور وہ بار بار کہا کرتا تھا کہ اب دولت بہمنیہ کا خاتمہ ہے۔ مین نے ایک مدت تک بادشاہی کی ہے۔ اور ان امرا کو بنایا ہے جب یہ لوگ میرا ہی کہنا نہین مانتے تو ایک لڑکے کا کہنا کیا مانین گے۔ جسکو حکومت کی ابھی سمجھ بھی نہین ہے۔ غرض کہ جب اور بھی ضعف ہوگیا تو بیدر کو چلا آیا۔ مگر یہان چونکہ سب امرا مطیع الفرمان اُسکی نظرون کے سامنے تھے۔ وہ رنج کچھ دور ہوا۔ اور طبیعت نے پلٹا کھایا دل بحال ہوا۔ اور صحت ہوگئی تھوڑی نقاہت باقی تھی کہ سیندہی کثرت سے پی۔ اور جماع کرکے سو گیا۔ جب خواب سے اُٹھا تو سخت بخار آگیا۔ طبیب صاحب نے بید مشک اور ٹھنڈا پانی پلایا جس سے کچھ طبیعت بحال ہوئی۔ جب حکیم صاحب اپنے مکان کو چلے گیے تو بادشاہ نے اُس غلط مثل کے بموجب کہ شراب کے بیمار کو شراب

ہی سے صحت ہوتی ہے اپنے مقربین کے کہنے سے پھر شراب کے چند پیالے پی لیے اسکا پینا غضب کا آنا تھا تمام علامات موت کی ظاہر ہوگئین۔ خواجہ کے قتل سے اُسکو ایسی ندامت تھی کہ جسوقت اُسکی اس بیماری مین غفلت سے آنکھ کھلتی تو کہتا تھا کہ خواجہ کا رنج یاد ہو ہو کر میری جان نکلتی ہے۔ اب اُس کے قتل کو ایک سال گذرا تھا کہ یکم صفر ۸۸۷ھ مطابق ۲۲۔مارچ ۱۴۸۲ء کو محمد شاہ عین عالم جوانی مین اس جہان سے اُٹھ گیا۔ گو برائے نام یہ سلطنت ایک عرصے تک پھر بھی رہی۔ لیکن درحقیقت اِس بادشاہ کی موت سلطنت بہمنیہ کی موت تھی۔ اسکے مرنیکے بعد تمام دکن کی حالت خراب ہوگئی "خرابی دکن" اسکی تاریخ وفات ہے۔ بیس برس اُس نے سلطنت کی۔ اور کل انتیس ۲۹ برس کی عمر ہوئی۔ اگر زندہ رہتا تو قوی امید تھی کہ وہ اپنی قوت کو پھر سنبھال لیتا۔

۸۸۷ھ

۵۔ دکن مین طوایف الملوکی

واقعات کثیر الاختلال عہد محمود شاہ ثانی

وقتے آفتاد فتنۂ در شام	ہر کس از گوشۂ فرا رفتند
بادشاہزادگانِ نادان عقل	بگدائے بروستا رفتند
روستازادگانِ دانشمند	بوزیرے بادشاہ رفتند

۱۵۳۔ محمود شاہ کی تخت نشینی اور درباری فریق

محمود شاہ تو مر گیا۔ اور جو کچھ کرنا تھا وہ کر گیا۔ اُس کا ایک بیٹا محمود خان تھا جسکی اُسوقت بارہ ۱۲ برس کی عمر تھی۔ امرا نے اُسے تخت پر بٹھایا اور اسطرح سے جلوس ہوا کہ شاہ حبیب اللہ اور سید حبیب نے اول شاہزادے کے سر پر تاج رکھا اور پھر اُسکا دست راست و چپ پکڑ کر تخت فیروزہ پر بٹھایا

اور فاتحہ پڑھکر تخت کے دہنے بائین نقرئی ڈوکرسیون پر آپ بیٹھ گیے - نظام الملک اور
قوام الملک کبیر و صغیر اور قاسم بیگ برید ترک جو دار الخلافت مین اسوقت موجود تھے حاضر
ہوئے اور تخت کے روبرو آکر مبارکباد دی تمام امراے دار الخلافۃ مشرف بسلام ہوئے
مگر اسی مجلس مین بعض نے کہا کہ یوسف عادل خان وغیرہ امرائے ترک اسوقت موجود نہین
ہین - ان کے بغیر جلوس کرنا نہین چاہیے تھا - گو ملک حسن نے اسکا جواب دیدیا کہ سلطنۃ
کے کام معطل رکھنے سے خلل و فساد ہوتے اس لیے جلوس کردیا گیا - جب امرائے ترک
آئینگے اُسوقت ایک مرتبہ پھر اسیطرح دربار کردیا جائیگا - اور مناصب و خطابات باہم تقسیم
کردیے جائینگے مگر یہ گفتگو دربار سلاطین کے خلاف اور شاہی رعب داب کے بالکل
منافی تھی - اُس سے ظاہر تھا کہ بادشاہ کی عزت مین فرق آگیا ہے - جس نے اس بات کو سنا
جان لیا کہ یہ فال اچھی نہین ہے جب اُمرا نے دیکھا کہ اب بادشاہ مین تو کچھ دم باقی نہین
ہے - اس لیے ہر ایک نے اپنی اپنی فکر کی - محمد شاہ کے زمانے مین امراے دولت چار
نسلون کے تھے - مغل یعنی ایرانی - ترک - حبشی - دکھنی - ترکون کا دستور ہے کہ اُن مین
متاثر ہونیکا زیادہ مادہ ہے جس صحبت مین یہ لوگ رہتے ہین اکثر اُنہین کی خو بو حاصل کرلیتے
ہین - ایرانیون سے اُنکو فارس مین رہنے اور فارسی جاننے کے باعث ہم وطنی اور ہم زبانی
کا تعلق تھا - اس لیے گو اُنمین کثرت سے سُنی تھے - مگر ایرانیون سے زیادہ ملتے رہتی
تھے - حبشیون کو گو محمود گاوان نے بنایا تھا اور چاہا تھا کہ وہ اُسکے رفیق ہوجائین - مگر
سُنی ہونیکے باعث وہ دکھنیون سے زیادہ ملتے تھے - دکھنیون مین اکثر ان لوگونکی
اولاد سے تھے جو ہندوستان شمالی اور گجرات وغیرہ سے آئے تھے اسلیے یہ سب سُنی تھے
چونکہ اُسوقت مذہبی عناد نسلون کے پیرایے مین برتا جاتا تھا اسلیے گویہ چار نسلین بظاہر

الگ الگ تھین۔ مگر درحقیقت دوہی فریق تھے۔ ایک طرف دکھنی حبشی۔ دوسری طرف مغل اور ترک۔ مگر ترکون مین بعض لوگ دکھنیون کا بھی ساتھ دیتے تھے۔ فوجی لحاظ سے مغلون کو غلبہ تھا۔ اور یہ سب یوسف عادل خان کا دم بھرتے تھے۔ فتح اللہ عماد الملک گو ہندی النسل اور سنی تھا اور اسیطرح خداوندخان حبشی بھی سنی تھا۔ مگر محمود گاوان کے یہ دونون احسانمند تھے اس لیے عادل خان کے طرفدار تھے۔ دکھنیو نمین بڑا اُس وقت ملک حسن نظام الملک تھا۔ اور بادشاہ کی قربت کی وجہ سے دربار مین اُسیکو غلبہ تھا۔ اور وہی بادشاہ پر پورا حاوی تھا۔ مگر اس ملکِ دکن کی رعایا کثرت سے ہندو تھی اور بیجانگر اور ریاستہاے ساحل کارومنڈل اوریا اوڑیسہ گونڈوانہ مین تمام ہندو بھرے ہوئے تھے جن سے شاہانِ دکن کو ہمیشہ لڑائی جھگڑے کا اتفاق رہا کرتا تھا۔ اس لیے یہ لوگ اکثر لایق نووارد مسلمانونکی زیادہ قدر کیا کرتے تھے۔ اور اس سبب سے دکن کے قدیمی آرام طلب اور بے ہنر مسلمانون کی کم قدر ہوتی تھی۔ اسیوجہ سے احمد شاہ ولی کے زمانے سے دکھنی مسلمان اکثر تباہ ہوتے چلے آتے تھے۔ اُنکو صرف ایک تھوڑا ہی زمانہ گذرا تھا کہ سر اُٹھانے کی مہلت ملی تھی اُس وقت اُنمین اس قدر جان نہ تھی کہ مغلون اور ترکون سے میدان جنگ مین سبقت لیجائین۔ اور نہ مغلون اور ترکون مین اتنی قوت تھی کہ اُن کو ہی نیست و نابود کرڈالین۔ اس طرح بر دونون فریق کی قوت اُسوقت کچھ کچھ تلی ہوئی تھی۔ جس سے محمود شاہ کو براے نام تخت و تاج نصیب ہو گیا۔ چونکہ اُسمین شاہانہ عزم اور خودداری بالکل نہ تھی۔ عیش و عشرت کا بندہ تھا اس لیے کسی نے اُس کے تباہ کرنے کی کوشش نہ کی بلکہ اُسکو اپنی قوت کا آلہ بنالیا

۱۵۴۔ قاسم برید کی اصلیت | یہ قاسم برید جس کا ابھی اوپر ذکر ہوا شاہانِ برید شاہیہ بیدر کا مورث اعلیٰ ہے خواجہ شہاب الدین علی یزدی ولایت سے اسے لایا تھا۔ اور سلطان

محمد شاہ کے ہاتھ اسے گرجی غلامون مین فروخت کر گیا تھا۔ چونکہ باجا بجانا اور لکھنا اچھا آتا تھا اسلیے بادشاہ اُسکی خاطر کرنے لگا تھا۔ اور اُسکو امرا مین داخل کرلیا تھا۔ اِسی زمانے مین اطراف جالنہ مین بعض مرہٹہ زمیندارون نے سرکشی کی تھی۔ اور یہ اُنکی تادیب کے لیے وہان بھیجا گیا تھا وہان اِسنے اُنپر اچھی فتح حاصل کی۔ اور ساباجی مرہٹے کو جو اُن کا بڑا سردار تھا قتل کر ڈالا۔ بادشاہ نے وہ علاقہ اسی کی جاگیر مین دیدیا۔ اِس نے وہان بہت اچھا انتظام کیا۔ رعایا کو خوب راضی کرکے ساباجی کی بیٹی سے اپنے بیٹے امیر مرید کا نکاح کرلیا۔ اُس کے رشتہ دارون کو جو قریب چارسو کے تھے نوکر رکھ لیا۔ اور رفتہ رفتہ یہ سب مسلمان ہوگیے۔ جس سے اُسکو بڑی قوت حاصل ہوگئی۔

۱۵۵۔ امراے ترک مغل اور دکھنی حبشیون کا میل اور مناصب کی تقسیم

اب جب یہ خبر یوسف عادل خان کے لشکر مین پہونچی کہ محمد شاہ مرگیا اور محمود شاہ تخت نشین ہوا ہے تو وہ دار الخلافت کو جلوس کے مبارکبادی کو آیا اور تمام اُمراے مغل ترک و دکنی وغیرہ جو کوکن کی لڑائی مین اُس کے ہمراہ تھے سب ہمراہ آئے اور شہر کے باہر اُترے۔ بعد ازان یوسف خان عادل دریا خان فخر الملک تغرش خان ملو خان پسر قاسم بیگ صف شکن اژدر خان غضنفر خان امرا ساتھ ہوئے۔ اور ایک ہزار چیدہ مغل و ترک سپاہیون کے ساتھ شہر مین آئے چونکہ ملک حسن کا کھٹکا لگا ہوا تھا۔ اس لیے گو خلاف قاعدہ تھا مگر دو سو آدمی لیکر قلعہ ارک مین گیے۔ وہان معلوم ہوا کہ ملک حسن نے پانچسو آدمی مسلح پہلے ہی سے قلعے مین بلا لیے ہین اس لیے یہ لوگ کچھ سٹ پٹائے مگر لوٹنا مناسب نہ سمجھکر مسلح دربار کو چلے ملک حسن نظام الملک اور امیر قاسم برید استقبال کو آئے۔ اور بادشاہ کے سلام کو اندر لے گیے یوسف عادل خان مبارکباد دیکر حسب دستور سب سے اول کھڑا ہوا اور چونکہ دغا کا شبہہ تھا۔ جب ملک حسن

یوسف عادل خان کے نیچے کھڑا ہوا تو دریا خان اُس کے بعد کھڑا ہو گیا۔ جس سے ملک احمد
پسر ملک حسن کو اُس سے چوتھے مرتبے پر کھڑا ہونا پڑا۔ اِس سے یہ مطلب تھا کہ اگر ملک حسن
یوسف عادل خان پر ہاتھ ڈالے تو دریا خان یوسف کی مدد کرے اور یہ ملکر پہلے ملک حسن اور
ملک احمد سے اپنا بدلا لے لین۔ پھر جو کچھ ہو وہ ہوتا رہے۔ اگرچہ ملک احمد کو غصہ آیا اور چاہا کہ
دریا خان کو بیچ مین سے ہٹا دے۔ مگر ملک حسن نے اُسکو منع کیا۔ اور بادشاہ سے فتنہ و فساد
کے دفعہ کے لیے عرض کی۔ جس سے اِنکو خلعت ہائے معمولی دیکر جلد رخصت کر دیا گیا۔ اب
چونکہ یوسف عادل خان کو دغا کا اندیشہ لگا ہوا تھا اس لیے ملک حسن کا باتون کے بہانے ہاتھ
پکڑ لیا۔ اور قلعے کے باہر تک لے آیا۔ جب اپنے موقع پر آ گیا۔ تو دوستانہ رسمی تکلفات برتکر
ایک دوسرے سے جدا ہو گیے اور یوسف عادل خان انھین ہزار جوانون کے ساتھ شہر
مین فروکش ہوا۔ دریا خان کو باہر لشکر مین بھیجدیا۔ اور کہدیا کہ ہر طرح احتیاط رکھے۔ اور ہر وقت
ہوشیار رہے۔ ملک حسن کو یوسف عادل خان کا بڑا کھٹکا تھا وہ جانتا تھا کہ اگر اُس کا بھی
کسیطرح کام تمام کر دیا جاے تو پھر سلطنت بھمنیہ اپنی ہی ہے جو چاہونگا سو کرون گا۔ اسلیے
دوسرے روز ملک حسن قوام الملک کبیر و صغیر کو ہمراہ لیکر یوسف عادل خان کے یہان گیا۔ اور
اُس سے کہا کہ جیسے ہم شہر مین رہا کرتے ہین اسیطرح سے آپ سب امراے ترک بھی شہر مین رہا کیجیے
تاکہ ہر صبح کو دربار مین جاکر ایک دوسرے کے مشورے سے مہمات سلطنت کو انجام دیا کرین۔
اور ایسے ایک دوسرے سے ملین کہ ہمارا دوست آپ کا دوست ہو اور ہمارا دشمن آپ کا دشمن
ہو۔ یوسف عادل خان نے کہا کہ دوستی کی نسبت جو آپ فرماتے ہین وہ تو میرا بھی عین مدعا ہے
مگر مین ایک سپاہی آدمی ہون۔ مین امورات ملکی و مالی کو اتنا نہین سمجھتا ہون۔ میرا دربار مین آنا محض
فضول ہے جیسطرح سلطان محمد شاہ مرحوم کے زمانے مین معین ہو گیا ہے اور وہ وصیت کر

مرا ہے۔ آپ اسیطرح سے سلطنت کے کامون کو انجام دیتے رہین۔ سوائے اسکے امرائے ترک کا شہر سے باہر رہنا بہتر ہے۔ کیونکہ یہ ایک جاہل قوم ہین۔ اگر شہر مین رہے تو دکنی اور حبشیون سے انکو بات چیت کا اتفاق ہوگا۔ اگر کسی نے ایک دوسرے سے کچھ بحث کی اور رنجش بڑھ گئی تو نہ معلوم کیا کُشت وخون ہو۔ ایسی ہی کچھ دیر تک فریقین مین گفتگو رہی۔ بعد اُسکے یہ ٹھیرا کہ ملک حسن حسب دستور سابق فقط وکیل السلطنت رہے۔ باقی عہدے جن کا وہ کام ابتک کرتا ہے دوسرون کو دیئے جائین۔ چنانچہ مشورے کے بعد وزارت قوام الملک کبیر سرلشکر ورنگل کو دی گئی۔ اشراف قوام الملک صغیر سرلشکر راجمہندری کے حصے مین آئی۔ اور نظارت دلاور خان حبشی کو ملی۔ قاسم بیگ سرنوبت اور فرہاد الملک کوتوال شہر رہے۔ اور ایسے ہی اور عہدے بھی اُمرا نے آپسمین تقسیم کر لیے۔ بعد اسکے بادشاہ کے پاس آئے۔ اور سلطان محمود شاہ سے ہر ایک کو خلعت دلادئے گیے۔ اس کے بعد یوسف عادل خان نے مہمات سلطنت مین پھر کچھ دخل نہ دیا۔ اور دو تین مہینے تک مغل ترک دکھنی اور حبشی عاج اور آبنوس کے مہرون کی طرح باہم ملے جلے رہے۔ یہ جھگڑا ٹنٹا نہوا کل فساد جاتا رہا تھا۔ اور سرلشکر اس تفصیل سے تھے۔

(۱)	بیجاپور	مین	یوسف عادل خان
(۲)	حسن آباد گلبرگہ	"	دستور دینار حبشی
(۳)	دولت آباد	"	نظام الملک دکھنی
(۴)	جنیر	"	ملک حسن نظام الملک
(۵)	راجمہندری	"	قوام الملک صغیر
(۶)	ورنگل	"	قوام الملک کبیر جسنے عادلخان دکھنی کو وہان اپنا نایب مقرر کر رکھا تھا۔

(۷) کاویل میں فتح اللہ عماد الملک جس نے اپنے بیٹے علاؤ الدین کو اپنی جگہ بھیجدیا تھا۔

(۸) ماہور " خداوند خان حبشی۔

۱۵۶۔ دکھنیوں اور ترکوں کی لڑائی قوام الملک کبیر گو ترک تھا۔ مگر اُسکو یوسف عادل خان سے کچھ عداوت تھی۔ وہ چاہتا تھا کہ یوسف کو کسیطرح غارت کرڈالے۔ اِس لیے وہ ملک حسن کا دوست ہو گیا تھا مگر کچھ عقلمند اور مآل اندیش نہ تھا۔ اُسے یہ خبر نہ تھی کہ ملک حسن بڑا چالاک ہے۔ اور خود اُس کا بھی دشمن ہے ملک حسن نے یوسف عادل خان کے قتل کی اُس سے صلاح کی۔ اور عادل خان دکھنی کو جو قوام الملک کبیر کی نیابت کے طور پر ورنگل کی طرفداری کا کام کرتا تھا اور بہم خطابی کے سبب سے یوسف عادل خان کا سخت جانی دشمن تھا ورنگل سے اور فتح اللہ عماد الملک کو جو اگرچہ یوسف عادل خان کا دوست تھا مگر دکھنی النسل تھا برار سے بہ بہانۂ مبارکباد طلب کیا۔ یہ دونوں ورنگل اور برار کے لشکروں کو ساتھ لائے۔ اور شہر کے باہر اُترکر بادشاہ کی خدمت میں جریدہ حاضر ہوئے۔ اور پیشکش گذرانکر خلعت پایا۔ اب ملک حسن نے عادل خان دکھنی سے کہا کہ ترکوں کو تو قتل کرڈال۔ اگر تو نے قوام الملک کبیر یا یوسف عادل خان کو قتل کردیا تو تجھے اُنکی سرلشکری دلادوں گا۔ اور قوام الملک کبیر سے کہا کہ یوسف عادل خان کے قتل کے روز آپ مکان میں رہیے۔ باہر نہ نکلئے۔ تاکہ آپ پر کوئی الزام نہ آئے۔ یہ سادہ لوح اصل حقیقت کو نہ سمجھا۔ اور ملک حسن کی بات کو قبول کرلیا۔ مگر فریدالملک کوتوال سمجھ گیا۔ اُس نے قوام الملک کبیر سے کہا کہ یوسف عادل خان تو خوب ہوشیار ہے۔ اُس کا مارنا آسان نہیں ہے۔ کہیں ایسا نہو کہ ملک حسن تیرا ہی اِس بہانے سے کام تمام نہ کردے۔ مگر اِس نادان نے اُسکی رائے پر توجہ نہ کی اور ملک حسن کی دوستی کا اُس کے دل پر نقش جمادیا۔ اب ملک حسن نے عادل خان

دکھنی اور فتح اللہ عماد الملک سے کہلا بھیجا کہ اپنے اپنے لشکرون کو لاکر بادشاہ کو ملاحظہ کرائین۔ اور رخصت ہوکر اپنے اپنے علاقون کو جائین۔ محمود شاہ کو تو جو کوئی کچھ کہدیتا تھا وہ ہی کرنے لگتا تھا ملک حسن کے کہنے سے قلعہ ارک کے برج پر جا بیٹھا۔ دونون سردار فوجون کے ساتھ سلام کو آئے۔ محمود شاہ نے بلاکر اُن سے کہا کہ ترک بڑے سرکش ہو گیے ہین انکو تادیب کر دو۔ چونکہ فتح اللہ یوسف عادل خان کا دوست تھا۔ اِس لیے ملک حسن نے اُسے تو وہین ٹھیرا لیا۔ اور دونون لشکر عادل خان دکھنی کی ماتحتی مین یوسف عادل خان کی فوج پر جو شہر کے اندر تھی پل پڑے قوام الملک کبیر عین غفلت مین پہلے ہی مارا گیا۔ فرہاد الملک کوتوال گرفتار ہوا۔ مگر تلغرش خان اور قدم خان ترک لڑتے بھڑتے دروازۂ شہر تک پہونچ گیے۔ اور دریا خان کو جو شہر کا غل سُنکر دس ہزار فوج سے دروازہ پر آگیا تھا۔ دروازہ توڑ کر اندر گھسا لائے گلی کوچون کا مقام تھا ایک دن دو دن مین لڑائی کا فیصلہ ہونا مشکل تھا۔ بیس روز تک متواتر لڑائی جاری رہی۔ ایک طرف ملک احمد۔ اور دوسری طرف یوسف عادل خان سردار تھے۔ طرفین کے تین چار ہزار آدمی مارے گیے جنمین ترکون کے بہت سردار قتل ہو گیے۔ جب فریقین لڑائی سے تھک گیے تو علما اور صلحا بیچ مین پڑے اور صلح کرادی یوسف عادل خان صلح کے بعد بیجاپور چلا گیا۔ اب ملک حسن کے خوب گہرے ہوئے۔ ملک احمد اپنے بیٹے کو اُس نے پرگنات بیڑ و دھارجا گیر مین دیے۔ فخر الملک دکھنی کو جو محمود کا وان کا غلام زادہ تھا منصب ہزاری اور خواجہ جہان کا خطاب دیا۔ فتح اللہ عماد الملک قوام الملک کبیر کی جگہ وزیر و میر جملہ ہوا۔ اور علاء الدین اُس کا بیٹا نیابت پر برار کو بھیجا گیا۔ عادل خان دکھنی سر لشکر ورنگل کیا گیا۔ قاسم برید سر نوبت کو کوتوالی بھی مل گئی۔ جس نے جنگ مین ترکون کو خوب قتل کیا تھا۔ قوام الملک صغیر راجمہندری کو روانہ ہوا۔

۱۵۷ - دلاور خان اور ملک حسن کا جھگڑا اور ملک احمد کا جنیر پر تقرر -

اس سب جھگڑے قضیے کے بعد ملک حسن نظام الملک اور فتح اللہ عماد الملک والدۂ سلطان محمود شاہ کی میل جول سے چار سال تک امن چین سے کام چلاتے رہے۔ سب اختیار نظام الملک کو تھا۔ فتح اللہ عماد الملک بھی اسکی اطاعت سے گذارا کرتا تھا۔ مگر دلاور خان حبشی اپنی بے اختیاری سے گھبرا گیا۔ اُس نے محمود شاہ کو خلوت مین سوجھایا۔ کہ نظام الملک اور فتح اسد ل کے آپکی والدہ کی صلاح سے کام کیا کرتے ہین۔ اور آپ کو ابھی تک لڑکا ہی سمجھتے ہین۔ بادشاہ تو بیوقوف تھا کٹھ پتلی کیطرح دوسرون کی مرضی پر چلتا تھا۔ کہدیا کہ تو ان کو قتل کر ڈال۔ اتفاقاً یہ دونون ایک روز رات کو سلطان کی مان کے پاس گیے ہوئے تھے۔ اور وہان سے لوٹ کر آرہے تھے دلاور خان اور ایک اُسکے ساتھی نے اُنہین گھیرا۔ مگر چونکہ اُن کے پاس تلوارین تھین۔ اور فن شمشیر بازی مین اُنکو کمال حاصل تھا۔ دلاور خان کی دلاوری کچھ نہ چلی۔ نظام الملک کچھ زخمی ہوا مگر دونون صحیح وسلامت نکل گیے۔ اور شہر سے باہر جاکر اپنے لشکرون کو جمع کیا۔ اور قاسم برید کو بھی ہوشیار کر دیا۔ قاسم برید نے قلعۂ ارک کے دروازے بند کر دیے۔ اور باہر سے اندر جانیکی سب کو ممانعت کر دی۔ کہ جس سے محمود شاہ نہایت حیران و پریشان ہوگیا۔ اور مجبوراً نظام الملک کے پاس آدمی بھیجکر عذر خواہی کی۔ اُنہون نے اوسے اس شرط پر منظور کیا۔ کہ دلاور خان قتل کر دیا جائے مگر دلاور خان سنتے ہی فوراً مع اپنی فوج کے بھاگ گیا۔ اور چند روز مین برہانپور جا پہونچا۔ ملک حسن و ملک احمد دونون شہر مین پھر آگیے لیکن فتح اللہ عماد الملک ان جھگڑون سے ایسا پریشان ہوا کہ وہ اپنی سرلشکری برار کو چلا گیا۔ اب ملک حسن نے بھی اپنے استحکام کی فکر کی۔ دو دکھنی شخص ملک وحید اور ملک اشرف جو سگے بھائی تھے اور جو پہلے محمود گاوان کی نوکری کرتے تھے۔ اور بعد ازان شاہی سلحدار و نمین

بھرتی ہو گیے تھے۔ اِس زمانے مین اُنھون نے ملک حسن کا ساتھ دیا تھا۔ اِس لیے ملک حسن نے اُن کا رتبہ بڑھا دیا اور امیر بنایا۔ اور پھر ان دونون اور فخر الملک دکھنی مخاطب بخواجہ جہان سے قسمین لین کہ وہ ملک احمد اُس کے بیٹے سے کبھی دغابازی نہ کرین۔ جب یہ عہد و پیمان ہو گیے تو ملک وحید کو سرلشکری دولت آباد جو آج کل خالی تھی عنایت کی۔ اور ملک اشرف کو بھی وہین جاگیر دے کر اُس کا تابع کیا۔ اور فخر الملک دکھنی کو علاقے پرینده و شولاپور دیکر وہان کو روانہ کیا۔ اس علاقے کے گیارہ محال یا پرگنے تھے جسے اُس زمانے مین پٹہ کہا کرتے تھے اور چھ لاکھ ہون آمدنی تھی۔ جب زین خان فخر الملک کے بھائی نے سُنا تو اُس نے کچھ عرصے کے بعد محمود شاہ سے درخواست کی کہ اُسکو بھی اسمین سے نصف حصہ ملے۔ چنانچہ محمود شاہ نے ساڑھے پانچ پٹہ شولاپور کے زین خان کو دیدیے۔ مگر فخر الملک نے بجز شولاپور کے اور کہین اُس کے علاقے پر زین خان کو قبضہ نہ دیا۔ غرض دو تین مہینے بعد بادشاہ سے ملک حسن نے اجازت لی۔ اور ملک احمد اپنے بیٹے کو نئو باتی اور اپنا تمام مال و اسباب دیکر اپنی نیابت پر جنیر کو بھیجدیا یہ واقعہ ۸۹۱ھ کا ہے۔ اسی اثنا مین عادل خان دکھنی کا انتقال ہو گیا۔ قوام الملک صغیر نے راجمہندری سے آکر ورنگل پر قبضہ کر لیا۔ چونکہ یہ ایک بڑا معاملہ تھا۔ اِس لیے ملک حسن نے محمود شاہ کو لیا۔ اور شہر بیدر کی حفاظت ایک شخص دلپسند خان اپنے آوردے کے حوالے کی۔ جسے اُس نے ادنیٰ درجے سے امارت کے درجے پر پہونچایا تھا۔ اور فوج لیکر ورنگل کو قوام الملک کے دفعیہ کے لیے روانہ ہوا۔ قوام الملک کو اتنی طاقت کہان تھی جو ملک حسن کی شاہی سے مقابلہ کرتا۔ اس لئے وہ سُنتے ہی راجمہندری کو چلا گیا۔ اور محمود شاہ کو لکھ بھیجا کہ مین اِس لیے آیا تھا کہ ملک حسن نے بہت سر اُٹھایا ہے۔ اور آپ کا مین تابع ہون۔ محمود شاہ کو ملک حسن کا ایسا خوف تھا کہ قوام الملک کو اس کا کچھ جواب نہ دیا۔ بلکہ یہ خط ملک حسن کے ہی پاس بھیجدیا۔

۸۹۱ھ

۱۵۸۔ ملک حسن نظام الملک کی بغاوت اور دل پسند خان کے ہاتھ سے اُس کا قتل

کشور خان غلام محمود گاوان کو جب بندر گوا وغیرہ جاگیر مین ملا تھا۔ تو اُس نے ایک شخص نجم الدین گیلانی کو اپنا نایب مقرر کر کے وہان بھیجدیا تھا۔ اور خود بیدر مین ہی رہا کرتا تھا۔ جب نجم الدین مرگیا تو بہادر گیلانی جسے نجم الدین نے بندر گوا کا کوتوال کر رکھا تھا اُسکا جانشین ہوا۔ اور بندر گوا سے بندر دابل کولاپور کلہر پنالہ تک قابض و متصرف ہوگیا اور یوسف عادل خان کی تحریک سے بندر چول وغیرہ پر بھی جو ملک احمد کی جاگیر مین تھے لوٹ مار کرنے لگا تھا۔ اور اسیطرح زین الدین علی باس جاگیردار چاکنہ بھی جو ملک احمد کے توابع مین سے تھا یہ کہنے لگا تھا کہ بادشاہ سلطنت کو جب تک خود نہین دیکھنے کا مین کبھی اطاعت نکرون گا۔ اسلیے یہ سب حالات ملک احمد نے اپنے باپ کو لکھکر بھیجے اور پوچھا کہ اسمین کیا کیا جاے۔ اِس وقت ملک حسن محمود شاہ کے ساتھ ورنگل مین مقیم تھا۔ اُس نے اپنے بیٹے کو لکھا کہ زین الدین علی کا پہلے دفعیہ کیا جائے۔ اور ملک وحید اور فخر الملک دکھنی کو ملک احمد کی امداد کے لیے خط بھیجے۔ زین الدین علی نے بھی یوسف عادل خان سے مدد مانگی۔ چونکہ زین الدین علی محمود گاوان کا رشتے دار تھا۔ اس لیے یوسف عادل خان نے پانچ چھ ہزار سوار اُسکی امداد کو بھیجے۔ اور اُنہین حکم دیا کہ قلعۂ اندا پور کے پاس قیام کرین جس وقت ملک احمد زین الدین پر حملہ کرے تو اُسے روکین۔ یہان محمود شاہ اور اُسکے تمام حوالی موالی استیلاے ملک حسن سے پہلے ہی ناراض ہو رہے تھے جب اُنہون نے سُنا کہ یوسف عادل خان نے ملک احمد پر فوج بھیجی ہے تو وہ بڑے خوش ہوئے۔ اور ملک حسن اُن کی نظرون مین خفیف جچنے لگا۔ قاسم برید اور دستور دینار حبشی سے ملکر بادشاہ سے اُس کی برائیان کین۔ محمود شاہ نے اُن سے کہدیا کہ اگر موقع ملے تو اُسے مارڈالو۔ لیکن یہ خبر ملک حسن کو بھی لگ گئی۔ اِس لیے وہ فوراً آدھی رات کو لشکر سے فرار ہوا۔ مگر شامت جو آئی بجائے

جنیر کے بیدر کو پہونچا کہ وہان جاکر دل پسند خان کے ذریعے سے خزانۂ شاہی پر قابض ہوجائے دلپسند خان نے اُسکی اطاعت کی۔ اور شہر مین بُلا لیا۔ ملک حسن نے ملک احمد کو جنیر سے بُلایا اور خزانے کو خرچ کرکے محمود شاہ کے مقابلے کے لیے فوج جمع کرنا شروع کی۔ محمود شاہ نے بھی اُس وقت بڑا کمال کیا۔ فوراً ہی بیدر پر چیل کیطرح جھپٹا۔ نظام الملک نے چاہا کہ خزانہ لیکر ملک احمد کے پاس چلا جائے مگر دلپسند خان نے کسی بہانے سے اُسے روک لیا۔ اور بادشاہ سے خفیہ کہلا بھیجا کہ مین آپ کا تابع ہون۔ ملک حسن کو مین نے آپکے انتظار مین ابتک روک رکھا ہے۔ محمود شاہ نے کہا کہ اگر تو سچا ہے تو اُسکا سر کاٹ کر بھیجدے۔ دلپسند خان نے ملک حسن کے احسانات کو فراموش کر دیا۔ اور پانچ سو آدمی لیکر اُس کے پاس قلعۂ ارک مین گیا۔ اور اُس سے کہا کہ مجھے آپ سے چند باتین نہایت ضروری علٰحدہ کہنی ہین۔ ملک حسن اپنا خاص خیر خواہ جانکر اُسے ایک حجرے مین لے گیا۔ دل پسند خان بڑا قوی جوان تھا اور ملک حسن بوڑھا ہوگیا تھا۔ دل پسند خان نے پکڑ کر اُسکا گلا گھونٹ دیا۔ اور سر کاٹ کر ہاتھ مین لیے یہ کہتا ہوا باہر نکل آیا۔ کہ جو شخص اپنے مالک کی ساتھ نمک حرامی کرے اُسکی یہ سزا ہے۔ پھر بادشاہ کے پاس اُسکا سر بھیجدیا۔ اب محمود شاہ شہر مین آیا دل پسند خان دکھنی اور مغلون اور ترکون کا پھر عروج بڑھا۔ اور وہی مہمات شاہی کے مدارعلیہ ٹھیرے یہ موقع اچھا تھا۔ محمود شاہ کو کامل آزادی مل گئی تھی۔ اگر لیاقت ہوتی تو اپنی قوت بڑھا سکتا تھا۔ مگر وہ پھر بدستور سابق شراب وکباب ناچ ورنگ رنڈی بھڑوون مین مشغول ہوگیا۔ شب وروز معشوقان نازنین کی صحبتین گرم رہنے لگین۔ دنیا ومافیہا سے اُسے کچھ غرض نہ رہی۔ چند روز مین یہ نوبت ہوئی کہ بخلاف شاہانِ ماضیہ کے جنھون نے تخت فیروزہ مین علی التسلسل جواہرات زیادہ کیے تھے اِس نے اُکھیڑ اُکھیڑ کر صراحی وپیالے مین لگائے۔ اور نیز اُن سے حاشیۂ بساط شراب نوشی اور تنبور خانے کو مرصع کیا۔

۱۵۹۔ ملک احمد کی مستقل حکومت

ملک احمد جب سے کہ باپ سے رخصت ہوکر جنیر کو آیا تھا اُس نے یہان اپنی مستقل حکومت جمانے کا ارادہ کرلیا تھا۔ چونکہ اُس نے ابتداے ایام شباب مین ممالک راجمھندری مین رہکر لڑائیون کے تجربے خوب حاصل کرلیے تھے۔ اُسکو یہان کامیابی ہونے لگی تھی۔ پہلے اِس نے اپنی نئی جاگیر بیڑ وغیرہ پر توجہ کی مگر یہان پر خواجہ جہان محمود دکاوان کی طرف سے مرہٹے قابض تھے۔ اُنھون نے کہا کہ جب تک بادشاہ اپنے کامون کا خود مختار نہ ہوجائے اُسوقت تک ہم تیری اطاعت نہین کرسکتے۔ اِس لیے یہ خود فوج لیکر وہان چڑھ گیا۔ اور اگرچہ قلعہ بیڑ بڑا مضبوط تھا مگر اس نے اُسکو زبردستی فتح کرلیا۔ وہان پانچ برس کا محاصل جمع تھا وہ سب اِس کے ہاتھ لگ گیا جس سے اسکو بڑا فائدہ ہوا۔ اور اس نے نئے امیر اور بہت سے سپاہی اکٹھے کرلیے۔ اور قلعہ جات جوند لہا کرتنکی بردلی کندہا پورندھر لورپ جیودن گردرگ مرنجن ماہولی پالی بھی چندروز مین ہاتھ لگ گئے۔ غرضکہ قریب قریب تمام کوکن کا علاقہ قبضے مین آگیا۔ اب اِسوقت دندا راجپوری کی تسخیر کے درپے تھا کہ باپ کے قتل کی خبر پہونچی تو جنیر کو لوٹ کر چلا آیا۔ اور باپ کی تعزیت سے فارغ ہوکر نظام الملک کا خطاب اپنے نام کے ساتھ چسپان کیا۔ اور ملک اور سپاہ و رعیت کا نہایت ہی توجہ کے ساتھ انتظام کرنا شروع کیا۔

۱۶۰۔ دکھنی حبشیون کا محمود شاہ کے قتل کی سازش کرنا اور پھر خود اُنھین کا قتل۔

اِدھر دل پسند خان کو ملک حسن کے ساتھ نمک حرامی کرنے سے یہ اُمید تھی کہ اُسکو محمود شاہ کے پاس ملک حسن کا سا مرتبہ ملجائیگا مگر اُسکی اُمید کے خلاف ایسا نہوا۔ بلکہ مغل اور ترکون کی قدر و قیمت زیادہ ہوگئی۔ دکھنی گر گیے۔ دل پسند خان نے بہت کوشش کی کہ بادشاہ دکھنی اور حبشیون کو پہلا سا مرتبہ دے۔ مگر کچھ فائدہ نہوا۔ آخر لاچار دکھنیون اور حبشیون نے صلاح

کی کہ محمود شاہ کو قتل کرکے کسی اور کو خاندان بہمنی سے بادشاہ بنائین۔ اور قلعۂ ارک کے تمام خدام کو اس سازش مین شریک کرلیا۔ یہانتک کہ فیلبان حاجب اور کوتوال پردہ دار و دربان وغیرہ سب اُس سے متفق ہوگیے۔ صلاح و مشورے کے بعد جب خوب گٹھوت کرلی گئی تو ایک ہزار دکھنی حبشی ۱۲۔ ذیقعدہ ۸۹۲ھ کی رات کو قلعے مین گھسے۔ اور مغلون ترکون کی روک کے واسطے اندر سے دروازے بند کرلیے اور سیدھے بادشاہ کے پاس پہونچ گیے

۸۹۲ھ

محمود شاہ اپنے یاران جلسہ کے ساتھ عیش و عشرت مین مصروف تھا۔ جان بچاکر شاہ برج کو بھاگ گیا۔ عزیز خان ترک اور چار ترکی غلام اور حسن علیخان سبزواری اور سید مرزائی مشہدی الملقب بملوخان جو اُس وقت موجود تھے مارے گیے۔ اور صاحب تاریخ قطب شاہی کے قول کے بموجب سلطان قلی بھی دس سلحداروں سے یہان موجود تھا۔ اُس کے پانچ سلحدار کام آئے اور سلطان کی جان بچ گئی۔ اور وہ شاہ برج پر جا پہونچا۔ اب غوغائیون کا تمام قلعۂ ارک پر قبضہ ہوگیا۔ صرف ایک شاہ برج اور خاص حرم سرا باقی رہگیا۔ اور وہ شاہ برج پر چلے۔ وہان محمود شاہ کے پاس سلطان قلی اور پانچ سلحدار اور چند ترک و مغل تھے جو اُس کے ساتھ ہمیشہ ہم کاسہ و ہم نوالہ رہا کرتے تھے انھین مین سے ایک شخص کسی طرح نکلکر باہر چلا گیا۔ اور جاکر مغلوان اور ترکون کو خبر کردی۔ فرہاد خان قاسم برید شیر خان اردستانی محمود خان گیلانی و کشور خان غلام محمود گاوان تین چار سو مغل ترک ترکش بند لیکر قلعۂ ارک کو آئے۔ دروازے تو بند تھے مگر وہ کمندین ڈالکر شاہ برج پر چڑھ گیے۔ صرف آٹھ ہی آدمی اوپر چڑھے تھے کہ انھون نے جاکر نعرے مارنے شروع کیے۔ دکھنی سمجھے کہ تمام ترک قلعے مین آگیے بزدلی کرکے بھاگ گیے۔ قلعے سے کچھ آدمی نکلے کہ اُدھر سے پچیس سلحدار سبزواری اُنھین دروازے پر ملے آپسمین لڑائی ہوئی۔ دکھنی پیچھے ہٹتے ہٹتے دروازے مین اندر کو گھسے اور چاہا کہ دروازہ بند کرین مگر سلحداروں نے دروازہ نہ بند کرنے دیا۔ کہ مین یہ خبر کشور خان

کو لگ گئی وہ سُنتے ہی سو آدمیون سے آ پہونچا۔ اور دروازے پر قبضہ کر لیا۔ تو بھی مغل ترک بہت مارے گیے۔ آدھی رات تک یہی شور و غوغا رہا۔ جب آدھی رات کو چاند نکل آیا۔ اور ایک دوسرے کو پہچاننے لگے تو غریبون کو غالب دیکھ کر جو خدام شاہی دکھنیون جشیون سے مل گیے تھے اب اُن سے پھر گیے اور مغلون و ترکون کی طرف ہو گیے۔ دکھنیون کو مارنے لگے اُنکے گھرون مین آگ لگا دی۔ اب سلطان نے جہانگیر ہمدان ترک کو جسکو ملک الموت کہا کرتے تھے قلعے کے دروازے پر مامور کیا۔ اور ہمدان جہان ترک کو شہر و بازار کی محافظت کو بھیجا۔ اور اُنکے آدمیون کو شاہی اصطبل سے گھوڑے دیدیے صبح ہوتے ہی بادشاہ تخت پر بیٹھا اور دکھنی حبشیونکے قتل عام کا حکم دیدیا تین دن تک برابر قتل ہوتا رہا۔ ہزارہا بندگان خدا کردہ و ناکردہ گناہ تلف ہو گیے۔ وہی بچ گیے جو بھاگ کر نکل گیے کسی کی مجال نہ تھی جو بادشاہ سے اُنکی شفاعت کرے۔ آخر تین دن کے بعد شاہ محب اللہ کی اولاد مین سے کوئی بزرگ صاحب گیے اور بادشاہ سے منت سماجت کی تب قتل موقوف ہوا۔ اس کے بعد محمود شاہ نے اس آفت ناگہانی سے بچ جانے کی بڑی خوشی کی۔ چار روز تک شہر کے تمام کوچہ و بازار مین روشنی ہوئی۔ ناچ و رنگ کیے گیے۔ اور شادبرج کے پاس جسے وہ اپنے لیے نہایت مبارک سمجھتا تھا ایک محل تعمیر کرایا اور پھر بدستور سابق عراق و خراسان ماوراء النہر و دہلی لاہور کے رنڈی بھڑوے اکٹھے کیے۔ اور عیش و عشرت مین بسر کرنے لگا۔

۱۶۱۔ سلطان قلی کی اصلیت سلطان قلی قریہ سعد آباد مملکت ہمدان کا رہنے والا امیرزادہ اور قراخان کے خاندان سے تھا۔ قراخان کے آبا و اجداد قدیم زمانے سے فرمان روائے سلطنت ترکستان ہوتے رہے تھے۔ جب قراخان کا بیٹا اغرخان مسلمان ہو گیا۔ تو قراخان کو ناگوار گذرا۔ جس سے باپ بیٹون مین لڑائی ہوئی۔ اور قراخان مارا گیا۔ اُسکے بعد اغرخان نے ستر برس ترکستان کی

۵۹۹ھ بادشاہی کی ۵۹۹ھ میں جب کہ چنگیز خان نے تاتار سے خروج کیا ہے تو اسی کے خاندان میں کا
ایک شخص امیر تورہ بیگ ترکستان میں حکومت کر رہا تھا۔ چنگیز خان کے خوف سے اپنے آبائی ملک کو
چھوڑ کر دیار بکر کی طرف چلا گیا۔ اور وہان کچھ علاقے پر قبضہ کر کے چھوٹا سا حاکم بن بیٹھا۔ پھر اس
خاندان میں امیر قرا محمد ہوا۔ اس کے زمانے میں عراق عرب کا حاکم اپنے باپ شیخ حسن کے
مرنیکے بعد سلطان اویس ہوا۔ اور اُسکے سرداروں کی بغاوت کے سبب سے سلطان امیر قرا محمد نے
موصل و سنجار اور واسط اور ارجیس کے علاقے پر قبضہ کر لیا۔ پھر جب اویس مر گیا تو امیر قرا محمد نے سلطان
احمد اُسکے بیٹے کو مدد کر کے بادشاہ کرا دیا جس سے انمین بڑی محبت ہو گئی۔ اور ایک دوسرے نے
بذریعہ ازدواج رشتے پیدا کر لیے۔ مگر پھر کچھ دشمنی ہو گئی۔ کہ اسی مین امیر تیمور ۷۸۵ھ میں تبریز کی طرف آیا
اسوجہ سے نفسی نفسی کی پڑ گئی۔ سلطان احمد بغداد کو چلا گیا۔ اور امیر قرا محمد امیر تیمور کی فوج سے لڑتا رہا۔
۷۸۹ھ اور اپنے اخیر دم تک اپنی آزادی کو قایم رکھا۔ جب وہ ۷۸۹ھ میں مر گیا۔ تو اُس کا بیٹا امیر قرا یوسف
ارجیس کا حاکم ہوا۔ اسکے وقت مین امیر تیمور کے لشکر نے اس ملک کو فتح کر لیا۔ اور سلطان احمد اور
امیر قرا یوسف کو مجبوراً اپنا ملک چھوڑ کر شام کو جانا پڑا۔ والی روم نے انکے لیے کچھ وظیفے مقرر کر دئیے
جب امیر تیمور نے سُنا کہ یہ لوگ وہان ہین تو اُس نے والی روم کو ان کو گرفتار کر کے بھیجدینے کیلیے
لکھا۔ اس سبب سے یہ دونون وہان سے بھاگ آئے۔ اور بغداد کے قرب و جوار مین حاکم ہو گیے
جب دو برس بعد امیر تیمور کی فوج پھر پہونچی تو یہ پھر وہان سے بھاگ گیے اور والی مصر کے پاس
جا کر پناہ لی۔ مگر اُس نے امیر تیمور کے اشارے سے انہین قید کر لیا۔ لیکن امیر تیمور کی وفات پر
۸۰۹ھ انکی خلاصی ہو گئی۔ اور پھر وہان سے بھاگ کر قرا یوسف دیار بکر کو چلا آیا۔ اور ۸۰۹ھ میں قلعہ اونیک
پر قابض ہو کر آذربائیجان کی تسخیر کا ارادہ کیا۔ اسوقت خاندان تیموریہ کا شاہزادہ مرزا ابو بکر فارس مین حاکم
تھا۔ وہ فوج لیکر مقابل ہوا۔ لشکر چغتائی کو شکست ہوئی۔ اور تبریز پر قرا یوسف کا قبضہ ہو گیا۔ سلطان احمد

پھر بغداد مین آکر قابض ہوگیا تھا۔ قرا یوسف نے اس فتح کے بعد اپنے بیٹے بربوداق کو ۸۱۲ھ مین
تخت نشین کیا۔ اور چند روز مین قزوین اور ہمدان واصفہان وغیرہ بھی فتح کر لیے۔ اور پھر سلطان احمد
کو مار کر بغداد پر بھی ۸۱۳ھ مین قابض ہوگیا۔ اور شاہزادہ محمد کو وہان کا حاکم مقرر کر دیا۔ جو ۲۲ سال
وہان حکمرانی کرتا رہا۔ اور اخیر وقت مین اپنے بھائی اسپند سے شکست کھا کر موصل کی طرف چلا گیا
اور ۸۳۶ھ مین ہی ہمدان مین مارا گیا۔ اُس کا ایک بیٹا شاہ علی تھا۔ پھر قرا یوسف نے شروان شاہ
کو بھی مطیع کر لیا۔ ۸۱۶ھ مین جب شاہزادہ پربوداق مرگیا تو خود قرا یوسف تخت نشین ہوگیا۔
اور قرا عثمان کو جو دیار بکر مین شور وغوغا مچا رہا تھا اس کے بعد مطیع کر لیا۔ اور حلب تک اُس کا
قبضہ ہوگیا۔ پھر شاہزادہ جہان شاہ نے شاہرخ مرزا والی اصفہان سے سلطانیہ اور قزوین
بھی جا کر لے لیا۔ جس پر مرزا شاہرخ حاکم ہرات دو لاکھ فوج لیکر قرا یوسف پر چلا۔ اور قرا یوسف بھی
(۸۲۳ھ) سوا لاکھ فوج اپنی دار السلطنت سے لیکر نکلا۔ مگر دو تین منزل چلکر ۸۲۳ھ مین بقضائے الٰہی
مرگیا۔ اور تمام لشکر بے لڑے بھڑے پراگندہ ہوگیا۔ اُسکے بعد تبریز مین اُس کا بیٹا اسکندر
(۸۲۴ھ) ۸۲۴ھ مین تخت نشین ہوا۔ اور شاہرخ کو شکست دی۔ مگر اُس کا بھائی ابو سعید شاہرخ
سے مل گیا۔ جس سے اسکندر کو شکست ہوگئی۔ اور دیار بکر مین پناہ لینا پڑا۔ وہان قرا عثمان کو
(۸۳۸ھ) مار کر اور بکر فوج فراہم کر کے ابو سعید کو قتل کیا۔ اور ۸۳۸ھ مین پھر مملکت آذربائیجان کا مالک
ہوگیا۔ اب شاہرخ نے جہان شاہ اور شاہ علی ابن شاہزادہ محمد ابن قرا یوسف کو اپنی طرف بُلا لیا
(۸۴۱ھ) اور سکندر پر چڑھائی کی جس سے سکندر کو بھاگنا پڑا۔ اور اُسی کے بیٹے شاہ قباد نے ۸۴۱ھ
مین اُسے مار ڈالا۔ اُسکے پانچ بیٹے تھے الوند یار علی قاسم حسن بیگ شاہ قباد بعد ازان
جہان شاہ شاہرخ کی طرف سے حاکم ہوا۔ اور جب ۸۵۰ھ مین شاہرخ مرگیا تو مستقل بادشاہ
ہوگیا۔ پھر ملک چرکس پر چڑھائی کی۔ اور سلطانیہ اور قزوین لینے کے لیے سلطان محمد ابن بایسنقر

ابن شاہرخ سے لڑنے کو چلا۔ مگر سلطان محمد کو اپنی بیٹی دیکر صلح کرلی۔ پھر جب مرزا بابر نے اپنے بھائی سلطان محمد کو قتل کرڈالا تو جہان شاہ نے سادہ او قسم کو لیکر اصفہان کا ارادہ کیا مرزا بابر بھی فوج لیکر فارس اور عراق کو چلا۔ چونکہ جہان شاہ مرزا الوند ابن اسکندر حاکم دیار بکر کے استیصال کے درپے تھا اسلیے وہ شیراز مین آکر مرزا بابر سے ملگیا۔ مگر چونکہ خراسان مین علاءالدولہ نے بغاوت کی اس لیے مرزا بابر اسکی تنبیہ کو اہم سمجھکر لوٹا جس سے اصفہان پر پیربوداق ابن جہان شاہ نے قبضہ کرلیا۔ اور جب جہان شاہ اور بابر کی لڑائی کا خاتمہ ہوگیا تو شاہزادہ الوند سیستان مین جاکر قابض ہوگیا۔ اور کرمان کو بھی فرخ زاد بیگ جہان شاہ کے ایک سردار سے چھین لیا۔ اس لیے جہان شاہ نے اپنے بیٹے شاہزادہ یوسف کو شاہزادہ الوند کے دفعیہ کے لیئے بھیجا۔ اس زمانے مین عراق فارس حدود آذربائیجان سے لیکر ساحل بحر عمان تک جہان شاہ کی حکومت مین داخل ہوگیا تھا۔ اور بغداد بھی اپنے بھائی کے بیٹے اسبند سے لے لیا تھا۔ اب جب ۸۶۱ھ مین مرزا بابر مرگیا تو وہ ہرات جاکر شاہرخ کے تخت پر بیٹھا اور شاہزادہ الوند کے بیٹے پیر قلی کو شاہزادے یوسف کی بیٹی خدیجہ بیگم اور کرمان کے بجاے ہمدان کا علاقہ الوند کو دیکر مطیع کرلیا۔ مگر اسی زمانے مین جہان شاہ کے بیٹے حسن علی نے بغاوت کی۔ اور سلطان ابوسعید نے بھی آب مرغاب سے بڑھکر حملہ کیا۔ اس لیے مجبوراً جہان شاہ نے خراسان ابوسعید کو دیکر صلح کرلی۔ پھر حسن علی گرفتار ہوگیا۔ چونکہ شاہزادہ پیربوداق نے بھی سرکشی کی تھی اس لیے اُس سے زبردستی ملک فارس لیکر دوسرے بیٹے یوسف کو دیدیا۔ جب پیربوداق نے بغداد مین بھی جاکر خودسری اختیار کی تو اُسے گرفتار کرا کے ۸۷۰ھ مین قتل کرادیا۔ اسوقت تمام عراق عرب وعجم فارس کرمان وسواحل عمان وارمن وکردستان مین شام اور روم تک بجز حسن بیگ ابن قراعثمان حاکم دیار بکر کے اور کوئی جہان شاہ کا دشمن نہ رہا اس لیے اُس نے ۸۷۲ھ مین اُس پر لشکرکشی کی۔ مگر حسن بیگ نے چالاکی سے

۸۶۱ھ

جہان شاہ کو پینتیس[۳۵] برس کی حکومت کے بعد مار ڈالا - اور خود آذربائیجان کے ملک کا مالک ہو گیا
اور شاہزادہ الوند کے مرنے پر پیر قلی اُس کا جانشین ہوا - چونکہ پیر قلی ہمیشہ سیر و شکار اور عیش و عشرت
مین مشغول رہتا تھا - اور ملک صالح ہمدانی کی بیٹی مریم خاتون اُس کے بیٹے اویس قلی کو منسوب
ہوئی تھی - اِس سبب سے کو حسن بیگ نے قوم قراقونیلو کے شاہزادون کا استیصال کیا - مگر
پیر قلی سے کچھ پرخاش نہ کی پھر ۸۸۲ھ مین پیر قلی مرگیا - اور دو لڑکے اویس قلی اور اللہ قلی چھوڑ گیا
۸۸۲ھ
اور اسی سال شب عید الفطر کو امیر حسن بیگ نے بھی انتقال کیا - اور اُسکے بجاے اُس کا بیٹا
خلیل سلطان تخت نشین ہوا - یہ بھی باپ کی طرح اویس قلی سے متعرض نہ ہوا - مگر جب
یعقوب بیگ اُس کے بیٹے کا عہد آیا - اور اُس نے شاہزادگان قراقونیلو کی تجسس و تفتیش کی
تو اویس قلی نے اپنے بیٹے سلطان قلی کو اپنے بھائی اللہ قلی کے ہمراہ ہندوستان کو
بھگا دیا - تاکہ دشمن کی شمشیر سے محفوظ رہے - تاریخ فرشتہ مین لکھا ہے کہ سلطان قلی محمد شاہ لشکری
کے وقت مین آیا - اور غلامون مین شامل ہو گیا - اور چونکہ اسے علم حساب و سیاق مین اچھی مہارت
تھی - محلات کی خدمت مشرقی اسے مل گئی - اور چونکہ اُس زمانے مین ممالک تلنگانہ کا اکثر علاقہ
اہل حرم کی جاگیر مین تھا اور وہان بدعملی رہتی تھی - ایک اہل حرم کی سفارش سے محمد شاہ نے اسے
وہان بھیجا - اور اس نے تمام قطاع الطریق اور متمردون کو نکال کر امن چین پھیلا دیا - جس سے محاصل
خوب وصول ہونے لگا" مگر یہ روایت قرین قیاس نہین ہے - کیونکہ سلطان قلی کی عمر محمد شاہ
کے مرنیکے وقت سولہ[۱۶] سال سے کم تھی - بلکہ صاحب تاریخ قطب شاہی کی روایت زیادہ عقل
کے مطابق ہے وہ کہتا ہے کہ یہ اپنے چچا کے ساتھ محمود شاہ کے زمانے مین آیا - اور یہان کے
بادشاہ اور اُمرا سے مل ملا کر عراق کو چلا گیا - چونکہ یہان اُسکی خاطر بہت ہوئی تھی - اور اپنے وطن
مین دشمن سے اندیشہ تھا اِس لیے سلطان قلی کے باپ نے اُسے پھر دکن کو بھیجدیا - اللہ قلی

نے امراکے توسط سے محمود شاہ سے ملاقات کی اور جو تحفے کہ ایران سے لایا تھا وہ بادشاہ
کی خدمت مین پیش کیے۔ بعد کو سلطان قلی کا چچا اپنے وطن کو چلا گیا۔ مگر بادشاہ نے اسے
نہ جانے دیا۔ اسی ایّام مین ایک روز بادشاہ شکار کھیلنے گیا تھا وہان اسکے شکار کھیلنے سے
ایسا خوش ہوا کہ ڈیڑھ سو عربی ترکی گھوڑے اور خلعت دیکر اسے کوڑ نگل کا علاقہ جاگیر مین دیدیا
اور خواص خان کا خطاب بھی عنایت کیا۔

۱۶۲۔ ملک احمد نظام الملک کی فتح چاکنہ مین اور شیخ مودی عرب پر

اب محمود شاہ کی عملداری مین کچھ علاقہ بیدر کا تھا۔ اور تلنگانہ کا ملک باقی صوبیدار اپنے اپنے صوبون کے مالک تھے۔ چونکہ اسکو
دکھنی حبشیون سے رنجش ہوگئی تھی۔ اسلیے وہ چاہتا تھا کہ ملک احمد کو کسیطرح تباہ کردے لیکن
جس سے وہ کہتا تھا کوئی اُسکے مقابلے کو منظور نہ کرتا تھا۔ اکثر تو کمزوری کے باعث سے اور
بعض اِس خیال سے کہ اگر ملک احمد پر محمود شاہ کو کامل غلبہ ہوگیا تو ہم کو نقصان نہ پہونچے۔ چنانچہ
محمود شاہ نے یوسف عادل خان سے ملک احمد کے دفعیہ کی درخواست کی تو اُس نے بادشاہ
سے کچھ عذر کردیا اور تعزیت پرسی کے طور پر ملک احمد نظام الملک کے پاس ایلچی بھیجکر کہلا بھیجا۔
کہ محمود شاہ کا یہ ارادہ ہے ہوشیار رہنا چاہیے۔ اور جو فوج کہ زین الدین علی کی امداد کو بھیجی
تھی وہ بھی واپس طلب کرلی۔ اور بخلاف استدعا کے محمود شاہ ملک احمد کو مدد بھی دینے کا
وعدہ کیا۔ ملک احمد نے ظریف الملک افغان کو امیر الامرا اور نصیر الملک کو اپنا امیر جملہ بنایا اور
زین الدین سے کہلا بھیجا کہ ہمارا آپکا ہمسائگی کا تعلق ہی بہتر ہے کہ آپ بھی ہماری حکومت مین شریک ہین
وہ سمجھ گیا اور اُس نے اطاعت کا اقرار کیا۔ اِسی زمانے مین محمود شاہ کے حکم سے شیخ مودی
عرب مخاطب بہ بہادر الزمان بارہ ہزار سوار سے ملک احمد کے قتل کا بیڑا اُٹھا کر آیا۔ اور پرینڈہ
کے قلعے کے پاس پہونچا۔ تو زین الدین علی نے ارادہ کیا کہ اُس سے ملکر ملک احمد کی خبر لے۔

اِس لیے ملک احمد نے اپنے اہل و عیال بیر کے مضبوط قلعہ مین بھیدئیے اور مودی کے مقابلے
کو پہنچا۔ مگر چونکہ اُسکی فوج کم تھی نہایت احتیاط سے پڑا رہا۔ اُسپر حملہ نہ کیا بلکہ نصیر الملک اور زین الملک
کو لشکر مین چھوڑا۔ اور کچھ چیدہ چیدہ سلحدار اور چند منصب دار کہ جسکو نظام شاہیون کے یہان
حوالدار کہتے تھے اپنے ہمراہ لیے اور شکار کے بہانے سے نکلکر جالنہ مین داخل ہوا۔ اور
لکڑی کے زینے لگاکر جو اُسکے ساتھ تھے قلعے مین گھس گیا۔ اگرچہ قلعے مین اسوقت سات سو
تیر انداز تھے۔ مگر رات کا وقت تھا عین عالم غفلت مین وہ سو رہے تھے سب کے سب
مارے گیے۔ جالنہ کا قلعہ فتح ہوگیا جب نصیر الملک نے اِس فتح کی خبر سُنی تو اُس نے بھی
چاہا کہ ملک احمد کے آنے سے پیشتر یہ بھی کوئی کار نمایان کر رکھے۔ اسلیے تین ہزار سوار سے
اُسپر حملہ کیا۔ شیخ مودی نے اُسکے مقابلے کو فوج بھیجی۔ نصیر الملک نے اُن کو بھگا دیا پھر شیخ
مودی نے اُسی روز کچھ اور فوج بھیجی اُسے بھی شکست ہوئی۔ اِس لیے شیخ مودی خود فوج لیکر
آیا۔ اب نصیر الملک شکست کھاکر بھاگا۔ اور بحالت خستہ و خراب ظریف الملک کے پاس آکر پناہ لی
ملک احمد نے دلدہی کے طور پر نصیر الملک کی بہت تسلی و تشفی کی۔ اور پھر فوج لیکر شیخ مودی عرب سے اِس حکمت سے لڑا کہ شیخ مودی
اور اُسکے بہت سے آدمی مارے گیے اور اُسکا تمام خیمہ و خرگاہ احمد نظام شاہ کے ہاتھ لگ گیا

۱۶۳۔ جہانگیر خان پر احمد نظام الملک کی فتح

اب محمود شاہ کو اور بھی غصہ آیا عظمت الملک دبیر کو اٹھارہ امراے نامدار
اور فوج جرار کے ساتھ جنیر پر روانہ کیا۔ احمد نظام الملک تو ہوشیار تھا۔ اُسنے
پہلے ہی سوچ رکھا تھا۔ کہ ایسا وقت آنے والا ہے۔ اِس لیے فوج و رعایا کی نہایت دلدہی کر رہا
تھا۔ اپنے اچھے ساز و سامان سے قادر آباد کے میدان مین دشمن کے سامنے آمقابل ہوا
جب سلطان کا لشکر میری گھاٹ کے قریب پہونچا تو احمد نظام الملک بحری نے تین ہزار آدمی لیے
اور بحری کیطرح بیدر دار الخلافت پر چھپٹا مارا اور دربانِ شہر سے توڑ جوڑ لگاکر رات کے وقت بے تکلف

شہر مین جا گھسا۔ اور اپنے باپ کے اہل و عیال کے پاس پہونچا اور پالکیون مین بٹھا معتبر آدمیون کے ساتھ جنیر کو اڑا دیا۔ اور خود تمام شہر مین پھرا۔ جو سردار کہ اُسکے مقابلے کے لیے گیے تھے اُنکے بال بچون اور عورتون کو قبضے مین کر لیا۔ اور صبح کو نکل نہایت تیز پردازی سے بیڑ ہوتا ہوا پرینده کو چمپت ہوا۔ لیکن کسیکے زن و فرزند کی بے حرمتی نہ ہونے دی۔ بلکہ بڑی عزت سے اُن کو رکھا۔ اہل لشکر بھی احمد نظام الملک کی بیدر پر تاخت کی خبر سُنکر اُسکے تعاقب مین چلے تھے بیر کے قریب دونون کا سامنا ہو گیا۔ امرا نے کہلا بھیجا۔ کہ تو نے ہمارے اہل و عیال کی تعظیم و تکریم مین کمی نہین کی اِس کے تو ہم احسانمند ہین۔ مگر چوٹّون کیطرح سے جانا اور عورات کے ساتھ تعرض کرنا جو کبر د فرنگی کے مذہب مین بھی روا نہین ہے۔ بہت ہی نازیبا ہے۔ نظام الملک اِس سے بہت ہی نادم ہوا۔ اور فوراً تمام امرا کے اہل و عیال کو بعزت و حرمت بھیجدیا۔ اور پرینده کو چلا گیا۔ اب ایک سخت سرزنش آمیز فرمان محمود شاہ نے امرا کو لکھا۔ اور اونکی بے خبری اور غفلت پر بڑی لعنت و ملامت کی۔ امرا نے بیڑ کے میدان مین قیام کیا اور عظمت الملک پر اِس کا الزام لگایا۔ اس لیے محمود شاہ نے اُسے واپس بلا لیا۔ اور جہانگیر خان کو کولاس سے بلا کر بجائے اُسکی سر لشکری پر تین ہزار سوار دیکر بیڑ کو بھیجا۔ اسکی شجاعت کی اُسوقت دکن مین بڑی شہرت تھی۔ اُمرا اس کے ہمراہ پرینده کو روانہ ہوئے۔ خواجہ جہان جاگیر دار پرینده و شیولاپور بھی پرینده مین آیا اور اپنے بیٹے اعظم خان کو نظام الملک کے ہمراہ کیا۔ نظام الملک نے ایسے زبردست لشکر کے مقابلے مین وہان ٹھیر نا مناسب نہ سمجھا اور پٹن کو چلا گیا۔ پھر فتح اللہ عماد الملک سے مدد مانگی۔ مگر اُس نے کچھ توجہ نہ کی۔ جہانگیر خان پٹن مین پہونچا۔ نظام الملک جنیر چلا آیا۔ اور جیور کے گھاٹ سے اوپر آکر کوہستان مین مورچہ بندی کی اب نصیر الملک بھی قادر آباد سے مع فوج و سامان رسد و خزانہ نظام الملک سے آملا۔ گھاٹی کا راستہ بند کر دیا۔ اِس لیے جہانگیر خان ٹیکا پور کے گھاٹ

سے قصبہ ٹیکا پور مین نظام الملک کے راستے پر جا پڑا - اور برسات کے سبب سے ایک مہینے تک نظام الملک پر حملہ نہ کر سکا - چونکہ نظام الملک کو بھگوڑا سمجھ لیا تھا اُس کے آدمی رات و دن عیش و عشرت ناچ تماشے اور شراب و کباب مین مشغول ہو گئے - ۳ رجب ۸۹۵ھ کی رات تھی - نظام الملک نے اعظم خان کو ساتھ لیا - اور پچھلی رات روانہ ہو کر صبح ہی عین عالم غفلت مین جہانگیر خان کے لشکر کو آلیا - جہانگیر خان سید اسحاق سید لطف اللہ نظام خان فتح اللہ خان بڑے بڑے امیر مارے گیے اور جو باقی بچے گرفتار ہو گیے - جہانگیر خان کا تمام لشکر قتل ہو گیا - نظام الملک نے اُن امرا کے جو گرفتار ہوئے تھے سواے ستر کے کپڑے پھڑوا دیے اور بیلون پر سوار کرا اپنے لشکر مین پھرا کر چھوڑ دیا کہ وہ بیدر کو چلے جائین - یہ فتح اسکو ایسی نصیب ہوئی کہ پھر دشمنون کا اُسکے سامنے حوصلہ پست ہو گیا - درحقیقت سلطنت نظام شاہی کی ابتدا اسی فتح سے شروع ہوتی ہے - پھر نظام الملک نے اِس قصبہ کے پاس جہان فتح ہوئی تھی اپنی فتح کی یادگار مین ایک باغ لگایا اُسکا نام نظام باغ رکھا - اور اُسکو نہایت رونق دی جس سے اس جنگ کا نام جنگ باغ مشہور ہو گیا - اسکی اولاد اِس مقام کو اپنے لیے نہایت مبارک سمجھتی تھی - برہان نظام شاہ نے وہان قلعہ بنا کر اسے اپنا مسکن کیا - سواے اس کے احمد نظام الملک نے قصبہ جیور علما اور مشایخ کے لیے وقف کر دیا -

۸۹۵ھ

سلاطین بہمنیہ دکن کے غلامون کی سلطنتین

سلاطین نظام شاہیہ احمد نگر عادل شاہیہ بیجاپور عماد شاہیہ برار بریدشاہیہ بیدر قطب شاہیہ گولکنڈہ

۱۶۴ - احمد نظام الملک یوسف عادل شاہ و فتح اللہ عماد الملک کا خطبہ و چتر	جب ملک احمد نظام الملک کو یہ فتح نصیب ہوئی تو اُسنے بادشاہ سے تمام تعلقات ترک کر دیے - اور یوسف عادل خان

وفتح اللہ عماد الملک کے پاس ایلچی بھیجے کہ خطبون مین محمود شاہ کے نام کے بجاے اپنے اپنے
نام درج کرین اور جو لوازم شاہی ہین اُنہین علانیہ اختیار کرلین اور خود سب سے پہلے ۸۹۵ھ
کے آخر مین اپنا نام خطبہ مین پڑہوایا۔ اس زمانے مین بادشاہان دہلی گجرات مالوہ کا چتر شاہی
سفید ہوا کرتا تھا۔ اور سواے بادشاہون کے اور کسی کی مجال نہ تھی کہ چتر لگائے۔ ملک احمد
نظام الملک نے اپنا چتر بھی سفید بنوایا اور بادشاہون کی طرح سر پر لگایا۔ لیکن اِس سے اُسکے
بعض دوست رنجیدہ ہوگیے۔ خواجہ جہان حاکم پرندہ نے کہا کہ محمود شاہ کے زندہ ہوتے
ہوئے آپ کو یہ سزاوار نہین ہے۔ احمد نظام الملک نے اسوقت بڑی دانائی کی اور تمام سرداران
سپاہ کو جمع کرکے کہا کہ آپ جو کچھ کہتے ہین اُس سے مجھے کچھ عذر نہین ہے خطبہ سے
میرا نام نکال ڈالا جاے۔ لیکن چتر تو دفع حرارت آفتاب کے لیے ضروری چیز ہے کچھ سلطنت کے
لوازمات سے نہین ہے اُسکو مین رہنے دون گا۔ انہون نے کہا کہ اگر وہ سلطنت کی علامت
نہین ہے تو اُسکی ہر ایک کو اجازت دیجاے اِس لیے احمد نظام الملک نے چتر لگانے کی
اِس تاریخ سے سب کو اجازت دیدی۔ اپنے چتر مین فقط ایک سُرخ پھول کا امتیاز رکھا۔ باقی
تمام چتر بالکل سفید ہوتے تھے۔ اِسی زمانے سے دکن مین علی العموم چتر لگانے کا دستور
ہوگیا۔ حالانکہ ہندوستان مین مدت ہاے دراز تک چتر لگانا علامات شاہی مین تصور
کیا جاتا تھا۔ احمد نظام الملک کی اس نرمی سے اُسکے تمام امرا خوش ہوگیے۔ اور جب غور
کیا۔ اور محمود شاہ کی کمزوری اور نالائقی اُنکے خیال مین آئی اور احمد نظام الملک کی شان وشوکت
اور اقتدارات شاہانہ کو دیکھا۔ اور جانا کہ السیفُ لِمَن ضَرَب والملکُ لِمَن غَلَب تو سب نے
بالاتفاق دو مہینے کے بعد اُس سے درخواست کی کہ خطبے مین وہ اپنا نام داخل کرلے۔ اگرچہ
دل مین وہ راضی تھا مگر بظاہر کچھ دنون تک انکار کرکے آخر راضی ہوگیا۔ اور خطبہ اپنے نام کا

۸۹۵ھ

جاری کردیا۔ جس زمانے مین کہ یوسف عادل خان بیدر سے نکل گیا تھا تو دکھنی حبشی امیر
اُس سے ناراض ہوگیے تھے گو اُسکی فوج اورون سے اچھی تھی مگر چونکہ وہ شیعہ مذہب تھا
جسکے معتقدین دکن مین بہت کم تھے اسلیے اِس عرصے مین اُس نے کسی سے پرخاش
نہین کی۔ لیکن جب ملک حسن نظام الملک مارا گیا۔ اور دکھنی امرا کو یہان بیدر مین جگہ نہ ملی اور
اُسکے رفق و ملاطفت کو دیکھکر ان لوگون مین سے اکثر اُسکے پاس چلے گیے اور اُس نے
اپنے امثال واقران کے تعلقات گرد و نواح مین دیکھے۔ اور احمد نظام الملک نے بھی اُس سے
کہا تو اُس نے بھی سنہ ۸۹۶ھ مین بادشاہ بننے کا اظہار کیا۔ اور پانچ ہزار غریبون اور ترکون
نے اُسکی بادشاہی کا اقرار کیا۔ اور اُس نے خطبہ اپنے نام کا پڑھوا کر چتر لگایا پھر تو اسی
سن مین فتح اللہ عماد الملک بھی صاحب خطبہ او چتر بنا۔ اگرچہ احمد نظام الملک و فتح اللہ عماد الملک نے شاہ کا
لفظ اپنی حین حیات کبھی استعمال نہین کیا۔ لیکن یوسف نے خان کے بجاے لفظ شاہ
بھی اپنے نام کے ساتھ چسپان کرلیا۔ اور یوسف عادل خان سے یوسف عادل شاہ
بن گیا۔ چونکہ یہ ساوہ کا رہنے والا تھا اِس لیے ساوے کے بجاے اسے ہندوستانیون
نے سوائی بھی لقب دیدیا تھا۔ اور اُسے یوسف عادل شاہ سوای کہا کرتے تھے جس سے
ایک اور ایک ربع کے معنی نکلتے ہین۔

۸۹۶ھ

۱۶۵ - ملک قاسم برید کا خود مختار ہونا۔ قاسم برید ترک ایک مدت سے سر نوبت اور کوتوال شہر تھا۔
اب اُس نے جب دیکھا کہ محمود شاہ نرے میان مٹھو ہی ہین۔ تو منصب وکالت اور طرفداری
حوالی تخت گاہ پر قبضہ کرلیا۔ اور قصبہ جات قندہار اوسہ اودگیر کلیان اپنی جاگیر مین لے لیے
جب وہان کے قلعون پر قبضہ کرنے کا ارادہ کیا۔ تو بادشاہی قلعہ دارون نے قبضہ دینے
سے انکار کیا۔ محمود شاہ نے اُن امرا کو قاسم برید کے دفعیہ کا حکم دیا تو اُس نے دو تین مرتبہ

شکست دی۔ اور قریب تھا کہ محمود شاہ کو بیدر سے نکالدے کہ اتنے مین دلاور خان حبشی جو
سنہ ۸۹۱ھ مین ملک حسن کے خوف سے برہانپور کو بھاگ گیا تھا اور مدت سے موقع کا منتظر تھا
اس وقت سنہ ۸۹۷ھ مین ایک معقول فوج لیکر محمود شاہ کے پاس آگیا اور اُسکے حکم سے
قاسم برید کو ایسی شکست دی کہ وہ گولکنڈہ کی طرف بھاگا دلاور خان تعاقب مین روانہ ہوا جب
کولاس کے قریب پہونچا تو ایک مست ہاتی ستے جو دلاور خان کے لشکر مین چھوٹ گیا تھا
دلاور خان کو مارڈالا۔ یہ تو معمولی قاعدہ ہے کہ سردار کے مارے جاتے ہی پھر لشکر نہین لڑا کرتا
قاسم برید اس لطیفہ غیبی کو سُنتے ہی لوٹا۔ دلاور خان کے تمام لشکر کو لوٹ کر پھر بیدر واپس
چلا آیا۔ محمود شاہ نے بھی بہ مقتضاے وقت دکن کی رسم کے موافق قولنامہ اُسکی عفو تقصیر
کا لکھہ بھیجا۔ اور منصب وکالت اُسے عنایت کیا۔ پھر وہ دار الخلافت مین آیا۔ اب اُس کی حکومت
ایسی مستقل ہوگئی کہ محمود شاہ کی بادشاہی بجز نام کے مطلق نہین رہی۔ اور اسی وقت سے
قاسم برید کی بادشاہی بھی درحقیقت شروع ہوگئی۔

۱۶۶۔ راے بیجانگر اور بہادر گیلانی کا حملہ علاقہ بیجاپور پر

اِسوقت تک یوسف عادل شاہ نے کوئی فوجی کارروائی نہین کی تھی جس سے اُسکا کسی پر خوف بیٹھتا۔ جب قاسم برید کو
بادشاہ پر اس قدر غلبہ ہوگیا۔ تو نہ معلوم اُس نے کیون اور سب سے قطع نظر کی اور یوسف عادل
شاہ کی تخریب کے درپے ہوا۔ امیر قاسم برید سُنّی تھا۔ یوسف عادل شاہ شیعہ تھا۔ غالباً یہی سبب
معلوم ہوتا ہے ورنہ ملک گیری کے لیے تو دستور دینار حاکم گلبرگہ۔ اور خداوند خان حبشی حاکم ماہور
وغیرہ موجود تھے ان پر پہلے فوج کشی کرنا چاہی تھی اُس نے اِن سے تو کچھ پرخاش نہ کی۔ بلکہ
یوسف عادل شاہ سے خلاف مصلحت لڑائی مول لی۔ راے بیجانگر کو لکھا کہ یوسف عادلخان
نے بادشاہ سے مخالفت کرکے اپنے نام کا خطبہ پڑھوایا ہے۔ اگر آپ مدد کرکے اُس کو دفعہ

۸۹۷ھ

کرادین تو فوراً رایچور و مدگل آپ کو دیدیا جائیگا۔ اِس زمانے مین راجہ تو خرد سال تھا۔ مگر اُسکا
وزیر تمراج ملک کا مالک ہو رہا تھا۔ اور پہلے کی بہ نسبت اسوقت یہ راج پھر زور پڑ گیا تھا۔ تمراج
ایک لشکر کثیر سے یوسف عادل شاہ کے ملک پر حملہ آور ہوا اور خوب تاخت و تاراج کر کے
رایچور اور مدگل پر متصرف ہو گیا۔ بہادر گیلانی حاکم گوا نے بھی اِس زمانے مین بڑی ترقی کی
تھی اس وقت بندر دابل چول کلھر پنالہ کولاپور سے وار بلگوان مرچ تک اُسکے
قبضۂ اقتدار مین تھا۔ اُسکی فوج مین بارہ ہزار سوار اور بہت سے پیادے تھے۔ جزیرہ
مہایم (بمبئی) جو شاہانِ گجرات کے قبضے مین تھا اُسپر قابض ہو گیا تھا۔ اور جب محمود شاہ
بیکرہ گجراتی نے کمال خان و صفدر خان کو براہ دریا روانہ کیا تو انکو بھی کامل شکست دیکر قید
کرلیا۔ اور تمام اثاثہ شاہی اُن سے چھین لیا تھا۔ وہ اب احمد نظام الملک اور یوسف عادل
شاہ کی کچھ حقیقت نہ سمجھتا تھا۔ اِس لیے قاسم برید نے اِسے بھی یوسف عادل شاہ کے
برخلاف پر بھڑکایا۔ بہادر گیلانی تو اشارہ ہی چاہتا تھا فوراً یوسف عادل شاہ کے قلعے
جام کھنڈی پر دھر لپکا اور جاتے ہی اُسپر قبضہ کرلیا۔ اور ارادہ کیا کہ یوسف کو بیجاپور سے
نکال دے۔ اب یوسف عادل شاہ مین اتنی کہان جان تھی کہ ان دونون دشمنون مین سے
کسی ایک سے بھی مقابلہ کرسکے۔ اِس وجہ سے یوسف عادل شاہ بہت گھبرایا۔
اور جو اسکے محرم اسرار تھے اُن کو خیال ہوا کہ اب کارخانہ بالکل بگڑ گیا۔ بھاگ کر جان بچانا چاہیے
یوسف تو شیعہ تھا اُس نے کہا کہ مین ہمیشہ آئمہ معصومین اور شیخ صفی رحمۃ اللہ کی روح پر فتوح
سے استعانت کیا کرتا ہون اور وہ مجھے مدد دیا کرتے ہین اُمید ہے کہ وہ اب بھی میری اعانت
کرینگے اور مین مظفر و منصور ہونگا اور عہد کیا کہ اگر ان بلاؤن سے نجات ملجائے تو خطبہ مذہب
اثنا عشری پڑھواؤنگا۔ اور مذہب شیعہ کو رواج دونگا۔ بعد اسکے بیجانگر والون کو وہ سب علاقہ

دیدیا جو اُنہوں نے فتح کرلیا تھا۔ جس سے وہ اپنے ملک کو واپس چلے گیے۔ اور بہادر گیلانی کو جبراً اپنے علاقے سے نکالا لیکن قلعہ جام کھنڈی کو چھوڑ دیا۔

۱۶۷۔ احمد نظام الملک کی ملک اشرف پر حملہ کی تیاری۔

۸۹۶ھ احمد نظام الملک نے ۸۹۶ھ مین دندا راجپوری کی تسخیر کے لیے کوکن پر حملہ کیا۔ اور خود دس بارہ مہینے تک محاصرہ کرکے اُسے فتح کرلیا پھر یہ ارادہ کیا کہ دولت آباد پر بھی قبضہ کیا جائے مگر اُسکا لینا آسان نہ تھا ملک وحید اور ملک اشرف نے اِس ملک کا خوب انتظام کر رکھا تھا۔ دولت آباد کے مشہور و معروف مرہٹہ متمردون اور قطاع الطریقو نکا کامل استیصال کردیا تھا سرحد سلطان پور اور ندربار مین بکلانہ تک پتا نہین کھٹکتا تھا جس قدر مرہٹے تھے وہ سب بامن و امان گذران کرتے تھے رعایا راضی اور خوش اور ملک آباد و شاد تہا۔ دونون بھائی ملک حسن کی عنایت کو یاد کرکے احمد نظام الملک سے دوستانہ برتاؤ کرتے تھے۔ اِس لیے احمد نظام الملک نے فتح دندا راجپوری کے بعد اپنی بہن بی بی زینب ملک وحید سے منسوب کردی ایک ہی سال مین اُس سے ملک وحید کے ایک بیٹا بھی پیدا ہوا۔ لیکن جب ملک اشرف نے دیکھا کہ ملک وحید اور احمد نظام الملک سے دوستانہ تعلق بہت بڑھ گیا ہے۔ یہ ممکن نہین کہ ملک وحید کے بعد یہ حکومت مجھکو ملے اِس لیے اُس نے اپنے بھائی ملک وحید کو خادمون کے ذریعے سے قتل کرادیا۔ اور اُسکے بعد احمد نظام الملک کے بھانجے کو زہر دیدیا۔ جب احمد نظام الملک سے انتقام کا اندیشہ ہوا تو اُس نے حکام خاندیس و برار سے دوستی پیدا کی۔ اور محمود شاہ بیکرہ بادشاہ گجرات کو عرایض اور تحفے بھیجے۔ جب شوہر کے قتل کے بعد بی بی زینب جنیر کو بھائی کے پاس چلی آئی اور اُس نے انتقام کے لیے فریاد مچائی تو احمد نظام الملک نے فوج لیکر دولت آباد پر ۸۹۹ھ مین حملہ کی تیاری کی۔ اور قصبہ ٹیکا پور کے پاس باغ نظام مین آپڑا۔

۸۹۹ھ

۱۶۸- یوسف عادل شاہ کا حملہ قاسم برید پر -

اُدھر جب یوسف عادل شاہ کو بہادر گیلانی اور بیجانگر والون سے فرصت ملی تو اُس نے قاسم برید سے انتقام کی فکر کی - اور آٹھ ہزار سوارونکے ساتھ جن مین اکثر مغل ایرانی اور ترک شامل تھے بیدر کی طرف بڑہا قاسم برید نے بھی مقابلہ کی تیاری کی اور احمد نظام الملک کے یہان تاج الدین دکھنی اور دیوداس پنڈت کو بھیجکر امداد چاہی اور لکھا کہ اگر آپ اِس وقت یوسف عادل خان کے دفعیہ مین مدد دینگے تو مین آپ کا نہایت احسانمند ہونگا اور پھر دولت آباد کے محاصرے مین آپ کو مدد دونگا - نظام الملک نے خواجہ جہان حاکم پرینده کو ساتھ لیا اور باغ نظام سے دولت آباد کا ارادہ ترک کرکے قاسم برید کی امداد کو روانہ ہوا بیدر سے پانچ کوس پر متخاصمین کا مقابلہ ہوا - قاسم برید محمود شاہ کو بھی لایا تھا قلب مین بادشاہ اور میمنہ پر احمد نظام الملک اور میسرہ پر خواجہ جہان اور اُس کا بھائی کمان کر رہا تھا - امیر برید پسر قاسم برید ایک ہزار سوار سے کمک کے لیے الگ مستعد تھا - اُدہر یوسف عادل شاہ کے میمنہ پر دریا خان اور میسرہ پر فخر الملک ترک تھے اور غضنفر بیگ برادر رضاعی یوسف عادل شاہ جو اسی زمانے مین ساوہ سے آیا تھا ایک ہزار مغل تیر انداز لیے الگ کھڑا تھا - لڑائی شروع ہوئی - یوسف عادل شاہ اور دریا خان نے دشمن کو شکست دیکر بھگا دیا - مگر نظام الملک نے یوسف عادل شاہ کے میسرہ کو بڑا نقصان پہونچایا - فخر الملک ترک زخمی ہوکر بھاگا - اب یوسف عادل شاہ نے چاہا کہ احمد نظام الملک سے خود معرکہ آرا ہو مگر غضنفر بیگ نے کہا کہ ہمارا مقصد قاسم برید کی شکست تھی جب قاسم برید بھاگ گیا تو لڑنا بے فایدہ ہے - اِس لیے عادل شاہ اور نظام الملک مین پیغام سلام ہوئے - اور وہ ویسے ہی گھوڑون پر سوار اپنے اپنے ملکون کو لوٹ گیے مگر عامی ناظم عادل نامہ نے اِس لڑائی کو دوسری طرح بیان کیا ہے جو قرین قیاس ہے وہ لکھتا ہے کہ یہ لڑائی حوالی تلدرگ مین ہوئی - اور احمد نظام الملک اُسمین موجود نہ تھا - بلکہ خواجہ جہان

دکھنی میں اسکی طرف سے آیا تھا فتح قاسم بیدی کی ہوئی یوسف عادل شاہ بیجاپور کو بھاگ گیا۔ اور آخر ملک احمد اور بہادر گیلانی سے مصالحہ کرلیا۔

۱۶۹۔ یوسف عادل شاہ کا بیجانگر والون سے مدگل رایچور کا واپس لینا

چونکہ اسوقت راجہ بیجانگر کی خردسالی کے باعث امرائے بیجانگر مین باہم شکر رنجی ہورہی تھی اور آپسمین خوب چھن رہی تھی۔ اسلیے یوسف عادل شاہ نے ادھر سے فرصت پاتے ہی اپنے علاقے کی واپسی کیواسطے کوچ کیا راستے مین سیر و شکار کرتا ہوا کشنا کے کنارے پہونچا۔ وہان عیش و عیاشی مین مصروف ہوکر بیمار پڑگیا اور علی التواتر دو مہینے گھر سے باہر نکل سکا۔ چونکہ غضنفر بیگ سرانجام مہمات کیا کرتا تھا۔ اس لیے لوگون کو یوسف کے مرنے کا گمان ہوا۔ اور یہ خبر تمام اطراف واکناف مین پھیل گئی۔ تمراج نے سنتے ہی راجا کو ہمراہ لیکر رایچور کو کوچ کیا مگر راستے مین یوسف عادل شاہ کو صحت ہوگئی۔ اور سادات کربلائی کو صدقات تقسیم کیے گیے۔ اور بیس ہزار ہون خواجہ عنبر بیگ ہروی کو ساوی مین مسجد بنانیکے لیے دئے گیے یہ مسجد بنائی گئی اور ابتک وہان مسجد غریبان کے نام سے مشہور ہے۔ غرض کہ یوسف عادل شاہ نے اپنی فوج کا شمار کیا تو آٹھ ہزار سوار دو اسپہ و سہ اسپہ اور دو سو ہاتی نکلے جو اُس زمانے کے ساز و سامان سے نہایت عمدہ طور پر آراستہ و پیراستہ تھے پھر غضنفر بیگ مرزا جہانگیر و حیدر بیگ و داود خان امرائے لشکر کی صلاح سے آگے بڑھا۔ جب فریقین قریب ہوئے تو یوسف نے اپنے لشکر کے گرد خندق کھدواکر مورچہ بندی کی۔ ماہ رجب ۸۹۹ھ مین لڑائی ہوئی بیجاپوریون کے پانچ سو آدمی قتل ہوئے۔ اور تمام فوج منتشر ہوگئی۔ مگر عادل شاہ نے کچھ دور بھاگ کر غضنفر بیگ کی صلاح سے نقارہ عود بجوایا جس سے مرزا جہانگیر قمی پانچ سو سوار مغل ترک لیکر آملا پھر داود خان بھی سات سو افغان راجپوت سے واپس آگیا۔ اب عادل شاہ سوچ رہا تھا کہ کیا کرنا چاہیے کہ اتنے مین اُس کا ایک سلحدار

۸۹۹ھ

سویچک بہادر آذبک آکر بولا کہ ابھی دشمن کے ہاتون مین مین قید ہو گیا تھا اور وہ مجھکو پکڑ کرلے گئے تھے میرے ہتھیار اور گھوڑا اُنہون نے چھین لیا مین پیادہ پریشان پھر رہا تھا کہ ایک شخص گھوڑے پر سے گر پڑا مین نے جھپٹ کر اُس کا گھوڑا پکڑا اور چڑھ کر ادھر کو بھاگ آیا بیجانگر والون کی فتح ہو گئی اور لوٹ مار مین لگے ہوئے سب منتشر ہو گیے ہین۔ اگر آپ اِسوقت اُن پر حملہ کرین تو ابھی فتح ہوئی جاتی ہے۔ یہ سُنتے ہی یوسف کو ہمت بندھی اور ساڑھے تین ہزار آدمی جو اسوقت تک جمع ہو گیے تھے لیکر دشمن پر حملہ کیا۔ تمراج بھی آٹھ ہزار سوار اور پیادے تفنگچی اور تین سو ہاتی سے مقابل ہوا۔ مگر اُسوقت ہندؤون کو شکست ہوئی۔ راجہ زخمی ہو کر میدان سے نکل بھاگا اور راستے مین بیجانگر کو جاتے ہوئے مرگیا۔ چونکہ اُس کے مرنیکے بعد امرا مین فتنہ و فساد پیدا ہو گیے تھے۔ اِس لیے رایچور و مدگل پر چند روز مین یوسف عادل شاہ کا قبضہ ہو گیا یوسف عادل شاہ جب واپس آیا تو بیجانگر کی لوٹ مین سے دو زربفتی جوڑے چار گھوڑے جن کے زین لگام مرصع اور پیرون مین نعل زرین بندھے ہوئے تھے محمود شاہ کو بطور ہدیہ کے بھیجے

۰۷ احمد محمود شاہ والی گجرات کا محمود شاہ بہمنی کو بہادر گیلانی کی شکایت لکھنا۔

اِس زمانے مین بہادر گیلانی کا بڑا زور ہو رہا تھا وہ کسی سے نہین ڈرتا تھا احمد نظام الملک اور یوسف عادل شاہ کے علاقے پر تو وہ ہاتھ صاف کیا ہی کرتا تھا۔ دو سو جہاز یاقوت حبشی کے ہمراہ بھیجکر پہلے جزیرہ مہاہم کو لے چکا تھا۔ اب گجرات والون کے مکے کو چوبیس جہاز جاتے تھے اُس نے اُنہین بھی لوٹ لیا۔ اور اسوقت اُس کا ارادہ تھا کہ براہ دریا بندر سورت پر جو شاہان گجرات کے قبضے مین تھا حملہ کرے اِس سے محمود شاہ بادشاہ گجرات کو بڑا غصہ آیا۔ اور اُس نے ہاشم تبریزی کے ہاتھ ایک خط محمود شاہ بہمنی کو بھیجا اور اُسمین یہ سارا حال درج کر کے لکھا کہ اگر مین فوج بھیجتا ہون تو آپ کے ملک مین سے راستہ ہے۔ اور دریا سے بہت سی فوج جا نہین سکتی۔ یا تو آپ اسکا بندوبست

کرئے۔ اور اگر آپ مین جان نہو تو مجھکو لکھیئے کہ مین کسی سردار کو بھیجکر اُسے نیست و نابود کر دون
اِس خط کو دیکھکر محمود شاہ بہمنی کی رگ غیرت نے حرکت کھائی۔ اور قاسم برید سے کہکر فوج کشی کی
عبد الملک شوستری کو جو ایک معزز شخص تھا یوسف عادل شاہ کے پاس بھیجا اور ایسے
ہی احمد نظام الملک کے پاس بھی کسی کو روانہ کرکے طالب امداد ہوا۔ یہ لوگ تو پہلے ہی بہادر گیلانی سے
خار کھائے بیٹھے تھے۔ فوراً امداد کے لیے تیار ہوگیے۔ یوسف عادل شاہ نے پانچ ہزار آدمی
کمال خان دکھنی سرنوبت کے ہمراہ بادشاہ کی خدمت مین بھیجے اور ایسے ہی پانچ ہزار آدمی
احمد نظام الملک نے بھی مینا خان یا مبارز خان پسر خواجہ جہان ترک کے ساتھ روانہ کیے فتح اللہ
عماد الملک نے بھی ایک سردار کے ساتھ کچھ آدمیون سے کمک کی۔ اب سلطان محمود شاہ
نے بہادر گیلانی کو ایک فرمان بھیجا اور اُسمین لکھا کہ کمال خان و صفدر خان کو مع تمام اُن کے
مال و اسباب کے ہمارے پاس بھیجدو۔ جب بہادر گیلانی کو معلوم ہوا۔ کہ بادشاہ کا خدمتگار
فرمان لیئے آتا ہے تو راہدارون کو حکم بھیجدیا کہ قصبہ مرج سے اُسے آگے نہ آنے دین۔

۱۷۱۔ محمود شاہ کا بہادر گیلانی حاکم گوا پر فوج کشی کرکے اوسے قتل کرنا۔

جب محمود شاہ کو بہادر کی یہ سرکشی معلوم ہوئی اور لشکر بھی جمع ہوگیا تو وہ قلعہ
جام کھنڈی کو روانہ ہوا۔ اور قلعہ کی فتح کے لیے قطب الملک دکھنی
کو جو اس زمانے مین تلنگانہ کا طرفدار تھا مامور کیا۔ لیکن قطب الملک
دکھنی محاصرے کے زمانے مین ایک تیر کے لگنے سے مارا گیا۔ محمود شاہ نے اُسکا تابوت
دار السلطنت کو بہ توقیر تمام بھیجدیا۔ اور سلطان قلی خواص خان ہمدانی کو قطب الملک کا خطاب
دیکر کوتگیر دورکی وغیرہ پرگنات تلنگ جاگیر مین دیدئے۔ چند روز مین اہل قلعہ نے بوعدہ امان
قلعہ محمود شاہ کے حوالے کر دیا۔ محمود شاہ کا منشا تھا کہ وہ قلعہ سلطان قلی ہمدانی کو دیدیا جائے
مگر قاسم برید نے محمود شاہ سے کہا کہ یہ مقام پہلے یوسف عادل شاہ کے متعلق تھا اب

فتح کے بعد بھی اُسی کو دینا مناسب ہے چنانچہ وہ قلعہ یوسف عادل شاہ کے سردار کمال خان دکھنی کے سپرد کر دیا گیا۔ چونکہ بہادر گیلانی کو یہ خیال تھا کہ دوسری طرف سے یوسف عادل شاہ کہین حملہ نہ کرے۔ اس لیے وہ منگلیر کے قلعہ مین پڑا ہوا تھا جسے اُسنے اُس زمانے مین بنالیا تھا۔ مگر جب جام کھندی کی فتح کے بعد محمود شاہ کا کوچ منگلیر کی طرف ہوا تو بہادر گیلانی وہان سے بھاگ گیا۔ تین روز مین وہ قلعہ فتح ہوگیا۔ بعض اہل قلعہ نے یہان سے بھاگ کر مرچ مین جاکر پناہ لی۔ جب محمود شاہ مرچ مین پہونچا۔ تو قلعہ والے نکلے۔ اور ایک لڑائی لڑکر قلعے مین جا چھپے قاسم برید نے محاصرہ کیا۔ اور یہ صلاح ٹھیری کہ نقب لگاکر قلعہ کا پانی خندق مین لے آئین تاکہ قلعہ والے بے آبی سے مجبور ہو جائین۔ اور قلعے کے برجون کے مقابلے مین باہر بھی برج بنائین۔ جہان سے قلعہ والون پر تیر تفنگ برسائے جائین ضابطِ قلعہ نے اِن ارادون کو سنکر قلعہ بوعدہ امن دیدیا۔ یہان تک تو بیان اُن لوگون کے متعلق تھا جو قلعہ مرچ مین بھاگ کر گیے تھے مگر صاحب تاریخ قطب شاہی نے اِس روایت کی زیادہ تفصیل کی ہے اُس نے لکھا ہے کہ قلعہ مرچ ایک مرہٹہ پوٹہ نایک کے قبضے مین تھا جو بہادر گیلانی کے توابع مین سے تھا جسکے پاس بہت فوج تھی۔ محاصرہ کے زمانے مین وسوتا یک پسر پوٹہ فوج لیکر باہر نکلا۔ اور سلطان قلی خواص خان ہمدانی نے اُسکو تلوار سے قتل کیا پھر پوٹہ نایک نے بہ خوف جان اطاعت قبول کی۔ بادشاہ نے اِس جلدو مین سلطان قلی پر بڑی مہربانی کی۔ اور غالباً اسی جگہ خطاب بھی قطب الملک کا اُسکو دیا۔ غرض کہ بعد فتح قاسم برید نے مغل اور ترک سپاہیون کے گھوڑے اور ہتھیار چھین لیے۔ اور بادشاہ کی طرف سے حکم سنا دیا کہ جو شخص نوکری کرے اُسکو حسب حیثیت تنخواہ جاگیر دیجائے گی۔ اور جو شخص کہ بہادر کے پاس جانا چاہے اُسکو جانے کا اختیار ہے بہادر کے سپاہی بولے کہ قلعہ ہتھیار گھوڑے تو ہم نے آپ کو دیدیے اب ہم کس مُنھ سے بہادر کے پاس

جائین۔ اِس سے تو ہماری موت بہتر ہے ہمین آپ قتل کا حکم دیجئے۔ یہ سنکر محمود شاہ کو اُن کا
اخلاص نہایت پسند آیا اور اُنکے گھوڑے ہتھیار اُنہین دلوا دیئے۔ اب لشکر پاوہ مین گیا۔
بہادر گیلانی کے دوست آشنا جو اب محمود شاہ کے لشکر مین کچھ شامل ہو گیے تھے اُنہون نے
بہادر کو لکھا کہ سلطان کی تجھپر عنایت ہے اگر تو پیشکش بھیجے اور معذرت کرے تو یہ ملک سب
تجھی کو دیکر واپس چلا جاے گا۔ اِس نصیحت کا اُس پر قدرے اثر ہوا۔ اور اُس نے نعمت اللہ
تبریزی کو اظہار اطاعت کے لیے بھیجا۔ اتفاقاً اُسی روز ۲۷۔ رجب ۸۹۹ھ کو محمود شاہ کے
یہان ایک لڑکا پیدا ہوا۔ جس کا نام احمد رکھا گیا۔ محمود شاہ کو بیٹے کے پیدا ہونے کی بڑی
خوشی ہوئی۔ اور اُس کو یمنت قدوم خواجہ نعمت اللہ سے منسوب کیا۔
اور اُس بہانہ سے بہادر گیلانی کا قصور معاف کیا۔ خواجہ نعمت اللہ نے
بہادر کو لکھا کہ جلد آؤ۔ بادشاہ نے آپکی درخواست کو منظور کر لیا ہے۔ اسوقت محمود شاہ اور
قاسم برید دونون کو یہ منظور نہ تھا کہ بہادر گیلانی کو تباہ کرین۔ کیونکہ وہ یہ جانتے تھے کہ اگر اُس کو
تباہ کر دیا گیا تو اُنہین کچھ فایدہ نہوگا۔ اور اُنکے نئے مقرر کیے ہوئے عہدہ دار اُس ملک کو جو
دار الخلافت سے ایک فاصلہ بعید پر ہے احمد نظام الملک اور یوسف عادل شاہ جیسے زبردست
ہمسایون سے ہرگز بچا نہین سکتے مگر اس بد دماغ نے معافی قصور کو اُن کی کمزوری پر محمول
کیا۔ اور بادشاہ کے پاس نہ آیا۔ اسلیے محمود شاہ پاوہ سے کلھر کو گیا۔ یہان بھی بہادر گیلانی
نے ایک بڑا مضبوط قلعہ بنایا تھا۔ مگر یہ بھی محمود شاہ نے لے لیا۔ جب ملا شمس الدین طارمی نے
جو بہادر کی طرف سے بندر دابل کا حاکم تھا سنا تو باتفاق کدخدایان محمود شاہ کی خدمت مین حاضر
ہو گیا اب تو بہادر کی بہادری نے پرواز کیا وہ قلعہ پنالہ مین جو سب سے مضبوط مقام تھا پناہ لینے گیا
محمود شاہ نے یہ سمجھکر کہ اُس کی فتح مین عرصہ لگیگا کولا پور کا رخ کیا۔ کہ وہان سے بندر دابل مین

۸۹۹ھ

جاکر سمندر کی سیر کری۔ بہادر نے اس لیے پنالہ کو چھوڑا۔ اور کولاپور مین آیا۔ کہ بادشاہ کا راستہ روک کر اڑے۔ مگر پھر ہراسان ہو کر بھاگ گیا۔ اِس وقت اُسکے خوف و اضطراب کو دیکھکر اکثر لوگ اُس سے جدا ہو گیے۔ انمین سے کچھ تو بادشاہ سے مل گیے۔ اور کچھ یوسف عادل شاہ کے پاس چلے آئے۔ اب بادشاہ نے باستصواب قاسم برید خواجہ جہان دکھنی حاکم پرینده کو جو بادشاہ کی خدمت مین موجود تھا اور عین الملک اور بیناخان سرلشکر نظام الملک کو قلعہ پنالہ کے ضبط کے لیے روانہ کیا تاکہ بہادر پھر پنالہ مین نہ پہونچے اور خود برسات آجانے کے باعث کولاپور مین ٹھیرا اب بہادر کے چھکے چھوٹے۔ خواجہ نعمت اللہ تبریزی اور خواجہ مجدالدین کو عرضی دیکر بھیجا۔ کہ اگر قولنامہ بہ مہر اقدس و دستخط قاسم برید مرحمت ہو تو مین خدمت مین حاضر ہوتا ہون محمود شاہ اور قاسم برید کو تو ملک گیری و ہان کی منظور ہی نہ تھی۔ فوراً قولنامہ بھیجا۔ اور مزید اطمینان کے لیے خواجہ نعمت اللہ کے ساتھ شرف العمل صدر جہان اور زین الدین حسن قاضی کو بھی روانہ کیا۔ ایک نالہ پر یہ لوگ ٹھیر گیے۔ خواجہ نعمت اللہ نے جاکر سب کیفیت بیان کی۔ مگر اُس کی راے پھر پلٹ گئی۔ قطب الملک اور قدم خان بھی گیے اور سمجھایا۔ گو اُس نے ان کی تعظیم و تکریم کی۔ مگر نصیحت نہ سنی صدر جہان اور قاضی نے بھی جاکر جو کچھ کہنا تھا سب کچھ کہا۔ مگر اُسکو قاسم برید کا ایسا خوف تھا کہ وہ ہرگز نہ آیا۔ بلکہ کہلا بھیجا۔ کہ اگر بادشاہ مرچ کو چلا جاے اور خواجہ پنالہ سے ہٹ جاے تو مین حاضر ہونگا۔ اس لیے محمود شاہ نے خواجہ کو بہادر گیلانی کی تادیب پر مقرر کیا۔ اور قطب الملک کو پنالہ کی طرف بھیجا۔ کہ بہادر وہان نہ جا چھپے جس سے قضیہ کو طول ہو۔ اب بہادر دو ہزار سوار اور بارہ ہزار پیادے اور بہت توپ تفنگ لیکر خواجہ کے مقابل ہوا۔ نہایت سخت لڑائی ہوئی عین لڑائی مین ایک تیر بہادر کے پہلو مین لگا اور وہ فوراً مر گیا۔ زین خان خواجہ کے بھائی نے یا بیناخان نے اُسکو نیزہ مار کر زین سے کھینچ لیا۔ خواجہ نے اُسکا سر کاٹا۔ اور بادشاہ کی خدمت

مین حاضر ہوا۔ بادشاہ نے خواجہ پر بڑی عنایت کی اور اس جلدو مین اُسے خلعت خاصہ وغیرہ دیکر اُسکے خطاب مین لفظ مخدوم کا زیادہ کردیا پھر بادشاہ پنالہ کو گیا۔ اور ملک الیاس المخاطب بہ عین الملک کنعانی بہادر کے بھائی ملک سعید کو تسلی و دلاسا دیکر بہادر کے تمام مال واسباب کے ساتھ بادشاہ کی خدمت مین لایا۔ اب محمود شاہ نے اسی عین الملک کو بہادر کے بجاے وہان کا حاکم مقرر کیا۔ اور واپس کی سیر کر کے مراجعت کی۔

۱۷۲۔ محمود شاہ کی بیدر کو براہ بیجاپور مراجعت اور گجراتی ایلچیون کی رخصت

جب محمود شاہ بیجاپور کے قریب پہونچا تو یوسف عادل شاہ نے غضنفر بیگ آغا کو بعض امرا کے ساتھ بادشاہ کی خدمت مین بھیجا اور بیجاپور کو تشریف لانے کی درخواست کی محمود شاہ نے قاسم برید کے مشورے سے لشکر کو بیدر روانہ کیا۔ اور آپ اپنے امرا کے ساتھ بیدر کی طرف مراجعت کی یوسف عادل شاہ نے بڑے اعزاز واکرام کے ساتھ استقبال کیا۔ اور بیجاپور کے قلعہ ارک مین جسے اُس نے ابھی گچ و سنگ سے بنوایا تھا دس روز تک ٹھیرایا۔ اور گگن محل مین اُتارا۔ اور بادشاہون کی طرح سے اُسکی دعوت کی۔ اور بہت سے تحفے تحایف پیش کش کیے محمود شاہ نے صرف ایک ہاتی لے لیا۔ اور باقی کو واپس کر کے خفیہ کہلا بھیجا کہ اگر یہ مین لیجاؤن گا تو قاسم برید اُسے لے لیگا اس لیے یہ امانتاً اپنے پاس رکھ لیجیے۔ اور کسی طرح سے مجھے قاسم برید کے ہاتھون سے چھوڑا دیجئے۔ اُسکے بعد یہ میرے پاس بھیجدینا۔ اگرچہ یوسف عادل شاہ قاسم برید سے اُسے چھُڑا سکتا تھا۔ مگر اُسے اپنے مصالح ملکی کے خلاف سمجھکر اِس بہانے سے ٹالدیا۔ کہ یہ کام بغیر امداد احمد نظام الملک و فتح اللہ عماد الملک کے نہین ہوسکتا۔ اس لیے آپ دار الخلافت کو تشریف لیجائیے۔ مین اِن دونون کو متفق کر کے اسکا علاج کرونگا۔ بادشاہ خوش ہوگیا اور بچیس ہزار ہون عادل شاہ نے خفیہ محمود شاہ کو دئے اور قطب الملک ہمدانی اور قاسم برید

کو تحفے تحایف دیکر رخصت کیا۔ جب محمود شاہ بیدر مین آیا۔ تو محمود شاہ گجراتی کے ایلچیون کو رخصت کیا اور بہت سے نقود احمر و ابیض کی علاوہ چند تازی گھوڑے پانچ من مروارید بوزن دہلی پانچ ہاتی۔ ایک خنجر مرصع برسم سوغات سلطان محمود شاہ گجراتی کو بھیجے۔ اور کمال خان و صفدر خان وغیرہ مردمان گجراتی کو جنہین بہادر گیلانی نے قید کر لیا تھا اُن کے بیس جہازون سمیت ایلچیون کے حوالہ کیا۔

۱۷۴۔ دستور دینار کی محمود شاہ سے سرکشی اور اوس کا انجام۔

دستور دینار خواجہ سراے حبشی ایک مدت سے حسن آباد کا سرلشکر تھا۔ اور دریاے بھینورہ اور تلنگانہ کے درمیان گلبرگہ ساغر ادنیکر النند گنجوتی وغیرہ کے پرگنات سب اُسکے قبضے مین تھے۔ اور جب سے کہ قطب الملک دکھنی مارا گیا تھا تلنگانہ کا انتظام بھی اسی کے سپرد تھا۔ اسی لیے اسکو بھی بادشاہی کی ہوس ہوئی مگر محمود شاہ نے سلطان قلی خواص خان قطب الملک ہمدانی کو کوکن سے آتے ہی سنہ ۹۰۱ھ مین تلنگانہ کا طرفدار مقرر کیا۔ اور گولکنڈہ اور ورنگل اُسکی جاگیر مین اور زیادہ کر دیا اب دستور دینار کے پاس صرف وہی گلبرگہ کا صوبہ رہگیا۔ چونکہ کوکن کی طرف تمام منصب دار بہادر گیلانی کے ساتھ ہو گیے تھے۔ اور بادشاہ سے بغاوت کے وقت بہادر کا ساتھ دیا تھا۔ اِس لیے یہان گلبرگہ مین جس قدر منصب دار تھے قاسم برید نے دستور دینار کی طاقت گھٹانے کیواسطے اُس سے جدا کر کے شاہی خاصہ خیل مین شریک کر لیے۔ پھر اُس زمانے سے یہ منصب دار زمرہ امرا مین کبھی داخل نہین ہوے ہمیشہ لشکر شاہی مین سلحدارون کی طرح رہا کیے۔ یہ منصب دار جو سلحدارون مین شامل ہوئے بستی سے پانصدی تک کے تھے اور اُن کو سرگردہ اور حوالدار بھی کہتے تھے۔ باقی اِس سے اوپر کے منصبدار امرا سمجھے جاتے تھے۔ غرض اِس سے دستور دینار کو بڑا غصّہ آیا۔ اور ملک احمد نظام الملک کو لکھا۔ کہ یوسف عادل شاہ کی اعانت سے

فتح اللہ عماد الملک صاحبِ خطبہ و سکہ ہوگیا۔ اگر آپ مجھپر مہربانی کرین تو مین بھی آزاد ہو کر منصب
شاہی حاصل کرون۔ چونکہ ملک حسن دستور دینار کو اپنا فرزند کہا کرتا تھا۔ اِس لیے احمد نظام الملک نے
اُسکی اعانت کرنا منظور کرلیا۔ اب دستور دینار نے قصبات و مواضع قرب وجوار پر جنکا دار الخلافت
سے تعلق تھا قبضہ کرکے قاسم برید کے دوستون کو ہٹادیا اور اپنا خطبہ پڑہوایا۔ اس وجہ
سے ملک قاسم برید نے محمود شاہ کی طرف سے یوسف عادل شاہ کو کمک کے لیے پیغام بھیجا۔
یوسف عادل شاہ کو اب اپنی طاقت پر اطمینان حاصل تھا۔ اسلیے وہ چاہتا تھا کہ کسیطرح دستور دینار
کو مار کر اِس علاقے پر قبضہ کرے فوراً غضنفر بیگ آغا کو مع امراے معتمد روانہ کیا۔ اور بادشاہ
کو لکھا کہ مین خود اِس سبب سے نہین آیا ہون۔ کہ اگر مین آؤن گا تو ملک احمد نظام الملک بھی آئیگا۔
اور جھگڑا زیادہ بڑھ جائیگا۔ مگر اسی مین خبر آئی کہ خواجہ جہان ملک احمد کے اشارے سے فوج
لیے دستور دینار کی مدد کو جارہا ہے۔ اور ملک احمد بھی سفر کی تیاری مین مصروف ہے۔ اسلیے
یوسف عادل شاہ بھی خود غضنفر بیگ کے ساتھ آکر شامل ہوگیا۔ اور قاسم برید کو معہ بادشاہ کے
طلب کرکے دستور دینار پر چڑھ گیا۔ محمود شاہ نے لڑائی کے وقت میمنہ پر یوسف عادل شاہ و
فخر الملک دکھنی کو اور میسرہ پر قاسم برید اور اُسکے بڑے بیٹے جہانگیر خان کو مقرر کیا۔ اور قطب الملک
کو امداد کے لیے رکھا۔ دستور دینار کے پاس آٹھ ہزار فوج تھی۔ اِس کے مقابل مین خواجہ جہان
کے بارہ ہزار آدمی تھے۔ فریقین مین خوب لڑائی ہوئی۔ محمود شاہ کے میمنہ اور میسرہ والون نے
دشمن کے میمنہ اور میسرہ کو منتشر کردیا۔ مگر دستور دینار نے قلب لشکر پر حملہ کیا۔ اور کسی قدر نقصان
پہونچایا کہ یکایک قطب الملک اپنی فوج سے آگے بڑہا۔ اور دستور دینار کی فوج مین تزلزل ڈالدیا
جس سے دستور گرفتار ہوگیا۔ اور قاسم برید نے بادشاہ سے اُس کے قتل کا حکم لے لیا۔ مگر
یوسف عادل شاہ نے جب غور کیا تو اِس سے قاسم برید کو فایدہ ہوتا تھا۔ اور ملک اُس کے

ہاتھ آتا تھا۔ اس لیے یوسف عادل شاہ نے بادشاہ سے سفارش کی اور دستور دینار کو اسکا ملک
بدستور سابق دلوا دیا۔ جس سے اسے دو فائدے ہوئے۔ ایک قاسم برید کی قوت نہ بڑھی دوسرے
ملک احمد سے بھی اسوقت کچھ جھگڑا نہ ہوا۔ اسوقت قلعہ ساغر مین کچھ باغی جا کر چھپے تھے۔ اسلیے
بادشاہ وہان پہونچا۔ اور محاصرے کے بعد قلعہ بیرونی کے فتح ہونے پر محصورین نے بوعدہ
امن قلعہ خالی کر دیا۔ بادشاہ نے یہ قلعہ یوسف عادل شاہ کو دیدیا۔ اور دار السلطنت کو مراجعت کی

۱۷۴۔ قاسم برید کے قبضے سے محمود شاہ کی آزادی مگر بے فائدہ

۹۰۲ھ

۹۰۲ھ مین یوسف غلام دکھنی تغرش خان دکھنی و مرزا شمس الدین و نعمت اللہ وغیرہ نے صلاح کی اور دولت خانہ
کے ترکون کو بھی جو قاسم برید کے تسلط سے ناراض ہو رہے تھے اپنے ساتھ ملا لیا
اور ارادہ کیا کہ قاسم برید کو قتل کر ڈالین مگر یہ راز فاش ہو گیا۔ قاسم برید نے ان سب کو قتل کرا دیا۔ اور
ان کے شرکا کی فکر مین ہوا۔ چونکہ اس سے قاسم برید کی قوت بڑھتی تھی جسکی روک تھام پھر مشکل
پڑ جاتی۔ اس لیے دستور دینار نے جو اسوقت اس کا بڑا مخالف تھا اور یوسف عادل شاہ نے
جو اسکا جانی دشمن تھا اور اسکی وجہ سے قطب الملک نے اتفاق کر لیا۔ اور چاہا کہ قاسم برید کو خاک مین ملا دین مگر قاسم برید
محمود شاہ کے پاس تیغ و کفن لیکر چلا گیا اور منت و سماجت کر کے اپنا قصور معاف کروا لیا۔ اس پر
اس نے قطب الملک کو بتوسط سادات لکھ بھیجا۔ کہ اب اس کا قصور معاف کر دو قطب الملک نے
سب کو بطریق دوستانہ اپنے اپنے ملکون کو واپس کرا دیا۔ اور قاسم برید کو لکھدیا۔ کہ وہ بیدر کو
چھوڑ کر اوسہ و قندھار کی طرف چلا جائے اور وزارت سے کچھ تعلق نہ رکھے۔ مگر محمود شاہ ترکون
سے ایسا ناراض ہوا۔ کہ ایک مہینے تک کسی کا سلام نہ لیا۔ تب انھون نے شاہ محب اللہ کی
وساطت سے معذرت چاہی اور اس نے طوعاً و کرہاً اسے منظور کر لیا۔ مگر پھر اسی شراب و کباب
رنڈی بھڑوون مین جا پڑا کہ جس سے اس کی صولت و عظمت اقاصی و ادانی کے دل سے

جاتی رہی - اور قاسم برید کے قبضے سے جو اُسکو آزادی ملی تھی اُس سے اُسے کچھ فایدہ نہوا -

۱۷۵ - یوسف عادل شاہ کی گلبرگہ لینے کی تدابیر اور اُسپر حملے -

۹۰۳ھ

سنہ ۹۰۳ھ مین محمود شاہ نے اپنے بیٹے احمد چار سالہ کی بی بی ستی مریک سالہ دختر عادل شاہ سے منگنی کی درخواست کی اور گلبرگہ مین جو بیدر اور بیجاپور کا وسط ہے دونون سمدھی جمع ہوئے - براتیون مین قطب الملک گولکنڈہ سے اور قاسم برید اودسہ قندہار سے اور خواجہ جہان پرندہ سے آئے عبد السمیع قاضی عسکر نے نکاح پڑھایا اور یہ ٹھیرا کہ جب لڑکی دس سال کی ہوجائے تو دولہ کے پاس بھیجدیجائے اس تقریب سے محمود شاہ کا تو یہ مطلب تھا کہ قاسم برید کے مقابلے مین مجھے آزادی ملے اور یوسف عادل شاہ کا یہ مقصد تھا کہ کسی طرح گلبرگہ الند گنجولی کلیان ہاتھ آجاے - چنانچہ یوسف عادل شاہ نے محمود شاہ سے کہا کہ اگر آپ قاسم برید سے خلاصی چاہتے ہین تو حسن آباد گلبرگہ مجھے دیدیجیے - مین یہان اپنی فوج رکھون گا - اور جس وقت موقع ہوگا قبل اس سے کہ احمد نظام الملک کو خبر ہو بہت جلد مین قاسم برید کا کام تمام کردونگا - محمود شاہ کے پاس ایسی باتون کا جواب بجز ہان کے اور کیا تھا - اُس نے کہدیا کہ بہت اچھا - یوسف عادل شاہ تو پہلے ہی تجویز کر کے گیا تھا - اور قطب الملک کو بھی گانٹھ لیا تھا وہ ہم مذہبی کے باعث سے یوسف کی طرف ہو گیا گو دستور دینار دعوی کر رہا تھا کہ دریاے بھینورہ سے گلبرگہ اینکر تک مُلک اُسکا ہی ہے مگر غفلت مین پڑا تھا - کہ یکایک یوسف عادل شاہ نے مارنا شروع کیا - چونکہ محمود شاہ تو کسی لایق ہی نہ تھے قاسم برید سے اُس نے فریاد کی - مگر قاسم برید اور خواجہ جہان اِس وقت کچھ نہ کر سکے - اور مجبوراً ان تینون کو الند کی طرف بھاگنا پڑا - اب محمود شاہ یوسف عادل شاہ و ملک قطب الملک و ملک الیاس عین الملک حاکم گواشادی کو طلے کر کے اُن کے پیچھے گیے گنجوتی کے میدان مین لڑائی ہوئی - گو ملک الیاس عین الملک مارا گیا - مگر یوسف عادل شاہ کی

فتح ہوئی۔ اور قاسم برید وغیرہ اِدھر اُدھر بھاگ گیے۔ بادشاہ نے یوسف عادل شاہ کی سفارش سے ملک الیاس کے بیٹے میان محمد کو اُس کی جگہ حاکم گو امقرر کر دیا اور عین الملک کا اُسے بھی خطاب عنایت کیا۔ چونکہ اس وقت زیادہ گنجایش نہ تھی اِس لیے یوسف عادل شاہ نے قاسم برید کی سرکوبی کو سال آیندہ پر موقوف رکھا۔ اور سب اپنے اپنے مقامات کو واپس چلے گیے۔ اب قاسم برید پھر بیدر مین آگیا۔ اور محمود شاہ کو ایسا مجبور کر دیا۔ کہ وہ قاسم برید کی بلا اجازت پانی بھی نہین پی سکتا تھا۔ سنہ ۹۰۴ھ مین یوسف عادل شاہ نے دستور دینار پر چڑھائی کی۔ مگر دستور دینار قاسم برید کی راے کے بموجب ملک احمد نظام الملک کے پاس چلا گیا۔ ملک احمد آندھی کی طرح سے یوسف عادل شاہ پر جھپٹا کہ اُسے بیجاپور کو واپس آنیکی فرصت نہ ملی۔ اور اُسے مجبوراً بیدر کو بھاگنا پڑا۔ اور اُس نے قطب الملک اور فتح اللہ عماد الملک سے مدد کی درخواست کی محمود شاہ نے ملک احمد کو لکھا۔ کہ وہ یوسف عادل شاہ کے ملک پر دست درازی نہ کرے۔ اِسلیے ملک احمد نے اولاً کنارہ کشی کی۔ اور سلطان کو ایک عرضی لکھکر بھیجی کہ دستور دینار حسن آباد گلبرگہ کا ایک قدیمی مقطع دار ہے براہ مہربانی یوسف عادل شاہ سے کہدیجیے کہ وہ اُسے دق نہ کیا کرے۔ اس لیے بادشاہ نے یوسف عادل شاہ کو اس وقت اُسکے چھیڑنے سے منع کر دیا۔

۹۰۴ھ

۱۷۶۔ احمد نظام الملک کے دولت آباد پر حملے اور احمد نگر کی بنا۔

جب سنہ ۹۰۵ھ مین احمد نظام الملک قاسم برید کی مدد سے واپس پھرا (دیکھو فقرہ۔ ۱۶۸) تو اس واپسی کے ہی وقت اُس نے دولت آباد کا محاصرہ کر لیا مگر دو مہینے کے بعد اُس کو اُس قلعہ کے موقع سے معلوم ہوا کہ اُسکی تسخیر آسان نہین ہے اِس لیے محاصرہ اُٹھا کر جنیر کی طرف روانہ ہوا۔ جب نظام باغ مین پہنچا تو اُس نے یہ سوچا کہ اس جگہ ایک شہر بنایا جاے اور لشکر رکھا جاے جب خریف و ربیع مین

فصل کے درو کا وقت آئے تو اس لشکر سے دولت آباد پر تاخت و تاراج کیجا یا کرے اس سے ممکن ہے کہ اہل قلعہ غلہ کے نہ رہنے کے باعث طالب امان ہو کر قلعہ دیدین۔ اس لیے باغ کے مقابل سین ندی کے کنارے جو دریائے پہنورہ مین آکر ملتی ہے ایک شہر کی بنا ڈالی۔ یہ اُس نے سُنا تھا کہ احمد شاہ گجراتی نے احمد آباد گجرات کا نام احمد آباد اس وجہ سے رکھا ہے۔ کہ اُس کا اور اُس کے وزیر اور اُس کے قاضی کا نام احمد تھا۔ اب یہان بھی یہی صورت ہوئی کیونکہ نظام الملک کا اور نصیر الملک گجراتی وزیر نظام الملک اور قاضی شہر کا نام احمد تھا۔ اس لیے اس نے اس شہر کا نام احمد نگر رکھدیا۔ اور سال مین دو دفعہ دولت آباد پر حملے کرنا شروع کیے۔ اور ہر حملے مین زراعت اور غلے کو تباہ برباد کر دیتا اور مکانون کو جلا دیا کرتا تھا۔

۱۷۷۔ احمد نظام الملک کا میران عینا کی مدد کے لیے سلطان محمود شاہ گجراتی سے مقابلہ۔

میران عینا کے زمانے مین خاندیس کی حکومت کو بڑا استقلال ہو گیا۔ رایان اطراف کو اُس نے مطیع کیا۔ مقدم گونڈوانہ و گڈھ اُس کے فرمان بردار ہو گیے۔ گولی اور بھیلون نے جن کا پیشہ چوری اور قطاع الطریقی تھا نیک چلنی اختیار کر لی۔ آسا اہیر کے قلعہ کے روبرو ایک اور قلعہ بنا کر اُس کو نہایت استحکام دیا۔ اور برہانپور کے قریب دریائے تاپتی کے کنارے قلعہ بنا کر اُس کو اپنا اقامت گاہ کیا۔ چونکہ اُس کے ملک کا بڑا حصہ گونڈوانہ کا جنگل تھا اس لیے اپنا نام سلطان جھارکھندی مشہور کیا۔ فتح اللہ عماد الملک سے دوستی پیدا کی۔ احمد نظام الملک سے یہان تک رسوخ بڑھایا۔ کہ دولت آباد کی تاخت کے لیے علی الدوام دو ہزار سوار اُسکے ہمراہ بھیجا کرتا تھا اس وجہ سے اُسکو ایسا غرور ہو گیا کہ کئی سال تک محمود شاہ والی گجرات کو معمولی خراج نہ بھیجا۔

ناچار سنہ ۹۰۰ھ مین سلطان محمود شاہ گجراتی میران عینا کی تادیب کے لیے روانہ ہوا۔ اسی مین ملک اشرف نے اُس کی تیاری سفر کی کیفیت سنکر اُسے ایک عرضی بھیجی۔ کہ دولت آباد کا قلعہ

۹۰۰ھ

ایک عرصے سے میرے قبضے مین ہے سلطان محمود شاہ بہمنی کو امرا نے مغلوب کر رکھا ہے۔ اِس لیے احمد نظام الملک حاکم احمد نگر ہر سال اپنی فوج یہان لایا کرتا ہے اور اب بھی محاصرہ کیے ہوئے ہے۔ اگر اِس بلا سے آپ مجھے نجات دلادین تو مین معقول پیش کش اور تحفے خدمت مین گزرانون گا۔ جب محمود شاہ گجراتی سلطانپور نندربار کے قریب پہونچا اور اُس نے پہلے خاندیس کا ارادہ کیا تو میران عینا نے احمد نظام الملک سے امداد چاہی۔ یہ سنتے ہی احمد نظام الملک پندرہ ہزار سوار سے برہانپور روانہ ہوا۔ اور فتح اللہ عماد الملک بھی میران عینا کی مدد کو پونہچا۔ اِس عرصے مین محمود شاہ گجراتی اسیر مین جا پہونچا۔ احمد نظام الملک کے وزیر احمد نصیر الملک گجراتی نے محمود شاہ سے مراسلت شروع کی۔ اور نصیر الملک نے سلطان کے ایک مقرب کو تحریر کیا کہ یہ بڑے تعجب کی بات ہے کہ سلطان محمود شاہ ایسا بڑا بادشاہ ہے کہ میران عینا سے اُس کے یہان بہت سے امیر ہین اور پھر وہ اُس سے مقابلے کیواسطے خود لشکر لیکر آیا ہے خصوصاً ایسے وقت مین جب احمد نظام الملک بھی اُسکی مدد کو آیا ہے اُسے کَمْ مِنْ فِئَةٍ قَلِيلَةٍ کیا یاد نہین مین اگرچہ احمد نظام الملک کا نوکر ہون مگر چونکہ میرا وطن گجرات ہے۔ اسلیے مجھے سلطان کی خیر خواہی ہی فرض ہے اُس سے عرض کر دیجیے کہ اگر اُسکو فتح ہوئی تو اُسکی کچھ عزت نہین بڑھ جائیگی اور اگر قضیہ منعکس ہو گیا۔ تو سلطان کی کیسی بڑی بے ناموسی ہوگی۔ اُس امیر نے یہ خط بجنسہ سلطان کو دکھا دیا۔ اب سلطان متردد تھا کہ کیا کرے۔ لڑے یا صلح کرکے چلا جائے۔ یہ واقعہ ۹۰۶ھ کا ہے۔

۹۰۶ھ

۱۷۸۔ احمد نظام الملک کا سلطان محمود شاہ گجراتی کو دھوکے سے اٹک دینا۔

سلطان محمود گجراتی کا ایک ہاتی بحری نام بڑا زبردست اور مست تھا اُسکے نیلبان کو احمد نظام الملک نے بہت کچھ زر نقد وغیرہ دیکر گانٹھ لیا اور اپنے مطلب کی خوب پخت پز کرلی۔ ایک دن

اندھیری رات کو اُس نے پانچ ہزار سوار تیر انداز اور پانچ ہزار پیادے تفنگچی کماندار اور باندار ساتھ لیے۔ اور لشکر گجرات کے قریب جا چھپا۔ جب نصف شب گذری تو اُس نمک حرام فیلبان نے حسب وعدہ اُس ہاتی کو کھول دیا جس نے لشکر گجرات مین اپنی مار دھاڑ سے شور مچا دیا۔ اب اِدھر سے نظام الملک کے پیادے اور سوار نکلے اور نقارہ اور نفیریان بجائین۔ اور تیر اور تفنگ اور بان برسانا شروع کیے۔ سلطان خاندیسیون اور دکھنیون کے ضعف کے خیال سے غفلت کی نیند سو رہا تھا اب اُسے یاد آیا وہ کہ نظام الملک کے پاس سلاطین بہمنیہ کے چار ہزار سوار جمع ہو گیے ہین جن سے وہ کہا کرتا ہے کہ مین خاص سلطان محمود پر حملہ کرونگا پھر فتح و شکست خدا کے ہاتھ ہے " یہ سوچکر وہ اپنے سراپردہ سے دس بارہ خادمون کے ساتھ فوراً ایک طرف کو نکل گیا۔ اُس کے نکلتے ہی وہ ہاتھی اُسکے خیمہ پر پہونچا۔ اور اہل حرم کی آوازین مضطربانہ بلند ہوئین۔ اُسکو یقین ہو گیا۔ کہ نظام الملک ہی ہے۔ اور میرے خیمے تک آگیا ہے بے توقف دو تین سو آدمی سے جو اُسکے پاس ابتک جمع ہو گیے تھے نکلکر دو تین کوس بھاگ گیا۔ اتنے مین امرائے لشکر فوجین آراستہ کر کے دکھنیون کے مقابل ہوئے۔ دکھنی تھوڑی دیر تک لڑے زیادہ طاقت کہان تھی۔ اندھیرے ہی مین واپس چلدئے اب اعیان لشکر سب جمع ہوئے اور بادشاہ کے خیمے کے سراپردہ پر مبارکباد کے لیے حاضر ہوئے تو معلوم ہوا کہ بادشاہ نہین ہے یہ سُنتے ہی بہ بہانہ تعفن ہوا و تغیر منزل سلطان کے پیچھے روانہ ہوئے۔ اور آکر بادشاہ سے ملے۔ دکھنیون کے فریب سے سلطان کمال حیران رہ گیا۔ اور جہان پہونچ گیا تھا لوٹنا مناسب نہ سمجھکر وہین قیام کیا۔ اب صبح ہوتے ہی دکھنیون نے اس مقام پر جہان سلطان کے ڈیرے خیمے پڑے ہوئے تھے ڈنڈا ڈیرا ڈال دیا ؎

کارہا راست کند عاقل کامل بہ سخن	کہ بہ صد لشکرِ جرار میسر نہ شود

بعد اُسکے طرفین سے پیغام سلام ہوئے اور صلح ہونے پر فریقین اپنے اپنے مسکنوں کو چلے آئے معلوم نہیں کہ صلح کی شرایط کیا تھیں مورخین نے رعایتاً تفصیل نہیں کی ہے۔

۱۷۹۔ کشمکش یوسف عادل شاہ واحمد نظام الملک نسبت ملک گیری۔

اس زمانے میں سلطنت بہمنیہ کے حسب تفصیل ذیل امرا نے حصے بخرے کر رکھے تھے۔

۱۔ بیجاپور .. .. میں یوسف عادل شاہ

۲۔ مرچ کلہر پنالہ گوا وغیرہ .. .. .. میں میاں محمد عین الملک

۳۔ جنیر .. .. میں احمد نظام الملک

۴۔ پرینڈہ وشولاپور .. .. میں خواجہ جہان

۵۔ دولت آباد .. .. میں ملک اشرف

۶۔ گلبرگہ گنجوتی الندوغیرہ .. .. .. میں دستور دینار حبشی

۷۔ بیدر دارالخلافت ودوسر قندہار وغیرہ میں قاسم برید

۸۔ ورنگل علاقہ تلنگانہ کے ایک حصے میں سلطان قلی قطب الملک

۹۔ راجمندری علاقہ تلنگانہ کے دوسرے حصے میں قوام الملک صغیر

۱۰۔ کاویل ایلچپور برار کے ایک حصے میں فتح اللہ عماد الملک

۱۱۔ ماہور کلم مہکر برار کے دوسرے حصے میں خداوند خان حبشی

ان میں سے ہر ایک اناولاغیری کا دم بھرتا تھا۔ لڑائی جھگڑے رہتے تھے۔ لیکن نہ تو سب ایک سی لیاقت کے آدمی تھے۔ اور نہ سب کے ایک ہی سے وسایل تھے۔ فوجی لحاظ سے یوسف عادل شاہ سب سے زبردست مانا جاتا تھا۔ مگر تشیع کے سبب اُسے پھونک پھونک کر قدم رکھنا پڑتا تھا اب اُس کا ایک ہم مذہب بھی تلنگانہ میں قطب الملک پیدا ہو گیا تھا۔ اور بہادر گیلانی کے بجای

ایک نہایت نرم آدمی میان محمد مقرر ہوا تھا اسکو صرف احمد نظام الملک کی طرف سے کھٹکا باقی تھا۔
اِس لیے اُس نے اُسے لکھا۔ کہ دہ درویش در گلیمے بخسپند ودو بادشاہ در اقلیمی نہ گنجند۔ دکن
کا ملک ایک چھوٹا سا ملک ہے اسمین اتنے بادشاہون کی گنجایش نہین ہے آپ کسی کی طرفداری
نہ کیجیے مین بھی کسی کی طرفداری نہین کرتا جن پر آپ سے ہوسکے قبضہ کر لیجیے اور جہان مجھسے
ہوسکے مین قبضہ کرلون۔ دولت آباد پرینده کالنہ آپ کا ہے گلبرگہ گنجوتی گوا وغیرہ مین لے لونگا
فتح اللہ خداوند خان کو دبا لیے قطب الملک تلنگانہ کا مالک رہے اور کچھ تھوڑا حصہ بیدر
دار الخلافت کا قاسم برید کے لیے چھوڑ دیجیے نِصْفِی وَنِصْفُ لَکَ ہٰذَا الْقَوْمُ جَاہِلُوْنَ۔
ملک احمد بھی اسپر راضی ہوگیا۔ اور دستور دینار کی معاونت کا خیال چھوڑ دیا۔

۹۰۷ھ

۱۸۰۔ میان محمد جاگیر دار گوا کا یوسف عادل شاہ کا مطیع ہونا۔

یوسف عادل شاہ نے میان محمد عین الملک کو اطاعت کے لیے لکھا۔
چونکہ میان محمد ابھی چند روز ہوئے کہ باپ کی جگہ مقرر ہوا تھا۔ اور ابھی
نوجوان بچہ تھا اسلیے کچھ رعب داب اسکا ملک مین نہ تھا۔ سوا سے
اسکے اِس کے تقرر کے لیے یوسف عادل شاہ نے سفارش کی تھی۔ یہ اسکا احسانمند بھی تھا
اور سب سے بڑی بات یہ تھی کہ کچھ صاحب حوصلہ نہ تھا۔ اِس لیے اسی کو بہتر سمجھا۔ کہ اطاعت
کرے۔ اِس لیے پہلے تو اِس فرمان کے پہونچنے کی گوا مین ایک ہفتہ تک خوشی منائی۔
بعد اسکے چھ ہزار سوار سے یوسف عادل شاہ کے سلام کو آیا۔ اور اُس نے اُس کا سلام
بادشاہون کی طرح سے لیا اور خلعت وغیرہ عنایت کیا۔

۱۸۱۔ سلطان گجرات کا حملہ دولت آباد پر اور احمد نظام الملک کا دولت آباد وغیرہ پر قبضہ

جب احمد نظام الملک خاندیس سے واپس آیا تو اُس نے ۹۰۷ھ
مین دولت آباد کی طرف کوچ کیا۔ اور لشکر کو محاصرہ پر مقرر کرکے خود
بالا گھاٹ مین نیلوه کے پاس قیام کیا۔ وہان کچھ باغبان آم لیکر

آئے اور بولے کہ جب آپ پہلے سال یہان آئے تھے تو کچھ آم لشکر والون نے کھائے تھے اور گٹھلیان چھوڑ گیے تھے وہ گٹھلیان اُگ آئین اور اب سات سال کے بعد انہین ایسے پھل لگے کہ جنہین ہم یہان لائے ہین۔ گویا اُنہین یہ ظاہر کرنا مقصود تھا کہ اِس قدر عرصے سے آپ اِس قلعہ کی تسخیر کے لیے آیا کرتے ہین۔ غرض کہ ملک اشرف اب تنگ ہوگیا۔ آخر اُس نے محمود شاہ گجراتی کو لکھا۔ کہ مین آپ کا بالکل مطیع ہون۔ اور اس قلعہ کو آپ اپنا سمجھئے اور مجھے اِس بلا سے نجات دلائیے۔ مین باج وخراج آپ کو دیا کرون گا۔ سلطان گجراتی کو احمد نظام الملک سے اپنے انفعال کا تدارک بھی منظور تھا۔ کیونکہ اہل دکن خاندیس کے شبخون کے بعد اُسے بیکرہ یعنی کمزور کہا کرتے تھی جس سے وہ بہت نادم ہوتا تھا۔ اور اب یہ استدعا بھی ہوئی۔ اسلیے بڑی شان وشوکت سے دکن کو چلا اور جب وہ پٹن کے پاس آیا۔ تو احمد نظام الملک محاصرہ اُٹھا کر احمدنگر کو چلتا بنا۔ ملک اشرف محاصرے سے نکلا۔ اور سلطان قطب الدین مبارک شاہ خلجی کی مسجد مین سلطان محمود گجراتی کے نام کا خطبہ پڑھوایا اور اُسکے لشکر مین گیا۔ اور بہت بڑا پیش کش ادا کیا۔ اور ہر سال خراج کے بھیجنے کا وعدہ کیا۔ سلطان اُس سے بہت راضی ہوا پھر سلطان نے یہان سے خاندیس کو کوچ کیا اور میران عینا سے کئی سال کا خراج لیکر احمد آباد کو مراجعت کی۔ احمد نظام شاہ پھر اس سال کے اخیر مین دولت آباد آیا۔ چونکہ ملک اشرف کے مرہٹہ سردار سلطان محمود گجراتی کے خطبہ پڑھوانے سے ناراض ہوگیے تھے اس لیے اُنہون نے قلعہ حوالہ کرنیکے لیے احمد نظام الملک کو پیغام بھیجا۔ جب یہ پیغام نظام الملک کو دریائے گنگ پر پہونچا تو اُسی رات کو اُسنے دولت آباد پہونچکر محاصرہ کرلیا۔ قضارا ملک اشرف کو مرہٹون کی سازش معلوم ہوگئی جس سے اُسکو سخت رنج ہوا۔ اور بیمار ہوکر پانچ چھ دن مین مرگیا۔ متحصنین نے اُس کے مرتے ہی کلید قلعہ احمد نظام الملک کی خدمت مین پہونچادی۔ اور قلعہ اُسکے قبضے مین آگیا۔ اسکے بعد نظام الملک نے قلعہ کی مرمت کرائی اور اپنے معتمدون کو سپرد کرکے احمدنگر

۹۰۹ھ ۹۱۰ھ

چلا گیا۔ مگر پھر بھی کچھ سُستی اور غفلت نہ کی۔ بلکہ اسکے بعد نہایت ہی جانفشانی کے ساتھ ۹۰۹ و ۹۱۰ھ مین راجہ ہاے کالنہ و بکلانہ کو مطیع کیا۔ اور اُن سے پیش کش لیے۔

۹۱۰ھ

۱۸۲۔ قاسم برید کی موت اور یوسف عادل شاہ کا گلبرگہ ایتگر وغیرہ کو فتح کرنا۔

چونکہ یوسف عادل شاہ اور احمد نظام الملک کے معاہدہ کا حال سب جگہ مشہور ہوگیا تھا۔ اِس لیے سب نے حتی الامکان اپنا اپنا بندوبست کر لیا تھا۔ مگر یوسف عادل شاہ کو طرح طرح کے پس و پیش تھے وہ سوچ رہا تھا کہ کس طرح کارروائی کرے۔ اسمین قاسم برید ۹۱۰ھ کے شروع مین مر گیا۔ اور اُسکا بیٹا امیر برید اُسکا جانشین ہوا۔ محمود شاہ کو اُس نے اپنے باپ سے بھی زیادہ تنگ پکڑا۔ چونکہ احمد نظام الملک اپنے جھگڑون مین مصروف تھا۔ اِدھر قاسم برید بھی مر گیا۔ تو اب یوسف عادل شاہ نے دستور دینار سے ملک لینے کا مضبوط ارادہ کیا۔ اور عین الملک کو ساتھ لیکر گلبرگہ کی جانب بڑھا۔ دستور دینار نے امیر برید سے کہلا بھیجا۔ کہ اپنے والد کی طرح آپ مجھے مدد دیجیے ورنہ یوسف عادل شاہ آج میرے لیے ہے تو کل آپکے لیے بھی ہے۔ امیر برید یہ سُنتے ہی اُسکی مدد کو آیا۔ اور خواجہ جہان حاکم پرینڈہ بھی مع اپنے بھائی زین خان کی اعانت کے لیے پانچ ہزار فوج لایا۔ فریقین چار پانچ کوس کے فاصلے پر پڑے۔ یوسف نے غضنفر بیگ کو دو ہزار تیر انداز اور دو ہزار سوار نیزہ باز کے ساتھ بطور ہراول کے آگے بھیجا۔ جس نے اگر اول دستور دینار کو اطاعت کی نصیحت کی اور جب اُس نے برعکس جواب دیا۔ تو فریقین کے ہراولون مین جنگ ہوئی مگر دستور دینار کے لوگ کچھ ایسے خائف تھے۔ کہ فوراً بھاگ گیے۔ پھر پیچھے سے یوسف عادل شاہ بھی آ گیا۔ اور دوسرے روز دستور دینار بھی مقابل ہوا۔ یوسف عادل شاہ کے میمنہ پر غضنفر بیگ اور میسرہ پر حیدر بیگ تھا اور مقدمہ مرزا جہانگیر قمی کے حوالہ تھا۔ دستور دینار کی صفین ہندوستانیون کی طرح قایم ہوئین اور اُن کے پاس ارابہاے توپ و تفنگ و بان و ضربزن لشکر کے آگے

لگائے گیے تھے۔ طرفین مین خوب جان توڑ کر لڑائی ہوئی وستور دینار مار اگیا۔ اور ایک تیر غضنفر بیگ کی پیشانی پر آکر ایسا لگا کہ اُسکا بھی کام تمام ہوگیا۔ یہ یوسف کا اعیانی یا رضاعی بھائی تھا۔ گو یوسف کو اُس کا رنج ہوا۔ مگر فتح کی خوشی نے سب دور کر دیا۔ گلبرگہ ساغر ایتکر وغیرہ تمام ملک دستور دینار کا یوسف کے قبضے مین آگیا۔ اور یوسف کو اب کمال استقلال ہوگیا۔

۱۸۳۔ یوسف عادل شاہ کا علی الاعلان اپنے مذہب شیعہ کو جاری کرنا۔

یوسف عادل شاہ غالباً خواجہ جہان محمود گاوان کے سبب سے شیعہ ہوگیا تھا۔ اور جیسا کہ نئے مذہب والون کا قاعدہ ہوتا ہے اس مذہب کا بڑا پابند اور کمال متعصب تھا۔ یا یہ کہ وہ ایرانی اور شیعہ خاندان سے تھا اور اپنے مذہب کا بڑا پکا تھا۔ مگر چونکہ چارون طرف سُنّی ہی سُنّی تھے بظاہر دم نہین مار سکتا تھا جب عین الملک حاکم گواسنی المذہب اُسکا مطیع ہوگیا۔ اور احمد نظام الملک کی طرف سے بھی اُسکی خاطر جمع ہوئی تو اُسنے ۹۰۸ھ مین امراے شیعہ مذہب کو جمع کیا۔ ایک بڑے عظیم الشان مجلس ہوئی مرزا جہانگیر بیگ قمی وحیدر بیگ وسیّد احمد ہروی صدر وغیرہ شیعہ مذہب کے امراء اعلیٰ جمع ہوئے۔ یوسف نے اُسی قسم کی باتین کہین جیسے کہ شیعہ مذہب کے معتقدون کا ہمیشہ کا دستور ہے وہ بولا کہ جسوقت خواب مین حضرت خضر علیہ السلام نے مجھکو سلطنت کی بشارت دی تھی تو اُس وقت مجھسے کہا تھا کہ جب تمکو بادشاہت نصیب ہو تو سادات اور محبان اہل بیت رسول آخر الزمان کی تعظیم و تکریم کیا کرنا اور مذہب ایمہ اثنی عشر کی تقویت مین کوشش کرنا۔ مین نے خدا سے عہد کیا ہے کہ اگر خدا ے ملک بخش مجھے ملک دیگا تو مین شیعہ مذہب کو رواج دونگا اور رؤس منابر کو القاب ایمہ اثنی عشر سے مزین کرونگا۔ اور جس وقت نمراج اور بہادر گیلانی نے دونون طرف سے شور و غوغا مچایا۔ اور مجھکو یہ معلوم ہوا کہ ملک میرے ہاتھ سے جاتا رہیگا تو مین نے اسکو اپنے عدم ایفاے عہد کا اثر سمجھکر مکرراً واقف الضمایر سے عہد کیا ہے

کہ جب مجھکو اس بلا سے نجات ملجائیگی تو مین مذہب شیعہ کو رواج دونگا۔ آپ سب صاحب مجکو اس بارے مین کیا صلاح دیتے ہین سامعین مین سے بعض نے کہا وہ کہ بسم اللہ مبارک ہو" لیکن جن لوگون کے مزاج مین حزم واحتیاط تھی یا سُنی تھے اُنہون نے کہا " کہ ابھی نئی نئی سلطنت قائم ہوئی ہے۔ اور محمود شاہ بہمنی جو وارث ملک ہے ابھی زندہ موجود ہی۔ ملک احمد نظام الملک اور فتح اللہ عماد الملک وامیر برید سب سُنّی ہین سوا اسکے اکثر آپ کی فوج کے سردار بھی حنفی مذہب ہین مبادا کوئی ایسا فتنہ اُٹھے جس کا تدارک مشکل ہوجائے" اسپر یوسف نے کہا کہ وہ " اگر مین اس عہد کو پورا کرون جو مین نے کیا ہے تو خدا مجکو مدد دیگا" مگر معلوم ہوتا ہے کہ اس وقت یہ معاملہ اسیطرح رہگیا۔ لیکن جب امیر قاسم برید مرگیا دستور دینار کا ملک یوسف کے ہاتھ آگیا۔ اور احمد نظام الملک اپنے ہی فتوحات مین دولت آباد بکلانہ وغیرہ کی طرف مصروف رہا۔ اور فتح اللہ کو خداوندخان کی قوت سے کہین نکلنے کا موقع نہ ملا اور تلنگانہ مین قطب الملک شیعہ مذہب کا حاکم اچھی طرح مستقل ہوگیا۔ اور اب خبر آئی کہ ایران مین شاہ اسمعیل صفوی نے خطبہ ایمہ اثنا عشر کا پڑھوایا ہے اور شیعہ مذہب کو رواج دے رہا ہے تو یوسف کو بھی ہمت بندھی اور ذی الحجہ ۹۱۰ھ بروز جمعہ بیجاپور کی مسجد واقع قلعہ ارک مین آیا۔ اور نصیب خان نے جو ایک شخص سادات مدینے سے تھا منبر پر چڑھ کر پہلے اذان مین اشہد ان علیاً ولی اللہ زیادہ کیا پھر خطبہ ایمہ اثنا عشر کے نام کا پڑھا اور باقی اصحاب کبار کے نام خطبہ سے نکال ڈالے۔ یہ پہلے ہی مرتبہ ہے کہ ہندوستان مین شیعہ مذہب کا خطبہ پڑھا گیا ہے۔ لیکن یہ اُسکی بڑی تعریف کی بات ہے کہ اُس نے جُہالِ شیعہ کو اس وجہ سے کہ یہ سُنیون کا ملک ہے ایک سخت حکم دیدیا۔ کہ کہین کوچہ و بازار مین شیعہ مذہب کا تذکرہ اور عیاذاً باللہ و معاذ اللہ اصحاب پر تبرا نہ کیا جائے اور ایسا اچھا بندوبست کیا کہ اس حکم کی خوب تعمیل ہوئی کسی کی مجال نہ تھی کہ صراحتہً یا کنایتہً کوئی شخص اصحاب

۹۱۰ھ

ثلثہ کی نسبت حقارت کا لفظ زبان سے نکالے۔ سنیون کا یہ تو عام قاعدہ ہے کہ جب تک اُنکے آگے تبرا نہ کیا جاے اُن کو شیعہ مذہب والون سے کبھی پرخاش نہین ہوتی اسلیے کوئی مذہبی جھگڑا اُسکی حکومت مین نہ اُٹھا سواے اس کے اُس نے میان محمد عین الملک کو سپہ سالاری سے معزول کیا۔ اور بجاے جاگیر قدیمی کے جو بہادر گیلانی کی اُسکے پاس تھی اُس سے لیکر پرگنہ ملگری و بلگوان اُسکو دیدیے اِس سے ایک زبردست سنی کا زور گھٹ گیا اور ایسے ہی اور بھی سُنی امرا کے ساتھ کیا۔ اور اسی کے ساتھ جو امراے حنفی مذہب رہے اُن سے کہدیا کہ لَکُمْ دِیْنُکُمْ وَلِیَ دِیْنِ وہ اپنے اقطاع مین اپنے مذہب کی اذان دیتے اور نماز پڑھتے رہے۔ اُن سے کچھ مزاحمت نہ کی۔ اور تمام امرا اور منصبدارون کے یہان مخبر لگا رکھے کہ اگر کوئی شخص فساد اُٹھانا چاہے تو اُس کا تدارک قبل از وقت کر لیا جاوے۔

۱۸۴۔ امیر برید کی یوسف عادل شاہ پر لشکرکشی اور اُس کا انجام۔ اگرچہ مذہب کے لحاظ سے تو کسی سُنی کو کچھ برا معلوم نہ ہوا۔ مگر امیر برید نے اپنے ملکی اغراض سے محمود شاہ کو برانگیختہ کیا اور اُس نے قطب الملک ہمدانی و فتح اللہ عماد الملک و خداوند خان حبشی کو لکھا کہ یوسف عادل خان نے آجکل اطاعت چھوڑ دی ہے اور مخالفت اختیار کی ہے اور بلاد اسلام مین رسوم مبتدعہ روافض کو جاری کیا ہے۔ چاہیے کہ فوراً آپ اپنی فوجین لیکر آپ لوگ یہان حاضر ہون فتح اللہ اور خداوند خان نے ایک دوسرے کے خوف سے اپنا دار الحکومت چھوڑنا مناسب نہ سمجھا۔ اور بادشاہ سے عذر کر دیا۔ قطب الملک گو شیعہ تھا اور خدا سے چاہتا تھا کہ یہ مذہب جاری ہو مگر مصلحتاً اور امراے تلنگ کی تحریک سے اُس نے اسوقت بادشاہ کی ظاہری اطاعت کو ضروری سمجھا اور فوج لیکر آموجود ہوا اس سے امیر برید نہایت مضطر ہوا کیونکہ اُس نے خیال کیا۔ کہ اگر قطب الملک اور یوسف عادل شاہ ہم مذہبی کے باعث مل گیے تو سخت خرابی ہوگی پس اُس نے

احمد نظام الملک بحری کو مدد کے لیے لکھا اس لیے احمد نظام الملک باتفاق خواجہ جہان حاکم
پرندہ وزین خان حاکم شولاپور دس بارہ ہزار فوج اور ایک زبردست توپخانہ کے ساتھ احمد آباد بیدر
مین سلطان کے پاس آموجود ہوا یوسف عادل شاہ نے دیکھا کہ اب معاملہ بگڑا ایسے دشمنون
سے مذہبی جوش کے پیرایہ مین مقابلہ کرنا غیر ممکن ہے اُس کے ہوش وحواس جاتے رہے
اب اُس نے دیکھا کہ فتح اللہ کے سوا اور ایسا کوئی نہین ہے کہ جہان اُسکو کسی طرح کی امداد کی
کچھ امید ہو۔ اِس لیے اُسنے اپنے بیٹے شاہزادہ اسمعیل کو جو اسوقت پانچ سال کا تھا کمال خان
دکھنی سرنوبت کے حوالے کرکے تمام احمال واثقال کے ساتھ بیجاپور بھیجدیا۔ تاکہ وہ قلعے مین
رہکر ملک کی حراست کرتے رہین اور دریا خان وفخر الملک دکھنی کو گلبرگہ وساغر واللہ سپرد کیا۔ اور
خود پانچ چھ ہزار سوار اور عین الملک کنعانی کو لیکر براہ بیٹر برار کو بھاگا اور پرگنہ بیٹر مین جلانا اور غارت
کرنا شروع کیا۔ ملک احمد نے اپنا ملک خراب ہوتے دیکھکر محمود شاہ کو ساتھ لیا اور یوسف
کے تعاقب مین روانہ ہوا۔ اس سے یوسف نہایت تنگ ہوکر دولت آباد کے علاقے مین
لوٹتا غارت کرتا برار کو بھاگ گیا۔ فتح اللہ نے دیکھا۔ کہ اگر اسوقت یوسف کی دوستی کے باعث
بادشاہ سے مقابلہ کرتا ہون تو میری بھی خرابی آتی ہے۔ اس لیے اُس نے یوسف سے کہا کہ
مین تیری بظاہر مدد نہین کرتا اور تو مجھسے ناراض ہوکر یہان سے اس وقت برہانپور چلا جا اُس کے
بعد قطب الملک اور مین کوئی ایسی تدبیر کرینگے جس سے تیرا مقصد پورا ہو جائیگا۔ یہ مصلحت
یوسف کو بھی پسند آئی۔ اور وہ بظاہر رنجیدہ خاطر ہوکر برہانپور کو چلا گیا۔ اور بیجاپور کو حکم بھیجدیا کہ وہان
سُنیون کا چار یاری خطبہ پڑھا جائے اب فتح اللہ نے ملک احمد کو پیغام بھیجا۔ کہ "مذہب کا بہانہ کرکے
امیر برید یہ چاہتا ہے کہ یوسف عادل شاہ کو تباہ کرے اور بیجاپور پر قابض ہو جائے وہ ایک
ایسا چالاک اور متفنی شخص ہے۔ کہ باوجود اس چھوٹی سی پٹری کے جو اُس کے پاس ہے

بادشاہ کی مصنوعی اور فرضی پناہ مین بیٹھکر کیسی کیسی حرکتین کر رہا ہے جس سے تمام دکن پریشان ہو رہا ہے۔ اگر اسکو بیجاپور کا سا ملک مل گیا۔ تو ہمین تمہین اور ہماری اولاد کو دکن مین رہنا غیر ممکن ہو جائیگا سوا اسکے ہم لوگ سپاہی ہین ہم کو دوسرون کے مذہب سے کیا کام۔ ہر شخص کو اپنے دین و ایمان کا کامل اختیار ہے۔ جو جیسا کرے گا وہ خود اپنے اعمال کا ذمہ دار ہے ہمکو کسی دوسرے کی قبر مین سونا نہین۔ مذہب ہر ایک کا اپنے اپنے دلی اعتقاد پر موقوف ہے کسی کے دلی خیالات کو پلٹنا خدا کا کام ہے اُس پر زبردستی کرنا مناسب نہین علاوہ اسکے یوسف نے میرے سامنے اپنے مذہب سے توبہ بھی کی ہے۔ اور کہا ہے کہ مین رافضی مذہب پر اب نہین چلونگا اور بیجاپور مین خطبہ اثنا عشری کو موقوف کرا دیا ہے۔ ایسی حالت مین یہ ضرور ہے کہ آپ اپنے ملک کو تشریف لیجائے اور کسی کی مدد نہ کیجیئے۔ سچ ہے مذہب کو انسان کا دلی اعتقاد ہے اُسے کوئی آدمی پلٹ نہین سکتا۔ اِس لیے عقلا نے ہر کسی کو اپنے اپنے خیالات پر چھوڑنا مناسب سمجھا ہے پھر ہر مذہب والے یہی خیال کرتے ہین کہ اپنے پیدا کنندہ اور بنانے والے کی مرضی کے مطابق چلین اور گناہون سے جو انسان کے خمیر مین ملے ہوئے ہین نجات حاصل کرین۔ ایک صلح کل نے اِس اعتقاد اور خواہش کی نسبت ایک مثال لکھی ہے وہ کہتا ہے کہ خدا گویا ایک مکان مین بیٹھا ہے جس کے بیشمار دروازے ہین۔ اب جس دروازے سے کوئی اُس مکان کے اندر داخل ہوگا۔ خدا تک پہونچ جائیگا۔ حضرت شیخ فریدالدین عطار کہتے ہین نظم

الا اے در تعصب جانت رفتہ	گناہِ خلق در دیوانت رفتہ
دلے از ابلہی پر زرق و پر مکر	گرفتارِ علی گشتے و بوبکر
گہے این یک بود نزد تو مقبول	گہے آن یک بود از کار معزول
گر این بہتر وآن بہتر ترا چہ	چو حلقہ ماندۂ بر در ترا چہ

همه عمر اندرین محنت نشستے
یقین دانم که فردا پیش حلقه
چه گویم جمله از زشت ارنکو یند
الٰهی نفس کافر را زبون کن
دل ما را بخود مشغول گردان

ندانم تا خدا را کے پرستے
یکی گردند هفتاد و سه فرقه
چو نیکو بنگری جویا ے او یند
فضولی از دماغ من برون کن
تعصب جوے را معزول گردان

غرض که اِس بوڑھے عقلمند کی باتون کو سُنکر ملک احمد کے دل پر بڑا اثر ہوا۔ اُدھر قطب الملک اسی غرض سے بادشاہ کی ظاہری تائید کو گیا تھا۔ کہ درحقیقت یوسف کو اس مخمصہ سے نجات دلائے اور امیر برید کی امداد کا صرف بہانہ تھا۔ اُس نے بھی ملک احمد کو سمجھایا۔ اور بغیر اِس کے کہ بادشاہ سے کچھ صلاح و مشورہ کرین آدھی رات کو دونون نے کوچ کر دیا۔ اور اپنے اپنے ملکون کو چلے گیے۔ اب صبح ہوئی تو دیکھتے کیا ہین کہ دونون زبردست پہلو ٹوٹ گیے۔ محمود شاہ اور امیر برید دنگ رہگیے۔ کہ کیا تھا اور کیا ہوگیا۔ لاچار فتح اللہ کو پیغام بھیجا کہ ہماری مدد کرو جلکر بیجاپور فتح کرین اُس نے چند روز تک انہین لیت و لعل مین رکھا۔ اور مخفی طور پر یوسف کو برہان پور سے بُلایا۔ جب وہ آگیا تو کہلا بھیجا۔ کہ آپ بیدر ٹھنڈے ٹھنڈے چلے جائیے۔ لیکن جب امیر برید نے نہ مانا تو فتح اللہ اور یوسف دونون فوجین لیکر بادشاہ سے لڑنے کو تیار ہوئے۔ مجبوراً محمود اور امیر برید نے ڈیرہ و خیمہ چھوڑ چھاڑ بیدر کو بھاگ کر جان بچائی۔ یوسف عادل شاہ نے بادشاہ کے لشکر کو غارت کیا۔ اور فتح اللہ سے رخصت ہوکر بیجاپور کو آیا۔ اور پھر وہی خطبہ اثنا عشری جاری کر دیا۔ مگر اپنے مذہب کی بہت سی انوکھی باتون سے جو اُس نے ایجاد کی تھین اُسے کنارہ کش ہونا پڑا۔ عین الملک کنعانی اور کمال خان و فخر الملک ترک کا رتبہ جو سُنی امیر تھے زیادہ کیا۔ اُن پر نوازشین کین جس سے یہ لوگ راضی ہوگیے۔ اور سید احمد ہروی کو کچھ تحفے اور تبرکات دیکر شاہ اسمٰعیل صفوی والی ایران

مروج مذہب امامیہ کے پاس مبارکباد کے لیے بھیجا۔ اور یہان کے تمام وکمال حالات سے اسے اطلاع دی۔

۱۸۵۔ احمد نظام الملک کی میران داود خان حاکم خاندیس پر لشکر کشی۔

سینتالیس[۴۷] برس حکومت کر کے میران عینا سلطان جھارکھنڈی ۱۴۔ ربیع الاول ۹۰۷ھ کو مر گیا۔ اور برہانپور کے محلہ دولتمندان مین مدفون ہوا۔ چونکہ اُس کے اولاد نہ تھی۔ اس لیے اُس کا بھائی میران داؤد خان تخت نشین ہوا۔ اِس کے امرا مین حسام علی اور یار علی دو بھائی تھے وہ اس وقت نہایت سر برآوردہ سمجھے جاتے تھے۔ حسام علی کا خطاب ملک حسام الدین تھا اور یہی بادشاہ کا بڑا معتمد تھا۔ ۹۰۹ھ مین میران داؤد خان نے چاہا کہ احمد نظام الملک کے بعض سرحدی دیہات پر قبضہ کرلے۔ ملک احمد یہ سُنتے ہی خاندیس مین پہونچا۔ اور داؤد خان قلعہ اسیر مین متحصن ہوا۔ نظام الملک نے ملک کو خوب لوٹا۔ سلطان محمود شاہ خلجی والے مالوہ ۸۷۳ھ مین مر چکا تھا۔ اُس کے بعد اسکے بیٹے سلطان غیاث الدین خلجی نے تینتیس[۳۳] برس مالوہ مین حکومت کی ۹۰۶ھ مین اسکے بیٹے ناصر الدین نے اُس سے تخت چھین لیا۔ اور باپ کو زہر دیکر مار ڈالا۔ اِس وقت یہی وہان کا بادشاہ تھا۔ جب داؤد خان بہت تنگ ہو گیا۔ تو اُس نے سلطان ناصر الدین سے مدد مانگی۔ چونکہ ایسے وقت مین کسی بادشاہ سے مدد مانگنے کے یہ معنی ہوتے ہین کہ مستعین معین کا مطیع ہونا چاہتا ہے۔ اسلیے ناصر الدین نے بنام نہاد ادائے حق ہمسائگی اپنے ایک امیر اقبال خان نامی کو ایک بڑے لشکر کے ساتھ میران داؤد خان کی مدد کو بھیجا۔ اقبال خان کے اقبال سے احمد نظام الملک احمدنگر کو چلا آیا۔ مگر اقبال خان نے برہانپور مین آکر کچھ روز قیام کیا۔ داؤد خان نے سلطان ناصر الدین شاہ کے نام کا وہان خطبہ پڑھوا دیا۔ اور اقبال خان کو راضی کر کے مع تحف و ہدایا شادی آباد مانڈو کو روانہ کیا۔

۹۱۳ھ

۱۸۶- محمود شاہ گجراتی کا عادل خان کو خاندیس کی حکومت دلانا۔

جمادی الاول ۹۱۳ھ مین سات سال کی حکومت کے بعد میران داؤد خان بھی مرگیا۔ ملک حسام الدین وغیرہ امراے دولت نے اُس کے بیٹے غزنین خان کو بادشاہ بنایا خدا جانے کیا سبب ہوا کہ دس روز کی حکومت کے بعد ملک حسام الدین نے زہر دیکر اُسے قتل کر دیا۔ اب داؤد خان کا اور کوئی بیٹا نہ تھا خانزادہ عالم خان ایک شخص جو سلاطین خاندیس کی اولاد مین سے تھا کچھ عرصے سے احمد نگر مین احمد نظام الملک کے پاس چلا آیا تھا۔ ملک حسام الدین نے احمد نظام الملک اور فتح اللہ عماد الملک کے مشورہ سے اُسے اپنے پاس بلا کر خاندیس کا بادشاہ بنایا۔ اکثر امرا اور ارکان سلطنت نے اُس کو بادشاہ مان لیا۔ مگر ایک امیر ملک لادن نے ملک حسام الدین کے بادشاہ بنائے ہوئے سے مخالفت کی۔ اور اُسکے خوف سے قلعہ اسیر مین متحصن ہوا نصیر خان فاروقی کے بیٹے حسن خان کو محمود شاہ گجراتی کی بیٹی جو سلطان مظفر شاہ گجراتی کی حقیقی بہن تھی منسوب تھی۔ اُس سے ایک بیٹا عادل خان نام کہین تھانیسر کی طرف رہا کرتا تھا۔ جب اُس نے داؤد خان کے لاولد مرنے کی خبر سُنی تو اپنے نانا محمود شاہ گجراتی کو اپنی ماں کی وساطت سے ایک عرضی بھیجی کہ وہ اُسے خاندیس کی حکومت دلادے۔ چونکہ یہ ایک بڑا معاملہ تھا اسلیے محمود شاہ گجراتی نے خود بذات خاص خاندیس پر توجہ کی۔ اب ملک حسام الدین نہایت مضطرب ہوا۔ اور بمنت و سماجت احمد نظام الملک اور فتح اللہ عماد الملک کو مدد کے لیے بُلایا۔ یہ لوگ اپنی اپنی فوجین لیکر خاندیس پہونچے۔ عالم شہ ایک شخص تھانیسر علاقہ خاندیس کا تھانہ دار تھا۔ جب اُس نے سُنا کہ محمود شاہ گجراتی رمضان ۹۱۳ھ مین دریاے نربدا کے کنارہ پر ہوکر شوال مین آگے بڑھا چلا آتا ہے تو عزیز الملک قلعہ دار سلطان پور علاقہ گجرات کی وساطت سے سلطان کی خدمت مین حاضر ہوگیا۔ دکھنی سرداروں نے جب لشکر خاندیس کی دو رنگی اور لشکر گجرات کی

شان وشوکت ملاحظہ کی تو عالم خان اور حسام الدین کی مدد کو چار چار ہزار سوار چھوڑکر کاویل اور
احمدنگر کو چلے آئے - لیکن جب سلطان نے حسام الدین اور عالم خان کی تادیب کے لیے جو
اسوقت نصف خاندیس کے مالک ہورہے تھے فوج بھیجی تو یہ دکھنی فوج بھی اپنے حاکمون
کے پیچھے پیچھے چلی آئی - اور ملک لاون اور ملک حسام الدین دونون سلطان کی خدمت مین
حاضر ہوگیے - اور عالم خان پھر دکن کو چلا آیا - اور نظام الملک کے پاس رہنے لگا - اب محمود شاہ
نے عادل خان کو بروز عید الضحی ۹۱۳ھ کو خاندیس کے تخت پر بٹھایا اور اعظم ہمایون اُسی خطاب
دیکر سلطان مظفر شاہ گجراتی کی بیٹی سے اُسکی شادی کردی - اور ملک لاون کو خطاب
خان جہان اور موضع بناس جو اُس کا مولد تھا جاگیر مین دیا - اور ملک ماکھا ولد عماد الملک اسیری
کو خطاب غازی خان و ملک عالم شہ تھانہ دار تھالنیر کو قطب خان و ملک حافظ کو محافظ
خان اور اُسکے بھائی ملک یوسف کو سیف خان کا خطاب دیکر اعظم ہمایون کے پاس چھوڑدیا
اور نیز ملک نصرۃ الملک و مجاہد الملک گجراتی کو بھی وہان چھوڑ آیا - اور ۱۷ - ذیحجہ ۹۱۳ھ کو
وہان سے روانہ ہوا - اول ہی منزل سے ملک حسام الدین مغل کو شہریار کا خطاب دیکر
رخصت کیا -

۱۸۷ - عادل خان اعظم ہمایون کا امرا سے باغی کو قتل کرنا -

چونکہ عادل خان اور ملک لاون کو ملک حسام الدین سے رنج تھا -
اسلیے ملک حسام الدین قلعہ تھالنیر مین چلا آیا - اور وہان رہنے لگا
اور عالم خان کو ملک خاندیس مین پھر تخت نشین کرنے کے لیے نظام الملک سے مراسلت کی
اسلیے احمد نظام الملک نے شاہزادہ عالم خان کو ساتھ لیا - اور راجہ کالنہ کو ہمراہ لیکر اپنی سرحد پر
پہونچا - جب عادل خان کو ملک حسام الدین کی مراسلت کا حال معلوم ہوا - تو اُس نے ملک
حسام الدین کو بلایا - ملک حسام الدین چار ہزار سوار سے برہانپور آیا عادل خان نے تین ہزار گجراتی

سواروں سے اُسکا استقبال کیا۔ اور خلعت دیکر قیام کی اجازت دی۔ بعدازان قتل کی تجویز
کرکے عادل خان نے ملک حسام الدین کو دربار میں بُلایا۔ اِدھر اُدھر کی باتوں کے بعد ملک
حسام الدین کا ہاتھ پکڑ کر مشورت کے طور پر خلوت خانے میں لے گیا۔ اور پان دے کر رخصت
کیا۔ ابھی وہ کھڑا ہی تھا کہ دریا شہ گجراتی شمشیر بردار عادل خان نے ایک ہی تلوار میں اُسکے
دو ٹکڑے کر دئے۔ پھر ملک برہان عطاءاللہ گجراتی وزیر اعظم ہمایون نے اپنے آدمیوں کو
حکم دیا کہ حرام خوروں کو قتل کرو۔ ملک ماٹھا غازی خان معہ اور بہت سے سرداروں کے جو
حسام الدین کے طرفدار تھے مارے گیے۔ اور نصف ملک خاندیس جو اُسکے قبضہ و تصرف
میں تھا اعظم ہمایون کے ہاتھ آگیا۔ پھر اعظم ہمایون اسیر میں آیا۔ اور قلعہ کی سیر میں اُسے معلوم
ہوا کہ شیر خان و سیف خان جو وہاں کے قلعہ دار تھے اُس سے برگشتہ ہیں۔ اِس لیے وہ
قلعہ سے فوراً نکل آیا۔ اور سلطان محمود شاہ گجراتی کو تمام کیفیت لکھکر مدد طلب کی۔ سلطان محمود
نے بارہ لاکھ تنگہ نقد اور دلاور خان و صفدر خان امرا کو مع سامان و فوج کے بھیجا اور لکھا۔ کہ
احمد نظام الملک بہمنیوں کے غلام کی کیا مجال ہے کہ تمہارے ملک میں آکر مضرت پہونچاسکے
اِسی زمانے میں ملک احمد نظام الملک نے بھی ایک قاصد کے ہاتھ سلطان محمود گجراتی کو ایک خط
بھیجا کہ خانزادہ عالم خان کو خطۂ خاندیس میں سے ایک حصہ دلایا جاے تو مجھپر بڑا احسان ہوگا
چونکہ سلطان محمود گجراتی کو احمد نظام الملک سے پہلے ہی سے رنج تھا اور اب اعظم ہمایون نے اُسکی
شکایت بھی لکھی تھی۔ اسلیے سلطان نے احمد نظام الملک کے سفیر کو بڑا ڈانٹا کہ غلام زادہ
سلاطین بہمنیہ کو بادشاہوں کی خدمت میں بجائے عرضیاں پیش کرنے کے خطوط بھیجنے کی
جرأت ہوگئی اگر وہ اپنی اِس ناروا بیباکی اور گستاخی پر نادم اور تایب نہ ہوگا تو اُسکی اچھی طرح
گوشمالی کیجائیگی۔ اس پر ملک احمد نے زیادہ جسارت مناسب نہ سمجھی اور خانزادہ کے ساتھ

احمدنگر چلا آیا۔ اِس کے بعد شیرخان و ملک یوسف مخاطب بہ یوسف خان اسیر کا قلعہ اعظم ہمایون کو دیکر کاویل چلے آئے۔ اعظم ہمایون نے لشکر گجرات کی مدد سے راجہ کالنہ پر تاخت کی جو احمد نظام الملک کا تابع تھا۔ اور اُس سے پیش کش وصول کرکے برہانپور واپس چلا آیا۔

۱۸۸۔ احمد نظام الملک کی وفات اور ایک سے ایک کے لڑنے کی رسم۔

نصیر الملک دکھنی سنہ ۹۱۴ھ مین مرگیا۔ احمد نظام الملک نے نکمل خان دکھنی کو اُسکی جگہ مقرر کیا۔ اسکے بعد وہ خود بھی بیمار رہا۔ جب دو تین مہینے گذرے اور افاقہ نہ ہوا تو ارکین سلطنت کو بُلایا۔ اور شاہزادے برہان کو ولیعہد کیا۔ اور سب سے عہد و پیمان لیا کہ اُس کے ساتھ وفاداری کرین۔ اور پھر اسی سنہ مین قاصد اجل کو لبیک کہا۔ یہ شخص نہایت پرہیزگار تھا بدکاری کی نیت سے کبھی کسی عورت کی طرف نگاہ بھی نہ کی۔ کہتے ہین کہ ایک نہایت حسین لڑکی کسی قلعے سے پکڑی آئی نصیر الملک نے بادشاہ کے لائق سمجھکر اُس کی خدمت مین بھیجی۔ چونکہ ایام شباب تھا احمد نظام الملک نے اُسی رات کو اپنے کمرے مین بُلایا۔ شروع مکالمہ مین اُس سے اُس کے ماں باپ وغیرہ کا حال پوچھا۔ اُس نے کہا کہ میرے ماں باپ اور میرا شوہر آپ کی قید مین ہین۔ یہ سُنتے ہی احمد نظام الملک نے وہ کام کیا جسے خصائل ملکی سے سمجھنا چاہیے یعنی اُسے فوراً رخصت کردیا۔ اور صبح دربار مین آتے ہی اُسکے شوہر کو بُلا کر اُسے حوالہ کیا۔ سپاہی کا بڑا قدردان تھا۔ اُنکی ذرہ ذرہ حالات سے باخبر رہتا تھا۔ خود بذات خاص اُنہین پہچانتا تھا۔ لشکر کے ایک ایک آدمی کی کیفیت لڑائی کے وقت اُسکی نظرون مین ہوتی تھی شمشیر بازی مین اُسکو بڑا کمال تھا۔ اسی وجہ سے اِس کے ملک مین شمشیر بازی کا نہایت شوق ہوگیا تھا۔ جیسے بلاد اسلام مین مکتب اور مدارس ہوا کرتے ہین اِس کے وقت مین شمشیر بازی کے جابجا ورزش خانے ہوگیے تھے۔ اس سے بہتر لوگ اور کسی ہنر کو نہ سمجھتے تھے۔ جہان دیکھو وہان اسی کا چرچا

رہتا تھا۔ اور دکن کے دستور کے بموجب اِس فن مین ہر ایک شیخی مارا کرتا تھا۔ اکثر جوانون مین اسی بات مین بحثین ہوتی تھین۔ اور جب فیصلہ نہین ہوتا تھا۔ تو احمد نظام الملک تک جھگڑا پہونچتا تھا۔ احمد نظام الملک یہ فیصلہ کیا کرتا تھا۔ کہ اُن دونون متنازعین کو لڑنے کا حکم دیتا تھا۔ اُن مین سے جو شخص کہ اپنے مخالف پر تلوار کا پہلے وار کرتا وہی بہتر سمجھا جاتا تھا۔ اور چونکہ ہر روز کثرت سے بادشاہ کے حضور مین شمشیر بازی کے لیے لوگ آتے تھے۔ دو چار آدمیون کی ہر روز لاشین بھی نکلا کرتی تھین۔ اس سبب سے اُسکو اپنے روبرو اس فیصلہ کرانے سے نفرت ہوگئی تھی اور اُس نے قلعہ کے باہر جہان کالا چبوترہ بنا ہوا تھا اکھاڑا مقرر کر دیا تھا۔ اور حکم دیدیا تھا۔ کہ طرفین کے طرفدار متخاصمین کو شمشیر بازی سے منع نہ کیا کرین۔ اور جب کوئی اپنی مرضی سے لڑے اور مارا جاسے تو اُسکا قصاص بھی نہ لیا جاسے۔ یہ نامعقول رسم اہل دکن کو کچھ ایسی مرغوب ہوگئی تھی کہ رفتہ رفتہ تمام دکن مین مروج ہوگئی تھی۔ اور پھر اُس سے ایک عرصہ دراز تک کوئی طبقہ نہ بچا۔ علما مشایخ امرا و ملوک سب اِس خبط مین مبتلا رہتے اور اسکو بڑی قابلیت سمجھتے تھے۔ اگر کسی کی اولاد ایک سے ایک ہوکر لڑنے سے کنارہ کرتی تو وہ اپنے کو بدنصیب سمجھتا۔ اور اُسکو سرزنش کرتا تھا۔ یہ رسم ۱۰۰۰ھ مین محمد قاسم صاحب تاریخ فرشتہ نے اپنی آنکھون سے مشاہدہ کی تھی۔ وہ کہتا ہے کہ سید مرتضیٰ اور سید حسن دو بھائی تھے جنکی ڈاڑھیان سفید تھین اور ابراہیم عادل شاہ ثانی کے یہان اُن کی بڑی عزت تھی۔ اتفاقاً کسی ادنی ا بات پر ایک اور شخص دکھنی سے اُن کی تکرار ہوگئی۔ اس شخص کے بھی دو بھائی اور تھے۔ ان مین یکی یکی کی ٹھیری۔ اوّل سید مرتضیٰ کا بیٹا جو بیس سال کا نوجوان تھا۔ باپ کی حمایت کے لیے نکلا۔ اور دکھنی سے لڑکر قتل ہوا۔ پھر سید مرتضیٰ اپنے بیٹے کے قتل پر دوسرے دکھنی سے لڑا اور مارا گیا۔ جب سید حسن نے اپنے بھتیجے اور بھائی کا حال دیکھا تو وہ

بھی آمادۂ پرخاش ہوا اور تیسرے دکھنی سے لڑکے خاک مین مل گیا۔ ابھی ان تینون کی لاشین بیجاپور کے بازار سے اُٹھائی بھی نہین گئی تھین کہ وہ تینون دکھنی بھی اُن زخمون سے عدم کو سدھارے جو اُنہین کشتی مین مخالفین کی تلوارون سے لگے تھے۔ اس طرح پر ایک ساعت مین بغیر کسی پہلی عداوت کے چھ آدمی غارت ہو گیے۔ حقیقت مین اہالی دکن کو اُس زمانے مین شمشیر بازی مین ایسی مہارت تھی کہ اس فن مین اُن سے کوئی مقابلہ نہین کرسکتا تھا۔ مگر گھوڑے کی سواری تیر اندازی تیر بازی و چوگان بازی مین بڑے ناقص تھے۔ اگر اُن کا اتفاق کسی غیر دکھنی سے ہوتا تھا تو ہمیشہ ذلیل و خوار رہتے تھے۔ مگر کوچہ و بازار کی لڑائی مین بے نظیر تھے

۱۸۹۔ ہندوستان کے ساحل غربی پر مسلمانون کی آبادی۔

دوسری صدی ہجری مین کچھ مسلمان فقراے عرب حضرت بابا آدم علیہ السلام کے قدم گاہ کی زیارت کے لیے سرانديپ کو آتے تھے یاد مخالف کے باعث ملیبار کے کنارے کدنکلور یعنی کلی کوٹ مین آگیے۔ چونکہ اسلام کی عظمت و شان اُس زمانے مین بہت ہو رہی تھی۔ ان کو راجہ کے دربار مین بھی جگہ مل گئی۔ اور راجہ اُن کا معتقد ہو کر خفیہ مسلمان ہو گیا۔ پھر اپنا ملک امرا مین تقسیم کر کے اُن درویشون کے ساتھ مکہ کو روانہ ہوا۔ راستے مین اُسکا انتقال ہوا۔ قبل از انتقال اُس نے مالک بن حبیب کو جو ان مسلمانون کا سرگروہ تھا اپنے امرا کے نام سفارش کا ایک خط دیا۔ کہ وہ ان مسلمانون کو اپنے ملک مین قیام کرنے کی اجازت دین اس خط کو دیکھ کر حاکم کدنکلور نے مسلمانون کی بڑی خاطر کی۔ مسلمانون نے کدنکلور مین مسجد بنائی اور رہنے کے مکان تعمیر کیے باغات لگائے۔ پھر مالک اپنے عیال و اطفال کو لیکر کولم چلا گیا۔ وہان بھی مسجد و مکانات بنائے اور حرقین درقین قندریہ خالیات فاکنور منکلور و کالنجر کوٹ مین سفر کیا۔ اور جہانتک ان سے ہو سکا دین برحق کی اشاعت کی۔ یہ لوگ شافعی مذہب سے تھے۔ ابتک بھی وہان اکثر شافعی مذہب کے مسلمان ہین

پھر وہان کے بعض سردار بھی رفتہ رفتہ مسلمان ہو گییے۔ اور بندرگاہ ہاے گوا دابل جیول وغیرہ مین بھی کلی کوٹ کے دیکھا دیکھی مسلمان مسافرین کو وہان کے راجاؤن نے بھی اقامت کی اجازت دیدی۔ عرب سے اور مسلمان بھی وہان آنے جانے لگے۔ ان نوائندگان کو اُس زمانے مین نوائندہ کہا کرتے تھے۔ جو رفتہ رفتہ بدل بدلا کر نوائت ہو گیا ہے اس زمانے مین وہ عیسائی مسلمانون سے بہت جلتے تھے جو یہان پیشتر سے آکر آباد ہو گیے تھے۔ اور یہان کی تجارت سے بہت بڑا فایدہ اٹھارہے تھے۔ اِن ہی کی وساطت سے ممالک مسیحی سے ہندوستان کی تجارت ہوا کرتی تھی جسے ان مسلمانون کے آنے سے بہت صدمہ پہونچا تھا۔ اور اب مسلمان ہی مسلمان تھے۔ عیسائی دل ہی دل مین جل جل کر رہجاتے تھے اور ان کا کچھ نہ کر سکتے تھے۔ کیونکہ دکن کی اسلامی حکومتین خوب عروج پر تھین۔

۱۹۰۔ پرتگیزون کا کلے کوٹ مین آنا۔ ہندوستان کا بڑا زرخیز ملک ہے اسمین اقسام اقسام کے میوے طرح طرح کے گرم مصالحے لونگ الائچی مرچ زیرہ رنگ رنگ کے رنگ خوشبوئین جواہرات اور نیز ہر قسم کی معدنیات و انواع و اقسام کے حیوانات ہوتے ہین۔ پھر پیداوار اس کثرت سے ہوتی ہے کہ اگر ملک مین امن چین رہے تو تحقیقات سے ثابت ہوا ہے کہ ایسے ایسے چودہ ہندوستان کے لیے بخوبی پرورش کر سکتی ہے۔ اس افراط اور پیداوار کا قدرتی نتیجہ یہ ہے کہ یہان کا مال باہر کو جائے یہی وجہ تھی۔ کہ جب مسلمان ساحل غربی پر آکر آباد ہوئے اور عرب سے آمد و رفت جاری ہو گئی تو یہ مال و اسباب عرب کے تاجرون کی بدولت یورپ کے عیسائی ملکون مین پہونچنے لگا۔ اور تجارت بخوبی قایم ہو گئی۔ یورپ کے سوداگرون کو اِسکے لین دین مین بڑا نفع ہوتا تھا۔ مگر وہ خود خشکی کے راستے سے آکر اِس تجارت سے نفع نہین اُٹھا سکتے تھے۔ کیونکہ بڑی بڑی

بیابانون پہاڑون دریائون وغیرہ کی قدرتی دقتون کے سوا بیچ مین روم (ٹرکی) اور ایران کی مسلمانی سلطنتین حایل تھین۔ جہان معمولی بدنظمی کی وجہ سے ان بیگانے غیر مذہب والون کا گذر آسان نہ تھا۔ اس لیے یہ لوگ ہندوستان کے بحری راستے کی تلاش مین تھے۔

پرتگال پرانی دنیا کے مغربی کونے پر ایک چھوٹا سا ملک ہے۔ وہان کے باشندے جو اپنے تعصب مذہبی مین مشہور ہین پہلے تو مسلمانون کے زیر حکومت تھے۔ مگر پندرھوین صدی عیسوی سے وہ خود مختار ہو گیے تھے۔ انہین مسلمانون کی عداوت نے اُنہین سپاہی اور شایستہ بنا دیا تھا۔ اُنہون نے ہندوستان کا بحری راستہ ڈھونڈھنے مین سب سے پہلے قدم رکھا۔ کچھ کم ایک سو برس تک تلاش مین لگے رہے۔ آخر امانوال بادشاہ نے لسبن اپنی دارالسلطنت سے واسکوڈیگاما کو تین جہاز دیکر ۸ جولائی ۱۴۹۷ء مین روانہ کیا۔ اُس نے افریقہ کے جنوب مین ہوکر ۲۱ رمضان ۹۰۳ھ مطابق ۱۱ مئی ۱۴۹۸ء کو بندر قندریہ علاقہ کلی کوٹ مین آکر لنگر ڈالا۔

۱۴۹۸ء
۹۰۳ھ

۱۹۱۔ پرتگالیون کے راجہ ہاے کوچین وکلی کوٹ سے جھگڑے۔	ایک مسلمان باشندہ ٹونس کے واسطے سے کلی کوٹ کے راجہ سامری سے جسے انگریزی کتابون مین زیمورن لکھا ہے

واسکوڈیگاما نے ملاقات کر کے تجارت کرنے کی اجازت چاہی۔ راجہ کو تو کچھ خبر نہ تھی کہ تجارت کے لیے کسیکو اجازت دینا یا نہ دینا کیسا ہوتا ہے۔ مگر عرب کے مسلمان جو اسوقت سواحل ہند کی تجارت کے مالک ہو رہے تھے پرتگالیون کو خوب جانتے تھے۔ اُنہون نے راجہ سے کہا کہ ان کا آنا تمہاری حکومت کو بڑا نقصان پہونچائیگا گو یہ اپنے کو سوداگر ظاہر کرتے ہین۔ مگر درحقیقت بحری قزاق ہین یہ سُنکر راجہ کا دل پھر گیا۔ اور واسکوڈیگاما کئی مہینے تک ساحل پر پڑا پڑا واپس چلا گیا۔ جب وہ ۲۲ محرم ۹۰۵ھ مطابق ۲۹ اگست ۱۴۹۹ء کو پرتگال مین

۱۴۹۹ء
۹۰۵ھ

پہونچا تو ہندوستان کا راستہ معلوم ہونے سے وہان کے لوگون کو بے انتہا خوشی ہوئی اور
تمام یورپ مین اُس کی ایک دھوم مچ گئی دوسرے سال الوازر کابرل کے امیرالبحری مین تیرہ
جہازون کا بیڑہ بارہ سو آدمی کے ساتھ روانہ ہوا - آٹھ پادری بھی عیسائی مذہب کی ہدایت
کے لیے اُس کے ساتھ ہوئے - اپنے مذہبی تعصب مین یہ کچھ ایسے اندھے تھے کہ
اگر کسی نے ان کی ہدایت سے روگردانی کی اسے فوراً قتل کر ڈالنا اور اگر بس چلے تو اس کے
گھر بار مین آگ لگا دینا - یہ ان کے بائین ہاتھ کا داؤن تھا - یہ جہاز ۱۰ - صفر ۹۰۶ھ مطابق
۱۳ ستمبر ۱۵۰۰ء کو کلی کوٹ مین آئے - اور راجہ سے میل جول کر کے کوٹھی بنانے کی اجازت
لے لی - کلی کوٹ اور کوچین کے راجاؤن مین باہم نفاق تھا - ان پرتگالیون نے راجہ کے خیر خواہ
بننے کے لیے کوچین کے راجہ کے جہاز لوٹ کر والی کلی کوت کو دیدیے - اِس سے پرتگالیونکی
جرأت کی شہرت ہوئی جس سے ملیباری اُن سے کھٹکنے لگے - اب پرتگالی یہ چاہتے تھے -
کہ اُنکی تجارت کو رونق ہو - اور یہ بغیر اِس کے کب ہوسکتا تھا کہ مسلمانون کی تجارت کو نقصان
نہ پہونچے اور اُن کی تجارت چل جائے - اِس سبب سے فریقین مین رنج شروع ہوا - پرتگالیون
نے راجہ کو سوجھایا - کہ مسلمانون کی آمد و رفت عرب سے اپنے ملک مین بند کر دو ہماری تجارت سے
آپ کو اُن کی نسبت زیادہ نفع ہوگا - راجہ نے دل سے تو اِس بات کو قبول نہ کیا - مگر اُن سے
کہدیا کہ تم سے جو ہو سکے وہ کرو - اسی اثنا مین الوازکابریل نے مسلمانون کا ایک جہاز پکڑا
اِس کا سارا اسباب اُتار کر اپنے جہاز مین بھر لیا راجہ کے پاس مسلمان فریادی گیے - اُس نے
ان سے بھی کہدیا - کہ جو تمہارا جی چاہے تم بھی کر لو - مسلمان اُن کی کوٹھی پر جا لپکے - لڑائی
خوب ہوئی خشکی مین تو مسلمان غالب آئے مگر پانی مین پرتگالیون نے مسلمانون کے جہازون
کو خوب لوٹا اور جلا دئے اور شہر پر بھی خوب گولے برسائے - اور کوچین کو چلے گیے - کوچین

۱۴۹۸ء
۹۰۳ھ

کا راجہ کلی کوٹ کے راجہ کا مطیع تھا۔ مگر چاہتا تھا کہ کسی طرح اُسکی اطاعت سے آزاد ہو جائے
اُس نے پرتگالیون کی دلیری اور ہتھیارون کو دیکھکر سوچا کہ ان سے میل جول کرنے مین
کلی کوٹ والون کے مقابلے مین بڑی مدد ملیگی۔ اِس لیے اُس نے اِنکی بڑی آؤ بھگت
کی۔ پرتگالیون نے مال تجارت وہان سے لیا۔ اور کنانور کو دیکھتے بھالتے راجہ کلی کوٹ
کے بیڑہ سے بچتے ہوئے جو اُن سے لڑنے کو آیا تھا اپنے ملک کو چلدیے پھر ۹۰۸ھ
مطابق ۱۵۰۲ء مین واسکو دیگاما آیا۔ اور کلی کوٹ مین بہت سے آدمیون کو قتل کر دیا اور راجہ کوچین
سے دوستی کر کے چلا گیا۔ اب راجہ کلی کوٹ نے راجہ کوچین پر چڑھائی کی کوچین والے بھی
لڑنے کو تیار ہوے۔ مگر آخر کوچین بول گیے شکست کھائی۔ راجہ جزیرہ وائپین مین چلا گیا
شاہ پرتگال نے اُس کی امداد کے واسطے الفنسو البوکرک امیر البحر کی ماتحتی مین جہاز اور آدمی
بھیجے۔ کیونکہ اب اُس نے مستحکم ارادہ کر لیا تھا۔ کہ یہان اپنی سلطنت قایم کر کے کوچین کو
اُس کا مرکز بنائے پرتگالیون کو دیکھکر کلی کوٹ والے چلدیے راجہ کوچین اپنی گدی پر
از سر نو بیٹھا۔ دریا کے کنارے پر یہان ایک مسجد بنی ہوئی تھی اُسے توڑ کر پرتگالیون نے
گرجا بنالیا۔ یہ سب سے پہلا گرجا ہے جو ہندوستان مین بنایا گیا ہے۔ جب راجہ کلی کوٹ
کو شکست ہوئی تو اُس نے پرتگیزون سے صلح کر کے اُنھین کلی کوٹ مین کوٹھی بنانے کی
اجازت دیدی۔ مگر پھر کچھ اَن بن ہو گئی۔ اور البوکرک پرتگال کو چلا گیا۔ ایک شخص پاشی کو
چھوڑ گیا۔ کلی کوٹ کے راجہ نے موقع دیکھکر پچاس ہزار آدمی سے راجہ کوچین پر پھر چڑھائی کی
مگر کوچین والون کو پرتگیزی سپاہیون کی بدولت غلبہ رہا ۹۱۱ھ مطابق ۱۵۰۵ء مین پرتگال
والون نے المیدا کو بھیجا۔ اور گو ہندوستان مین پرتگال والون کا ملک ایک چپہ بھر بھی نہ تھا
مگر اسکو شاہ پرتگال نے وایسرائے یعنی نائب السلطان کا خطاب دیا۔ اور نواب بے ملک

۱۵۰۲ء / ۹۰۸ھ

۱۵۰۵ء / ۹۱۱ھ

بنایا۔ جب یہ ساحل ملیبار پر آیا۔ تو عجیب مذاق کی بات ہوئی کہ راجہ بیجانگر نے اس کے پاس اپنا ایلچی تحفے تحایف دیکر بڑے تزک واحتشام سے بھیجا۔ اور پیغام دیا۔ کہ اُس کی بیٹی باکرہ اور حسین ہے۔ اُسکی شادی اپنے بادشاہ کے بیٹے سے کرا دیجیے۔ المیدا نے اِس پیغام کا جواب تو معلوم نہین کہ کیا دیا۔ مگر سفیر کی بڑی خاطرداری کی۔ اب المیدا کوچین مین آیا بندرگاہ کولم جسے اب کولان کہتے ہین کالی مرچون کے منڈی تھی یہان اُس نے مسلمانون کے جہازون کا اسباب اُتروا کر کچھ اپنے جہازون مین بھر لیا۔ اور کہدیا۔ کہ پرتگیزون کے سوا کوئی دوسرا مرچین بھی نہین لے سکیگا۔ یہ فرعونی حکم مسلمانون اور ہندوستانیون کو سخت ناگوار ہوا۔ یونہی سی آپسمین لڑائی ہوئی۔ اور پرتگیز لوٹ لاٹ کر چلتے سبنے۔

۱۹۲۔ پرتگالیون کی سلطان گجرات ومصر وراجہ کالی کوٹ سے لڑائیان

اس زمانے مین مصر کی حکومت خلفاے عباسیہ سے نکل گئی تھی ایک شخص قانصور ملوک مصر کا مالک تھا۔ پرتگالی اُس کے جہازون کو بھی حیران کیا کرتے تھے۔ راجہ کلی کوٹ نے تنگ ہو کر والی مصر و گجرات ودکن کو لکھا۔ کہ پرتگالی میرے ملک پر نظر رکھتے ہین۔ اور اسی کے ساتھ مسلمانون کو بھی تباہ و برباد کرنا چاہتے ہین جہانتک مجھسے ہو سکا مین نے ان کی حمایت مین کوئی دقیقہ اُٹھا نہین رکھا اب میری قدرت سے اسکا تدارک باہر ہے۔ اب آپکا فرض ہے کہ مسلمانون کی خاطر میری مدد کرین۔ اسپر والی مصر نے ایک بیڑا امیر حسین کے ماتحت اور سلطان محمود شاہ گجراتی نے ملک ایاز امیر الامرا کی زیر حکومت روانہ کیا۔ یہ جہاز بندر دیو مین جمع ہوئے۔ چار سو عرب سامری کے اور حاکم گوا کے بھی کچھ جہازات ون کے ساتھ تھے۔ المیدا نے یہ خبر سنتے ہی اپنے بیٹے کو جہاز دیکر مقابلہ کے لیے روانہ کیا۔ اور کہا کہ کسی ہندوستانی امیر کو اپنا رفیق نبا لینا۔ وہ اِس غرض سے بندر چیول مین آیا۔ کہ مصریون کے جہاز سامنے آگیے۔ لڑائی شروع

ہوئی۔ خوب لڑائی ہوئی۔ مصریون کے کئی جہاز پرتگالیون نے پکڑ لیے۔ مگر ملک ایاز کی کمک
وقت پر پہونچ گئی جو بندر دیو سے آرہا تھا۔ اُسکے آتے ہی ہوا پلٹ گئی۔ اور پرتگالیونکو شکست
ہوگئی۔ المیدا کا بیٹا مارا گیا۔ ایک جہاز پرتگالیون کا مسلمانون نے پکڑ لیا مگر قیدیون کے ساتھ
نہایت انسانیت برتی۔ اب المیدا نے انتقام کا ارادہ کیا۔ استنے مین الفنسو البوکرک
سنہ ۹۱۳ھ مطابق سنہ ۱۵۰۶ء مین بجاے اُس کے گورنر جنرل مقرر ہوکر آیا۔ مگر المیدا نے اُسکو
اپنی خدمت کا اہتمام نہ دیا۔ خود فوج لیکر چلدیا۔ وابل مین پہونچا یہان کے باشندون کو کچھ خبر
بھی نہ تھی۔ المیدا عین قلعے کے نیچے ایسی جلدی سے آگیا۔ کہ جب قلعے سے گولے
مارے گیے۔ تو وہ اُس کے سپاہیون کے سرون پر سے چلے گیے۔ اور اُن کو کچھ نقصان
نہ پہونچا۔ پرتگیز قلعہ مین گھس گیے۔ اور قتل عام کرنے لگے اِسوقت پرتگیزون کی بیرحمی
لکھنے سے ہاتھ کانپتا ہے۔ مائین اپنے معصوم بچون کے لیے ڈاڑھین مار مار کر روتی تھین
اور بچے اپنے ننھے ننھے ہاتھ پاؤن گلے مین ڈال کر چمٹے جاتے تھے۔ مگر یہ ظالم اُنکے
ٹکڑے کیے بغیر نہین چھوڑتے تھے۔ جب خون بہاتے بہاتے تھک گیے۔ تو المیدا
نے شہر کو آگ لگادی۔ جاندار تو اِس آگ مین جل بجھے اور بیجان جلتا ہوا ڈھیر بنگیے۔ اب
ظالم بندر دیو مین آیا۔ ملک ایاز نے میر حسین سے کہا۔ کہ بندرگاہ سے آگے نہ بڑھنا۔ مگر وہ اپنی
پہلی فتح کے نشے مین آگے بڑھ گیا۔ لڑائی ہونے لگی۔ کبھی لڑائی کا پلہ ادھر اور کبھی ادھر
بھاری ہوتا تھا۔ مگر آخر المیدا کو فتح ہوئی۔ بعد اِس کے المیدا اور ملک ایاز مین صلح ہوگئی۔ اور
ملک ایاز نے اُس کے قیدی بڑی انسانیت کے ساتھ اُسے دیدیے۔ جب المیدا لوٹ کر
کنانور مین آیا تو اُس نے ہندوستانی قیدیون کو جو اُسکے پاس تھے بڑی بیرحمی سے ذبح
کر ڈالا۔ بعد اسکے المیدا البوکرک کو اپنی خدمت کا اہتمام دیکر پرتگال کو روانہ ہوا۔ مگر راستے مین

۹۱۵ھ

وحشیون کے ہاتھ سے مارا گیا۔ اب البوکرک نے ۱۰۔ رمضان ۹۱۵ھ مطابق جنوری ۱۵۰۹ء
مین کالی کوٹ پر حملہ کیا۔ اُس وقت سامری وہان نہ تھا۔ پرتگالی اُس پر قابض ہو گیے۔ جامع مسجد
کو جلا دیا۔ جب یہ لوگ لوٹ مار مین مصروف ہو گیے۔ تو نائرون نے صلاح کی اور تین ہزار آدمی
یک لخت پرتگالیون پر آ پڑے پانچ سو آدمی اُنکے مار ڈالے پرتگالی بھاگ کر جہازون مین
سوار ہوئے اور بندر کولم مین چلے گیے۔ اور وہان کچھ سٹ پٹ لڑا کے شہر سے
دو میل پر ایک چھوٹا سا قلعہ بھی بنا لیا۔

۱۹۳۔ پرتگالیون کا بندر گوا کو لینا اور شکست کھا کر چلا جانا۔

اب البوکرک نے سوچا کہ بغیر اسکے کہ کوئی بڑا شہر ہاتھ آئے اور اُسکو ملجا و ماوا بنایا جاسے کوئی کام نہین ہو سکتا۔ قزاقونکے
یار قزاق ہی ہوا کرتے ہین تموجی نام ایک بحری قزاق اُس کا دوست تھا۔ اُس نے بندر گوا
لینے کی راے دی۔ البوکرک کی سمجھ مین بھی آگئی۔ تمام جہازونکا ساز و سامان کر اور تموجی کو ساتھ لیکر
گوا پر آ پہونچا۔ قلعہ پر سے کچھ روک ہوئی مگر پرتگالیون نے قلعہ لے لیا۔ شہر ایک سوداگرون
کی منڈی تھا۔ بہت سے سوداگر رہتے تھے۔ اور بہت سے آئے ہوئے تھے۔ وہ سوچے
کہ اگر شہر پر حملہ ہوا اور وہ فتح ہوا تو معلوم نہین کہ اُن کی دولت و عزت کا کیا حال ہوگا۔ اسلیے
اِس شرط پر سارا شہر البوکرک کے حوالے کر دیا کہ اُن کی جان و مال پر آفت نہ آئے۔
البوکرک سارے شہر پر قابض ہو گیا۔ ملکی و مالی انتظام کرنے لگا۔ کئی ہندوستانیون کو
ملکی عہدے دیدئے۔ راجاؤن اور بادشاہون کے پاس سفیر بھیجنے شروع کیے۔ جب
یوسف عادل شاہ کو یہ خبر ہوئی۔ تو اُس نے دو تین ہزار خاصہ خیل اور کچھ دکھنی حبشی لیے
اور فوراً پانچوین روز گوا جا پہونچا۔ گو پرتگالیون نے اسکے مقابلے مین کوئی بات جرأت و
ہمت کی اُٹھا نہ رکھی مگر شکست کھائی۔ اور شہر خالی کر کے جہازون مین چلے گیے۔ پھر

پرتگالیون نے ایک مرتبہ چند روز بعد ایک شبخون مارا اور توپخانہ وغیرہ بہت سامان لوٹ لیگئے جہازی لڑائیاں بھی کچھ کچھ ہوتی رہین صلح کے بھی پیغام سلام ہوئے۔ مگر اُسکا انجام کچھ نخیر نہ ہوا۔ یوسف عادل شاہ گوا کو اپنے معتبر آدمیون کے حوالے کر کے چلا آیا۔

۱۹۴۔ انتقال یوسف عادل شاہ | یوسف عادل شاہ اب بہت بوڑھا ہو گیا تھا پچھتر برس کی عمر تھی۔ اور طرح طرح کے تفکرات بھی رہتے تھے۔ بیمار ہو گیا۔ اور مرض وادالقنیہ سے ۹۱۶ھ مین انتقال کیا اور اپنے پیر شیخ جلال المشہور بہ شیخ چندا کی قبر کے پاس قصبہ کھرکی مین حسب وصیت دفن کیا گیا۔ یہ شیخ چندا شیعہ مذہب تھا۔ مگر اس کی اولاد اکثر سنی ہو گئی تھی۔ یوسف عادل شاہ نہایت خوبصورت اور اچھے ڈیل ڈول کا جوان تھا۔ خوشنویس بھی تھا۔ علم عروض اور علم موسیقی مین خوب دخل تھا طنبورا اور عود باجون کو خوب بجاتا تھا۔ گو اُسکی ذاتی شجاعت مین شک نہین۔ مگر مذہبی پس و پیش اُسے کرنا پڑتا تھا۔ اگر شیعہ مذہب کا تعصب نہ ہوتا۔ تو اسکی سلطنت بہت بڑھ جاتی اور تعجب نہین کہ تمام ہمنی حکومت کا یہ مالک ہو جاتا یہ اُس کی بڑی لیاقت کی بات ہے کہ اُس نے اِس ملک مین جہان اس کثرت سے سُنی ہین شیعہ مذہب کو علی الاعلان برتا اور سلطنت مین نقصان نہ آنے دیا۔ اندا پور کے قرب و جوار مین ایک مرہٹہ ونکٹ راو نام حاکم تھا۔ وہ یوسف عادل شاہ کی اطاعت نہین کرتا تھا۔ اس نے اُس پر لشکر کشی کی۔ ونکٹ راو قتل ہوا۔ اور اُس کی بہن سولہ برس کی گرفتار ہوئی۔ یوسف عادل شاہ نے اُسکو اپنے حرم مین داخل کر لیا۔ اِس لڑکی کا نام بوبجی تھا۔ اس سے ایک لڑکا اسمٰعیل اور تین لڑکیان پیدا ہوئین۔ اور تینون سنیون سے منسوب ہوئین۔ مریم سلطانہ منکوحہ برہان نظام شاہ دوسری خدیجہ سلطانہ زوجہ علاؤالدین عماد الملک تیسری بی بی ستی زوجہ احمد پسر محمود شاہ بہمنی۔ بیجاپور کو اُس نے اپنا دار الحکومت مقرر کیا۔ اور ایک قلعہ بنایا جو قلعہ ارک کے نام سے مشہور ہے

عیدگاہ قدیم بھی اسی کی بنائی ہوئی ہے جو علی عادل شاہ کے زمانے مین حصار کے اندر آگئی ہے
بٹ بادل کے چشمے سے قلعہ مین پتھر کا نکر ایک نہر بھی لایا تھا جو اب بالکل پٹ گئی ہے۔ گلبرگہ مین
شیخ محمد سراج جنیدی کا روضہ اور منارے بھی اسیکے بنائے ہوئے ہین۔ یہ بیجاپور شہر بھی بہت
پرانا شہر ہے۔ اطوار الابرار مین شیخ عین الدین گنج نے لکھا ہے کہ علاؤ الدین خلجی کی طرف سے
سنہ ۷۰۶ھ مین یہان ملک عز الدین ابورجا حاکم مقرر تھا۔ اُس نے یہان ایک چوبی مسجد بنائی
تھی۔ پھر جب اُس کا بیٹا کریم الدین ابورجا حاکم ہوا تو اُس نے سنہ ۷۱۶ھ مین سنگین جامع مسجد
بنائی۔ قلعہ ارک کے اندر جو مسجد ہے اُسپر ابتک کریم الدولہ کا نام پتھر پر کندہ کیا ہوا موجود ہے
یوسف عادل شاہ کی فوج مین بارہ ہزار سوار اور چودہ ہزار پیادے اور سینتیس ۳۷ ہاتی تھے۔

۱۹۵۔ اسمعیل عادل شاہ کی تخت نشینی اور گوا کا پرتگیزون کے قبضے مین جانا

یوسف کے بعد اسمعیل اُس کا خردسال بیٹا تخت نشین ہوا اور کمال خان دکھنی سر نوبت متولی مقرر ہوا۔ یہ شخص
سلطان محمود شاہ کے امرا ے کبار سے تھا جو بعد عہد و پیمان کے یوسف عادل شاہ کے پاس
چلا آیا تھا۔ یوسف عادل شاہ اُس سے بہت خوش تھا۔ مرتے وقت اُسے منصب وکالت بھی
دے گیا تھا۔ اور اپنے کل امرا کو اُس کی اطاعت کے لیے کہہ مرا تھا۔ چونکہ کمال خان سنی
تھا اس لیے اب اُس نے سنی مذہب جاری کر کے خلفاے راشدین کا خطبہ پڑھوایا۔
البوکرک اسوقت کنانور مین تھا۔ اُس نے اپنے جہازون کی وہان درستی کی۔ اور جب بیجاپور
کے اس انقلاب کا حال سُنا۔ اور معلوم ہوا۔ کہ بندر گوا کی فوج نئے بادشاہ کی تخت نشینی کے
لیے بیجاپور گئی ہوئی ہے۔ تو وہ گوا پر آیا۔ گوا کے گرد اسوقت ایک نئی فصیل بنگئی تھی۔ اور
خندق کھُدی ہوئی تھی۔ اُس کے آگے لکڑیون کا باڑہ پانی مین کھڑا تھا۔ جس کے نیچے جہاز
بے خوف و خطر کھڑے ہوئے برجون کا کام دیتے تھے۔ یون ایک قلعہ خشکی مین اور دوسرا

حصار پانی مین تھا۔ البوکرک نے کچھ تو اہل قلعہ کو رشوت دی اور کچھ توپ گولون سے کام لیا۔ اور قلعہ و شہر پر قبضہ کر لیا۔ کمال خان سے اسوقت کچھ بن نہ پڑی اور صلح اس بات پر ہو گئی کہ قلعہ پرتگالیون کے قبضے مین رہے۔ مگر اُسکی حوالی مین وہ کچھ دخل نہ دین۔ اُسوقت سے آج تک گوا پرتگالیون کے قبضے مین ہے۔

۱۹۶۔ علاؤالدین عماد شاہ کا احمدنگر پر حملہ اور شکست

برہان نظام شاہ کی عمر جو ایک شیعہ استرآباد کی دختر کے بطن سے تھا احمد نظام الملک کے انتقال وقت صرف سات برس کی تھی مکمل خان بدستور سابق پیشوا اور امیر جملہ رہا۔ اور اُس کا بیٹا میان جمال الدین مخاطب بہ عزیز الملک سر نوبت کیا گیا۔ اور تمام سلطنت پر انہین باپ بیٹون کا حکم چلنے لگا۔ رومی خان و کرم خان و منیر خان جو بڑے امیر تھے اس بات سے جلتے تھے۔ انھون نے بی بی عائشہ برہان نظام شاہ کی دائی کو گانٹھا۔ اور راجا جیو برہان کے چھوٹے بھائی کو جو چار برس کا تھا اور جسے وہ اکثر اپنے مکان کو لیجایا کرتی تھی زنانہ لباس پہنا کر قلعے سے باہر نکلوایا۔ تاکہ برہان کو معزول کرین اور اُسے تخت نشین کرین کہ جس سے مکمل خان کا عروج جاتا رہے ابھی یہ رومی خان کے مکان تک پہونچی بھی نہ تھی کہ قلعے مین بچے کے غایب ہونیکی خبر ہو گئی اور جا بجا تلاش ہونے لگی۔ کچھ آدمی دائی کے پیچھے بھی چلے اور دایہ کو مع بچے کے پکڑ لے گیے جب مکمل خان کو یہ حال معلوم ہوا تو اُس نے شاہزادون کی کمال احتیاط کی۔ اور برہان شاہ کی تعلیم مین ایسی کوشش کی کہ دس برس کی عمر مین وہ کافیہ پڑھنے لگا۔ اسکا خط بھی اچھا ہو گیا غرض کہ ان امرا مین جب نا اتفاقی زیادہ ہوئی اور مکمل خان کے سامنے کسی کی پیش نہ گئی۔ تو یہ سب امیر اپنی جان کی خوف سے رات کیوقت آٹھ ہزار آدمیون سے برار کو بھاگ گیے۔ اسی ۹۱۶ھ مین فتح اللہ عماد الملک مر چکا تھا۔ اور اُس کا بیٹا علاؤالدین تخت پر بیٹھا تھا۔ اس لیے بجاے

ملک کے لفظ شاہ کا اپنے نام کے ساتھ لگایا اور علاؤالدین عماد شاہ بنا۔ قلعہ کاویل کو اپنا مستقر قرار دیا۔ جب ان امراے نظام شاہی نے کہا کہ احمد نگر با سانی فتح ہو سکتا ہے تو علاؤالدین نے فوج جمع کی اور سرحد ممالک احمد نگر پر آیا۔ اور چند مواضعات و قصبات پر قبضہ کرلیا۔ مکمل خان نے برہان نظام شاہ کو مع فوج کے ساتھ لیا اور خواجہ جہان دکھنی کو بھی بلاکر دشمن کے مقابلے کے لیے کوچ کیا۔ جوالی قصبہ رانوری میں لڑائی ہوئی۔ اس وقت برہان آذر خان غلام مکمل خان کے ساتھ سوار تھا۔ برار والوں کی شکست ہوئی۔ احمد نگر والوں نے تعاقب کیا دشمنوں کے پیر ایلچپور میں بھی نہ جمے وہ سب برہانپور میں بھاگ گیے۔ انہوا لے دشمن وہان بھی پہونچے۔ مگر عادل خان اعظم ہمایون والی خاندیس کی توجہ سے وہان علما اور مشایخ کی وساطت سے صلح ہوگئی۔ فریقین اپنے اپنے گھرون کو لوٹ آئے۔

۱۹۷۔ امیر برید اور کمال خان کے بادشاہ ہونے کی تجویزین۔

جب کمال خان اور پرتگالیون سے صلح ہوگئی۔ تو اُس نے اندرونی انتظام کی طرف توجہ کی۔ اور ملک مین اپنی طاقت بڑھانا شروع کی اور چاہا کہ خود ملک کا مالک بن بیٹھے۔ دریا خان اور فخر الملک عادل شاہی بھی اس سال مرگیے۔ کمال خان نے اُن کی جاگیرین اپنے بیٹون اور رشتہ دارون کو دیدین۔ مرزا جہانگیر و حیدر بیگ سے بھی کچھ پرگنات لیکر اپنے اعوان و انصار کو دیدیے اور یہ دستور کرلیا۔ کہ جو کوئی مرے یا خطا کرے اُسکی جاگیر اپنے آدمیون کو دیجا ے۔ اب امیر برید کو لکھا کہ اس وقت بیجاپور اور احمد نگر مین بچون کی حکومت ہے۔ علاؤالدین والی برار ایک نوجوان اور عیش دوست ہے۔ اگر آپ مدد کرین تو ہم آپ ملک کو بانٹ لین۔ اور یہ ٹھیرا کہ امیر برید دستور دینار کا علاقہ لے لے باقی بیجاپور کمال خان کا رہے۔ اور اسمٰعیل کو نکول یا قتل کردیا جا ئے

سنہ ۹۱۴ھ مین احمد نظام الملک کے مرنے کے بعد زین خان کی مدد کرکے یوسف عادل شاہ

نے شولاپور کے سارے پانچ ٹھپہ پر زین خان کا قبضہ کرا دیا تھا - اس لیے شولاپور کے علاقے
کی بابت یہ ٹھیرا کہ وہ بھی کمال خان لے لے - جب یہ صلاح ٹھیر گئی تو دونون نے اپنا اپنا کام
شروع کیا - امیر برید نے محمود شاہ کو اپنے مکان مین قید کیا - اور لشکر لیکر حسن آباد گلبرگہ کو آیا
اور قلعہ نصرت آباد و ساغر و اینکیہ وغیرہ کے تمام علاقے تلدرگ پر جو دریاے بھینورہ سے
گلبرگہ کی طرف تھا قابض ہو گیا - پھر گلبرگہ کا محاصرہ کیا - ادھر کمال خان نے اسمعیل اور اُس کی
مان پونجی خاتون کو قلعہ ارک مین قید کیا اور اپنے بیٹون کو محافظ مقرر کر کے شولاپور چلا گیا -
چونکہ زین خان کی کسی نے مدد نہ کی - اس لیے دو تین مہینے کے محاصرے کے بعد
زین خان نے کل سارے پانچ ٹھپہ جان و مال کی امن کے وعدے پر اُسے دیدئے -
امیر برید نے گلبرگہ سے اُسے تہنیت کا خط لکھا - کمال خان لوٹ کر بیجاپور آیا - اور اسمعیل کو باہر
لا کر سب آدمیون سے اُسے سلام کرایا - تاکہ مخلوق کو کچھ شک نہ گذرے - تین ہزار مغل خاصہ
خیل مین سے صرف تین سو منتخب کر کے باقی یک قلم موقوف کر دیئے - اور حکم دیدیا کہ اگر ہماری
قلمرو مین انمین سے کوئی شخص ایک ہفتے کے بعد ملیگا تو فوراً قتل کر دیا جائیگا - پھر اپنے
دوستون کی شہرت بڑہانیکے واسطے جھوٹے عہدے بنائے - ہزاری کو سہ ہزاری کا
خطاب دیا - اور اچھے گھوڑون کے بجائے کیسے ہی برے گھوڑے ہون اُن کو فوج
مین بھرتی کیا - جس سے جھوٹی تعداد بڑھ گئی - اور ہزار مین دو سو گھوڑے بھی کام کے نہ رہے
ایسے لشکر کو اصطلاح دکن مین کوڑہ رادت کہا کرتے تھے -

۱۹۸ - کمال خان کا قتل

غرہ صفر ۹۱۷ھ کو کمال خان نے شمار کیا تو اُس کے پاس بیس ہزار
دکھنی اور حبشی سوار رہتے تھے - اُسنے اپنے دوستون سے تخت نشینی کے باب مین صلاح لی
سب متفق اللفظ ہوئے کہ ہم اچھی ہین جلدی کرنا چاہیے - مگر منجمون نے کہا - کہ یہ پندرہ دن

اچھے نہین ہین - سولھوین روز تخت پر بیٹھنا - اِس لیے کمال خان اُن ایام کو منحوس سمجھکر قلعہ
مین ایک مضبوط مقام مین جابیٹھا - اور کہدیا کہ میرے سر مین درد ہے کوئی میرے پاس
نہ آئے - اور صفدر خان اپنے بیٹے کو کام سپرد کردیا - اب یہ خبر تمام مین مشہور ہوگئی - کہ کمال
خان کا ایسا ارادہ ہے - پونجی خاتون نے اس وقت بڑا کام کیا - یوسف ترک اپنے بیٹے
کے کوکا کو بلایا اور کہا کہ اگر کمال خان بادشاہ ہوگیا تو تجھے سب سے پہلے قتل کردے گا - کیا یہ
بہتر نہین ہے کہ تجھسے کوئی کام بن پڑے اور ہماری جان بچ جاے - اُس نے کہا کہ اسمعیل
پر سے مین کیا اگر ہزار جان میری ہون تو بھی بکرے کی طرح قربان کرنے کو موجود ہون - جب
پونجی خاتون نے اُسے راضی پایا - تو پوری پوری اپنے کامیاب ہونے کی تجویز کرلی - ایک
بوڑھیا جو محلات کی خبرین کمال خان کو پہونچایا کرتی تھی اُسے خوب روپیہ دیکر راضی کیا اور کہا
کہ مین نے سنا ہے کمال خان کی کچھ طبیعت اچھی نہین ہے - مین بارہ ہزار ہون دیتی ہون
یہ لیجا کر اُس کے سر پر سے تصدق کردے - جب وہ لیکر چلی تو اُسے بلاکر کہا کہ یوسف کا کا
حج کو جانا چاہتا ہے - اور کہتا ہے کہ کمال خان جب تک اپنی رضامندی سے رخصت نہ کرے
اُس وقت تک مین نہین جاؤن گا - اس کو کمال خان تک پہونچا دے - کہ یہ اجازت حاصل کرلے
کمال خان بیڑہ رخصتی خود اُسے عنایت کردے - اور پروانہ اپنی مہر سے حاکم بندر دابل
مصطفیٰ آباد کے نام لکھدے - جب بڑھیا پہونچی - اور پونجی خاتون کی طرف سے شفقت کی
باتین اُس کے کان مین پہونچائین ہون بھی تصدق کیے اور اُس سے یوسف ترک کے ارادہ
حج کو سنا جو اُس کے دلی منشا کے موافق تھا تو اُس نے یوسف کو اپنے سامنے بُلایا - اور اپنی
ہاتھ سے بیڑہ رخصتی دیا - دکن کا قاعدہ ہے کہ رخصتی پان ادباً ہاتھون مین چادر کو پھیلا کر
لیا کرتے ہین - اس نے چادر کے نیچے خنجر چھپا لیا - اور چادر پھیلا کر اور آگے بڑھا - جب

ٹھیک اپنی زد پر دیکھ لیا تو اس زور سے اسکے خنجر مارا کہ فق سے جان نکل گئی۔ یہان کمال خان کی بی بی بھی یونجی خاتون کے ہی جوڑ کی تھی۔ اُس نے یوسف ترک اور اُس کی بڑھیا کو اُسی وقت قتل کرا دیا۔ کمال خان مقتول کو زندون کی طرح لباس مین بٹھائے رکھا اور محلات کے آدمیون سے کہدیا کہ کوئی اُسکے مرنے کا نام نہ لیوے۔ اور نہ آہ واویلا کسی کو کرنے دیا۔ پھر فوراً صفدر خان کو بلایا۔ صفدر خان اپنے باپ کی نعش دیکھتے ہی چلایا۔ مگر اُس کی مان نے اُسکے منہ کو بند کر دیا۔ اور کہا کہ یہ وقت تدبیر کا ہے رونے دہونے سے کام بگڑ جائیگا۔ مرد بن اور اسمعیل اور اُسکی مان کا جاکر کام تمام کر۔ پھر اپنے باپ کی جگہ تو بادشاہ بن اسوقت اگر صفدر خان بھی اپنی مان کی طرح بہادر اور عاقل ہوتا تو بیشک تدبیر نہایت معقول تھی۔ مگر وہ بزدل تھا۔ بولا۔ کہ ہمارے آدمی اگر اصل حقیقت کو سن لینگے تو فوراً منتشر ہوجائینگے اِس سے بہتر ہے کہ ہم ابھی کہین بھاگ نکلین۔ اِس پر اُس جری اور خوش تدبیر عورت نے اُسے بڑی غیرت دلائی۔ جس سے آخر کو اُس نے بیدلی سے اُسکی تدبیر پر عمل کیا قلعہ کے دروازے بند کر دئے اور کمال خان کی طرف سے اپنے لوگون کو حکم دیا کہ اسمعیل اور یونجی خاتون کا سر کاٹ ڈالو۔ اور گگن محل کو چلا۔ اِدھر یونجی خاتون کو یہ خیال ہوا کہ یوسف سے کچھ نہ ہوسکا۔ اور کمال خان پر بھید کھل گیا ہے۔ مگر کام کرنے والا سب کام درست کر لیتا ہے اُس نے ہمت کی۔ صندل خواجہ سرا کو دیوان خانے کے چوکی پہرہ والون کے پاس بھیجا۔ اتفاقاً اُس روز اُنہین مغلون کی باری تھی جنہین کمال خان نے باقی رکھ چھوڑا تھا۔ سوا اِن کے دو تین سو دکھنی حبشی بھی تھے۔ اب یونجی خاتون خود پردہ کے پاس آکر اندر کھڑی ہوئی۔ اور پہرہ والون سے کہا اسمعیل شاہ کا حکم ہے کہ کمال خان کا سر کاٹ ڈالو جسے بادشاہ کی رفاقت منظور ہے وہ رہے اور باقی چلے جائین۔ دو سو پچاس مغل

اور ستره دکھنی حبشی رہگیے۔ باقی لوگ صفدر خان کے پاس چلے گیے۔ پونجی خاتون اور دل شاد آغا نے جو یوسف عادل شاہ کی دایہ زادی تھی مردانہ لباس پہنا اور گگن محل کی چھت پر چڑھ گئین پھر مغلون کو بھی اوپر بلالیا۔ صفدر خان بھی فوج لیکر پہونچا۔ مغلون نے اوپر سے تیر اور عورتون نے پتھر مارنا شروع کیے۔ جب شور ہوا تو مصطفیٰ آقا رومی جو پہلے قلعے کی محافظت کیا کرتا تھا اور جسے کمال خان نے جز وضعیف سمجھکر نکالا نہ تھا پچاس تفنگچی لیکر اسمعیل کی مدد کو آپہونچا رسّی پکڑکر اوپر چڑھ گیا۔ اب صفدر خان کی مان نے صفدر خان سے کہلا بھیجا۔ کہ اس طرح تجھے نقصان پہونچنے کا اندیشہ ہے۔ توپین منگاکر دیوار تڑوادو۔ صفدر خان کے آدمی توپین لینے گیے۔ پونجی خاتون نے دوسری تدبیر کی۔ مغلون کو مکان مین پیچھے اس طرح پر چھپادیا۔ کہ دشمنون نے جانا وہ بھاگ گیے۔ اور مکان مین اب کوئی سپاہی نہین ہے۔ اس لیے صفدر خان پھر آگے بڑھا اور دروازہ گگن محل توڑوانا شروع کیا۔ اندر سے کسی نے مزاحمت نہ کی۔ دروازہ ٹوٹ گیا۔ صفدر خان اور اُسکے ساتھی اندر گھسے۔ جب یہ احمق موقع پر پہونچ گیے۔ تو مغل نکل پڑے۔ جگہ بہت تنگ تھی۔ صفدر خان کے آدمی بہت مارگیے صفدر خان کی آنکھ مین ایک زخم لگا۔ کہ زخم کچھ کاری نہ تھا۔ مگر صفدر خان ایک دیوار کی پناہ لیکر نیچے جا کھڑا ہوا۔ وہان اتفاق سے اسمٰعیل عادل شاہ اوپر کھڑا ہوا تھا اُس نے پونجی خاتون کے اشارے سے ایک پتھر لڑھکا دیا۔ جس سے صفدر خان دبکر مرگیا۔ اُسکی فوج کمال خان کے پاس بھاگی۔ لیکن جب معلوم ہوا۔ کہ کمال خان بھی مارا گیا تب بے توقف جدھر جسکا منہ اُٹھا اُدھر چلدیا۔ عین الملک اور جہان جی جو بڑے بڑے سردار اور کمال خان کے رفیق اور رشتہ دار ہوگیے تھے ادھر اُدھر بھاگ گیے۔

۱۹۹ بیجاپور مین شیعہ مذہب دوبارہ سر نو جاری ہوا	کمال خان کے زمانے مین تمام سلطنت بیجاپور مین

دکھنی حبشی یعنی سُنی بھیں گیے تھے کسی کو مغل اور ترکون یعنی شیعون کا خیال بھی نہ رہا تھا - مگر اس
ہنگامہ سے اسمعیل عادل شاہ کی طبیعت بدل گئی - اُس نے دوسرے روز دربار عام کیا -
اور اپنے رفیقون کو مناصب و جاگیرین عطا کین خسرو ترک غلام کو جو لار کا رہنے والا تھا اسد خان کا
خطاب دیا - اور بلگوان جو عین الملک کی جاگیر مین تھا اُسے عنایت کیا - یوسف ترکی غلام کو دیوان شحنہ
مقرر کیا - خوش کلائی آقا و سکندر آقا رومی و مصطفیٰ آقا و مقرب خان کرد و مظفر خان رود باری
و خواجہ عنایت الدین کاشی و محمد حسین طہرانی سلحدار سے امیر کر دیے - مرزا جہانگیر قمی کو جو احمد نگر
چلا گیا تھا اور میر حیدر بیگ و سوی جنگ بہادر وغیرہ کو جو ممالک اطراف مین منتشر ہو گیے تھے
پھر بلا لیا - اور حکم دیدیا - کہ مغل یعنی ولایتی شیعہ کے سوا کوئی نوکر نہ رکھا جائے تمام دکھنی
حبشی حتی کہ مغل زادے بھی نکال دیے - بارہ برس تک یہی حکم جاری رہا - مگر بارہ سال کے
بعد مغلون کی سفارش سے مغل زادون کی اجازت ہو گئی اور راجپوت و افغان بھی ضرورتاً
رکھ لیے جاتے تھے - تمام سپاہ کو حکم دیدیا تھا - کہ تاج سرخ دوازدہ ترک کا سر بر رکھا کرین - اور
جس کے سر پر تاج نہوتا اُسے سلام کی اجازت نہ تھی - اگر کوئی ایسا کرتا تو اُس سے بارہ بکریان
جرمانہ مین لی جاتین - بازار مین اُسکی پگڑی اُتار کر پھینکدی جاتی اور اُسپر نہایت شدت کیجاتی
تھی کسی سپاہی کی مجال نہ تھی کہ بغیر تاج کے شہر مین نکل سکے - غرض کہ اب شیعہ مذہب
جس کے پیرون کی امداد سے اسمعیل اور اُس کی مان کی جان بچی تھی یہان اب بڑی سختی
سے جاری ہو گیا - اور سنی بالکل نکل گیے -

۲۰۰ - سلطان قلی اور گولکنڈہ کی آبادی - اور اُس کی تاریخ -

چونکہ سلطان قلی خواص خان قطب الملک ہمدانی کو جو دکن کی شرقی
سمت مین حکومت کر رہا تھا - معاملات مذکورہ بالا سے بہت ہی
کم تعلق رہا ہے اس لیے ہم نے تلنگانہ کا اس زمانے سے کچھ ذکر نہین کیا - جب سے کہ

وہ وہان کا حاکم مقرر کیا گیا - اب ہمین ایک موقع اُس کے ذکر کا ہاتھ آیا ہے اِس لیے اُس کا
حال ابتدا سے بیان کرتے ہین - چونکہ اِس خاندان کی کوئی ہمعصر تاریخ نہین ہے بلکہ ایک عرصہ
دراز کے بعد تحریر ہوئی ہین - اِس سبب سے سلطان قلی کی فتوحات کی تاریخین مفصل دریافت نہین
ہوئین - جہانتک ممکن ہوا ہے ہمنے بیجاپور احمد نگر وغیرہ کی تواریخ سے تعین تاریخ کیا اور سلسلہ
ملایا ہے - غرض کہ سلطان قلی ایک متوسط درجہ کی فہم و فراست کا آدمی تھا - اسکے مزاج مین
بڑی سلامت روی تھی - لڑتا بھی تھا اور جب موقع پڑتا تو الحرب خدعتہ پر عمل کر کے مکر سے بھی
کام نکالتا تھا - اور ضرورت کے وقت بھاگ بھی جاتا تھا - جہان تک ہو سکتا زبردست سے ہرگز
چھیڑ چھاڑ نہین کرتا تھا - کمزورون کو مطیع کرتا - اور ہندو زمیندارون کو دباتا رہتا تھا - اس نے
آتے ہی محمد نگر گولکنڈہ کو جسے پہلے پانگل کہتے تھے اپنا مستقر مقرر کر کے ایک قلعہ کی
وہان تعمیر کی دولت خانہ کے پاس مسجد اور اسکے پاس حمام بنایا - اُسمین غسل کرنیوالونکے لیے
لنگیان سرکار سے ملتین اور حجام مو تراشی کے لیے موجود رہتے تھے پھر ایک حصار کھینچکر
شہر بسایا - اُسمین بڑے بڑے مکانات اور بازار بنوا کے اُسے خوب رونق دی - گو یہ ایرانی
نسل تھا - مگر معلوم ہوتا ہے کہ اسکو کچھ ذی علم لوگون کی طرف توجہ نہ تھی اِسی سبب سے اسکے
زمانے مین اِس کے حالات اچھی طرح قلمبند نہ ہوئے - اسے رنڈی بھڑوون سے بھی
شوق نہ تھا - بیجاپور والون کی طرح ناچ گانے وغیرہ کی مجالسین اسکے یہان گرم نہین رہتی تھین
البتہ سپاہیون کی قدر کرتا تھا - اور اسی قسم کے کچھ لوگ اُسکے پاس جمع ہو گیے تھے -
اپنے اقارب اور ہم قومون کو ملازم رکھتا - اور انہین کو مراتب دیتا تھا - ایرانی جو ایران سے
دکن مین آتے وہ پہلے بیجاپور مین آتے تھے اور وہین رہجاتے تھے - جن کی یہان کسی وجہ
سے قدر نہ ہوتی یا وہ یہان سے آزردہ ہوتے تو وہ اس کے پاس چلے آتے تھے ورنہ

براہ راست اِس ملک تک ایران سے بہت ہی کم آدمی آتے تھے۔ یہ بھی ایک بڑی وجہ تھی کہ سلطان قلی کے پاس ذی لیاقت آدمی کم تھے۔ چونکہ سلطان قلی خاندان شیعہ سے تھا اس لیے اُس نے اُس ملک مین قوی ہونے کے بعد شیعہ مذہب کا برتاؤ کیا۔ اور اذان مین اشہد ان علیاً ولی اللہ بڑہا کر اصحاب کبار کے نام خطبے سے نکلوا لے۔ اور تمام اپنے علاقے مین موذن اور امامون کے نام شیعہ مذہب کے برتاؤ کے احکام جاری کر دئے۔ یہ تمام مضمون تاریخ قطب شاہی مین لکھا ہے۔ مگر قیاس سے معلوم ہوتا ہے کہ اُسکو مذہبی تعصب نہ تھا گو خود شیعہ تھا۔ مگر کسی سنی کا مزاحم نہین ہوتا تھا۔ یہان سنی شیعون مین اُسکے وقت مین کبھی کچھ جھگڑا نہین ہوا۔ وہ جیسا اچھا سپاہی تھا ویسا ہی اچھا عابد و زاہد بھی تھا دوسرون کا دل کبھی نہین دکھاتا تھا اپنی عبادت خلوص نیت سے اپنے عقیدے کے بموجب کرتا تھا۔ خصوصاً لڑائی کے وقت ہمیشہ نماز پڑھ کر لڑائی کا آغاز کرتا اور بخضوع وخشوع خدا سے دعا مانگتا اور فتح ہوتی تو خدا کی درگاہ مین شکرانے کے سجدے کرتا تھا۔ اُس کا چال چلن بھی بہت اچھا تھا۔ بدکاری کا مطلق خیال بھی نہ تھا۔

۲۰۱۔ سلطان قلی کا راجکنڈہ دیورکنڈہ یا نلگل کھنپورہ کو گلکنڈہ کا فتح کرنا۔ اور اپنے نام کا خطبہ پڑھوانا۔

جیسے اور اطراف مین محمود شاہ کی نالایقی سے جگہ جگہ سردار دم انا ولا غیری کا بھر رہے تھے اُسیطرح سے تلنگانہ کے زمیندار بھی خود مختار بن بیٹھے تھے۔ سلطان قلی نے انہین مطیع کر کے اپنا ملک بڑہانا مناسب سمجھا۔ راجکنڈہ مین ایک شخص ونکٹی نایک زمیندار تھا پہلے یہ جا کر اُسے معہ رفقا قید کرلایا۔ اور اُس علاقے پر قبضہ کر لیا۔ دیورکنڈہ کا قلعہ ایک پہاڑی پر بڑا مضبوط بنا ہوا تھا۔ کشن راے والی بیجانگر کے توابعات سے تھا۔ موقع پر چند روز کے بعد یہ اُسپر جا جھپٹا اور لڑ بھڑ کر اُسپر بھی قابض ہو گیا۔ گرد و نواح کے زمینداروں اور

چودہریون کو مطیع کرلیا - لیکن اب یہ بڑی آفت آئی - کہ جب بیجانگر کے گماشتے یہان سے بھاگ کر بیجانگر گیے تو راجہ کشن راے والی بیجانگر نے تیس ہزار سوار اور بیشمار پیادے لیکر سلطان قلی پر چڑہائی کی - مگر اُس زمانے مین بیجانگر کی حالت اچھی نہ تھی - سلطان قلی بھی پانچہزار سوار اور تیس ہزار پیادون سے مقابل ہوا - پانکل کے پاس لڑائی ہوئی ہندوُون کو کثرت تعداد سے غلبہ ہوا چاہتا تھا - کہ سلطان قلی نے ڈیڑھ ہزار چیدہ سوار سے عین قلب دشمن پر جہان راجہ کشن راے کھڑا تھا حملہ کیا - جس سے ہندو بھاگ نکلے - اور مسلمانون کو فتح ہوگئی - بہت سا مال غنیمت ان کے ہاتھ لگا - اب سلطان قلی نے قلعہ پانکل کا محاصرہ کیا - جہان کثرت سے جنگل تھا اور بیجانگر والون کے قبضے مین تھا - جب راے بیجانگر نے یہ حالت دیکھی تو اُس نے پھر کچھ فوج بھیجی - شب کو ان لوگون نے شبخون مارا اور قلعہ والے بھی نکل آئے مگر پھر مسلمانون کو ہی فتح ہوئی اور قلعہ والے قلعہ مین جا چھپے - اب راے بیجانگر کی جان پر بنی ہوئی تھی دو مہینے تک اہل قلعہ لڑتے رہے مگر جب لاچار ہوگیے تو قلعہ کے سردار نے جو راے بیجانگر کے خاندان سے تھا جان کی امان پر قلعہ حوالہ کردیا - اور اُس کا تمام علاقہ مسلمانون کے قبضے مین آگیا - اب سلطان قلی کو اور بھی ہمت ہوگئی اس لیے کہنپورہ کی تسخیر کا ارادہ کیا - جو پانکل اور گولکنڈہ کے درمیان واقع ہے - یہ قلعہ بھی ایک پہاڑی پر تھا - اس کے دو طرف دو گھاٹیان تھین جنمین ہوکر قلعہ تک جا سکتے تھے سوائے اُسکے اور کوئی راستہ نہ تھا - اِن دونون گھاٹیون پر برج بنے ہوئے تھے جن پر توپین چڑہی ہوئی تھین - سلطان قلی نے قلعہ والون کو اول اطاعت کا پیغام بھیجا - مگر وہ اِس استحکام کے سامنے کب گردن نیچے کرتے تھے - اُنہون نے توپ سے جواب دیا - سلطان قلی نے اُن برجون کے روبرو توپین لگادین دو مہینے تک گولندازی ہوتی رہی - آخر ایک روز پیچھے سے جہان انسان کے چڑہنے کا خیال بھی نہ تھا چپکے سے فوج

کوچڑ ہا لے گیا۔ اور ادہر سے توپون سے دونون برج توڑ دیئے اور یکایک دہاوا کر دیا قلعہ والے بہت سے کشت وخون کے بعد آخر مطیع ہو گیے۔ اب وہ کوٹلا منڈہ کو کب چھوڑنیوالا تھا۔ اِس کا بھی ایک عرصے دراز تک محاصرہ کیا۔ اور قلعہ توڑ کر اندر گھس گیا۔ اور اُس پر قبضہ کر لیا۔ اس کے بعد تمام اطراف کے مقدم اور نایک داڑیون کو جنھون نے اطاعت کی خلعت وغیرہ سے سرفراز کر کے اور تسلی ودلاسا دیکے یہان آباد کیا۔ اور آپ ملک کا انتظام کر کے دار السلطنت واپس چلا آیا۔ اِس وقت محمود شاہ کی سلطنت مین کچھ دم باقی نہین رہا تھا۔ اِس لیے اِس نے بھی ۹۱۸ھ مین اُس کا نام خطبہ سے اڑا دیا۔ اور باوجود اِس سلطنت مختصر کے شاہانہ ٹھاٹھ جما دئے۔ اور قطب الملک کے بجائے قطب شاہ اپنا لقب مقرر کیا۔ ایرانی بادشاہون کے طور طریق برتنے لگا۔ دن مین شاہان ایران کی طرح پانچ مرتبے نوبت بجواتا تھا۔ حالانکہ بیجاپور احمدنگر کا دِل مین یہ قاعدہ جاری نہ تھا۔ مگر سلطان محمود کو شطرنج کا بادشاہ مانتا تھا۔ اور اُس کے حقوق کو یاد کر کے تحفے تحایف نذرانے کی صورت مین اور پانچ ہزار ہون مخفی برابر ماہ بماہ بھیجا کرتا تھا۔ تاکہ امیر برید نہ لے لے۔

۹۱۸ھ

۲۰۲۔ امیر برید کا اسمعیل عادل شاہ پر حملہ اور شکست۔

امیر برید اس زمانے مین اپنا کام برابر کرتا رہا۔ دستور دینار حبشی حاکم سابق گلبرگہ کا ایک مُنہ بولا بیٹا جہانگیر خان تھا اُسے دستور الممالک کا خطاب دیا اور گلبرگہ اُس کی جاگیر مین مقرر کیا۔ اُس نے دکھنی حبشی امیر فراہم کر کے تمام ملک کا انتظام اور قلعون کا محاصرہ کیا۔ اِدھر اسمعیل کو جب کمال خان سے نجات ملی تو اُس نے مرزا جہانگیر کو گلبرگہ جاگیر مین دیدیا۔ اُسنے وہان جاکر امیر برید کے چارسو آدمی جن مین امیر برید کے بھائی بھی تھے مار ڈالے جن کی شجاعت کا شہرہ تمام دکن مین

ہو رہا تھا۔ اور قلعون کا محاصرہ اُٹھا دیا۔ اِس سبب سے امیر برید کو غصہ آیا۔ چونکہ امیر برید یہ سمجھا تھا۔ کہ یوسف عادل خان بیجاپور کا طرفدار تھا۔ جب وہ مر گیا تو وہان کی حکومت کا اختیار محمود شاہ بادشاہ کی طرف سے مجھکو ہے۔ اِس لیے اُس نے بیجاپور کے قبضے کا منصوبہ کر کے علاء الدین اور سلطان قلی سے مدد طلب کی۔ اور خزانہ بہمنیہ کو خرچ کر کے بیس ہزار آدمی جمع کیے۔ اور محمود شاہ کو لیکر بیجاپور پر سنہ ۹۱۲ھ مین حملہ کیا۔ چونکہ محمود شاہ امیر برید کے ہمراہ تھا اسمعیل کا یہ حوصلہ نہ ہوا۔ کہ بیجاپور سے آگے بڑھے۔ اپنی فوج کو آراستہ کر کے بیجاپور مین بہ کمال استحکام دشمن کا انتظار کرتا رہا۔ جب امیر برید ملک کو غارت کرتا بیجاپور کے قریب اسدپور مین پہونچا جسے یوسف عادل شاہ نے آباد کیا تھا اور اس کا محاصرہ کیا۔ تو اسمعیل بیجاپور سے نکلا۔ اور بارہ ہزار سوار سے دشمن کا مقابلہ کیا۔ مانگے تانگے کی فوج کب دل دینے والی تھی۔ امدادی فوج رفوچکر ہوئی امیر برید شکست کھا کر اُلٹا بھاگا۔ اور یہان تک حواس باختہ ہوا۔ کہ محمود شاہ کی خبر بھی نہ رہی۔ محمود شاہ اور اُسکا بیٹا احمد لشکر سے جدا ہو گیے اور تلاطم افواج مین محمود شاہ گھوڑے پر سے گر پڑا جس سے کچھ چوٹ بھی آگئی۔ اسمعیل کے آدمیون نے اُسکو گھیر لیا۔ اسمعیل نے بڑی خاطر داری کی۔ اور سواری کے لیے گھوڑے وغیرہ بھیجدئے اور چاہا کہ اُسے بیجاپور لیجاے اور امیر برید کی قید سے نجات دلادے مگر محمود شاہ نے اُسے منظور نہ کیا وہین قصبہ اسدپور مین کچھ روز ٹھیرا۔ مرزا لطف اللہ پسر شاہ محب اللہ نے اُس کی بیمارداری کی۔ اُسکی چوٹ کو آرام ہو گیا۔ اب محمود شاہ نے بی بی ستی ہمشیرہ اسمعیل کو طلب کیا جو اسکے بیٹے احمد کی منکوحہ تھی۔ اسمعیل نے درحقیقت گلبرگہ کے انتظام کرنے کے لیے اور بظاہر ایک مبارک مقام مین رسومات شادی کی انجام دہی کے واسطے محمود شاہ سے کہا۔ کہ گلبرگہ مین مرقد سید محمد گیسو دراز کے پاس رسومات شادی کی بجاآوری بہتر ہوگی۔ چنانچہ محمود شاہ اور اسمعیل وہان آئے۔

۹۱۲ھ

اور گلبرگہ پر قبضہ کر کے وہان خوب جشن کیے۔ بی بی ستی کو شاہزادہ احمد کے حوالہ کر دیا۔ اسکے بعد
محمود شاہ اسمٰعیل کی چار پانچ ہزار فوج لیکر بیدر روانہ ہوا۔ امیر برید اس فوج کو دیکھکر بیدری قصبہ اوسہ
کو چلا گیا۔ محمود شاہ کچھ دنون خوب خوشیان اُڑاتا اور ناچ تماشے مین مصروف رہا۔ لیکن جب
اسمٰعیل کی فوج رخصت ہو کر چلی گئی تو امیر برید دوسرے ہی دن پھر آ پہونچا۔ چونکہ تمام آدمیون کو
بخوبی یقین ہو گیا تھا کہ محمود شاہ اور اُس کا بیٹا دونون نالائق ہین اس لیے قلعے کے دروازے
کھولدیئے اور امیر برید کو کسی نے قلعہ مین آنے سے نہ روکا۔ قلعہ کے ساتھ امیر برید کا
بادشاہ پر بھی قبضہ ہو گیا۔ مگر چونکہ محمود شاہ اُس کا ہمیشہ سے عادی ہو گیا تھا۔ اس لیے
اس کا زیادہ خیال بھی نہ کیا۔

۲۰۳ - سلاطین بیجاپور کا سلاطین صفویہ ایران سے تعلق

ایک بزرگ شیخ صفی الدین حضرت موسیٰ کاظمؓ کی اکیسوین پشت مین
گذرے ہین جو شیخ زاہد گیلانی کے مرید اور داماد تھے۔ قصبہ اردبیل
علاقہ آذربائیجان مین رہا کرتے تھے وہان سالکان طریقت کو تعلیم و ارشاد کیا کرتے تھے۔ جب وہ
۱۷ - ذی الحجہ ۳۵ھ کو مر گیے۔ تو اُنکے بیٹے صدر الدین اور پھر اُنکے بعد اُنکے بیٹے شاہ
قاسم اور پھر اُنکے بیٹے خواجہ علی پھر ابراہیم پھر سلطان جنید یکے بعد دیگرے جانشین ہوتے رہے
اس عرصے مین پیری مریدی کا قاعدہ جاری رہا۔ سلطان جنید کے مشایخی کے زمانے مین اُن کا
ارشاد اسقدر بڑھا کہ عراقین کے حاکم مرزا جہان شاہ نے اُن کو بباعث خوف دیار بکر کی طرف نکالدیا۔
جہان کے حاکم حسن بیگ نے اُن کی خاطر کی۔ اور اپنی بہن سے اُن کا نکاح کر دیا۔ پھر یہ اپنے مریدون
سمیت سنہ ۸۶۰ھ مین گرجستان پر جہاد کے لیے چڑھ گیے اور شروان شاہ کے ہاتھ سے
مارے گیے۔ پھر اُنکے بیٹے سلطان حیدر کا زمانہ آیا جو حسن بیگ کا داماد تھا۔ اس کے ساتھ
بھی کثرت سے درویش ہوئے۔ اس نے سرخ ٹوپی اُن کو تقسیم کی۔ جس سے وہ قزلباش یعنی

سُرخ تاج والے کہلائے یہ بھی لڑلڑا کر ۸۹۳ھ میں مارا گیا۔ اِس کے بعد اس کا بیٹا اسمعیل جو اُس وقت ایک سال کا تھا شروانشاہ کے ہاتھ آگیا۔ جب بڑا ہوا تو بھاگ کر گیلان چلا گیا۔ وہان اُس کے باپ کے مرید اُس سے آکر مل گیے۔ اور کثرت سے جمع ہو گیے۔ یہ قزلباش ملکر ۹۰۶ھ مین الوندبیگ حاکم شروان پر غالب آئے اور رفتہ رفتہ یہ اسمعیل جسکو اسمعیل صفوی کہتے ہین ایران کا بادشاہ ہوگیا۔ یہ شخص نہ صرف شیعہ تھا بلکہ شیعہ گر تھا۔ اِس نے تمام گردونواح کے مسلمان بادشاہون کے پاس اپنے ایلچی بھیجے۔ اور اُن سے دوستی اِس غرض سے پیدا کرنی چاہی کہ اُنکو کسی ڈھب سے شیعہ کرے۔ چنانچہ اُسکے ایلچی راجہ بیجانگر اور گجرات اور دکن کے بادشاہون کے پاس بھی آئے تھے۔ اور اُنہون نے ان کی بڑی خاطر کی تھی۔ لیکن جو ایلچی کہ محمود شاہ کے پاس آیا تھا۔ اُسکو امیر برید نے بوجہ مخالفت مذہب کے دو سال تک پڑا رہنے دیا۔ اور کس مپرس کی طرح ڈال رکھا۔ اُس نے اُس زمانے مین اسمعیل کو لکھا۔ اس لیے اسمعیل نے امیر برید کو دھمکی دی۔ کہ اُسے جلد رخصت کردو۔ چنانچہ اُس نے رخصت کیا۔ جب وہ بیجاپور کی طرف آیا۔ تو اسمعیل نے اسدپور مین اُس سے بہ پاس مذہب بڑی عزت کے ساتھ ملاقات کی اور بندر دابل مصطفی آباد سے اپنا خط دیکر رخصت کر دیا۔ جب اسمعیل صفوی کو یہان کا حال معلوم ہوا تو اُس نے ابراہیم ترکمان کو اسمعیل کے پاس خط دیکر بھیجا۔ جس کا سرنامہ یہ تھا۔ مجد السلطنتہ والحشمتہ والشوکتہ والاقبال اسمعیل عادل شاہ۔ اِس لفظ شاہ سے اسمعیل بہت خوش ہوا۔ اور کہا کہ شاہی اب ہمارے خاندان مین یقیناً آگئی۔ ایلچی کی اِس قدر خاطر کی جو بیان سے باہر ہے۔ جمعہ اور عیدین مین حکم دیا کہ منبرون پر شاہ اسمعیل صفوی کی فاتحہ سلامتی پڑھی جایا کرے۔ چنانچہ یہ قاعدہ سلاطین ایران کے نسبت علی عادل شاہ کے زمانے تک جاری رہا۔ مگر افسوس کہ یہ شاہ اسمعیل صفوی ۹۳۰ھ مین عین عالم شباب مین ہی مرگیا۔ اگر زندہ رہتا تو غالباً بہت کچھ کرتا۔

۲۰۴ - محمود شاہ کا برار کو بھاگنا اور علاؤ الدین کا امیر برید پر حملہ اور شکست

امیر برید اس بات کو جانتا تھا۔ کہ محمود شاہ اور اسمعیل سے اب بڑا رشتہ ہو گیا ہے اس خیال سے چارون طرف سے ناکے بندی کر دی۔ اور بیجاپور کی طرف جانے کے راستے خوب روک لیے جب محمود شاہ بہت تنگ ہوا تو آخر بھاگ نکلا۔ اور برار کا راستہ کھلا پاکر علاؤ الدین عماد الملک کے پاس چلا گیا۔ علاؤ الدین نے اُس کی بڑی خاطر داری کی۔ اور بادشاہ بناکر اُس کے ہمرکاب ہوا۔ اور فوج لیکر اُس کی مدد کو امیر برید کے مقابلے کو چلا۔ اور تخت گاہ تک چلا آیا۔ امیر برید قلعہ مین جا چھپا مگر جب برہان نظام شاہ نے خواجہ جہان حاکم پرندہ کو اُس کی مدد کے لیے بھیجا۔ تو امیر برید قلعہ سے نکلا۔ دونون طرف سے فوجین آراستہ ہوئین۔ اسوقت بادشاہ سلامت کہ جن کی خاطر علاؤ الدین اس قدر روپیہ خرچ کر کے اپنی فوج کے گلے کٹوانے آیا تھا غسل کر رہے تھے۔ اُس نے اپنے ایک امیر مقرب کو بھیجا۔ کہ عین لڑائی کا وقت ہے اسوقت جلد آئیے تاکہ آپ کو دیکھکر فوج کی ہمت بند ہے۔ مگر جب اُس امیر نے دیکھا۔ کہ بادشاہ بے پروا حمام مین آرام کر رہا ہے۔ تو اُس کے مُنہ سے بے ساختہ نکل پڑا۔ کہ ایسے بادشاہ سے کیا ہونا ہے جو ایسے نازک وقت مین ایسے بے ضرورت کامون مین وقت رایگان کھو رہا ہے۔ محمود شاہ کو یہ سُنکر شرم تو نہ آئی بلکہ غصہ آیا۔ اور فوراً گھوڑے پر سوار ہوا۔ میدان مین آیا۔ اور جب لشکر کی صفون کے پاس پہونچا۔ تو گھوڑا کوداتا ہوا عین معرکہ کے وقت لشکر علاؤ الدین سے نکل کر لشکر امیر برید مین چلا گیا۔ علاؤ الدین اپنا سا مُنہ دیکھتے رہ گیے اور بجز اِس کے کچھ نہ بن پڑا کہ اپنے ملک کو لوٹ جائے امیر برید نے محمود شاہ کی ایسی گت بنائی کہ بادشاہ نہ تو زندون مین تھا نہ مردون مین۔ تمام محافظین قلعہ امیر برید کے ملازم تھے۔ بادشاہ کے قبضے مین اُس نے صرف ایک قصبہ کٹھانہ چھوڑ دیا تھا جو دار السلطنت سے دو تین کوس کے فاصلے پر تھا۔ باقی تمام علاقہ اپنے قبضے مین کر لیا تھا

اِس کا قیام قندھار اور اوسہ مین رہا کرتا تھا۔ کبھی کبھی بادشاہ کے پاس بھی چلا آتا تھا۔ جب
بادشاہ اُس سے تنگی خرچ کی شکایت کرتا تو کہتا تھا۔ کہ وزیرون نے تمام ملک دبا لیا ہے۔
جو کچھ تھوڑا سا علاقہ میرے پاس باقی ہے اُسکی آمدنی نیل و حشم و فیلخانہ کے خرچ مین آجاتی ہے
کچھ باقی نہین بچتا۔

۲۰۵۔ ماہور کا علاؤالدین کے ماتحت ہونا

خداوند خان حبشی ماہور کا حاکم جب مرگیا۔ تو اُس کے بجاے
اُس کا بڑا بیٹا حاکم ہوا۔ جب اُس نے دیکھا۔ کہ اطراف کے سردار اپنا اپنا ملک بڑھا رہے ہین۔
تو اُس نے بھی امیر برید کے علاقے پر ہاتھ بڑھایا۔ اور جب موقع ملا۔ تو پرگنات قندھار و دگیر
کو لوٹ لیا۔ امیر برید نے بھی اُس کی تنبیہ کے سامان کیے۔ محمود شاہ کو ساتھ لیکر اُس پر
چڑھائی کی۔ ماہور کے قریب لڑائی ہوئی۔ خداوند خان کا بیٹا اور شیر شرزہ خان اُس کا پوتا دونون
مارے گیے۔ امیر برید غالب آیا۔ مگر خداوند خان کا ایک اور بیٹا غالب خان تھا۔ اُسنے علاؤالدین
سے استمداد کی۔ چونکہ علاؤالدین کو خود اُس ملک پر دعوی تھا۔ اِس لیے اُس کے استخلاص کیواسطے
فوج لیکر وہ خود میدان مین آیا۔ اب امیر برید کے چھکے چھوٹے۔ مگر محمود شاہ نے یہ فیصلہ کر دیا
کہ ماہور کا علاقہ غالب خان کو دیدیا۔ اور اُسے علاؤالدین کا تابع کر دیا۔ یہ واقعہ سنہ ۹۲۳ھ کا ہے

۲۰۶۔ سلطان قلی کا ایلگندل اور ملنکور کو قوام الملک سے لینا۔

قوام الملک صغیر حاکم راجمندری کے حالات کہین کسی نے نہین لکھے
صرف اتنا بیان کیا گیا ہے۔ کہ اسوقت اُس کے پاس پانچہزار
سوار اور دس ہزار پیادون کی فوج تھی۔ مگر معلوم ہوتا ہے کہ وہ بڑا غافل تھا اور اپنی دار الحکومت ہندو
راجاؤن کو دے بیٹھا تھا۔ اس زمانہ مین وہ صرف ایلگندل اور ملنکور کے علاقہ کا حاکم تھا۔ جس وقت
سلطان قلی دیورکنڈہ وغیرہ کے جنوبی مہمات مین مصروف تھا۔ اُس زمانے مین شمالی اور شرقی
سمت کے علاقہ پر قوام الملک نے کچھ دست درازی کی تھی۔ جب سلطان قلی اپنی دار الخلافت کو وہان

کے انتظام سے فارغ ہوکر واپس آیا تو اُس نے قوام الملک کو لکھا۔ کہ انما المومنون اخوۃ آپکو یہ مناسب نہ تھا۔ کہ جسوقت مین ہندؤن سے لڑ رہا تھا آپ میرے ملک مین تاخت وتاراج کرتے بہتر ہے کہ آیندہ اُس کی تلافی کیجیے تاکہ دوستی مین فرق نہ آوے غالب ہے کہ اِن کلمات کے ساتھ سلطان قلی نے معاوضۂ نقصان بھی کچھ طلب کیا ہوگا۔ جس کے دینے سے قوام الملک نے انکار کیا۔ سلطان قلی نے فوج لی۔ اور ۹۲۳ھ مین ایلگندل کے پاس پہونچا۔ قوام الملک بھی ایک منزل آگے بڑہا طرفین مین لڑائی ہوئی۔ سلطان قلی کی فتح ہوئی۔ اوّل تو قوام الملک ایلگندل مین جا چھپا۔ مگر سلطان قلی وہان بھی پہونچا۔ اسلیئے اسے چھوڑ وہ سید ہا برار کو علاؤالدین کے پاس چلا گیا۔ اس طرح ایلگندل اور ملنکور کا علاقہ سلطان قلی کے ہاتھ آگیا۔

۲۰۷۔ محمود شاہ اور اُسکے بیٹے احمد شاہ کی موت

سلطان محمود شاہ کا منشور شاہی نوروز جلوس سے ہی طے ہوچکا تھا اب اُس کا منشور حیات بھی طے ہوا۔ اور ۴ ذی حجہ ۹۲۴ھ کو دنیا اُس کے وجود بے سود سے خالی ہوئی۔ اور ۱۷۸ برس کے بعد اس خاندان سے سلطنت جاتی رہی۔ یہ بادشاہ بڑا پست فطرت خفیف العقل عیش دوست فراغت طلب تھا۔ اگر کچھ بھی اسمین لیاقت ہوتی تو اسکو بہت موقعے ایسے حاصل تھے کہ یہ اپنے باپ دادا کی سلطنت کو اچھی طرح حاصل کرسکتا تھا اسوقت امیر برید کے پاس صرف تین چار ہزار سوار کی فوج تھی۔ دو تین ضلعون سے زیادہ اُس کا ملک نہ تھا۔ اُس نے سوچا کہ اگر مین خود بادشاہ بنتا ہون تو میرے زبردست ہمسایے مجھکو کب چین لینے دینگے۔ اِس سے بہتر ہے کہ خاندان بہمنیہ مین سلطنت کا نام چلا جائے تاکہ میری حکومت بے کھٹکہ باقی رہے۔ اُس نے محمود شاہ کے بیٹے احمد کو تخت نشین کیا۔ ۱۰ چونکہ یہ بھی عیاشی مین باپ کا باپ تھا۔ طنبور لساط صراحی اور قدح مرصع جو محمود شاہ کا رکھا تھا وہ اُس کے حوالہ کیا۔ اور آدمیون کو متعین کرکے حکم کردیا۔ کہ وہ کسی غیر سے بات چیت نہ کرنے پاوے۔ چونکہ

۹۲۴ھ

دسمبر ۱۵۱۸ء

قطب الملک نے اب خرچ بھیجنا موقوف کر دیا تھا۔ اس سبب سے احمد شاہ کو شراب و کباب کے بہم پہونچانے مین تنگی ہونے لگی۔ اُس نے تاج بہمنیہ مین سے جسکی قیمت چار لاکھ ہون تجویز کی گئی تھی جواہرات چھپا چھپا کر توڑے اور بیچ ڈالے۔ جب امیر برید کو خبر ہوئی تو اُس نے بہت سے کلالون کو پکڑا اور قتل کیا۔ جس کے ڈر سے جواہرات لوگون نے بیجانگر وغیرہ کے ممالک مین پہونچا دئے اب احمد شاہ نے اپنے سالے اسمعیل شاہ کو لکھا۔ کہ وہ کچھ مدد کرے۔ اسمعیل نے ایک ایلچی تحفے اور نفائس دیگر اُس کے پاس روانہ کیا۔ اور کچھ خفیہ صلاح و مشورہ بھی بتایا۔ مگر ابھی ایلچی وہان پہونچا بھی نہ تھا کہ دو سال کے بعد شروع سنہ ۹۲۷ھ مین احمد شاہ خود مرگیا یا اُسکو زہر دیدیا گیا۔

۹۲۷ھ
۱۵۲۰ء

۲۰۸۔ سلطان قلی کی علاؤالدین پر فتح

جب قوام الملک کو شکست ہوئی۔ اور اُس کے علاقے پر قطب الملک قابض ہوگیا۔ تو اُس نے علاؤالدین عماد الملک سے امداد کی درخواست کی۔ علاؤالدین کو کچھ عرصہ ہوا تھا۔ کہ ماہور پر بھی حکومت مل گئی تھی۔ اور غالب خان اُسکا ماتحت ہوگیا تھا۔ سوائے اُس کے رانکھیڑ کے سات پرگنے جو خاص محمود شاہ کی جاگیر مین تھے اور اُس کی مدد معاش کیواسطے چھوڑ دئے گیے تھے اُن پر بھی اب علاؤالدین قابض ہوگیا تھا۔ اس لیے اُس نے قوام الملک کی امداد کی سامان کیے۔ سلطان قلی نے اُسے لکھا کہ قوام الملک نے مجھ سے لڑائی مول لی تھی وہ میرے ملک پر خود چڑھ آتا تھا اس لیے مین نے اُس کا ملک چھینا ہے آپ اُس کی امداد نہ کیجیے اور نہ اسی اپنے ملک مین ٹھیرائیے بلکہ رانکھیر کا علاقہ مجھکو دیدیجیے۔ محمود شاہ کی جاگیر کا مین زیادہ مستحق ہون کہ اُسکے مرتے وقت تک روپیہ سے خدمت کرتا رہا ہون۔ علاؤالدین کو اس پر بڑا غصہ آیا۔ اور فوراً فوج لے حوالی رانکھیر مین پہونچا۔ سلطان قلی بھی پہلے ہی سے تیار تھا۔ اسی میدان مین تلاقی فریقین ہوئی۔ عماد الملک کی فوج زیادہ تھی۔ سلطان قلی کو شکست ہونے کو تھی۔ کہ اُسنے اپنے معمولی طریقے کے بموجب چیدہ فوج لیکر قلب دشمن پر حملہ کیا مخالف بہت سے قتل ہوئے اور جب سلطان قلی

کے میمنہ اور میسرہ سے بھی حملے ہوئے تو علاؤالدین کی فوج کے پانون اُکھڑ گیے۔ علاؤالدین بھاگا۔ سلطان قلی نے بعد اس کے ہفت پٹہ پر قبضہ کرلیا اور لوٹ آیا۔ علاؤالدین کا تو ارادہ ہوا۔ کہ سلطان قلی سے بدلا لے۔ مگر اُسپر ایک اور آفت آپڑی۔ جس سے وہ انتقام نہ لے سکا۔

۲۰۹۔ برہان شاہ کا پاتری کو فتح کرنا۔ اور آمنہ رنڈی سے نکاح کرنا۔

اس زمانے مین برہان نظام شاہ کے قدیمی برہمن رشتہ دارون نے جب سُنا کہ اُن کے خاندان کی سلطنت احمدنگر مین قایم ہوگئی ہے۔ تو وہ بیجانگر سے چلے آئے۔ اور احمدنگر مین رہنے لگے۔ اور اُن کا یہ ارادہ ہوا۔ کہ پاتری اُن کا وطن بھی احمدنگر والون کے قبضے مین آجائے جو اسوقت برار مین داخل تھا۔ اسلیے نکمل خان نے برہان کی طرف سے ۹۲۶ھ مین علاؤالدین کو لکھا۔ کہ قصبہ پاتری سے ہمکو ایسا تعلق ہے۔ اگر آپ یہ علاقہ ہمین دیدین تو ہم پر کمال عنایت ہوگی۔ اور ہم اُس کے عوض مین اُس سے زیادہ آمدنی کا مقام آپ کو دیدینگے۔ مگر اُس نے اس کے دینے سے انکار کیا۔ اور جب دیکھا کہ نکمل خان اُس کے لینے کے لیے اصرار کرتا ہے تو اُس نے وہان قلعہ بنانا شروع کیا۔ تاکہ لڑائی کے وقت کام آئے۔ اِس پر نکمل خان نے قلعہ بنانے کو منع کیا۔ مگر جب اُس نے نہ مانا اور قلعہ تیار کرلیا۔ تو وہ برہان کو ساتھ لیے ایک معقول فوج کے ساتھ ایلورہ کے غارون کی سیر کے بہانے سے چلا۔ اور دو منزل چلکر یکایک پاتری کی طرف لوٹ پڑا۔ اور جاتے ہی بیخبری کے عالم مین قلعہ کا محاصرہ کرکے بہت جلد اُسے فتح کرلیا۔ اعظم ہمایون والی خاندیس ۱۰۔ رمضان سنہ ۹۲۶ھ کو مرگیا تھا۔ میران محمد شاہ اُس کا بیٹا اور بہادر شاہ بادشاہ گجرات کا بھانجا اُسکی جگہ تخت سلطنت پر بیٹھا تھا۔ اس خاندان کا یہی پہلا شخص ہے جس نے اپنے نام کے ساتھ لفظ شاہ کا لگایا ہے۔ علاؤالدین نے اُس سے مدد مانگی اور لکھا کہ نکمل خان کا ماہور لینے کا ارادہ ہے اس سے تو کچھ نہ ہوسکا مگر اُس نے حق ہمسایگی کا لحاظ کرکے اپنے نانا مظفر شاہ کو اسکی مدد

۹۲۶ھ

کے لیے درخواست کی اسپر مظفر شاہ نے عین الملک حاکم پٹن کو لکھا۔ کہ فریقین میں ایفاع صلح کرادی۔ اِس لیے ملکل خان نے بادشاہ گجرات کے ڈر سے علاؤالدین سے صلح کرلی۔ اور احمد نگر واپس چلا آیا۔ چونکہ برہان کا اِس وقت نیا نیا عالم شباب تھا ایک رنڈی آمنہ نامی پر بے طرح فریفتہ ہوگیا۔ اور اُس سے نکاح کر کے اپنے تمام حرم کی عورتون سے اُس کا مرتبہ بڑھا دیا۔ اور شراب بھی پینے لگا۔ ملکل خان کو جس نے اُسکے باپ کی پرہیزگاری کا زمانہ دیکھا تھا یہ حالت کب پسند آسکتی تھی۔ اُس نے اسکو دفع کرنا چاہا۔ مگر جب دیکھا۔ کہ اُس کا دفع کرنا اُس کی قدرت سے باہر ہے تو برہان سے کہا۔ کہ جب آپ کم عمر تھے تو مین آپ کی سلطنت کے کامون کو دیکھا کرتا تھا۔ اب مین بوڑہا ہوا اور آپ جوان۔ مین چاہتا ہون کہ اب گوشہ مین بیٹھ کر کچھ دنون اللہ اللہ کرون آپ مجھکو اجازت دیجیے۔ اول تو برہان نے اُسے بہت منع کیا۔ مگر آخر اُس کا استعفا منظور کرلیا۔ اور منصب پیشوائی شیخ جعفر دکھنی ساکن قصبہ ٹیکا پور کو عنایت کیا۔

۲۱۰۔ اسمٰعیل شاہ کا رایچور کی تسخیر کو جانا اور سخت شکست کھا کر لوٹنا

جس زمانے مین کمال خان بیجاپور مین حکومت کر رہا تھا۔ تو اُسکی بدعملی کے زمانے مین رائے بیجانگر نے رایچور اور مدگل کے علاقے پر قبضہ کرلیا تھا۔ اب جب اسمٰعیل جوان ہوگیا۔ اور خانگی جھگڑون سے فرصت پائی تو اُن کی واپسی کا خیال آیا۔ اور آخر سنہ ۹۲۷ھ مین عین ایام برسات مین فوج لیکر اُس طرف روانہ ہوا۔ اس وقت بیجانگر مین تمراج حکومت کر رہا تھا جب شیورائے مرا تو اُسکے لڑکے نہایت خردسال تھے۔ بڑا لڑکا راجہ بنایا گیا۔ مگر تمراج حکومت کرتا رہا۔ جب وہ بڑا حکومت کرنیکے لائق ہوا تو تمراج نے اُسے زہر دیکر مار ڈالا اور اُس کے چھوٹے بھائی کو راجہ کیا۔ پھر اسے بھی دور کر دیا۔ اور خود ہی حکومت کرنے لگا۔ اور اکثر امرا کو اپنا مطیع کرلیا۔ تمراج اسمٰعیل کی چڑھائی کی خبر سُنتے ہی فوراً رایچور کی طرف آیا اور دریائے کرشنا پر آکر ڈیرے ڈالے۔ جو سردار کہ چھوٹے موٹے اسکی اطاعت کرتے تھے

مسلمانون کے مقابلے مین وہ اُس کے ساتھ ہو گیے اور اُس کے پاس کثرت سے فوج جمع ہو گئی
اسمعیل کو یہ سُنکر خوف ہوا۔ اور چاہا کہ حملہ نہ کرے۔ مگر پھر کچھ لوگون کے کہنے سے چل کھڑا ہوا۔ اور
سات ہزار تاج پوش کو لیکر کشنا کے اِس کنارے دشمن کے مقابلے پر جا دھمکا۔ جب دریا کے
کنارے کی ہوا گی اور بارش نے لطف دکھایا۔ تو وہان خوب شراب پی۔ اور اسی نشے کے عالم
مین دریافت کیا۔ کہ دریا پار جاکر دشمن پر حملہ کرنے مین کیا دیر ہے۔ ندیمون نے کہا۔ کہ ابھی صرف
تین سو چرمی ٹوکرے تیار ہوئے ہین چند روز مین جب اِس قدر تیار ہو جائینگے کہ کل فوج پار ہو سکے
تو حملہ کیا جائیگا۔ اُس نے اِسکے جواب مین کچھ نہ کہا۔ اور ہاتی پر سیر کی غرض سے سوار ہوا۔ اور
حکم دیا۔ کہ سپاہ ہاتیون پر سوار ہو کر پار چلے۔ جب لوگون نے چلنے مین تامل کیا تو پہلے اپنا ہی
ہاتی دریا مین ڈالا۔ اتفاقاً اُس وقت دریا پایاب تھا۔ سپاہی کچھ ہاتیون پر اور کچھ ٹوکرون مین دو ہزار
کے قریب پار ہو گیے۔ اور گھوڑے بھی قریب اِسی قدر کے ٹوکرون مین پار ہوئے تھے۔ کہ دشمن
کو خبر ہو گئی اور وہ مقابلے کو آ گیے۔ لڑائی شروع ہوئی۔ گو سکنت راے بیجانگر والون کا ایک بڑا
سردار اور بہت فوج اُن کی ماری گئی۔ مگر اُن کی بڑی کثرت تھی مسلمانون کے بھی ڈیڑھ ہزار آدمی قتل
ہوئے۔ صرف پانچ سو باقی رہے تھے۔ کہ لوٹنا ضروری سمجھکر واپس ہوئے۔ اور دریا مین گھوڑے
ڈالے۔ پانی اسوقت بہت تھا۔ صرف ایک ہاتی اسمعیل کا اور سات تاج پوش دریا سے اُترکر اس
طرف پہونچے۔ باقی تمام سپاہی ڈوب گیے۔ اور ایسی شکست ہوئی کہ اسمعیل کی مشکل سے جان
بچی۔ اب بجز اس کے کوئی چارہ نہ رہا۔ کہ بیجاپور کو بھاگ آئے۔ چنانچہ اسد خان لاری کی صلاح سے
فوراً بیجاپور آ کر دم لیا۔

۲۱۱۔ شاہ طاہر کا ایران سے ہندوستان کو بھاگنا	مصر مین ایک شخص ابو القاسم محمد ابن عبد اللہ المہدی حاکم ہوا ہے۔ اکثر لوگ کہتے ہین کہ یہ مہدی نسل اسمعیل ابن امام جعفر صادق رض سے تھا۔ مگر اہل سنت جماعت

کے نزدیک وہ عبداللہ بن سالم مصری کی اولاد سے ہے۔ اور اہل عراق اُسے عبداللہ بن میمون قداح کی اولاد مین بیان کرتے ہین۔ غرض کچھ ہی ہو اُس کی سیادت مین بڑا کلام ہے۔ اور القادر باللہ خلیفہ عباسی کے زمانے مین ایک محضر بھی اس باب مین لکھا گیا تھا کہ اُس کا نسب صحیح نہین ہے۔ اِس مہدی کی اولاد مین مصر کی حکومت ۲۶۶ برس تک رہی۔ ایک شخص اسی خاندان کا اوائل حکومت کے زمانے مین ہی درویش ہو گیا تھا۔ اور کثرت سے مرید کرتا اور خلایق کو مذہب اثنا عشری کی دعوت کیا کرتا تھا۔ اُسکی اولاد مین اسی طرح ایک مدت تک سلسلہ مشایخی جاری رہا۔ اور یہ خاندان مرجع طوایف انام ہو گیا۔ اور اِس سے مذہب شیعہ کو تقویت ہوتی رہی۔ لیکن جب اِس خاندان کی حکومت ۵۶۷ھ مین خلفاے عباسیہ کے خاندان مین منتقل ہو گئی۔ تو اِن لوگون کی اولاد کو بحیثیت مشایخ جو درحقیقت دعویداران ملک خیال کیے جاتے تھے اُس ملک مین رہنا مشکل ہوا۔ اور یہ لوگ موضع خوند مضافات قزوین حدود گیلان مین چلے آئے اور تین سو برس تک وہان رہنے سے سادات خوندیہ مشہور ہو گیے۔ اِس زمانے مین اِس خاندان مین ایک شخص پیدا ہوا جس کا نام شاہ طاہر تھا یہ شخص بڑا متبحر عالم اور فصیح اللسان تھا۔ مصر و بخارا سمرقند و قزوین کے شیعہ اُس کے مرید تھے چونکہ شاہ اسمعیل صفوی بادشاہ ایران بھی پیری و مریدی سے بادشاہی کے منصب جلیل القدر کو پہونچ گیا تھا۔ اسکو ایسے شخص کا وجود اپنے ملک مین نہایت گران گذرا۔ اور چاہا کہ سلسلۂ مشائخ خوندیہ کا استیصال کرے۔ جب مرزا شاہ حسین اصفہانی کو جو شاہ اسمعیل صفوی کا ناظر دیوان تھا اور جو شاہ طاہر کا بھی رفیق تھا یہ بات معلوم ہوئی تو اُس نے شاہ طاہر کو تمام حقیقت لکھ بھیجی اِس لیے شاہ طاہر نے ضرورتاً سلسلہ پیری مریدی کو بظاہر ترک کر دیا۔ اور کاشان مین بادشاہ کی اجازت سے مدرس ہو گیا۔ مگر اُس کے مرید اس کثرت سے وہان جمع ہوئے۔ کہ شاہی کارکنون نے بادشاہ کو لکھا۔ کہ فرقۂ اسمعیلیہ کا حال کچھ محتاج بیان

نہین ہے۔ شاہ طاہر اپنے مذہب کی ترویج مین بہت کوشش کر رہا ہے اور ملحد و زندیق اُس کے پاس کثرت سے جمع ہو گیے ہین شریعت محمدی کی رونق مین اُس سے فرق آتا ہے اور سلاطین اطراف سے اُس کی مراسلت ہوتی رہتی ہے۔ اس پر شاہ اسمٰعیل صفوی نے اُس کے قتل کا حکم دیا مگر مرزا شاہ حسین نے اُسکو پروانہ قتل کے پہونچنے سے پیشتر خبر بھیجدی۔ کہ جس سے شاہ طاہر آخر ۹۲۶ھ مین اپنے بال بچون کو لیکر کاشان سے یک بیک بھاگ کھڑا ہوا۔ اور عین ایام سرما مین ہندوستان کے ارادے سے بندر جرون مین پہونچا۔ اتفاقاً اُسی روز ایک جہاز ہندوستان کو روانہ ہوتا تھا اُسمین یہ جمعہ کے دن بیٹھ گیا۔ اور دوسرے جمعہ کو بندر گوا مین آ اُترا۔ جہاز کی روانگی سے دو گھنٹے کے بعد شاہ اسمٰعیل کے سپاہی کاشان سے تعاقب کرتے ہوئے بندر جرون مین آئی مگر شاہ طاہر کی زندگی باقی تھی کہ وہ وہان نہ ملا۔

۲۱۲۔ شاہ طاہر کا احمد نگر مین آنا

اس زمانے مین اسمٰعیل عادل شاہ شیعہ مذہب یہان بہت مشہور تھا۔ شاہ طاہر سیدھا بیجاپور آیا۔ مگر اسمٰعیل کو درحقیقت شیعہ سنی مذہب سے تو بحث نہ تھی۔ اُس کا تو شیعہ مذہب حکومت کے واسطے تھا وہ ایسے شیعون کی قدر کیا کرتا تھا جو سپاہی پیشہ ہوتے تھے اُسے مولوی مشائخ سے کیا تعلق تھا۔ اُس نے شاہ طاہر کی طرف کچھ توجہ نہ کی۔ اسلیے شاہ طاہر مایوس ہو کر واپس ہوا۔ اور تجویز کی کہ مکہ معظمہ کو چلا جائے اور کچھ ایام زیارات کربلائے معلا مین گذارے۔ جب ایران کی کوئی اور صورت ہو جائے تو پھر اپنے وطن کو مراجعت کرے۔ اتفاقاً راستہ مین اُسکا پر بندہ مین گذر ہوا۔ وہان خواجہ جہان کو ایک معلم کی اپنے بچون کی تعلیم کے لیے ضرورت تھی ایسے زبردست عالم کا ملنا اُس نے ایک خدا کی عنایت سمجھا۔ اور اُسکو نہایت تعظیم کے ساتھ بڑی منت و سماجت سے ٹھیرا لیا اسی زمانے مین ملا پیر محمد اُستاد برہان شاہ جو حنفی المذہب اور سیدھا سادہ سنی تھا برہان کا بھیجا ہوا کسی ضرورت سے وہان آ گیا

اِس شخص کی برہان شاہ کے اُستاد ہونے کے باعث اُس زمانے مین بہت بڑی عزت تھی ۔ دکن مین لوگ اُسکو بڑا عالم سمجھتے تھے۔ گو وہ ایک معمولی عربی دان تھا۔ جب اِس سے اور شاہ طاہر سے ملاقات ہوئی تو ملا پیر محمد نے اُس سے مجسطی پڑہنی شروع کی جو علم ہیئت کی عربی زبان مین ایک مشکل کتاب ہے۔ سال بھر مین جب ختم کر لی تو ملا پیر محمد لوٹ کر احمد نگر کو گیا۔ جب لوگون کو یہ معلوم ہوا کہ پرندہ مین ایک ایسا زبردست عالم آیا ہے کہ مولانا پیر محمد سا عالم اُسکا شاگرد ہے تو شاہ طاہر کا دکن مین ایک شہرہ اُڑ گیا۔ اب ملا پیر محمد برہان شاہ سے ملا۔ تو اُس نے پوچھا کہ پرندہ مین اِس قدر ٹھیرنے کا سبب کیا تھا۔ اُس نے شاہ طاہر کا حال بیان کر کے اُس کی نہایت تعریف کی۔ اور کہا کہ مین نے اُس سے اس عرصے مین کتاب مجسطی پڑہی ہے۔ برہان شاہ اہل علم کا نہایت قدردان تھا۔ اُس نے ملا پیر محمد سے استدعا کی۔ کہ ایسے عالم کو یہان لائیے اُسے مین اپنے پاس رکھونگا۔ چنانچہ ملا پیر محمد آیا۔ اور شاہ طاہر کو پرندہ سے لے گیا۔ تمام امرا نے چار کوس تک استقبال کیا۔ اور برہان شاہ نے کمال خاطرداری سے اُسے اپنے اہل مجلس مین شامل کر لیا۔ یہ واقعہ ۹۲۸ ہجری کا ہے۔

۲۱۳۔ امیر برید کا علاؤالدین ابن احمد شاہ کو قتل کرنا۔

جب احمد شاہ ابن محمود شاہ مرگیا۔ تو اوسی پہلے خیال سے امیر برید نے علاؤالدین بن احمد شاہ کو بادشاہ بنایا۔ یہ شخص بخلاف اپنے باپ دادا کے عاقل اور عیش و عشرت اور شراب نوشی سے متنفر اور ہوشیار تھا اور اُس کو شب و روز فکر تھی کہ کسیطرح اپنی قدیمی سلطنت کو حاصل کرے۔ مگر امیر برید ایسا حاوی تھا کہ بغیر اُس کی اطاعت کے کوئی کام کرنا غیر ممکن تھا۔ اِس لیے سب سے پہلے اِس نے اُس کے قتل کی تجویز کی۔ بظاہر اُسکو بڑی مدارات کے ساتھ دوست بنایا۔ اور ایسا اخلاص جتایا کہ امیر برید نے اُس کی قید بھی دور کردی۔ اب علاؤالدین نے اپنے خدام و چند سپاہیون کو آمادہ کر کے امیر برید کے قتل کا

مصمم ارادہ کیا۔ نعرہ ماہ کو کچھ آدمی بلا کر دیوانخانے مین بٹھا لیے۔ جب حسب دستور امیر برید مع اپنے
اقارب کے سلام کے لیے آیا۔ اور اندر دروازے مین گھسنے کا ارادہ کیا۔ تو ایک بوڑھیا اُس کو
جسے اصل حقیقت سے کچھ خبر نہ تھی اندر لیکر چلی۔ کہ اُن سپاہیون مین سے ایک شخص کو
اتفاقاً چھینک آگئی۔ جب امیر برید کو ایک اجنبی آواز معلوم ہوئی۔ تو وہ فوراً احاطہ سے باہر اپنے
آدمیون مین چلا گیا۔ بوڑھیا سے دریافت کیا۔ اور خواجہ سراؤن کو اندر بھیجکر تحقیقات کی۔ تو
اصل حال معلوم ہو گیا۔ جس سے امیر برید تو بچ گیا۔ اور وہ سب مجرم مع علاؤالدین کے مارے گیے
یہ واقعہ ربیع الآخر ۹۲۹ھ کا ہے۔ ۹۲۹ھ

۲۱۴۔ برہان شاہ سے مریم سلطانہ ہمشیرہ اسمعیل شاہ کی شادی

جب اسمعیل عادل شاہ کی بیجانگر والون سے شکست ہوئی تو اُس کے قدیمی امرا مین سے جو باقی رہے اُن مین اسدخان
لاری بڑا ہوشیار اور لایق تھا۔ اسمعیل نے اسکی لیاقت دیکھکر اُس کا رتبہ بڑہایا اور سپہ سالار کر دیا
اُس کی صلاح سے راے بیجانگر سے انتقام کے لیے یہ تجویز سوچی۔ کہ برہان شاہ کو اپنا دوست
بنالیا جائے۔ اور امیر برید کو جس کے بہکانے سے راے بیجانگر اسمعیل کا دشمن ہو گیا ہے تباہ
کر دیا جاے۔ اسواسطے سید احمد ہروی کو جو پہلے شاہ ایران کے پاس ایک مرتبہ سفارت پر
جا چکا تھا اور شاہ طاہر کا دوست تھا احمد نگر کو سفارت پر بھیجا۔ اور اُس سے کہدیا کہ کسی تقریب سے
برہان شاہ کو اس امر پر راضی کرے کہ وہ اسمعیل کی بہن سے شادی کر لے۔ جب سید احمد وہان گیا
تو برہان شاہ کی اجازت سے شاہ طاہر اسکو استقبال کر کے لے گیا۔ اور برہان شاہ سے اچھی طرح ملاقات کرا دی۔ آخر
بہت سے رسل و رسایل کے بعد یہ ہوا۔ کہ اسمعیل عادل شاہ اور برہان دونون حمد آباد مین جسے اب
شولاپور کہتے ہین اپنے اپنے ملک سے آئے۔ اور ۱۴ رجب ۹۳۰ھ کو شاہ طاہر اسمعیل شاہ ۹۳۰ھ
کے مکان مین آیا اسمعیل شاہ نے اپنے بڑے بیٹے ملو خان کو لیکر چند قدم اُس کا استقبال کیا۔

اور نہ معلوم اعتقاداً یا از راہِ خوشامد یہ کلمہ کہا کہ اگر مجھ سے درویش کے مکان مین کوئی پیغمبر یا
کسی پیغمبر کا خلیفہ آئے تو مین ایسا کونسا کام کرون جو اُس کی عزت کے سزاوار ہو۔ غرض کہ
بعد بجا آوری تکلفات رسمیہ کے شاہ طاہر نے مریم سلطانہ بنت یوسف عادل شاہ کے لیے
پیغام دیا۔ اسمعیل نے اُسے قبول کر لیا۔ چند روز شادی کی خوب دہوم دہام رہی اور نکاح کے
بعد فریقین اپنے اپنے ملکون کو چلے گیے۔ اس شادی کے جب پیغام سلام ہوئے
تھے تو اسد خان لاری نے اسمعیل کے اشارے سے اقرار کیا تھا۔ کہ شولاپور کے ساڑہے پانچ
پٹے جس پر کمال خان نے قبضہ کر لیا تھا جہیز مین دیدئے جائینگے۔ مگر اب اسمعیل نے اپنا
ایک عمدہ علاقہ ہاتھ سے جاتا دیکھکر صاف انکار کر دیا۔ کہ مین نے یہ وعدہ نہین کیا تھا۔ اس
سبب سے جانبین مین بدمزگی ہوگئی۔ گو اس وقت شاہ طاہر کے کہنے سے برہان شاہ نے
کچھ نہ کہا۔ مگر دل مین بجاے رضامندی کے عداوت کا تخم جم گیا۔

۲۱۵۔ استرداد شولاپور کے لیے برہان نظام شاہ کا اسمعیل عادل شاہ پر حملہ اور شکست۔

جب برہان شاہ مریم سلطانہ کے ساتھ احمد نگر آگیا۔ تو
اُس نے اپنی اس نئی بی بی کی قدر نہ کی۔ بلکہ آمنہ بی بی
کی قدر بیگات شاہی کی طرح قایم رہی۔ اس پر اسمعیل
عادل شاہ نے برہان نظام شاہ کے ایلچی متعینہ بیجاپور سے کہا۔ کہ ایک رنڈی کو دختر ہاے
سلاطین پر فوقیت دینا اصالت سے بعید ہے۔ جب یہ خبر برہان۔ کے پاس پہونچی تو اُسے بڑا
غصہ آیا۔ شاہ طاہر کو امیر برید کے پاس اور ملا حیدر استرآبادی کو علاؤالدین عماد شاہ کے
پاس بھیجکر اپنے ساتھ متفق کر لیا۔ اور ۹۳۱ھ مین تیس ہزار سوار اور توپخانہ لیکر شولاپور کے ۹۳۱ھ
استرداد کے واسطے آکر قلعہ کا محاصرہ کیا۔ اسمعیل بھی دس ہزار فوج سے مقابلہ کو آیا۔ طرفین متواتر
چالیس روز تک ایک دوسرے کے مقابل پڑے رہے دونون کو لڑائی مین سبقت کرنیسے

خوف تھا۔جب امیر برید بھی آگیا۔تو اکتالیسوین دن نظام شاہ نے حملہ کیا۔مگر بانگے کی فوج سی برہان
کو بڑا نقصان پہونچا۔سب سے پہلے علاؤالدین اسدخان کے سامنے سے بھاگ نکلا۔اور سیدھا
برار کو چلا گیا۔امیر برید بھی اسکو دیکھکر شکستہ خاطر ہوا۔اور نرسون بہادر عادل شاہی کے مقابلہ مین
پیٹھ دکھا کر بیدر کا راستہ لیا۔اب مصطفی آقا و خوش کلائی آقا دونون اپنے ہزار ہزار سوارون سے
نظام شاہ پر جا پڑے۔ادھر سے اسمعیل نے خود بڑی کوشش کی اسوقت عین ہنگامۂ جنگ
مین کثرت تشنگی سے برہان شاہ کو غش آگیا۔لیکن جب خورشید نام غلام نے پانی دیا تو اُسے
ہوش آیا۔پھر شاہ طاہر کی راے سے ترکی حبشی غلام اُس کے ہتھیار کمر سے کھولکر اُسے
پالکی مین ڈال احمدنگر کو لے اُڑے۔اسدخان لاری نے دنبال مین بہت کچھ تکلیف دی۔
چالیس ہاتی اور کتنی ہی توپین چھین لین۔ان دونون خاندانون مین یہ پہلی ہی لڑائی ہے۔اسمعیل
نے بیجاپور مین جاکر اس فتح کی بڑی خوشی منائی خوب جشن کیے۔اور اپنے امرا کو خوب خلعت و
انعام بانٹے۔اسدخان کو پانچ ہاتی دئے اور سپاہ کے مراسم دوچند کر دئے۔

۲۱۶۔سلطان قلی کی شتاب خان راجہ کھم مٹ پر فتح۔

محمود شاہ کے زمانے مین ایک شخص شتاب خان زمیندار نے ورنگل پر قبضہ کرلیا تھا۔کھم مٹ و ویلکنڈہ کا علاقہ بھی اُسی کے
قبض و تصرف مین تھا۔دس بارہ ہزار تفنگچی بھی اُسکے پاس موجود تھے جب اُس نے دیکھا کہ
سلطان قلی روز بروز بڑہتا جاتا ہے تو اسکے دفعیہ کی تیاری کی۔اسواسطے سلطان قلی نے
ازراہ دوراندیشی اُس پر پہلے ہی حملہ کر دیا۔اور ویلکنڈہ پر محاصرہ کیا اور کئی مہینے تک محاصرہ رہا۔
دونون طرف سے تیراندازی و گولہ باری ہوتی رہی۔مگر سلطان قلی نے حملہ کرکے آخرکار اُسے فتح کرلیا
اب شتاب خان بھی اپنی تمام فوج سے آکر مقابل ہوا۔لیکن شکست کھائی۔اور قلعہ کھم مٹ مین پناہ لی۔
گردنواح کے زمیندارون کو لکھا۔کہ سلطان قلی سے جو اندیشہ کہ مجھکو ہے وہ ہی تمکو بھی ہے۔جب

مجکو اُس نے مغلوب کر لیا۔ تو تم کو وہ کب چھوڑیگا۔ اِس سے بہتر ہے۔ کہ تم سب میرا ساتھ دو۔ یہ
سُنکر تمام زمیندار فراہم ہوئے۔ اور لڑائی کا ارادہ کیا۔ سلطان قلی سُنتے ہی پھر فوج لیکر شتاب خان
پر چڑھ دوڑا۔ طرفین سے خوب خوب حملے ہوئے۔ مگر پھر زمینداروں کو ہی شکست ہوئی۔ اور
شتاب خان اگجارام چندر دیو راجہ کنڈہ پلی کے پاس بھاگ گیا۔ اینگر واندر کنڈہ و تیالا کنڈہ پلی وغیرہ
سلطان قلی کے قبضے مین آگیے۔ اب سلطان قلی نے قلعہ کھمم مٹہ کا محاصرہ کیا۔ کھمم مٹ کا
قلعہ دار خوب لڑا۔ کئی مہینے محاصرہ رہا۔ آخر اسے بھی زینہ لگاکر بڑی بہادری کے ساتھ مسلمانون
نے فتح کر لیا۔ جس سے ورنگل مع توابعات سلطان قلی کے قبضے مین آگیے۔ اور اُسکی شان و
شوکت بھی خوب بڑھ گئی۔ یہ واقعات سنہ ۹۲۶ھ سے ۹۳۲ھ کے مابین کے ہین۔ ۹-۹۳۲ھ

۲۱۷۔ علاؤ الدین اور برہان نظام شاہ کا پاتری پر جھگڑا اور محمد شاہ والی خاندیس کی علاؤ الدین کو مدد۔

چونکہ برہان نظام شاہ کی شکست کی وجہ سے اُس کی بات مین فرق آگیا تھا ادھر اسمعیل نے علاؤ الدین کو بھڑکایا۔ اور سلطان قلی نے جسکی تلنگانہ کی فتوحات
سے اب ہوا بندھ گئی تھی امداد کا وعدہ کیا۔ علاؤ الدین نے پاتری کی واپسی کا ارادہ کیا۔ اور سلطان
قلی کی امداد سے ۹۳۳ھ مین جاکر لے لیا۔ اور برہان کے آدمیون کو نکالدیا لیکن برہان شاہ ۹۳۳ھ
خواجہ جہان حاکم پرندہ کو لیکر پاتری پر چڑھ گیا۔ اِس وقت سلطان قلی اپنی ہی مہمات مین مصروف
تھا مدد نہ دے سکا۔ اِس لیے دو مہینے محاصرہ کر کے توپ اور ضربزن کے گولون سے برہان
نے قلعہ کو ڈہا دیا۔ اور تمام پرگنہ پر پھر قبضہ کر کے اپنے رشتہ دار برہمنون کی جاگیر مین دیدیا۔ جو
تا ایام جلال الدین محمد اکبر بادشاہ بطناً بعد بطن اُسپر قابض و متصرف رہے۔ اس کے بعد برہان
علاؤ الدین کے تعاقب مین ماہور روانہ ہوا اور خداوند خان کے بیٹے کو نکال کر اُس پر بھی قابض
ہوگیا۔ پھر علاؤ الدین کا پیچھا ایلچپور مین بھی نہ چھوڑا جس سے وہ مجبور ہوکر آخر برہانپور چلا گیا۔ اسلیے

محمد شاہ نے شروع ۹۳۴ھ میں خود فوج لیکر علاؤالدین کی مدد کے لیے کوچ کیا۔ دریاے گنگ کے کنارے برہان نظام شاہ سے مقابلہ ہوا۔ علاؤالدین اور محمد شاہ کی فوجون نے برہان کو شکست دی مگر جب اُنکے آدمی لوٹ کھسوٹ مین پراگندہ ہو گیے۔ تو برہان شاہ نے تین ہزار آدمیون سے جو ایک گانون کی آڑ مین چھپا کر کھڑے کر دئے تھے محمد شاہ کو آگھیرا۔ اور ایسی سخت شکست دی کہ عماد الملک کاویل کو میران محمد شاہ برہان پور کو بھاگ گیے۔ اور اُن کے بہت سے ہاتی اور توپ خانہ برہان شاہ کے ہاتھ آیا۔

۲۱۸ بہمنیون کے نام کے بادشاہون کا خاتمہ۔ علاؤالدین بن احمد شاہ کے قتل کے بعد امیر برید نے ولی اللہ ابن محمود شاہ کا نام بادشاہ رکھدیا۔ اور روٹی کپڑا اُسے بھی دیتا رہا۔ جب تین برس کے بعد اِس نے بھی کچھ اپنے استخلاص کی تجویز کی اور امیر برید کو معلوم ہوا۔ تو اُسے حرم ہی مین قید کر دیا۔ بی بی اِسکی بہت خوب صورت تھی امیر برید سے اُسکی آنکھ لگ گئی۔ اِس لیے اُس کے شوہر کو مار پھینکا اب کلیم اللہ ابن احمد شاہ جو یوسف عادل شاہ کی دختر کے بطن سے تھا بادشاہ بنایا گیا۔ اِس زمانے مین ہندوستان خاص مین ایک بہت بڑا انقلاب ہوا تھا۔ ایک شخص بابر تھا جو ددہیال کی طرف سے امیر تیمور کے اور ننہیال کی جانب سے چنگیز خان بادشاہ تاتار کی اولاد مین تھا اُس کا باپ ملک فرغانہ کا جو کاشغر اور سمرقند کے درمیان واقع ہے بادشاہ تھا۔ بابر ۸۸۸ھ مین پیدا ہوا۔ باپ کے مرنے پر بارہ سال کی عمر مین باپ کے ملک کا وارث ہوا۔ مگر لڑائی جھگڑون کے بعد وہان سے خارج البلد ہوا۔ اور ۹۱۰ھ مین آکر کابل پر قابض ہو گیا۔ پھر ہندوستان کی تسخیر کا شوق پیدا ہوا۔ اور پانچ چار مہمون کے بعد یکم صفر ۹۳۲ھ کو ہندوستان کی کامل فتح کے ارادہ سے بارہ ہزار فوج لیکر روانہ ہوا۔ اِس وقت ابراہیم لودی ہندوستان کا بادشاہ تھا پانی پت کے میدان مین لڑائی ہوئی۔ ابراہیم مارا گیا۔ اور بابر ہندوستان کا بادشاہ ہو گیا۔ اُس کی فتح سے ہندوستان مین ایک بڑا

مجکو اُس سنے مغلوب کرلیا۔ تو تم کو وہ کب چھوڑیگا۔ اِس سے بہتر ہے۔ کہ تم سب میرا ساتھ دو۔ یہ سُنکر تمام زمیندار فراہم ہوئے۔ اور لڑائی کا ارادہ کیا۔ سلطان قلی سُنتے ہی پھر فوج لیکر شتاب خان پر چڑھ دوڑا۔ طرفین سے خوب خوب حملے ہوئے۔ مگر پھر زمینداروں کو ہی شکست ہوئی۔ اور شتاب خان آکجارام چندر دیو راجہ کنڈہ پلی کے پاس بھاگ گیا۔ اینگرو اندرکنڈہ و تیالا کنڈہ پلی وغیرہ سلطان قلی کے قبضے مین آگیے۔ اب سلطان قلی سنے قلعہ کھم مٹہ کا محاصرہ کیا۔ کھم مٹ کا قلعہ دار خوب لڑا۔ کئی مہینے محاصرہ رہا۔ آخر اسے بھی زینہ لگاکر بڑی بہادری کے ساتھ مسلمانون نے فتح کرلیا۔ جس سے ورنگل مع توابعات سلطان قلی کے قبضے مین آگیے۔ اور اُسکی شان و شوکت بھی خوب بڑھ گئی۔ یہ واقعات ۹۲۶ھ سے ۹۳۲ھ کے مابین کے ہین۔ ۹-۹۳۲ھ

۲۱۷ - علاؤ الدین اور برہان نظام شاہ کا پاتری پر جھگڑا اور محمد شاہ والی خاندیس کی علاؤ الدین کو مدد۔

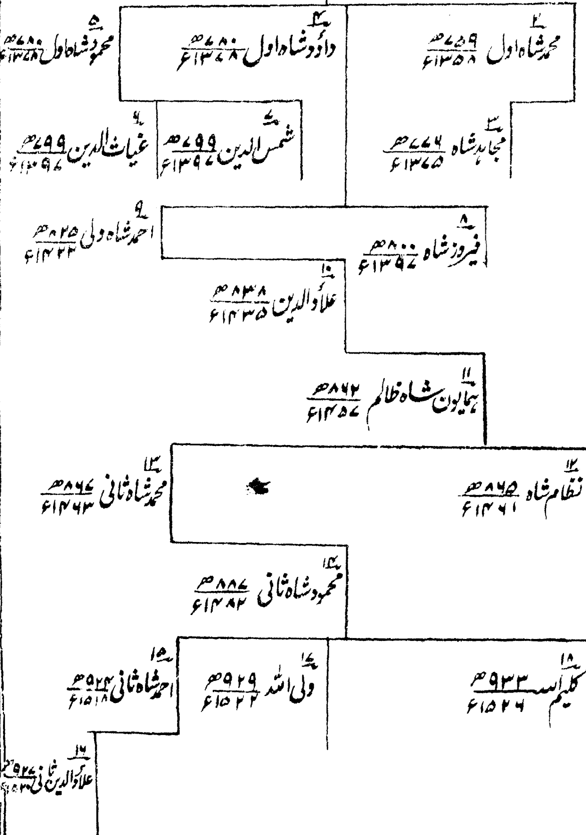
چونکہ برہان نظام شاہ کی شکست کی وجہ سے اُس کی بات مین فرق آگیا تھا اودھر اسمعیل نے علاؤ الدین کو بھڑکایا۔ اور سلطان قلی نے جسکی تلنگانہ کی فتوحات سے اب ہوا بندھ گئی تھی امداد کا وعدہ کیا۔ علاؤ الدین نے پاتری کی واپسی کا ارادہ کیا۔ اور سلطان قلی کی امداد سے ۹۳۳ھ مین جاکر لے لیا۔ اور برہان کے آدمیون کو نکالدیا لیکن برہان شاہ ۹۳۳ھ خواجہ جہان حاکم پرندہ کو لیکر پاتری پر چڑھ گیا۔ اِس وقت سلطان قلی اپنی ہی مہمات مین مصروف تھا مدد نہ دے سکا۔ اِس لیے دو مہینے محاصرہ کرکے توپ اور ضربزن کے گولون سے برہان نے قلعہ کو ڈھادیا۔ اور تمام پرگنہ پر پھر قبضہ کرکے اپنے رشتہ دار برہمنون کی جاگیر مین دیدیا۔ جو تا ایام جلال الدین محمد اکبر بادشاہ بطنًا بعد بطن اُسپر قابض و متصرف رہے۔ اس کے بعد برہان علاؤ الدین کے تعاقب مین ماہور روانہ ہوا اور خداوند خان کے بیٹے کو نکال کر اُس پر بھی قابض ہوگیا۔ پھر علاؤ الدین کا پیچھا ایلچپور مین بھی نہ چھوڑا جس سے وہ مجبور ہوکر آخر برہانپور چلا گیا۔ اسلیے

محمد شاہ نے شروع ۹۳۴ھ میں خود فوج لیکر علاؤالدین کی مدد کے لیے کوچ کیا۔ دریاے گنگ کے کنارے برہان نظام شاہ سے مقابلہ ہوا۔ علاؤالدین اور محمد شاہ کی فوجون نے برہان کو شکست دی مگر جب اُنکے آدمی لوٹ کھسوٹ مین پراگندہ ہو گیے۔ تو برہان شاہ نے تین ہزار آدمیون سے جو ایک گانون کی آڑ مین چھپا کر کھڑے کر دئے تھے محمد شاہ کو آگھیرا۔ اور ایسی سخت شکست دی کہ عمادالملک کا دل کو میران محمد شاہ برہان پور کو بھاگ گیے۔ اور اُن کے بہت سے ہاتی اور توپ خانہ برہان شاہ کے ہاتھ آیا۔

۲۱۸ بہمنیون کے نام کے بادشاہون کا خاتمہ۔ علاؤالدین بن احمد شاہ کے قتل کے بعد امیر برید نے ولی اللہ ابن محمود شاہ کا نام بادشاہ رکھدیا۔ اور روٹی کپڑا اُسے بھی دیتا رہا جب تین برس کے بعد اِس نے بھی کچھ اپنے استحصال کی تجویز کی اور امیر برید کو معلوم ہوا۔ تو اُسے حرم ہی مین قید کر دیا۔ بی بی اِسکی بہت خوب صورت تھی امیر برید سے اُسکی آنکھ لگ گئی۔ اِس لیے اُس کے شوہر کو مار پھینکا اب کلیم اللہ ابن احمد شاہ جو یوسف عادل شاہ کی دختر کے بطن سے تھا بادشاہ بنایا گیا۔ اِس زمانے مین ہندوستان خاص مین ایک بہت بڑا انقلاب ہوا تھا۔ ایک شخص بابر تھا جو ددھیال کی طرف سے امیر تیمور کے اور ننھیال کی جانب سے چنگیز خان بادشاہ تاتار کی اولاد مین تھا اُس کا باپ ملک فرغانہ کا جو کاشغر اور سمرقند کے درمیان واقع ہے بادشاہ تھا۔ بابر ۸۸۸ھ مین پیدا ہوا۔ باپ کے مرنے پر بارہ سال کی عمر مین باپ کے ملک کا وارث ہوا۔ مگر لڑائی جھگڑون کے بعد وہان سے خارج البلد ہوا۔ اور ۹۱۰ھ مین آکر کابل پر قابض ہو گیا۔ پھر ہندوستان کی تسخیر کا شوق پیدا ہوا۔ اور پانچ چار مہمون کے بعد یکم صفر ۹۳۲ھ کو ہندوستان کی کامل فتح کے ارادہ سے بارہ ہزار فوج لیکر روانہ ہوا۔ اِس وقت ابراہیم لودی ہندوستان کا بادشاہ تھا پانی پت کے میدان مین لڑائی ہوئی۔ ابراہیم مارا گیا۔ اور بابر ہندوستان کا بادشاہ ہو گیا۔ اُس کی فتح سے ہندوستان مین ایک بڑا

تہلکہ پڑگیا تھا۔ تمام ہندوستان کے سرداروں کی اُس طرف توجہ مایل تھی۔ حکام دکن بھی اس سے
خالی نہ تھے۔ اسمعیل عادل شاہ و برہان نظام شاہ و سلطان قلی قطب الملک نے اُس کی خدمت مین
اپنے اپنے سفیر بھیجکر اپنی اخلاص مندی ظاہر کی تھی۔ کلیم اللہ نے بھی یہ سنکر اپنے ایک خادم کو
راہی کیا۔ اور لباس بدلوایا۔ اور ایک عرضی لکھکر بابر کی خدمت مین بھیجی۔ مضمون اُس کا یہ تھا۔ میرے
نوکرون نے اسکو تقدیر کہیئے یا سوء تدبیر سمجھیئے میرے ملک کو دبالیا ہے۔ اور مجھکو قید کر رکھا ہے۔
اگر آپ اس طرف تشریف لائین اور مجھے اس بلا سے نجات دلوادین۔ تو علاقہ برار و دولت آباد مین
آپکی نذر کرونگا۔ چونکہ ابھی بابر خود ہی حکومت پر مستقل نہ ہوا تھا۔ علاوہ برین شاہانِ مالوہ و گجرات
راستے مین موجود تھے۔ اس پر کچھ نتیجہ مترتب نہ ہوا۔ بلکہ جب یہ خبر فاش ہوگئی۔ تو اس کو اپنی
جان بچانے کے لیے ۹۳۴ھ مین بیجاپور بھاگنا پڑا۔ مگر جب اُس نے دیکھا۔ کہ خود اسمعیل کا ۹۳۴ھ
ماموں اُس کے خلاف ہے اور گرفتار کرنا چاہتا ہے تو وہ وہان سے بھی بھاگا اور اٹھارہ سوارون
سے احمدنگر چلا گیا۔ برہان شاہ نے اُسکی بڑی خاطر کی۔ جس وقت کہ وہ برہان کے پاس آتا تو برہان
اُس کے روبرو دست بستہ کھڑا رہتا۔ اُس کا ارادہ تھا۔ کہ کلیم اللہ کو بادشاہ بناکر بیدر پر حملہ کرے
اور دکن کا تمام ملک لے لے۔ مگر شاہ طاہر ملکی معاملات کو خوب سمجھتا تھا۔ اُس نے دیکھا۔ کہ برہان
کی ایسی خاطرداری سے کلیم اللہ کی عزت امرا کے دل مین بیٹھی جاتی ہے اگر ایسی ہی حالت رہی تو
اُسکی عظمت بڑھ جائیگی اور لوگ اُسی کے مطیع ہو جائینگے۔ جس سے شاہ طاہر کا ایک معتقد برہان
شاہ ذلیل ہو جائیگا اور آخر شاہ طاہر کو نقصان پہونچیگا۔ کیونکہ کسی سنی دربار مین شاہ طاہر کی ایسی
عزت ہونی مشکل تھی۔ اس لیے اُس نے برہان کو سمجھایا کہ آپ یہ کیا غضب کرتے ہین
اپنی سلطنت اپنے ہاتھون کھوتے ہین۔ برہان کی سمجھ مین بھی بات آگئی۔ اُس نے کلیم اللہ
کو پھر اپنے پاس دربار مین کبھی نہین بولایا۔ چند روز بعد نہ معلوم کہ زہر سے یا اپنی موت سے

کلیم اللہ بھی مرگیا - جو بہمنیون مین نام کے بادشاہ ہوے ہین اُن مین یہ آخری بادشاہ تھا اسکے بعد
پھر اِس خاندان مین کوئی نام کا بادشاہ بھی نہ ہوا - یہ واقعہ ۹۳۴ھ کا ہے - شجرہ خاندان بہمنی مع تواریخ
جلوس نیچے درج ہے -



۲۱۹-سلطان قلی کا کندہ پلی و ایلور کو فتح کرنا۔

اکجا رام چندر رگھتے خاندان کا راجا تھا اُس کا دارالحکومت کندہ پلی تھا اور راجمہندری وغیرہ کا علاقہ تمام اِس کے قبضے مین تھا۔ اس کی حکومت بڑے زور شور پر تھی۔ اُس کے پاس بڑا خزانہ اور فوج تھی۔ جب شتاب خان اُس کے پاس گیا۔ تو اُس نے اپنے خوف سے اُسکی مدد کے بہانے سلطان قلی کے دفعیہ پر کمر باندہی اور تین لاکھ پیادے اور تیس ہزار سوار فراہم کیے۔ گرد نواح کے چھوٹے چھوٹے راجے بھی اُسکے ساتھ ہوے۔ سلطان قلی بھی غافل نہ تھا۔

۹۳۳ھ

اُس نے سُنتے ہی علاؤالدین عمادالملک کی مدد کو بالائے طاق رکھا ۹۳۳ھ مین وہان سے واپس آتے ہی فوج جمع کی۔ اور بڑے ٹھاٹھ سے اپنی سرحد پر بلنکور کے میدان تک جا پہونچا۔ دریا کے کنارے دونون لشکر مقابل ہوئے رام چندر دس ہزار سوار اور ایک لاکھ پیادے اور تین سو ہاتی سے قلب مین کھڑا ہوا اور ودیادر اپنے بھتیجے کو دس ہزار سوار اور ایک لاکھ پیادے اور دو سو ہاتی سے میمنہ پر اور ہرچند و شتاب خان وغیرہ راجے دس ہزار سوار اور ایک لاکھ پیادے اور دو سو ہاتی سے میسرہ پر مقیم ہوئے۔ ہاتیون کی پیٹھ پر تختیان کھڑی کی تھین اور اُن کی آڑ مین تیر انداز بیٹھے ہوئے تھے۔ بانکار اور تفنگچی ہاتیون کے برابر مدد کو کھڑے تھے۔ اِدھر سلطان قلی نے دہنے بازو پر شاہزادہ حیدر خان کو اور بائین پر فتح خان کو ڈیڑھ ڈیڑھ ہزار سوار سے کھڑا کیا اور خود دو ہزار سوار سے قلب لشکر مین جگہ لی۔ اور اپنی عادت کے بموجب خدا سے دعا مانگی اور لڑائی شروع کی۔ مسلمانون نے کثرت سے ہندو قتل کیے۔ ودیادر مارا گیا۔ رام چندر قید ہوا۔ دوسرے راجہ بھاگ گیے۔ چار لاکھ ہون نقد اور بے شمار مال و اسباب غنیمت مین ملا۔ علاقہ راجمندر کے اکثر حصے پر قبضہ ہو گیا۔ بعد اسکے کثرت سے بتخانے توڑے گیے۔ اور اُن کی جگہ مسجدین بنائی گئین سلطان قلی نے کوندہ پلی مین شاہزادہ حیدر خان کو قلعہ دار مقرر کیا اور خوب معتمد سپاہی اور نایک داری اُسکے حوالہ کیے۔ پھر راجمہندری اور ایلور کی طرف بڑھا۔ اُس ملک

کو خوب غارت کیا - یہان راجمہندری کے علاقہ مین کچھ دشمن کی فوج جمع تھی ان پر فتح خان و رستم خان کو بھیجا - انھون نے دشمنون کے کوئی دو ہزار آدمی قتل کر کے اُنھین منتشر کر دیا - اور سلطان قلی کے پاس لوٹ آئے - گوداوری کے پار ایک راجہ حکومت کرتا تھا اُس کا نام دسنادیو تھا - جب اُس نے سنا کہ رام چندر گرفتار ہو گیا - تو اُس نے بہت سے تحفے تحایف بھیجے اور سلطان قلی کو راضی کر کے یہ نوشتہ لے لیا - کہ دریا کے پار سلطان قلی تاخت نہ کریگا - اب ایلور پر سلطان قلی کا کامل قبضہ ہو گیا - جس سے اُس کے ملک کی شمالی حد دریاے گوداوری مقرر ہوا - یہ واقعہ آخر سنہ ۹۲۴ھ کا ہے -

۲۲۰ - اسمٰعیل کی برہان پر فتح اور خدیجہ سلطانہ کا علاؤالدین عماد الملک سے نکاح -

جب برہان نظام شاہ کو علاؤالدین اور محمد شاہ پر ایسی فتح ہوئی تو اُس نے اُس شکست کو یاد کیا - جو اُسے اسمٰعیل کے مقابلہ مین ہوئی تھی اِس سے وہ بہت شرمندہ تھا - فوراً فوج لیکر سنہ ۹۲۴ھ مین امیر برید کے اتفاق سے لڑائی کے لیے بیجاپور آیا - اسمٰعیل بھی بنیل کوس تک آگے بڑھا - بڑی سخت لڑائی ہوئی - برہان شاہ کو سخت شکست ہوئی - خواجہ جہان اور اور چند امیر قید ہو گیے برہان شاہ میدان سے نوک دم بھاگا - اسد خان نے حوالی پرندہ تک تعاقب کیا - بیس ہاتی چھین لیے - جن مین برہان کا اسعد بخش نام ایک خاص سواری کا ہاتی بھی تھا - اسمٰعیل نے اسد خان پر اِس جلدو مین بڑی عنایت کی اور اُسے اپنا بیٹا بنایا - اور اِس اسعد بخش نامی ہاتی کے سوا سب ہاتی اُسکو دیدے - اب اسمٰعیل نے یہ تجویز کی کہ برہان کا بالکل استیصال کر دے - اس لیے اسد خان کی راے سے علاؤالدین سے قصبہ اورجان مین اسی سال ملاقات کی اور خدیجہ سلطانہ اپنی بہن کا اُس سے نکاح کر دیا - اور ہر طرح اُس سے دوستی اور یگانگت کے عہد و پیمان لے لیے -

۲۲۱ - سلطان قلی کا کوندبیر پر حملہ اور کندہ پلی کی بغاوت

جب سلطان قلی کنڈہ پلی پر لڑ رہا تھا تو جنوب کی جانب بیجانگر کے بعض توابعات نے سلطان قلی کے ملک مین آکر کچھ لوٹ کھسوٹ کی تھی - اس لیے اُس نے اُدھر سے فرصت پاتے ہی ان کا تدارک ضروری سمجھا - اور فوج لیکر کوندبیر پر روانہ ہوا - اور کوندبیر والون سے لڑائی کے سامان کیے - یہان چار چار کوس پر کوندبیر سے اور دو قلعہ بلم کنڈہ و دیملکنڈہ سبنے ہوئے تھے - ان قلعہ والون نے سلطان قلی کو تنگ کرنا شروع کیا اس لیے اُس نے پہلے قلعہ بلمکنڈہ پر چڑھائی کی - اور کچھ لڑائی بھڑائی کے بعد اُس قلعہ کو لے لیا - اور سہیل خان اپنے ایک معتمد کے حوالے کر دیا - اسی مین خبر پہونچی کہ کنڈہ پلی مین نائکواریون نے شاہزادہ حیدر خان سے بغاوت کی ہے - اور اُسکی بڑی نازک حالت ہے سلطان قلی نے مجبوراً کوندبیر سے فوج اُٹھا کر اُس طرف کوچ کیا جب یہ خبر بیجانگر مین پہونچی تو راے بیجانگر نے اپنے خواہرزادہ کو پچاس ہزار آدمی سے کوندبیر والون کی مدد کو بھیجا - اُس نے آکر سہیل خان کا قافیہ تنگ کیا - سہیل خان نے اِس وقت بڑی حکمت کی - ایک قاصد سریع السیر کو سلطان قلی کی خدمت مین ایسی جلد بھیجا کہ وہ بجلی کی طرح اُڑ گیا - اور بیجانگر والون سے وعدہ کیا کہ تین دن کی مہلت دو مین قلعہ خالی کر دون گا - سلطان قلی پیغام کو سنتے ہی ایسا جھپٹا کہ گویا یہین دھرا تھا - بیجانگر والے خوشی مین پڑے تھے کہ اب قلعہ خالی ہو جائیگا - سلطان قلی کے آنے کی خبر سُنتے ہی ہوش و حواس جاتے رہے - بیجانگر کو سیدھے بھاگ گیے - اور تمام سامان جو وہ ساتھ ہاتی پر کوندبیر والون کی مدد کے لیے لائے تھے ایک لخت چھوڑ گیے - یہ واقعہ شروع ۹۳۵ھ کا ہے -

۲۲۲ - سلطان قلی کا کوندبیر والون کو مطیع کرنا اور کنڈہ پلی کی بغاوت فرو ہونا -

اب سلطان قلی کوندبیر کی تسخیر پر متوجہ ہوا اور چند روز کی کشمکش کے بعد قلعہ جو پہاڑ کے نیچے تھا فتح ہو گیا اور قلعہ والے

اوپر پہاڑ پر قلعہ مین چلے گیے۔ اور گھاٹی کو روک کر پڑ گیے۔ لیکن جب سلطان قلی کی فوج نے راستہ
صاف کر لیا۔ تو اہل قلعہ گھبرائے۔ اور بوعدۂ امن کلید حصار حوالے کی۔ جب بیجانگر مین اس کی خبر
پہونچی۔ تو راے بیجانگر نے اپنے ایک رشتہ دار کو بہت سی فوج و سوار دیکر سلطان قلی کے دفعیہ کے
لیے بھیجا۔ جس کے خوف سے سلطان قلی نے کوندبیر کا قلعہ خالی کرنا ضروری سمجھا۔ اُس کے
دروازے جلا ئے۔ برج توڑے اور قلعہ چھوڑ کر دو تین منزل پیچھے ہٹگیا۔ دریاے گنگ کے
کنارے آکر قیام کیا۔ اب ہندوون نے سمجھا کہ مسلمان بھاگے وہ بے تکلف وزنی اسباب قلعہ
مین چھوڑکر آگے بڑہے چلے آئے مگر لڑائی مین ہندوون کے کئی ہزار آدمی مارے گیے۔ اور
بقیۃ السیف کو قلعہ کوندبیر مین پناہ لینا پڑی۔ اب سلطان قلی نے قلعہ کا جا کر محاصرہ کیا۔ اور نہایت
سخت تنگ پکڑا۔ جس سے کچھ دنون کے بعد اہل قلعہ نے تین لاکھ ہون سالانہ خراج کے وعدہ پر صلح
کا پیغام دیا۔ اور دو لاکھ ہون نقد بھیجے۔ ایک لاکھ ہون کے عوض دو تین راجون کو گرو رکھا سلطان قلی
نے اُسے منظور کر لیا۔ جب کوندہ پلی کے نائکواریون نے اس فتح کا حال سُنا تو وہ بھی شاہزادہ
حیدرخان سے امن کے خواستگار ہوئے۔ اور تیغ و کفن باندھ کر حاضر خدمت ہوئے۔ اور
قلعہ پر شاہزادے کا مکرر قبضہ ہوگیا۔ سلطان قلی نے بھی اس وقت سلطان بہادر شاہ کی آمد آمد کے
باعث زیادہ جھگڑا بڑہانا مناسب نہ سمجھا۔ اور اُن کے عذرات کو قبول کر لیا۔ مگر اتنا ضرور کیا۔ کہ ان
نائکواریون کو کنڈہ پلی سے کھنپیرہ اور کھنپیرہ والون کو کنڈہ پلی تبدیل کر دیا۔ یہ واقعہ ۹۳۵ھ کا ہے۔ ۹۳۵ھ

۲۲۳۔ سلطان بہادر شاہ گجراتی کا دکن پر حملہ اور والیان دکن کی اُس کے مقابلہ کے لیے تیاری

سلطان محمود شاہ بیکرا والئ گجرات جسکو دکن سے بڑا تعلق رہا ہے۔
۲۔ رمضان ۹۱۷ھ کو مر گیا۔ سیاحان یورپ اس بادشاہ کو بڑا
مہیب اور بڑے رعب داب والا اور ڈراؤنی صورت کا بیان کرتے
ہین اور کہتے ہین کہ اُس کے کھانون کا بڑا حصہ زہر دن سے مرکب ہوتا تھا۔ اور اُس کے

سارے جسم مین وہ بُری غذا ایسی سرایت کر گئی تھی۔ کہ اگر کوئی مکھی اُس کے بدن پر بیٹھتی تو آناً فاناً مین مر جاتی تھی۔ بڑے بڑے لوگون پر جب وہ پان چبا کر تھوکتا تو وہ ہلاک ہو جاتے تھے۔ اور ٹیلر صاحب تو یہ کہتے ہین کہ وہ سانپ بچھو اژدہا جنگلی مینڈک تک کھا جاتا تھا۔ معلوم نہین کہ یہ بات کہان تک صحیح ہے۔ اِس کے بعد اس کا بیٹا مظفر شاہ تخت نشین ہوا۔ اور ۲ جمادی الاولی ۹۳۲ھ کو مر گیا۔ بعد اُس کے اُس کے دو بیٹے تخت پر بیٹھے۔ ایک مارا گیا۔ اور دوسرا اُتارا گیا۔ اب تیسرا بیٹا بہادر شاہ۔ ۴ شوال ۹۳۲ھ کو تخت کا مالک ہوا۔ اس کے وقت مین سلطنت کو بڑی رونق ہوئی۔ جب ۹۳۴ھ مین میران محمد شاہ والی خاندیس کو شکست ہوئی۔ تو اُس نے برہان نظام شاہ کی لڑائی کا سارا حال اُسکو لکھا۔ اور مدد طلب کی۔ اِس پر بہادر شاہ نے مدد کا وعدہ کیا۔ اور محرم ۹۳۵ھ مین بڑی زبردست فوج سے حملہ آور ہوا۔ بڑودہ مین سامان سپاہ کے لیے ایک مدت تک ٹھیرا رہا۔ اور اپنے ملک کا انتظام کرتا رہا۔ جب بہت عرصہ ہو گیا۔ تو علاؤالدین عمادالملک نے اپنے بیٹے خضر خان کو بھیجا۔ کہ برہان نظام شاہ کسی طرح راضی نہین ہوتا۔ بغیر آپکے تشریف لائے کام ہرگز نہ بنے گا۔ آخر سلطان بہادر شاہ روانہ ہوا۔ جب دریاے نربدا کے کنارے پہونچا۔ تو میران محمد شاہ اُسے ضیافت کے طور پر برہان پور لے گیا۔ اور علاؤالدین بھی جریدہ وہان خدمت سے مشرف ہوا۔ بعد اس کے سلطان برہان شاہ کی تادیب کے لیے بڑھا۔ چونکہ برہان اس وقت کوہستان بیر مین پڑا ہوا تھا۔ اس واسطے اُس نے برار کی طرف سے دکن کا رخ کیا۔ اب برہان کے چھکے چھوٹے۔ ایسے زبردست کے مقابلے مین اُسکی کیا ہستی تھی۔ پہلے اُس نے ایک عرضی جو شاہ طاہر کے ہاتھ کی لکھی ہوئی تھی مشتمل بر تہنیت جلوس و اظہار اخلاص و اعتقاد بابر کی خدمت مین بھیجی اور اُسمین بہت سے مؤدبانہ فقرے بھرے۔ بعد اسکے اسیطرح اُس نے اسمعیل عادل شاہ اور امیر برید اور سلطان قلی کو بھی لکھا۔ کہ مین ہون یا آپ اِس کے ہاتھ سے کوئی نجات نہین پا سکتا

۹۳۲ھ

۹۳۴ھ

۹۳۵ھ

بہتر ہے کہ آپس کے رنج و فساد کو اس وقت بالاے طاق رکھو۔ اور اس بلاے ناگہانی کے مقابلہ مین سب یک دل ہو جاؤ۔ جب سے امیر برید نے بیدر مین کسی کو شاہی کے لیے نامزد نہین کیا تھا۔ وہ ہر ایک سے ڈرتا رہتا تھا۔ خاصکر اسمعیل کی طرف سے اُسے بڑا اندیشہ تھا۔ اسلیے وہ اسمعیل کی اطاعت کرنے لگا تھا۔ اور اپنے آپ کو اُسکے امیرون مین سمجھتا تھا۔ اِس سبب سے برہان کی تحریک پر وہ اسکی مدد کو موجود ہوا۔ اور جب اسمعیل نے بھی اپنی فوج بھیجی تو اُس کا افسر بھی امیر برید کو ہی کیا۔ غرض کہ اسمعیل کی چھ ہزار فوج اور تین ہزار اپنی فوج لیکر امیر برید برہان شاہ کے ساتھ ہوا۔ سلطان قلی نے امراے دکن کا ساتھ دینے سے پہلو تہی کی۔ اور گجتے راجاؤن کے ساتھ لڑائی بھڑائی مین مشغول ہونے کا بہانہ کر دیا۔ مگر اصل یہ ہے۔ کہ اُس نے اپنی عادت کے موافق زبردست سے لڑائی مول لینا مناسب نہ سمجھا بلکہ امراے دکن کے برخلاف باظہار اخلاص اُس نے اپنا ایلچی بہادر شاہ کے پاس بھیجا۔ جس سے برہان اور اسمعیل وغیرہ دل مین سب اُس سے ناراض ہو گیے۔

۲۲۴۔ سلطان بہادر شاہ گجراتی کا احمد نگر مین آنا۔

اب سلطان بہادر شاہ برار مین آیا۔ اور ماہور و پاتری کے استخلاص کی غرض سے کچھ عرصہ تک برار مین بمقام جالنہ پور ٹھیرا۔ یہان تک کہ اُسکے اوضاع سے معلوم ہوتا تھا کہ وہ خود برار پر قبضہ کرنا چاہتا ہے۔ علاؤالدین یہ دیکھکر نہایت گھبرایا اور میران محمد شاہ سے اُسکی شکایت کی۔ محمد شاہ نے کہا کہ خود کردہ را علاجے نیست۔ یہ ہمنے بڑی بے عقلی کی ہے۔ اب صبر کرنا چاہیے۔ بعد اسکے محمد شاہ نے سلطان سے کہا کہ یہ برار کا ملک تو اپنا ہی ہے یہان اپنے نام کا خطبہ پڑھوا کر احمد نگر کو چلیے۔ اور علاؤالدین کو اپنے ملازمون مین رکھ لیجیے۔ اور ایسے ہی علاؤالدین نے بھی کہا۔ کہ یہ علاقہ تو مین آپ کی نذر کر چکا۔ مجکو احمد نگر فتح کر کے اُسمین سے کچھ علاقہ دیجیے۔ کہ مین اپنے اہل و عیال کو وہان چھوڑون۔ اور خود آپ کی

کی خدمت مین حاضر رہا کرون - سلطان بہادر شاہ اس پر راضی ہوگیا - اور اپنے نام کا برارمین خطبہ پڑھوا کر احمد نگر کو چلا - علاؤ الدین بھی اُس کے ہمراہ آیا - امیر برید نے مائین قصبہ مین ونیز عین کوچ کے وقت گجراتیون پر حملہ کیا - اور دو تین ہزار سوار اُن کے قتل کر کے بہت سا مال و اسباب اور خزانہ کے ستر اونٹ پکڑ لیے - سلطان بہادر شاہ نے یہ سنتے ہی روانگی موقوف کی اور خداوندخان وزیر کو بیس ہزار سوار سے انتقام کے لیے روانہ کیا - امیر برید واقعی بڑا بہادر تھا - اکیلا ہی لڑنے کو کھڑا ہوگیا - اور نظام شاہ کے آنے کا کچھ انتظار نہ کیا - جب صفین جنگ کے لیے آراستہ ہوئین تو امیر برید کچھ فوج لیکر اپنی فوج کے عقب مین جا چھپا - جب گجراتی بے تکلف اُس کے آگے کے تھوڑے سے لشکر پر آپڑے - تو اس نے یکایک نکلکر اُن پر ایسا حملہ کیا - کہ اُن کا لشکر زیر و زبر ہوگیا - اب سلطان بہادر شاہ نے اور بیس ہزار سوار عماد الملک کے ہمراہ بھیجدیے اس لیے امیر برید اور خواجہ جہان نے جسے معلوم ہوتا ہے کہ اسمعیل نے اس وقت چھوڑدیا تھا اس کثرت افواج کو دیکھکر پرندہ کا راستہ لیا - چونکہ گجراتیون نے پرندہ مین بھی ان کے پیر نہ جمنے دیئے اس لیے یہ جنیر کو چلے گیے - یہان برہان کی والدہ کا انتقال ہوگیا - اور اسی جگہ اُسکو دفن کیا گیا اب سلطان بہادر شاہ نے احمد نگر آکر باغ نظام کے احاطہ مین قیام کیا - اُس کے امرا شہر کے مکانات مین فروکش ہوئے -

۲۲۵ - سلطان بہادر شاہ کا ایک مہیب خواب دیکھنے کے باعث احمد نگر کو چھوڑنا - اور دولت آباد کو جانا -

سلطان بہادر شاہ کا احمد نگر پہونچکر یہ ارادہ ہوا کہ - یہان کچھ روز قیام کرے اور اس ملک کو داخل ممالک محروسہ گجرات کرلے - یہان شہر سے باہر نظام باغ مین ایک خام چبوترہ تفرج کے واسطے احمد نظام الملک کے وقت کا بنا ہوا تھا - اور کچھ مکانات بنانے کے لیے چونا پتھر بھی ایک طرف کثرت سے جمع تھا - سلطان نے ایک ہی رات دن مین اُس چبوترہ کو اُس مصالحہ سے پختہ

بنوایا وہان وہ صبح سے شام تک بیٹھتا تھا۔ اور دربار کیا کرتا اور ہاتیون اونٹون اور ہرنون کی لڑائی دیکھا کرتا تھا۔ چالیس روز اسیطرح گذر گیے جس سے بظاہر معلوم ہوتا تھا۔ کہ وہ یہان سے جانا نہین چاہتا تھا مگر دکھنی غافل نہ تھے۔ برہان نظام الملک کے آدمی چارون طرف اور خصوصاً گجرات کے راستہ مین لگے ہوئے تھے۔ کہ رسد کو لشکر تک نہ آنے دین۔ اس وجہ سے سلطان کے لشکر مین رسد کی قلت ہوئی۔ اور آدمی ہاتی گھوڑے بھوکے مرنے لگے اسلیے سلطان کے امرانے بادشاہ سے عرض کیا۔ کہ اگر اس ملک کی تسخیر منظور خاطر ہے۔ تو بہتر یہ ہے کہ پہلے قلعہ دولت آباد کو لے لیا جائے جو گجرات کے راستہ مین ہے تاکہ رسد وغیرہ کی تکلیف لشکر مین نہ ہو۔ بعد جب وہ فتح ہوجائے تو پھر اور قلعون کا لینا آسان ہے۔ گو سلطان نے اسکو منظور کرلیا۔ مگر کچھ اُسکو یہ جگہ ایسی مرغوب ہوئی تھی۔ کہ چھوڑنے کو دل نہ چاہتا تھا۔ اسی مین رات کو سلطان نے ایک خواب مین دیکھا۔ کہ بڑی بڑی ڈراؤنی شکل کے بھوت ہین۔ اُن کے ہاتون مین آگ کے شعلے اور بڑے بڑے پہاڑ اور پتھر کی چٹانین ہین وہ سلطان کے پلنگ کی طرف آتے ہین۔ اور چاہتے ہین کہ وہ پتھر اُس پر ڈالدین۔ اس خواب سے چونکتے ہی اُسے بڑی پریشانی ہوئی۔ جب اپنے ندیمون سے اس کا ذکر کیا تو اُنھون نے کہا۔ کہ پہلے یہان بہت کشت وخون ہوا ہے۔ ہندو مسلمان حالت مستی مین مارے گیے ہین جس سے اُن کی روحین آسمان پر ناپاکی کے باعث نہ جاسکین وہ یہان رہتے ہین اور ایسی شکلون مین نظر آتے ہین۔ گو واقعی یہ بات ہے کہ خواب انسان کو بدہضمی کے باعث دکھائی دیا کرتے ہین اور اُن خوابون کو نیکی اور بدی سے کوئی تعلق نہین ہوتا۔ مگر سلطان پر ندیمون کی گفتگو کا ایسا اثر ہوا۔ کہ وہ پھر اُس مقام پر نہ سویا۔ بلکہ جب تک کہ سامان سفر تیار ہو دو تین دن تک اپنے خیمہ مین جاگا کیا۔ بعد اس کے دولت آباد پہونچا۔ اور علاؤالدین عماد الملک اور چند امراے گجرات کو قلعہ کے محاصرہ کا حکم دیکر خود محمد شاہ

فاروقی کے ساتھ دولت آباد و بالاگھاٹ مین مقام کیا۔

۲۲۶ - گجراتیون اور دکھنیون کی دولت آباد کے قریب لڑائی

اب برہان نظام الملک نے اسمعیل عادل شاہ کے پاس ایک ایلچی بھیجا۔ کہ آپ کی امداد کا مین بڑا ممنون ہون۔ لیکن یہ موقع ایسا ہے کہ آپ خود آئین تو کام چلے۔ اس پر اسمعیل نے پانچ سو آدمی حیدر الملک قزدینی کی سرداری مین اور بھیجدئے۔ اور کہا کہ اگر مین خود آؤنگا تو بیجانگر والے فوراً کشنا سے اُتر کر میرے ملک مین تاخت کرینگے۔ اس سے مین خود نہین آسکتا۔ برہان نظام الملک اگرچہ مسلمان تھا۔ مگر چونکہ ہندو مذہب کی راسخ الاعتقادی کا اثر اُس سے نہین گیا تھا۔ اس لئے وہ جس کو بزرگ صورت دیکھتا اُس کا معتقد ہوجایا کرتا تھا۔ احمد کے زمانہ مین کچھ مہدوی پٹھان احمدنگر مین گجرات کی طرف سے آگیے تھے۔ برہان اُن کا نہایت معتقد ہوگیا تھا۔ یہان تک کہ اپنی بیٹی بھی ایک مہدوی کو دیدی تھی اور اُن کا نہایت اعزاز و اکرام کرتا تھا۔ اس سبب سے اہل سنت وجماعت اُس سے ناراض تھے۔ اب شاہ طاہر کی طرف بڑا رجوع تھا۔ ہر ایک معاملہ مین وہ ہی وہ تھا۔ اِس لیئے مسلمان اُس سے اکثر کشیدہ خاطر تھے۔ وہ دل سے کام نہین کرتے تھے۔ ہندوون کو بڑا اختیار تھا۔ برہان نے اِس وقت اِس بات پر غور کیا۔ اور اپنی غلطی کی اِس طرح اصلاح کی۔ کہ شیخ جعفر کو معزول کیا۔ اور بجائے اُس کے ایک برہمن کانو نرسی کو جو غالباً اُس کے باپ دادا کے رشتہ دارون مین سے ہوگا منصب پیشوائی عنایت کیا۔ اور اُس کی راے سے احمدنگر مین آیا اور فوج جمع کرکے دولت آباد پہونچا۔ اور گجرات کے لشکر سے چار کوس کے فاصلہ پر پہاڑون مین مورچے جمائے دونون لشکر تین مہینے تک ایک دوسرے کے مقابل پڑے رہے۔ دکھنی جسوقت موقع پاتے رسد وغیرہ گجراتیون کی لے بھاگتے۔ مگر میدان مین کبھی سامنے نہین آتے۔ امیر برید نے اس بات کو پسند نہ کیا۔ اور کہا کہ اسطرح دن

کاٹنے اچھے نہین - برہان کے بلا مشورے ایک دن فوج لے گجراتیون کے مقابل ہوگیا - چونکہ برہان امیر برید کی شجاعت کا قایل تھا وہ بھی فوج لیکر اُس کے پیچھے ہوا - اِس متفقہ لشکر نے گجراتیون کو اپنے سامنے سے بھگا دیا - اب سلطان بہادر شاہ نے خداوندخان وعضدالملک وصفدرخان وغیرہ امرای نامدار کو دکھنیون کے دفعیہ کے لیے روانہ کیا - عالم خان میواتی جو احمدنگر کا ایک خاص سردار تھا اول ہی حملہ مین مارا گیا - دکھنیون کو اس سے بڑا خوف ہوا اور جان لیا کہ گجراتیون سے میدان مین مقابلہ کرنا اُن کی قدرت سے باہر ہے آخر وہ میدان سے بھاگ گیے اور پہاڑون مین جا گھسے -

۲۲۷ - سلطان بہادر شاہ کی گجرات کو واپسی -

اب برہان نظام الملک بہت گھبرایا - اور کاتو ترسی کی صلاح سے میران محمد شاہ وعلاءالدین کے پاس دوستانہ پیغام بھیجا - کہ مین تمھارے ہاتی اور قلعے واپس کردیتا ہون - یہ دونون خود ہی پراگندہ خاطر ہو رہے تھے - اور اپنے کیے سے خود پشیمان تھے - فوراً راضی ہو گیے - خداوندخان وزیر سلطان بہادر شاہ کے پاس گیے اور کہا ہمنے سلطان کو اسلیے بُلایا تھا - کہ وہ ہماری مدد کریگا - اور ہمارا ملک ومال دشمن سے ہمین دلا دیگا - نہ اس لیے کہ وہ ہمارا ہی ملک ہم سے چھین لے - اِس معاملہ مین کوئی ہماری بہتری کی تجویز بتائیے - خداوندخان نے کہا - کہ اگر آپ لوگ اپنے باہمی عناد وفساد کو برطرف کرین تو یہ بلا دور ہو سکتی ہے - اِس نیک مرد کی صلاح نے دونون کے دل پر جادو کا اثر کیا وہان سے آتے ہی علاءالدین نے فوراً جو اُس کے پاس غلہ وغیرہ سامان رسد موجود تھا وہ میان منجھن قلعدار دولت آباد کے پاس بھیجدیا - رات کے وقت کچھ بارش ہوئی تھی - اِس وقت چلنا پھرنا ذرا دشوار ہو گیا تھا - علاءالدین نے اسکو حسن اتفاق تصور کرکے اپنا ڈیرہ خیمہ اسیطرح چھوڑا اور چپ چپاتے آدھی رات کے وقت ایلچپور چلدیا - صبح کو جب سلطان بہادر شاہ کو خبر ہوئی تو اُس نے محمد شاہ اور نیز

اور اور ارکانِ دولت سے اِس معاملہ مین مشورہ کیا۔ سب نے بالاتفاق کہا۔ کہ اب ایام برسات آ گیے ہین۔ دریاے تاپتی خوب چڑھ آئیگا۔ گجرات اور خاندیس سے پھر غلہ نہ آ سکیگا۔ اگر دکن کے سردار سب متفق ہو گیے اور ضرور متفق ہو جائینگے۔ اُسوقت سخت مشکل آ پڑیگی۔ علاؤالدین اور برہان سے اطاعت کا اقرار لیکر یہ ملک انہین کو دیدیجیے۔ بادشاہ راضی ہو گیا۔ علاؤالدین اور برہان دونون نے اپنے اپنے ملکون مین سلطان بہادر شاہ کے نام کے خطبے پڑہوا ے اور تحفے تحایف نذرانہ بادشاہ کو بھیجے۔ اِس کے بعد سلطان گجرات کو آغاز ۹۳۶ھ مین چلا گیا۔ برہان بھی احمدنگر آ گیا۔ میران محمد شاہ نے ایفاے وعدہ کے لیے پیغام بھیجا۔ علاؤالدین کے باب مین تو برہان نے کچھ جواب نہ دیا۔ مگر میران محمد شاہ کو وہ بیس ہاتی جو جنگ رانوری مین اُس سے لے لیے تھے مع تحایف و نفایس بھیجے۔ جب میران محمد شاہ کا مقصود حاصل ہو گیا تو اُس نے علاؤالدین کے معاملہ مین پھر کچھ ذکر بھی نہ کیا۔ اور برہان کے آدمیون سے خوب دوستی اور اتحاد کے ساتھ پیش آیا۔

۹۳۶ھ

۲۲۸۔ اسمعیل کا حملہ بیدر پر اسمعیل کا مدت سے بیدر پر دانت تھا۔ وہ چاہتا تھا۔ کہ امیر برید کو کیسے طرح غارت کرے۔ اس وقت اُسے ایک بہانہ بھی مل گیا۔ امیر برید نے خدا معلوم سچ یا جھوٹ سلطان بہادر شاہ کی لڑائی کے زمانہ مین جب اسمعیل کی فوج اُس کے ہمراہ گئی تھی تو اُس کے امراے سے کہین کہا تھا۔ کہ اسمعیل کو تخت سے اُتار کر ملک باہم تقسیم کر لین۔ یہ بات اسمعیل سے اُس کے امیرون نے کہدی۔ اس لیے اسمعیل کو غصہ آیا۔ برہان کو اُس نے لکھا۔ کہ امیر برید نے میرے ساتھ دغابازی کی ہے۔ اس کا مین بدلا لینا چاہتا ہون آپ کی اسمین کیا مرضی ہے۔ چونکہ برہان پر اُس کا احسان بھی تھا۔ اور ابھی وہ سلطان بہادر کے خرخشہ سے پورا پورا چین بھی نہ ہوا تھا۔ اس لیے اُس نے جواب دیا کہ میری وہ ہی مرضی ہے جو آپ کی مرضی ہے۔

جب اسمعیل کا برہان کی طرف سے اطمینان ہوگیا۔ تو سنہ ۹۳۶ھ مین اسمعیل دس ہزار سوار سے بیدر پر پہونچا۔ امیر برید اسوقت بہت بوڑہا ہوگیا تھا اُسے آنکھون سے نظر بھی کم آتا تھا وزیر اُس کا ایک برہمن تموجی تھا جس کی صلاح سے اُس نے قلعہ تو علی برید اپنے بیٹے کے سپرد کیا۔ اور خود ایک طرف جا پڑا۔ اب اسمعیل نے قلعہ کا محاصرہ کیا۔ امیر برید کے آدمیون سے اکثر لڑائیان ہوئین طرفین ہمیشہ برابر رہے۔ اس مین سلطان قلی امیر برید کی مدد کو آیا۔ کیونکہ وہ جانتا تھا۔ کہ اگر اسمعیل نے بیدر کو لے لیا۔ تو تلنگانہ کو وہ کب چھوڑنے والا ہے۔ علی برید کے تین مامون تھے۔ ایک تو مرزا جہانگیر کی لڑائی مین پہلے حسن آباد گلبرگہ مین مارا گیا تھا دو باقی تھے وہ قلعہ سے باہر نکلے۔ ایک اُنمین سے میدان مین آیا۔ اور بولا۔ کہ فوج کو لڑانا ناحق مخلوق کو قتل کرانا مناسب نہین۔ اسمعیل کو چاہیے کہ خود آئے اور لڑے۔ اسمعیل بھی ایک پہلوان کا بیٹا اور بہادر تھا سنتے ہی نکل کھڑا ہوا۔ اور جاتے ہی اُسے مار ڈالا۔ پھر اُس کا دوسرا بھائی آیا۔ وہ بھی قتل ہوا۔ اسپر سلطان قلی کی فوج نے حملہ کیا۔ اسد خان اُسکے مقابلہ پر معین ہوا۔ اور سید حسن عرب نے امیر برید کو لیا اول سلطان قلی کی فوج میدان سے بھاگی۔ اس لیے اسد خان سید حسن کی مدد کو گیا چارسو آدمی امیر برید کے مارے گئے۔ اور اُسکی فوج کو قلعہ مین جانا پڑا۔

۲۲۹۔ امیر برید کی گرفتاری اب امیر برید نے اپنے بھتیجے محمد خان کو علاؤالدین عماد الملک کے پاس بھیجا اور اُسکو لکھا۔ کہ اسمعیل سے میری صلح کرا دیجیے علاؤالدین خود ہی پریشان ہو رہا تھا۔ وہ چاہتا تھا۔ کہ کسی طرح اسمعیل سے دوستی پیدا کرے۔ امیر برید کی سفارش کے بہانہ سے وہ اسمعیل کے پاس آیا۔ اسمعیل خود اُس کے لشکر مین خیر مقدم کے لیے گیا۔ علاؤالدین نے بجاے سفارش کے فتح کی مبارکباد دی اور کہا کہ میرا یہان آنا صرف آپکی ملاقات کے واسطے ہے امیر برید جانے اور آپ کا کام جانے جب اُنکی ایسی ملاقاتین ہوئین تو امیر برید دلگیر ہو علاؤالدین کے

پاس آیا۔ اور اُس سے کہا۔ کہ جس طرح ہوسکے آپ صلح کرا دیجیے بغیر آپ کی عنایت کے میرا کام
کسی طرح درست نہین ہوسکتا۔ علاؤالدین نے کہا۔ کہ بیدر کا قلعہ اسمٰعیل کو دے ئے بغیر صلح ہونا دشوار
ہے۔ امیر برید اس بات سے کچھ ناراض ہوا۔ اور وہین علاؤالدین کے لشکر کے قریب جا اُترا۔
اُس کے آدمی راستہ کی ماندگی سے نہایت پریشان ہو رہے تھے رات کو غافل سو رہے۔ تعجب ہی
کہ امیر برید جیسا جہان دیدہ اور گرگ باران دیدہ شخص ایسا لاؤ بالی بنجائے کہ ایسے پر صعب دشمن
کے مقابلہ مین بیجا طور پر خوب مے خواری کرے اور مجلس عیش و نشاط مین غت ربود ہو جاے
کمبخت نشہ مے مین سرشار میدان مین اسطرح سو رہا کہ جیسے کوئی زمانۂ امن مین محلون مین بے خطر
ہو کر سوتا ہے۔ اسمٰعیل نے اسد خان لاری کو امیر برید پر شبخون مارنے کے لیے بھیجا۔ جب وہ اُسکے
لشکر کے پاس گیا تو کسی کی آواز ہی سُنائی نہ دی۔ اس لیے اُس نے جاسوس بھیجے کہ جا کر
دیکھین لشکر جہان پڑا تھا وہان ہے یا کچھ اور حالت ہے۔ دشمن نے کچھ دہوکا تو نہین دیا ہے
جاسوسون نے آکر بیان کیا۔ کہ امیر برید کے لشکر مین تمام آدمی مست اور لایعقل پڑے ہوے
ہین۔ اور تصدیق کے لیے پگڑیان اور تلوارین دکھائین کہ یہ ہم امیر کے دربار سے اُٹھا کر لائے
ہین۔ وہان کسی نے ہم کو نہین دیکھا۔ اسد خان کو نہایت تعجب ہوا۔ اُس نے اپنے پچیس[25] معتبر
آدمی اور پچاس سپاہی لیے اور لشکر کو ایک طرف کھڑا کر کے پا پیادہ برید کے لشکر مین آیا اور نہایت
خاموشی کے ساتھ امیر برید کے دربار مین پہونچا۔ دیکھتا کیا ہے کہ چارون طرف خم کے خم شراب کے
رکھے ہوئے ہین اور سپاہی شراب بھنگ بوزہ سے مست مدہوش پڑے ہوئے ہین۔
اب اسد خان امیر برید کے خیمہ مین گیا۔ وہان اس سے بھی زیادہ بیخبری کا عالم تھا۔ رنڈی بھڑوے
بیہوش پڑے تھے کہین کسی نے قے کی تھی کہین شراب کے خم اوندھے لڑک رہے تھے کسی کو
اپنے تن بدن کا ہوش نہ تھا اُس نے ایسے نالایقون پر ہتھیار اُٹھانا جوانمردی کے خلاف سمجھا

امیر برید کا پلنگ جسپر وہ سو رہا تھا اپنے سپاہیون سے اُٹھوایا - اور جنازہ کی طرح اُسے لشکر سے باہر لے چلا - ایک بھوئی کی کہین آنکھ کھُل گئی وہ چاہتا تھا کہ کچھ شور کرے کہ اُس کی گردن مار دگئی اب اسد خان نے یہ بھی مناسب نہ سمجھا کہ ایسے بیخود لشکر پر کچھ ہاتھ صاف کرے - بلکہ وہ پلنگ کو سیدھا اسمٰعیل کے پاس لے چلا - راستے مین کہین ہلنے ڈُلنے سے بندگان عالی خواب مستی سے بیدار ہوئے - تو دیکھتے کیا ہین کہ پلنگ چلا جا رہا ہے - خیال ہوا کہ جن مجھے لیے جاتے ہین - اِس ڈر سے چلاّئے - اسد خان سامنے آیا - اور کہا کہ خداوند یہ بندہ اسد خان ہے ڈرئے نہین کوئی جن و شیطان نہین ہے - تعجب کی بات ہے - یہ سن شریف دشمن کا مقابلہ اور ایسی غفلت تف ہے تیری حکومت پر - آخر امیر کا پلنگ اسمٰعیل کے روبرو پہونچا - وہان عجیب قہقہہ اُڑا - برید کے ہاتھ پاؤں باندھے گیے اور عین دربار مین دہوپ مین کھڑا کیا گیا غرض کہ کسی صاحب سکہ و خطبہ کا ایسی شرمناک اور ذلیل حالت مین دشمن کے ہاتھ پڑجانا کسی تاریخ مین نہین دیکھا گیا -

۲۳۰ - بیدر کے قلعہ پر اسمٰعیل کا قبضہ اور واپسی اور رائچور و مدگل کی فتح -

چونکہ اسمٰعیل امیر برید سے نہایت ناراض تھا - اُس نے اُسکے قتل کا حکم دیا - مگر امیر نے کہا - کہ اگر آپ مجھے قتل نہ کرین تو بیدر کا قلعہ مین آپ کو دے دیتا ہون - اسمٰعیل نے اَلعَفوُ زَکوٰۃُ الظَّفَر کا خیال کرکے اُسے معافی بخشی - امیر نے اپنے بیٹون کے پاس قلعہ مین آدمی بھیجے - کہ مین گرفتار ہو گیا ہون - اور قلعہ دینے پر میری خلاصی ہوتی ہے قلعہ تم خالی کردو - اُنہون نے قاصد کی معرفت جواب دیا کہ تو بوڑھا ہو گیا ہے چند روز مین مرجائیگا - تیرے لیے ہم قلعہ دشمن کو نہین دینگے - اور خفیہ امیر سے کہلا بھیجا کہ اگر اس طرح کام چل سکے تو بہتر ہے ورنہ ہم قلعہ خالی کردینگے - اِس جواب کے آنے پر اسمٰعیل نے ایک مست ہاتی منگوایا - اور امیر برید کے

قتل کا حکم دیا۔ امیر برید نے کہا۔ کہ اسیطرح مجھے قلعہ کے سامنے کھڑا کرئیے۔ میری یہ حالت دیکھکر میرے بیٹے قلعہ خالی کر دینگے۔ جب سامنے گیا۔ تو اپنے بیٹون سے کہا کہ بغیر قلعہ خالی کیے کام نہ چلے گا۔ اِس پر علی برید نے یہ شرط کی۔ کہ اگر ہمارے زن و فرزند سے کوئی تعرض نہ کیا جا اور نکلتے وقت ہماری تلاشی نہ لیجاے تو ہم قلعہ خالی کر دینگے بشرطیکہ اس شرط کے ایفا کے لیے اسد خان ہمارے پاس قلعہ کے دروازے مین بھیجدیا جاے۔ چنانچہ یہ شرط منظور ہوئی۔ اور تعمیل کی گئی۔ قلعہ اسمعیل کے قبضہ مین آگیا۔ اور مصطفی خان شیرازی قلعہ دار مقرر ہوا۔ بارہ لاکھ ہون نقد اور بے شمار اسباب طلائی و نقرہ ہاتھ آیا۔ آمین سے اسمعیل نے علاؤالدین اور نیز ملو خان و انو خان و ابراہیم خان و عبداللہ خان اپنے بیٹون کو اور اسد خان کو ایک ایک لاکھ ہون دئے۔ اور باقی سید علی عقیل کو کربلا مین خیرات کرنیکے لیے اور سید احمد ہروی کو بیجاپور مین علما کو باٹنے کیواسطے پچاس پچاس ہزار دئے اور بقیہ لشکر مین تقسیم کر دیے پھر امیر برید کو اپنے امرا مین داخل کر لیا اور بیدر کے سوا اُس کا تمام ملک پھر اسی کے حوالے کر دیا۔ اِس شرط پر کہ وہ رایچور و مدگل کے حملہ مین اسمعیل کے ساتھ تین ہزار آدمیون سے رہے اور ماہور و پاتری کے استرداد مین علاؤالدین کی مدد کرے۔ غرض کہ اسمعیل مع علاؤالدین و امیر برید رایچور کو گیا۔ چونکہ امراے بیجانگر مین اسوقت کچھ جھگڑا ہو رہا تھا۔ رایچور مدگل بآسانی تمام سترہ سال بیجانگر والون کے قبضہ مین رہکر تین مہینے کے محاصرہ کے بعد فتح ہو گیا۔ پھر سب انتظام ملکی درست کرنیکے بعد وہان سے اسمعیل واپس چلا آیا۔ اور امیر برید کو قلعہ بیدر بھی اس شرط پر دیدیا۔ کہ اُس کے عوض مین قلعہ کلیان و قندہار اسمعیل کو دیدیا جائے۔ چونکہ اس زمانہ مین سلطان بہادر شاہ کے آنے کی پھر افواہ گرم ہوئی تھی۔ اس لیے امیر برید و علاؤالدین اپنے اپنے ملکون کو رخصت ہو گیے۔ یہ واقعہ شروع ۹۳۷ھ کا ہے۔

۹۳۷ھ

۲۳۱- برہان نظام الملک کا شاہ طاہر کو گجرات بھیجنا اور وہان اسکی فضیلت کی قدر

سنہ ۹۴۲ھ کے شروع مین برہان نظام الملک نے کچھ ہاتی گھوڑے اور تحفے تحایف دیگر شاہ طاہر کو سلطان بہادر شاہ کی خدمت مین بھیجا۔ چونکہ بہادر شاہ نے سُنا تھا۔ کہ برہان نے بجز ایک مرتبہ کے پھر کبھی اُس کا نام خطبہ مین نہ لیا۔ اِس لیے اُس نے شاہ طاہر کو دربار مین نہ بُلایا۔ مگر میران محمد شاہ والی خاندیس نے لکھا۔ کہ اگرچہ برہان نے امراے دکن کی رعایت سے آپ کا نام خطبہ مین نہ پڑہوایا۔ مگر وہ آپ کا خیرخواہ ہے اس سفارش سے اُس نے شاہ طاہر سے ملاقات تو کی۔ مگر کچھ اچھی طرح توجہ سے نہ ملا۔ خداوندخان وزیر علم دوست تھا۔ شاہ طاہر کی علمی لیاقت سے واقف تھا۔ اُس نے بادشاہ سے اُس کی سفارش کی جس سے بہادر شاہ نے دوبارہ دربار کیا۔ اور اُسکی بڑی تعظیم و تکریم کی۔ جب محمود شاہ بیگرہ نے مرتے وقت شاہ اسمٰعیل صفوی والی ایران کے ایلچی کے آنے کی خبر سنی تو اُس نے کہا خدا مجھے ایسے گمراہون کا مُنہ نہ دکھاے وہ ہی ہوا۔ یعنی وہ ایلچی اُس کے مرنے کے بعد گجرات مین پہونچا۔ اُس کے بیٹے مظفر شاہ نے اُسکی بڑی خاطر و مدارات کی۔ یہ ایلچی اسمٰعیل صفوی کے ایلچی ہی نہ تھے۔ بلکہ یہ لوگ واعظین کا بھی کام دیتے تھے اور اشاعت تشیع کے واسطے ہندوستان مین بھیجے گیے تھے اُنہون نے جابجا ہندوستان مین رسوخ پیدا کیے۔ اُن ہی کے سبب سے گجرات مین شیعہ کثرت سے آنے لگے۔ یہان تک کہ گجرات اور خاندیس مین اِس وقت شیعہ مذہب کے کثرت سے علما موجود تھے۔ ہر ایک اپنے کو بڑا عالم سمجھتا تھا۔ بہادر شاہ نے بہت سے شیعہ عالمون کو بلوایا اور ایک محفل منعقد کی۔ گو پہلے وہ لوگ اپنے کو فاضل سمجھتے تھے۔ مگر شاہ طاہر سے گفتگو کرکے سب اُسکی مولویت و افضلیت کے قایل ہوگیے۔ جب بہادر شاہ کو یہ معلوم ہوا تو اُس نے شاہ طاہر کا اور بھی بڑا اعزاز و اکرام کیا۔ تین مہینے کے بعد اُسے رخصت کیا۔ اِس شاہ طاہر کی مولویت سے

برہان نظام الملک کو بڑا فایدہ پہونچا۔

۲۳۲۔ برہان نظام شاہ کا سلطان بہادر شاہ گجراتی کی ملاقات کو برہان پور کو جانا۔

سلطان محمود خلجی والی مالوہ کا ۱۹۔ ذیقعدہ ۸۷۳ھ کو انتقال ہوگیا۔ اُسکی جگہ اُسکا بڑا بیٹا غیاث الدین خلجی تخت نشین ہوا ۹۰۳ھ مین اُسکے بیٹے ناصر الدین نے اسے زہر دیا۔ اور خود بادشاہ ہوگیا۔ اور جب یہ بھی ۹۱۶ھ مین چل بسا۔ تو اس کا چھوٹا بیٹا محمود ثانی خلجی تخت نشین ہوا۔ سلطان بہادر شاہ گجراتی نے اس زمانہ مین اس پر چڑہائی کر کے ۹ شعبان ۹۳۷ھ کو گرفتار کرلیا۔ جس سے ممالک مالوہ گجرات مین داخل ہوگیے۔ اب برہان نظام الملک کو سلطان بہادر شاہ کا اور بھی خوف ہوا۔ اسلیے اُسنے شاہ طاہر اور کانو نرسی برہمن کو مبارکباد فتح کے لیے بھیجا۔ اتفاقاً سلطان بہادر شاہ اس وقت برہانپور مین محمد شاہ کے پاس ٹھیرا ہوا تھا۔ محمد شاہ سے شاہ طاہر کی سلطان سے ملاقات کرادی برہان کی طرف سے بڑا اخلاص جتایا۔ اور صلاح دی کہ برہان کو اپنا امیر بنا لیجیے۔ چونکہ سلطان بہادر شاہ کے اُسوقت بڑے بڑے ارادے ہو رہے تھے۔ اور دہلی کے بادشاہ ہمایون سے برابر کا دعوی تھا اُس نے محمد شاہ کی صلاح کو قبول کرلیا۔ محمد شاہ نے شاہ طاہر کو بھیجا۔ کہ احمد نگر سے جاکر سلطان کی ملاقات کے واسطے فوراً برہان کو بلا لائے۔ اول تو برہان ہچکچایا۔ مگر کانو نرسی کی صلاح سے شہزادہ حسین اپنے بیٹے کو احمد نگر مین اپنا قایم مقام کیا۔ اور کاروبار سلطنت کا اہتمام کانو نرسی کو سپرد کر کے سات ہزار سوار سے برہان پور چلا گیا۔ اور خواجہ ابراہیم دبیر و سایا جی شب نویس کو ایلچی کر کے آگے بھیجا۔ کہ طرز ملاقات و تعین پیشکش وغیرہ کا تصفیہ کرے۔ جب دریاے تاپتی کے کنارے موضع مانک دیوی مین برہان پور کے قریب پہونچا تو محمد شاہ استقبال کو آیا اور یہ ٹھیرا یا کہ سلطان تخت پر بیٹھے اور نظام الملک سلام کر کے کھڑا رہے۔ اگرچہ برہان کی مرضی نہ تھی۔ کہ اس ذلت کے ساتھ ملاقات کرے۔ مگر شاہ طاہر نے جو بڑا اچھا لایق شخص تھا کہا۔ کہ ذرہ

۹۱۶ھ

۹۳۷ھ

دیر کے واسطے دنیاداری برتنا اس کے مقابلے مین کچھ بیجا نہین ہے کہ پھر تمام عمر کے لیے یہ
کھٹکا مٹ جاے۔ شاہ طاہر نے بہادر شاہ سے کسی پہلی ملاقات مین کہا تھا۔ کہ میرے پاس
ایک قرآن شریف ہے جسے حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے لکھا ہے۔ ملاقات کے وقت شاہ
طاہر نے اُس قرآن کو سر پر رکھا۔ اور میران محمد شاہ و برہان نظام الملک کے ساتھ چلا۔ جب
سلطان نے تخت پر سے اُسے دیکھا اور خداوندخان نے بتایا کہ یہ قرآن شریف ہے تو
سلطان بیساختہ اُس کی تعظیم کے لیے اُٹھ کھڑا ہوا۔ اور کچھ دور استقبال کر کے اُسکو تعظیماً بوسہ
دیا۔ اور اسی حالت مین کھڑے کھڑے برہان کا بھی سلام لیا۔ اور گجراتی زبان مین اُس کا مزاج
پوچھا برہان نے فارسی مین جواب دیا۔ کہ یہ نیازمند آپ کی عنایت سے خوش ہے۔ پھر سلطان
تخت پر جا بیٹھا۔ یہ تینون کھڑے رہے لیکن جب شاہ طاہر سے اُس نے بیٹھنے کے لیے کہا۔
تو اُس نے برہان کے سامنے ادباً بیٹھنے سے انکار کیا جس سے سلطان نے برہان کو بھی
اس کے ساتھ بیٹھنے کی اجازت دی۔ اب اِدھر اُدھر کی باتین ہونے لگین سلطان نے برہان کی
باتون سے خوش ہو کر اپنا پٹکا کمر سے کھول کر اُسکی کمر مین باندھا اور اپنا خنجر اور اپنی تلوار اوس کو
عنایت کی۔ اور کہا۔ کہ نظام شاہی کا خطاب مبارک ہو۔ اسوقت تک برہان نے لفظ شاہ کا اپنے
نام کے ساتھ نہین لگایا تھا۔ پھر برہان کو اپنے عربی گھوڑے پر سوار کرایا۔ اور سفید چتر جو
سلطان محمود خلجی سے چھینا تھا اُسے عطا کیا۔ پھر ایسے ہی چتر لگائے ہوئے خداوندخان
وزیر کو ہمراہ کر کے اُسے اپنے قیام گاہ کو رخصت کیا۔ جہان کہ اُس کے لیے محمود خلجی کا سرخ سراپردہ
کھڑا کیا گیا تھا۔ پھر دوسرے روز دربار مین چار طلائی کرسیان بچھائی گئین۔ محمد شاہ۔ برہان شاہ
شاہ طاہر شیخ عارف جو ایک بزرگ تھے بلائے گیے اور اُن پر بٹھائے گیے۔ سلطان بہادر شاہ
اور برہان نظام شاہ نے اِس موقع پر دو گھڑی چوگان بازی بھی کی۔ اور پھر اسیطرح سوار دونون شخص

باہر نکلے - خواجہ ابراہیم وسا باجی پیش کش سے لیے باہر کھڑے تھے - سلطان اُس کو دیکھکر بہت خوش ہوا - ایک تلوار جس پر خلفاے عباسیہ مین سے کسی خلیفہ کا نام لکھا ہوا تھا اور ایک قرآن شریف لے لیا - باقی پیش کش کچھ نہ لیا - اور کہا کہ دکن سمیت یہ مین نے سب تم کو بخشا - اور اُسی وقت برہان شاہ کو رخصت کر دیا - برہان شاہ شیخ برہان الدین و شیخ زین الدین کی زیارت کر کے اور صدقات اور نذرین بانٹتا ہوا خوشی خوشی احمد نگر پہونچا - اسمعیل اور سلطان قلی کے ایلچی مبارکباد کو آئے اور اس بڑی مصیبت کا اس خوشی کے ساتھ خاتمہ ہو گیا -

۳۲۳ - برہان اور اسمعیل کی لڑائی اور ملک گیری کی نسبت دونون کا تصفیہ

چونکہ امیر برید نے وعدہ کیا تھا - کہ قندہار و کلیان اسمعیل کو دیدونگا - مگر ایفاے عہد نہ کیا - جب تک کہ سلطان بہادر شاہ کا خرخشہ نہ مٹا اُس وقت تک تو اسمعیل چپکا بیٹھا رہا - مگر جب ۹۳۸ھ مین اندیشہ ۹۳۷ھ بالکل رفع ہو گیا تو اُس نے اُن کے لینے کا ارادہ کیا - امیر برید نے برہان نظام شاہ کو تمام کیفیت سے اطلاع دی - برہان شاہ نے اسمعیل کو لکھا - کہ یہ خیال آپ دل سے دور کیجیے - اسمعیل نے جواب دیا کہ جب تم نے ماہور کو لیا تو مین نے کچھ مزاحمت نہ کی - اب آپ ایسی ناروا بات لکھتے ہین کیا آپ شاہی کے خطاب اور چتر کے گھمنڈ پر نازان ہین - یہ خطاب آپ کو سلطان گجرات سے ملا ہے تو مجھے شاہنشاہ ایران سے عطا ہوا ہے برہان نے جواب دیا - کہ سلطان گجرات نے برار اور بید روغیرہ مجھکو عنایت کیا ہے بہتر یہ ہے کہ آپ زمانہ ماضی کو حال اور مستقبل کی طرح ایک نہ سمجھین - اور اس خیال کو دور کرین - یہ پیغام اُس وقت اسمعیل کے پاس پہونچا کہ جب وہ بیجاپور سے نکل کھڑا ہوا تھا - جب نلدرگ کے مقام پر پہونچا تو اُس نے ایلچی کو رخصت کیا - اور کہدیا کہ باغ نظام سے باہر آئے - اور عادل شاہی بہادرون کی دلیری کو آزمائیے اس پر نظام شاہ دوسرے ہی روز عادل شاہ کے مقابلہ کے لیے بڑھا - اور آمنہ پور مین آکر قیام کیا جسے بی بی آمنہ

شاہزادہ حسین کی والدہ نے آباد کیا تھا۔ اور پچیس ہزار سوار اور بہت سا توپخانہ لیکر باتفاق امیر برید
عادل شاہ کی سرحد پر پہونچا۔ اسمٰعیل کے پاس بارہ ہزار سوار تھے۔ فریقین مین خوب دل کھول کر
لڑائی ہوئی۔ یہ قاعدہ ہے کہ دو مین سے ایک غالب دوسرا مغلوب ہوا کرتا ہے نظام شاہ کی
شکست ہوئی۔ اُس کا سردار خورشید خان اور دو تین ہزار آدمی مارے گیے۔ اور شیخ جعفر دکھنی
جو اُس کا معزول وزیر تھا اُسکو میدان سے بچا کر لے گیا۔ معلوم نہین کہ اسوقت کانورسی اور
شاہ طاہر کہان اپنی پنڈتائی اور مولویت بھنگار رہے تھے تاریخ مین کسی کا نام بھی اِس مقام پر نہین
ہے۔ سواے زبان درازی کے انھین اور کیا آتا تھا۔ باقی اُس زمانہ مین جو سپاہی کا کام تھا
اُس سے بالکل عاری تھے۔ اِس وقت بیجاپور کے غریب زادون نے جن کو فوج مین بھرتی
ہونے کی کچھ دنون سے اسمٰعیل شاہ نے اجازت دیدی تھی بڑی بہادری دکھائی۔ گو اسمٰعیل کی
فتح اور برہان کی شکست ہوئی۔ مگر نتیجہ اُس کا برہان کی مرضی کے موافق ہوا۔ اگر اُس کی فتح ہوتی تو
بھی غالباً یہی ہوتا۔ یعنی اسمٰعیل نے امیر برید سے قلعہ قندہار و کلیان لینے کا کچھ حوصلہ نہ کیا۔
مورخین چونکہ عادل شاہی گھرانے کے ملازمین مین ہین اِس لیے یہ بیانات کچھ بدل بدلا کر کتابون
مین لکھے گیے ہین۔ اِس لڑائی کے بعد برہان اور اسمٰعیل مین پھر کبھی لڑائی نہین ہوئی اسی وجہ سے
۹۳۹ھ مین بہت سے رسل و رسایل کے بعد دونون بادشاہون نے سرحد پر ملاقات کی۔ ۹۳۹ھ
برہان نے امیر برید کی طرفداری کی۔ چونکہ سلطان قلی نے سلطان بہادر شاہ کی مصیبت مین
مدد سے پہلو تہی کیا تھا اس لیے برہان اُس سے ناراض تھا۔ اور علاؤالدین کا بھی ۹۳۷ھ کے
اخیر مین انتقال ہو گیا تھا جس کا اسمٰعیل کو بہت بڑا خیال تھا۔ اِس لیے یہ ٹھیرا کہ امیر برید اپنی حالت پر
چھوڑ دیا جاے۔ اور سلطان قلی کے ملک کو اسمٰعیل اور دریا عماد شاہ ابن علاؤالدین کے ملک کو
برہان فتح کر لے۔ اور فریقین مین سے کوئی کسی کا مزاحم نہ ہو۔

۳۴۳ - اسمعیل کا تلنگانہ پر حملہ اور اُس کی وفات

چونکہ سلطان قلی اور بیجانگر والون سے بھی اسوقت دشمنی ہو رہی تھی - جب اُنہون نے سُنا تو اسمعیل کو سلطان قلی کی تباہی کے لیے اور بھی بھڑکایا - اور دس لاکھ ہون اُس کی نذر کیے - اب تو اسمعیل کو اور بھی ہمت ہوئی - اور فوراً سنہ ۹۲۰ھ مین تیس ہزار فوج سے تلنگانہ پر چڑہائی کی - قلعہ کویلکنڈہ کا محاصرہ کیا - یہان جعفر بیگ جو سلطان قلی کے بنی اعمام سے تھا قلعہ دار تھا - اُس نے قلعہ کا خوب بندوبست کیا اور سلطان قلی کو اطلاع کی - اُس کی تو عادت تھی کہ زبردست سے نہ لڑے - اس لیے اُس نے بہت تدبیرین کین کہ لڑائی نہ ہو - برہان کو صلح کے واسطے لکھا مگر اُس نے کان بہرے کر لیے - اسلیے وہ بھی فوج لے اہل قلعہ کی امداد کو روانہ ہوا اور کھنپورہ مین پہونچکر اسمعیل کو ایک خط لکھا کہ کفار کی اعانت کے لیے مسلمانون سے لڑائی لڑنا خلاف مذہب اسلام ہے - مگر اسمعیل کو تسخیر ملک کے سامنے اسلام اور مسلمانون کا کیا خیال تھا - اُس نے اُلٹے سیدھے جواب دیے سلطان قلی نے علما سے اسمعیل کے مقابلہ کا فتویٰ لیا - سب نے کہا - کہ ایسی حالت مین اُس سے لڑنا ایسا ہی ہے جیسا کہ کسی کافر سے - غرض کہ سلطان قلی نے اب فوج آراستہ کی اور میدان مین دشمن کے سامنے صف آرائی کی - عین الملک کو جو غالباً سیف خان عین الملک پسر فتح خان عمزادہ سلطان قلی کا بیٹا تھا اور جس کا ذکر آیندہ احمدنگر اور بیجاپور مین بہت کچھ آئیگا دست راست پر اور فتح خان اپنے عمزادے کو دست چپ پر اور شاہزادہ حیدر خان کو قلب مین کھڑا کیا - اور آپ کمک کے لیے پیچھے مقیم ہوا تین روز تک متواتر لڑائی رہی - اسمعیل نے سلطان قلی کو پریشان کرنے کے لیے کچھ فوج گولکنڈہ کو بھیجی - اس لیے سلطان قلی اپنا سب سامان کھنپورہ مین چھوڑ تین ہزار سوار سے جو تھے روز دشمنون کے عقب مین روانہ ہوا - راستہ مین اُن پر شبخون مارا اور پریشان کر کے بھگا دیا - اب سلطان قلی نے دیکھا کہ میدان کی لڑائی مین وہ اسمعیل کے مقابلہ کے لائق نہین ہے اُس نے

قزاقانہ لڑائی شروع کی۔ جب موقع پاتا مارتا اور کھنپورہ کو بھاگ آتا۔ ایک روز دشمنون نے لڑائی
کے بعد بہت پیچھا کیا۔ اِس لیے سلطان قلی بھی لوٹ پڑا اور لڑائی ہونے لگی۔ ایک دشمن نے
کسی طرح درختون سے نکلکر خود اُس پر حملہ کیا۔ اور چہرہ پر ایک تلوار ماری جس سے وہ زخمی ہوگیا۔ مگر
پھر بھی دشمن پس پا ہوگیے۔ اب اسمٰعیل نے قلعہ گولکنڈہ پر توپین لگا دین اہل قلعہ نے بیچ کا
ترکی بہ ترکی دیا۔ تین مہینے کے عرصہ مین سلطان قلی اور اسمٰعیل کے لشکر سے پینتالیس لڑائیان
ہوئین گیارہ مہینے تک گولکنڈہ کا محاصرہ رہا جعفر بیگ بھی مجبور ہوگیا تھا۔ قریب تھا۔ کہ قلعہ ہاتھ
آجائے کہ اسمین اسمٰعیل بیمار ہوگیا۔ جب حالت نازک ہونے لگی تو اسد خان لاری اور امیر برید کو
جو اُس کی امداد کے لیے تلنگانہ مین لوٹ مار کر رہا تھا بلایا۔ اور کہا کہ مین گلبرگہ جانا چاہتا ہون۔
یہان کی آب و ہوا مجھے موافق نہین ہے۔ تم یہان رہو۔ جب مین اچھا ہوجاؤن گا۔ تو پھر آجاؤنگا
لیکن جانے سے پہلے ہی صبح کے وقت ۱۶۔ صفر ۹۴۱ھ کو ملک عدم کی فتح کو چلا گیا۔ اور
وہان سے ابتک پھر نہین لوٹا۔ یہ بادشاہ گو شیعہ مذہب تھا۔ اور اپنی آزادی حاصل کرنیکے وقت
کمال خان اور دکھنیون کا رعب و داب مٹانے کی غرض سے اِس نے ایرانیون کو بھرتی کیا۔
اور دکھنیون سے بہت بڑی عداوت برتی۔ مگر معلوم ہوتا ہے کہ فوج کے معاملہ مین اس نے
مذہبی تعصب کو ذرا بھی دخل نہ دیا سنیون سے برابر میل جول رکھا۔ بلکہ اپنی دونون بہنین سنیون
کو دین۔ اور جو ایرانی صرف مذہبی خیال سے بیجاپور مین آئے اُن کی طرف کچھ توجہ نہ کی۔ سلطان قلی
شیعہ مذہب والے سے لڑنے کو کھڑا ہوگیا۔ اس کی فوج کی حالت اُس زمانہ کے لائق اچھی تھی
تھوڑی فوج سے بڑے بڑے کام نکل آتے تھے اخلاق کا بھی اچھا تھا۔ جو لوگ اِس کے
پاس تھے وہ آخر دم تک اُس کے پاس بخوشی و خرمی رہے زمانۂ بچپن مین گو تو ضرور اِس کے
ہاتھ سے نکل گیا۔ مگر اِس نے گلبرگہ رائچور مدگل وغیرہ کا علاقہ فتح کرلیا۔ امیر برید کو اپنا امیر بنایا۔

گویا بیدر کی کل سلطنت پر قریب قریب متصرف ہوگیا۔ دل کا سخی کھانے پہننے کا شوقین تھا۔
مجرموں کو سزا کی نسبت معاف کرنا زیادہ پسند کرتا تھا اور فحش گالی کبھی نہین بکتا تھا۔ گانا بجانا باپ
کی طرح خوب آتا تھا۔ فارسی کے لغو عاشقانہ شعر بھی کہا کرتا تھا۔ اُس کا کلام متین ہے۔
وفائی تخلص تھا۔ عیاشی کے باعث اُسکی زندگی نے وفا نہ کی۔ جوانی ہی مین عازم کو چہ آتا بنا۔

۲۳۵ بیجاپور مین ملوخان کی تخت نشینی کے بعد ابراہیم عادل شاہ کا تخت پر بیٹھنا

اسمٰعیل کے بیٹون مین ملوخان جس کے عنفوان شباب کا
زمانہ قریب آگیا تھا سب سے بڑا اور ولیعہد تھا مگر ابراہیم
جو اسد خان لاری ہی کا داماد تھا اُسکی حکومت سے راضی نہ تھا۔ باپ کے مرنے کے وقت یہ
دونون وہان موجود تھے۔ اسد خان لاری نے اول تو اسمٰعیل کی موت کو چھپایا۔ اور جنازے
کو پالکی مین رکھا۔ اور اُسپر برقع اُڑھایا اور کہا کہ محلات کی کوئی عورت جاتی ہے۔ پھر اُسی قصبہ کوگی
کو بھیجدیا۔ جہان وہ اپنے باپ کے پاس مدفون ہوا۔ پھر اسد خان نے دونون شاہزادون
سے کہا۔ کہ تخت نشینی کی رسم گلبرگہ مین سید محمد گیسو دراز کی قبر کے پاس ادا کیجائیگی کیونکہ وہ مقام
متبرک ہے شہزادون نے بے چون وچرا اسے منظور کرلیا۔ اور چُپ چُپاتے وہان چلے
گیے۔ اسد خان ملوخان سے راضی نہ تھا۔ مگر چونکہ وہ بڑا تھا اور اسمٰعیل نے اُسے ولیعہدی
کردیا تھا اور اُسکی تخت نشینی کی وصیت کرگیا تھا اُسکو محروم الارث بھی نہ کرسکتا تھا۔ اس لیے
ملوخان کو تخت نشین کیا۔ اور شاہزادہ ابراہیم کو قلعہ مرتضیٰ آباد مرچ مین قید رہنے کے لیے بھیجدیا
پونجی خاتون کی طرف سے خوب سمجھا بجھا کر اور اس سے خوب ہوشیار کرکے خود اپنی جاگیر بلگوان
کو چلا گیا۔ ملوخان بڑا بدکار تھا۔ اُس نے میدان خالی پاتے ہی شراب اور بدکاری شروع کی۔
اور بمصداق زاد فی الطنبور نغمۃ پسران صبیح المنظر پر مائل ہوگیا۔ اور مستی کے نشہ مین ایسا
ڈوبا۔ کہ خوبصورت لونڈون کو زبردستی پکڑ منے لگا۔ یوسف ترک شحنہ دیوان کے ایک بیٹے پر

جو نہایت پاکیزہ صورت تھا ملوخان فریفتہ ہوگیا۔ اور اپنی بیتا بانہ فریفتگی کے جوش مین اُسے بلا بھیجا۔ یوسف ایک جلیل القدر سردار اور تاج پوش امرا مین بڑا صاحب عزت تھا وہ ایسی ذلت کو کب گوارا کرتا اُس نے بیٹے کے بھیجنے سے انکار کیا۔ ملوخان نے حکم دیا۔ کہ اُسے زبردستی پکڑ لائین۔ اور یوسف اگر انکار کرے تو فوراً اسے قتل کر ڈالین۔ بھلا یہ حکم کب چل سکتا تھا۔ یوسف ملوخان کے آدمیون کو مار پیٹ کر اور اپنے اہل و عیال کو لیکر علانیہ اپنی جاگیر کو چلتا بنا۔ اب تمام لوگ ملوخان سے ناراض ہو گیے۔ پونجی خاتون بھی سخت کشیدہ خاطر ہوئی۔ اور یوسف شحنہ کو مخفی پیغام بھیجا۔ کہ ملوخان کو معزول کر کے مین ابراہیم کو تخت نشین کرنا چاہتی ہون۔ یوسف نے اسد خان خسر ابراہیم کے پاس آدمی بھیجکر استمزاج کیا۔ اُس نے کہا کہ مین ملوخان کی بدطینتی کے باعث پہلے ہی بیجاپور چھوڑ کر چلا آیا ہون۔ جو پونجی خاتون چاہین وہ میری عین مرضی ہے۔ اب یوسف نے باطمینان تمام بند و بست کر کے پونجی خاتون سے اس کام کے لیے ایک دن معین کیا۔ اُس روز دو سو سپاہی تاج پوش لیکر بیجاپور مین آیا۔ اور سیدھا قلعہ ارک مین چلا گیا۔ قلعہ دار کو مار کر ملوخان کو قید کرلیا۔ اور پھر اُسی روز اُسکے اعیانی بھائی انو خان کو مکحول کیا۔ اور شاہزادہ ابراہیم کو تخت پر بٹھایا۔

۲۳۶- سلطان قلی کا حملہ امیر برید پر اور کچویل و ایلورو کو ہیر کی فتح-

جب سلطان قلی کو اسمعیل کے جھگڑے سے فرصت ملی۔ اور اسد خان صلح کر کے شاہزادون کو پھسلا مناکر گلبرگہ لے گیا۔ تو سلطان قلی گولکنڈہ واپس آگیا۔ اور جعفر بیگ تعلقدار ونا نگواریان قلعہ گولکنڈہ کو خوب انعام و اکرام دیئے۔ چونکہ امیر برید نے اسمعیل کی لشکر کشی کے وقت اُسے بہت ستایا تھا اس لیے اُسنے سب سے پہلا کام یہ کیا۔ کہ فوج لیکر بیدر پر پہونچا۔ امیر برید اب اتنا بڈھا ہوگیا تھا کہ جنگ و جدل کے قابل نہ رہا تھا۔ اور پھر آنکھون سے بھی معذور تھا۔ لیکن تب بھی میدان مین آیا۔ سلطان قلی کی طرف

دیکھتا تھا۔ کہ سنیون کا مذہب عام پسند ہے یہودی اپنی قوم بنی اسرائیل کو تمام جہان سے اعلیٰ و افضل سمجھتے تھے۔ اُن کا مذہب کبھی تمام مخلوق مین نہین پھیلا۔ اس لیے اہل سنت و جماعت کے مذہب مین کسی حسب و نسب کی بزرگی سے سرو کار نہین۔ کسی خاندان اور کسی ملک کا باشندہ ہو جہان اُس نے کلمہ لا الہ الا اللہ پڑہا وہ سب مسلمانون کے برابر ہوگیا۔ اور اچھے کام کرنے سے اِنَّ اَکرَمَکُم عِندَ اللہِ اَتقَاکُم کا مستحق قرار پایا۔ یہ ایک ایسی بات ہے کہ جس سے اسلام مین تمام قومین ملکر بھائی ہوگئین اور رشتہ اخوت ایسا مضبوط ہوا کہ آج تک نہ تو اُسکو جنبش ہوئی اور نہ کسی کو مذہب اسلام مین داخل ہونے سے عار ہوئی ہے۔ اِن کا مذہب فطرت و اخلاق کے مطابق ہے۔ اُن کو پچھلے تاریخی جھگڑون سے تعلق نہین۔ وہ اسلام کے محسنون کو جن سے دنیا مین اسلام کا بول بالا ہوا۔ اور جن کی دانشمند اور لائق ہاتھون سے خدا کا دین دنیا مین پھیلا اپنا محسن سمجھتے ہین اور اُن کی تعظیم و تکریم کرتے ہین۔ اُن کی توہین کو اپنی توہین جانتے ہین۔ بلکہ جن سے خطائین سرزد ہوئین اُن کے بُرا کہنے کو بھی اخلاق کے خلاف تصور کرتے ہین۔ وہ اہل بیت رسول اللہ کی ساتھ جس قدر عقیدت رکھتے ہین اُس سے زیادہ عقیدت رکھنا عام مین مقبول نہین ہوسکتا۔ بلکہ فطرت کے خلاف ہے۔ وہ اپنے پیغمبر علیہ السلام کی آل پاک کی مظلومیت پر جو بعض سنگدل اور ظالم بیدردون کے ہاتھ سے ظلم ہوئے۔ سخت افسوس کرتے ہین۔ مگر لغو و ادیلا اور بناوٹی رونے دہونے کو جایز نہین سمجھتے۔ کیونکہ جو مصائب کسی دوسرے پر تیرہ سو برس پہلے گذر چکے ہون اُن پر اب سچے دل سے کسی کو کبھی رونا نہین آسکتا۔ بلکہ جو تکلیف اور درد کچھ عرصے پہلے خود ہم پر ہی گذرا ہو اُس پر اب رونا دہونا غیر ممکن ہوتا ہے۔ البتہ وہ عورتین اور رقیق القلب مرد اس سے مستثنیٰ ہین جو صدمات اُٹھاتے اُٹھاتے گریہ وزاری کے عادی ہوگیے ہون۔ اور اُن کے دلون مین جبن و نامردی کا زہر سرایت کرگیا ہو۔ پھر سنیون کے مذہب سے کسی

دوسرے کے دل پر کچھ رنج نہین گذرتا۔ وہ جہان چاہین علانیہ اپنے مذہب کو برت سکتے ہین۔ اُن کو اپنے مذہب کے چھپانے کی ضرورت نہین ہے۔ غرضکہ یہ اور اسی قسم کی اور بھی چند باتین اُس کے دل مین ایسی گذرین کہ جس سے وہ سنیون کو زیادہ پسند کرنے لگا تھا۔ اُس نے تخت پر بیٹھتے ہی باپ دادا کے خلاف سنی مذہب اختیار کیا۔ اور شیعہ مذہب کے خطبے کو دور کر کے مذہب حنفی کے موافق خطبہ پڑھوایا۔ یہان تک تو اُس نے جو کچھ کیا اچھا کیا۔ کیونکہ ہر شخص کو اپنے اپنے مذہب کا اختیار ہے کوئی اُسمین اعتراض نہین کر سکتا۔ لیکن اُس کا یہ کام حمق سے خالی نہ تھا۔ کہ اُس نے اسد خان لاری و خوش کلای آقاے رومی و شجاعت خان کرد و یوسف ترک شحنہ کے سوا تمام امرائے غریب کو معزول کر دیا۔ تین ہزار غریب مین سے صرف چار سو رکھے باقی کو نکالدیا۔ جو اُس کے دشمنون کے پاس جا کر اُن کی تقویت کا اور ابراہیم کی کمزوری کا باعث ہوئے۔ دوازدہ ترک کا تاج جو اُس وقت شیعہ فوج کا لباس تھا پہننا موقوف کیا۔ دکھنی حبشی امیر پیدا کیے فوج مین ہندو بھرتی کیے۔ اور بجاے قواعد دان تجربہ کار فوج کی کورہ راوت فوج بنائی۔ جو کوڑی کے لایق نہ تھے فارسی دفتر اُٹھا دیا۔ کاغذات سرکاری کو ہندی مین لکھنے پڑھنے کا حکم دیا گو بڑی بڑی تحریرات فارسی ہی مین ہوتی رہین۔ مگر پھر بھی ابتری پڑ گئی۔ مسلمانون کے بجاے ہندوون کی پوچھ زیادہ ہونے لگی خصوصاً حساب کتاب کے معاملات مین تو ہندو بالکل دخیل ہو گیے۔

۲۳۹۔ بیجانگر کا راج شیبو راے کے گھرانے سے نکل جانا۔ ۹۴۰ھ

شیبو راے دیو راے کا بیٹا ۹۴۰ھ مین بیجانگر کی گدی پر بیٹھا۔ ۲۸ سال راج کر کے ۹۶۸ھ مین مر گیا۔ اُس کے بعد یکے بعد دیگرے ۲ راجہ تھوڑے دنون حکومت کر کے عدم کو رخصت ہوئے بھوراجی راے گدی نشین ہوا۔ اِس کے وقت مین راج اچھا رہا۔ جو مسلمان کہ بادشاہانِ اسلام کے یہان سے کسی وجہ سے آزردہ خاطر ہو کر جاتے اُنہین اپنے پاس رکھ لیتا اور اُن کی خاطر داری کرتا۔ بیجانگر مین مسلمانون کو ایک

طرف زمین دیدی تھی - وہان اُنھون نے مکان بنائے اور مسجدین تیار کی تھین مراسم دینداری
اور شعائر اسلام بلاتعرض برتنے کا اُنکو اختیار تھا - جہان مسلمان رہتے تھے اس محلہ کا نام ترک
والہ تھا جب یہ ۸۹۰ھ مین مرا تو اس نے صرف ایک بچا تین مہینے کا اپنا وارث چھوڑا - تمراج اسکا
وزیر کام کاج کرنے لگا - لیکن جب لڑکا بڑا ہوا تو تمراج نے اسے زہر دیکر مار ڈالا اور کسی کو راجا کے خاندان
مین سے گدی نشین کر دیا - اور آخر اسے لایق ہونے پر عدم کی راہ دکہائی - جب تمراج ۹۳۵ھ مین
مر گیا - تو اُس کے بیٹے رامراج نے ہاتھ پیر پہیلائے اور اپنے باپ کا ہی طریقہ برتنے لگا -
بلکہ مزید برآن یہ کیا کہ راجہ کے خاندان کی ایک لڑکی سے بیاہ کر لیا - اس لیے اُس کا درجہ بہت
بڑھ گیا - اب اُس نے چاہا کہ علانیہ خود مختار راجہ بنجائے سردارون نے یہ دیکھکر بڑا شور و غوغا مچایا
لاچار اُس نے راجہ کے خاندان سے ایک بچے کو مسند نشین کیا - اور بہوج نرل راج اُس بچے کے
مامون کو جو کچھہ جنونی سا تھا اُس کی تربیت پر مامور کیا - جو لوگ کہ اُس کے برخلاف اُٹھے تھے اُنکے
استیصال کی تدبیر کرنے لگا - جب خاص راجدہانی کا بندوبست کر چکا تو اپنے ایک کارپرداز کو
بیجانگر مین چھوڑکر باہر کے سردارون کا بندوبست کرنے چلا گیا - جب وہان زیادہ دن لگے تو خرچ کم
ہو جانے پر دار السلطنت سے پچاس لاکھہ ہون کنجی بہیجکر طلب کیے جب اُس کے کارپرداز کی
خزانہ پر نظر پڑی - تو اُسکو کچھہ اور سوجھی روپیہ بہیجنے کے بجائے اُس نے خود اُس سے فوج اکٹھے
کی اور اچی راے کے پوتے کو ہمراہ لیا - بہوج نرل راج کو اپنا متفق بنایا - اور رامراج سے بغاوت
کی اور راجہ کو آزاد کرنے کے بہانہ سے اُن سردارون کو اپنے ساتھ ملا لیا جو رامراج سے ناراض
تھے راجہ کی رفاقت پر ایک عظیم الشان جمعیت ہو گئی - مگر یہان چورون پر مور پڑے - بہوج نرل راج
نے اپنی قوت بڑہانے کے لیے اس بہانہ سے کہ وہ رامراج کا آدمی ہے اور اس سے
سازش رکھتا ہے فوراً قتل کر ڈالا - اور خود تمام فوج سے بامداد سرداران ہوا خواہ رامراج کے مقابلہ کو

بیتا رہوا - رامراج نے دیکھا کہ جھگڑا بڑہتا ہے اس سے اُستے بڑا کھٹکا ہوا - اُس نے بہوج ترمل راج
کو صلح کا پیغام بہیجا - اور اس بات پر صلح کر لی - کہ پایۂ تخت بیجانگر پر راجہ کا قبضہ رہے اور جسقدر
ملک پر کہ رامراج قابض ہے وہ اُس کا رہے - اس صلح کے بعد جو راجہ اور سردار کہ راے بیجانگر
کی مدد کو آئے تھے وہ اپنے اپنے علاقون کو چلے گیے - مگر بہوج ترمل راج اس پر راضی نہوا
جب اُس نے دیکھا کہ میدان خالی ہے تو راے زادہ اپنے بہانجے کو مار ڈالا - اور خود مسند نشین
ہوگیا - مگر چونکہ بدمزاج اور دیوانہ سا تھا سب لوگ اُس سے ناراض ہوگیے - اور رامراج کو اپنی
اعانت کے لیے بُلایا -

۴۴۲ - رامراج کا بیجانگر مین راجہ ہونا - چونکہ بہوج ترمل راج سے اب سب لوگ ناراض تھے - اس لیے اس نے
ابراہیم عادل شاہ کے پاس چھہ لاکھہ ہون نقد اور بہت سے تحفے بہیجے
اس وعدہ پر مدد کی درخواست کی - کہ ہر منزل پر ایک لاکھہ ہون دئے جائینگے جب خدا چھپر پہاڑ کے
دے تو لینا کسے بُرا معلوم ہوتا ہے ابراہیم عادل شاہ نے فوراً درخواست قبول کی - اور اچھے
سازوسامان سے ۹۴۲ھ مین بیجانگر کی طرف کوچ کیا - رامراج کا ارادہ تھا - کہ بہوج ترمل راج پر حملہ کرے
مگر ابراہیم کے حملہ کو دیکھکر وہ بڑا مضطر ہوا - اور دانشمندی سے بہوج ترمل راج کو پیغام بہیجا - کہ مین آپکا
تابع ہون - مین نے جو کچھہ قصور کیا اُسے معاف کیجیے اور ابراہیم کو اُلٹا لوٹا دیجیے ورنہ اگر اس ملک
مین مسلمانون کا گذر ہوا تو شاہان بہمنیہ کے زمانہ کے موافق ہمارا ملک اور ہمارے معابد سب
خراب اور بے شمار ہندو وکن کے بال بچے اسیر ہو جائینگے بہوج ترمل راج مین اس قدر کہان
عقل تھی جو بات کی تہ کو پہونچتا - وہ فریب مین آگیا - اور حساب کے بموجب چوالیس لاکھہ ہون نقد
بہیجکر ابراہیم کو لکھا کہ اب آپ براہ مہربانی تشریف لیجائے چونکہ ابراہیم کو روپیہ لینا اور بہوج ترمل راج کو
خوش کرنا منظور تھا وہ ہوگیا - وہ روپیہ لیکر واپس چلا آیا - ابھی ابراہیم عادل شاہ دریاے کشنا سے

اُسی طرف تھا۔ کہ رامراج نے اُسپر خروج کیا۔ اور بیجانگر پہونچا بہت سے امیر اسکے ساتھ شریک ہو گیے۔ جو قلعہ کے محافظ تھے وہ بھی لالچ اور خوف سے اُس سے آملے۔ اب اُمرا نے یہ تدبیر کی کہ بھوج ترل راج کو گرفتار کرین۔ چونکہ چارون طرف سے راستے مسدود تھے۔ بھاگنے کا موقع نہ تھا۔ اِس لیے اُس نے گھوڑون کی کوچین کٹوائین۔ ہاتیون کو اندھا کیا۔ جواہرات کو جسین صدہا سال کے جمع کیے ہوے یاقوت الماس زبرجد مروارید وغیرہ تھے چکی مین پیسکر خاک مین ملایا۔ اور جب دربان دروازہ کھولکر رام راج کو شہر مین لاے تو بھوج ترل راج اپنے سینہ مین خنجر مارکر مر گیا۔ اور رام راج کے لیے راج کو بے کھٹکے چھوڑ گیا۔

۲۲۹ - ادھونی پر اسد خان لاری کا حملہ اور واپسی -

ابراہیم عادل شاہ نے دیکھا کہ بیجانگر کا حاکم وہ ہوا ہے جس کے برخلاف اُس نے لشکر کشی کی تھی۔ تو اُسکو اندیشہ ہوا۔ اور اُسنے حفظ ماتقدم کے لحاظ سے اُس بدانتظامی سے فائدہ اُٹھانا چاہا جو اسوقت وہان ہو رہی تھی۔ اسدخان کو اپنی تمام فوج دیکر قلعہ ادھونی کی تسخیر کے لیے بھیجا۔ جو بیجانگر کا ایک نہایت مضبوط قلعہ تھا۔ رام راج بھی اِس قلعہ کی قدر و قیمت سے بخوبی واقف تھا۔ اُس نے بھی اپنے بھائی وینکٹادری کو بیشمار فوج دیکر اسدخان کے دفعیہ کو روانہ کیا۔ اسدخان اسوقت قلعہ کے محاصرے مین مشغول تھا۔ وینکٹادری کی خبر سنکر محاصرہ کو ملتوی کیا۔ اور پہلے اِس سے ہمنبرد ہونیکے لیے باگین اُٹھائین۔ ایک سخت لڑائی ہوئی۔ مسلمانون کا بڑا نقصان ہوا۔ اور اسدخان کو سات کوس تک میدان سے بھاگنا پڑا۔ ہندوون نے تعاقب کیا۔ اور رات کو ایک کوس کے فاصلہ پر دونون لشکرون کا قیام ہوا۔ ہندو سمجھے تھے کہ مسلمانون مین اب جان نہین ہے۔ رات کو آرام سے سو رہے۔ اسدخان کی فوج گو کیسی ہی منہزم ہو گئی تھی۔ مگر تربیت یافتہ تھی۔ رات کو اُس نے چار ہزار آدمی منتخب کیے۔ اور عین عالم غفلت مین وینکٹادری پر جا پڑا۔ جس سے ہندو

تمام خیمہ و خرگاہ چھوڑ کر بھاگ نکلے - وینکٹادری خود تو بچ گیا - مگر اُس کے بچے گرفتار ہو گیے - اور تمام فوج ادھر اُدھر منتشر ہو گئی - اب وینکٹادری نے رام راج کو یہ سب کیفیت لکھی اور مدد مانگی - وہان رام راج خود پریشان تھا ابھی کچھ تسلط نہین ہوا تھا - اُس نے کہا - چونکہ اہل و عیال قید ہو گیے ہین اور مین مدد نہین دے سکتا بہتر ہے کہ جس طرح بن پڑے ابراہیم عادل شاہ سے صلح کر لے صلح کی شرایط کچھ بیان نہین کی گئین - معلوم ہوتا ہے - کہ برابر کی صلح ہوئی تھی - صلح کے بعد فریقین اپنے اپنے ملکون کو واپس چلے گیے - یہ واقعہ آخر سنہ ۹۴۲ھ کا ہے -

۲۴۲ - ہمایون کی بہادر شاہ گجراتی پر چڑھائی - اور پرتگیزون کا بہادر شاہ کو دغا سے قتل کرنا - اور میران محمد شاہ کی فوت

۵ شہر جمادی الاول سنہ ۹۳۷ھ کو بابر دہلی کا بادشاہ مرگیا اس وقت اسکی سلطنت ہندوکش سے پرے بدخشان اور قندز تک اور دریاے سیحون کے تمام جنوبی اضلاع مین بلخ کی سرحد تک پھیل گئی تھی اور ہندوکش کے جنوب کی طرف کابل غزنین قندہار ہندوستان مین پنجاب اور کوہ ہمالیہ اور راجپوتانہ کے درمیان کا حصہ اور بہار کا بڑا حصہ اِس کے قبض و دخل مین تھا اس کے بعد اسکا بیٹا ہمایون تخت و تاج کا مالک ہوا - اُس نے مرزا کامران کو پنجاب پشاور ملتان اور مرزا عسکری کو میوات اور مرزا ہندال کو سنبل کا صوبہ عطا کیا - یہ اس کے تینون بھائی تھے - محمد زمان مرزا ہمایون کی قید سے نکلکر سلطان بہادر شاہ گجراتی کے پاس چلا آیا تھا - اُس نے عہد و پیمان کے بموجب بہادر شاہ سے طلب کیا - اِس نے اُسے کچھ جواب ندیا - بلکہ ابراہیم بادشاہ سابق دہلی کے چچا علاؤالدین اور اُس کے بیٹے تاتار خان کو جو بہادر شاہ کے پاس چلے آئے تھے روپیہ دیکر چالیس ہزار فوج جمع کرادی جو ہمایون سے جاکر لڑے مگر میدان جنگ مین مارے گیے - اس پر ہمایون کو غصہ آیا - وہ سلطان بہادر شاہ پر چڑھ آیا میران محمد شاہ اِس وقت بہادر شاہ کے ہمراہ تھا مندسور کے میدان مین خفیف سی لڑائی ہوئی بہادر شاہ کو شکست ہوئی - دو مہینے تک لشکر ایک دوسرے

کے مقابل پڑے رہے۔ رسد کی کمی کے باعث بہادر شاہ مانڈو کی طرف بھاگا۔ پھر مانڈو مین کچھ دنون
محصور رہکر چنپانیر کو چلدیا۔ اور راستہ سے میران محمد شاہ کو برہانپور بھیجدیا۔ جب ہمایون صفر ۹۴۲ھ
مین یہان بھی آیا۔ تو بہادر شاہ خزانہ لے کر احمد آباد چلا گیا۔ ہمایون وہان بھی پہونچا تو وہ بندرگاہ دیو مین
جا ٹھیرا اور ایسا پریشان ہوا کہ پرتگیزون سے بندر دیو وغیرہ مقامات کے دینے کے وعدے پر
استعانت کی۔ اب ہمایون نے کچھ دن یہان قیام کیا۔ اور عیش عشرت کر کے ملک کو امرا مین تقسیم
کرتا ہوا برہانپور کی تسخیر کے لیے روانہ ہوا۔ پہلے برہان نظام شاہ کے پاس ایک آدمی بھیجا۔ کہ اُس سے
پیش کش لاوے۔ اور اُس کو مطیع ہونے کے لیے راضی کرے۔ میران محمد شاہ نے برہان نظام
شاہ کو خط لکھا۔ کہ اس وقت کچھ مدد کیجیے۔ برہان تو اُس کا نہایت ممنون تھا۔ اُس نے فوراً ایک
بڑا لمبا چوڑا خط ہمایون کو محمد شاہ کی سفارش مین لکھا۔ اور یہان ابراہیم عادل شاہ دریا عماد شاہ اور
سلطان قلی کو اپنے ساتھ متفق کر لیا۔ کہ محمد شاہ کی مدد کرین۔ مگر ہمایون نے اپنے سردارون
کی نا اتفاقی اور شیر شاہ افغان کے خروج کے باعث اس بات پر زیادہ زور نہ دیا۔ اور تاخت و تاراج
کرتا ہوا مانڈو چلا گیا جس سے سلاطین دکن کو تکلیف کی ضرورت نہ پڑی۔ پھر بہادر شاہ دیو سے
آیا۔ اور ہمایون کے امرا اس مفتوحہ ملک کو حماقت کی راہ سے چھوڑ چھاڑ کر چلے گیے۔ ہمایون بھی
مانڈو سے آگرہ چلا گیا۔ غرض کہ اسی ۹۴۲ھ کے اخیر تک بہادر شاہ کا تمام ملک پھر اُس کے قبضے
مین آ گیا۔ پرتگیزون سے کچھ مدد کا فایدہ تو نہ ہوا مگر اُنہون نے مشروط بندرگاہون پر قبضہ کر لیا۔
اُنھین قلعہ و مکانات سے استوار کیا۔ دیو کے گرد فصیل بنائی تمام اسباب تجارت مین دسوان حصہ
لینے لگے۔ اِس لیے بہادر شاہ کو اندیشہ ہوا۔ کہ کہین پرتگیز گجرات نہ دبا بیٹھین۔ وہ سورت سے جوناگڈھ
مین آیا۔ کسی عمارت کے بنانے پر پرتگیزون سے جھگڑا ہوا جس سے بہادر شاہ نے پُرتگیزی گورنر کو
بلایا۔ مگر وہ بیماری کا بہانہ کر کے ٹال گیا۔ بہادر شاہ دوستانہ طور پر خود کشتی مین سوار ہو پرتگیزون کے

بڑے جہاز پر چلا گیا۔ جب وہان کا رنگ کچھ اور دیکھا۔ تو اپنی کشتی مین آنا چاہا۔ مگر ان دغا بازون نے اپنی کشتی ہٹادی۔ جس سے بہادر شاہ سمندر مین گر پڑا۔ ایک غوطہ کھا کر اُس نے سر اٹھایا تھا۔ کہ ایک پرتگیز نے اُس کے ایک نیزہ مارا کہ پھر اُس مجروح نے سر نہ نکالا۔ جب لشکر گجرات نے یہ حال دیکھا۔ تو وہ بلا توقف احمد آباد گجرات مین چلا گیا۔ اور بندر دیو پر پرتگیزون کا بالکل قبضہ ہو گیا۔ اُس دن سے آج تک وہ اُن کے قبضے مین ہے۔ یہ واقعہ رمضان ۹۴۳ھ کا ہے۔ چونکہ بہادر شاہ میران محمد شاہ اپنے بھانجے کو بہت چاہتا تھا۔ اور بارہا اُس کی ولیعہدی کی طرف اشارات کیے تھے اور بہادر شاہ کا کوئی بیٹا نہ تھا۔ اس لیے امرا متفق ہوئے اور میران محمد شاہ کو جو اسوقت گجرات مین تھا غائبانہ بادشاہ تسلیم کر کے اس کے نام کا خطبہ پڑھا گیا پہلے اِسکا نام محمد خان تھا مگر اب محمد شاہ کے نام سے مشہور کیا گیا۔ یہ بادشاہ اپنے خاندان مین اول ہی شخص ہے جس کے نام کے ساتھ شاہ کا لفظ لگایا گیا ہے۔ گجرات سے بہادر شاہ کا چتر و تاج اُس کے واسطے آیا۔ ڈیڑھ مہینے تک وہ گجرات خاندیس مالوہ کا تاجدار رہا۔ پھر بیمار پڑ کر ۱۳۔ ذیقعدہ ۹۴۳ھ مین مر گیا۔ جنازہ اُس کا برہانپور مین آیا۔ اور حظیرہ عادل خان فاروقی مین دفن کیا گیا۔

۹۴۳ھ

۲۴۳ - فوجی آدمیون کے مخزنون کے اختلاف سے دکن مالوہ گجرات وغیرہ ملکون کی طاقتون کا اختلاف -

نقشہ کے دیکھنے سے معلوم ہوگا۔ کہ دکن کا ملک ہندوستان کے گوشہ جنوب مین واقع ہے۔ اُس کے شمال مین خاندیس۔ اور اُس کے اور ہندوستان خاص کے درمیان جسے ممالک مغربی شمالی کے نام سے موسوم کرتے ہین مالوہ کا ملک ہے۔ دکن کے شمال و مغرب مین گجرات ہے۔ جب تک کہ یہ ملک سلطنتِ دہلی کے تابع رہے ان ملکون کے فوجی آدمی پنجاب افغانستان اور توران تاتار وغیرہ سے جو دہلی مین آکر شاہی ملازم ہوتے تھے آتے رہے۔ لیکن جب یہ سلطنتین خود مختار اور جدا جدا ہو گئین۔ تو ان کی فوجی حیثیتین بھی جدا جدا ہو گئین۔ دہلی کی سلطنت کے ضعف کے

باعث افغانستان اور توران سے آدمیون کی آمد کم ہوگئی۔ جب وہان آمد کم ہوئی تو اُس سے جنوبی ملکون مین بھی یہ کمی ہونا لازمی امر تھا۔ مالوہ پہاڑی ملک ہونے کی وجہ سے مسلمانون کے اور نیز اسوقت تک انگریزون کے قبضہ مین پورا پورا نہین آیا۔ وہان مسلمانون کے وقت مین ہمیشہ ہندو دنکی سلطنتین رہین اور اب انگریزونکے عہد مین بھی وہان راجپوت ہندوون کی حکومت دیگر اقطاع ہند سے بہت زیادہ ہے جس کے سبب سے اُسے راجپوتانہ کہتے ہین۔ اِس وجہ سے وہان مسلمانون کی بود و باش اس قدر نہ تھی کہ ملک کی حراست کے لیے سپاہ کی تعداد کافی بہم پہونچ سکے۔ سوائے اس کے جون جون جنوب کی طرف آگے بڑہین اُسی قدر ملک کی آب و ہوا گرم ہوتی جاتی ہے جہان کے آدمی فطرتاً آرام طلب اور کاہل ہوتے ہین۔ اس واسطے مالوہ کو سرد ملک کے بہادر اور توانا آدمیون کی ضرورت تھی۔ مگر یہ ضرورت ایک حد تک اس طرح پوری ہوتی تھی۔ کہ ہندوستان خاص سے کچھ بچے کھچے آدمی پنجاب کابل کے آجاتے تھے۔ گجرات مین ہندوستان خاص پنجاب افغانستان تاتار توران وغیرہ کے مسلمانون کا راستہ ہے۔ مسلمان گجرات مین ہوکر حج کے لیے مکہ معظمہ کو جایا کرتے تھے اس لیے وہان یا تو افغانستان اور بلوچستان سے براہ راست کچھ آدمی آجاتے تھے یا ہندوستان مین ہوکر اُدہر کے آدمی اُسسے ملجاتے تھے اسیطرح سپاہ کا کام چل جاتا تھا۔ اور اس سبب سے مالوہ اور گجرات کی سلطنت قریب قریب مساوی طاقت پر رہا کرتی تھی۔ مالوہ کے بعد چاہیے تھا۔ کہ خاندیس کی سلطنت کی طاقت ہوتی۔ اور اُس کے بعد دکن کی۔ لیکن دکن کے پچھم پورب اور دکھن سمندر رہے ہے۔ پورب مین تو دور تک سمندر رہونے کے سبب سے کہین سے آمد کی امید ہی نہین دکھن مین جزیرہ سراندیپ ہے۔ وہان مسلمان خود ہی بہت کم تھے دکن کے لیے کہان سے آتے البتہ پچھم مین ایران کا ملک ہے جو مسلمانون کا گھر تھا۔ وہان سے فوجی آدمی آجاتے تھے اس طرح سے دکن اگر ایک کھیت سے بیدخل ہوا تو دوسرا کھیت اُسکے

ہاتھ آگیا تھا اگر ایسا نہ ہوتا تو یا تو وہ مالوہ گجرات کا مطیع ہو جاتا۔ یا اُسے دکن کے ہند و برباد کر دیتے اب خاندیس کے ملک کے لیے کوئی مقام نہ رہا جہان اُسے فوجی آدمی مل سکین۔ شمال مین مالوہ مغرب مین گجرات جنوب مین دکھن نے وہان بہادرون کی آمد و رفت قریب قریب مسدود کر دی جس سے وہ ہمیشہ کمزور سلطنت رہی۔ اور کسی نہ کسی کا اُسے دست نگر رہنا پڑا۔ مالوہ مین یہ ملک اس وجہ سے شامل نہ ہوا۔ کہ بیچ مین بندھیاچل پہاڑ حایل تھا۔ اور گجرات سے اس لیے محفوظ رہا کہ اُس سے فاصلہ بعید ہے۔ دکن والون کو اپنے پڑوسی ہندوون سے فرصت نہ ملی کہ اُسکی طرف توجہ کرتے۔ اب اس وقت دکن کے بھی پانچ حصے ہو گیے۔ شمال مغرب مین احمد نگر۔ جنوب مغرب مین بیجاپور۔ شمال مشرق مین ایلچپور۔ جنوب مشرق مین گولکنڈہ۔ ان سب کے وسط مین بیدر۔ احمد نگر بیجاپور مین ایرانیون کی کثرت سے آمد و رفت رہی۔ اس سبب سے یہ دونون سلطنتین باقی حکومتون سے سر برآوردہ رہین۔ ایلچپور بیدر گولکنڈہ کی سلطنتون کو چاہیے تھا۔ کہ یہ بھی اسی حیثیت قرب و بعد سے کمزور رہتین۔ مگر ان مین دوسرے اسباب حایل ہو گیے۔ جن کا آگے ذکر آتا ہے اس سبب سے گولکنڈہ کی سلطنت ان تینون مین سب سے زبردست اور پایدار ہو گیی۔

۴۴۲۔ دکن مین شیعہ مذہب پھیلنے کے اسباب۔

ان فوجی مخزنون کے اختلاف سے یہی نہ تھا۔ کہ ان ملکون کی طاقتون مین ہی صرف اختلاف ہوتا۔ بلکہ اس کے باعث سے اُنکی اخلاقی حالت پر بھی اثر ہوا۔ جس سے اُن کے مذہبون مین بھی اختلاف ہوا۔ مالوہ مین چونکہ شمالی ہند اور افغانستان کے سنی مسلمان آتے تھے وہان کے باشندے ہمیشہ سنی ہی رہے۔ اگر سلطنت اور عرصہ دراز تک قایم رہتی تو بھی وہ سُنی ہی رہتے۔ گجرات مین گو شمالی ہند و افغانستانی امرا کی کثرت تھی مگر ایرانی بھی جہازون سے وہان بکثرت پہونچتے تھے۔ اور قندہار بلوچستان کے لوگ بھی آتے تھے۔ اسلیے قندہار کے مہدوی وہان پھیلے اور ایرانی شیعون نے بھی ایران کے قرب کے باعث آخر کو بہت کچھ

رسوخ پایا۔ اگر فطرتی موانع جس کا آگے ذکر آتا ہے شیعہ مذہب کے اجرا کے مانع نہ ہوتے تو ضرور یہ
مذہب گجرات مین بھی جاری ہوجاتا۔ دکن مین ایرانی امرا محمود شاہ اول کے عہد مین آ گیے تھے۔ اور
اُن کی عزت گو درحقیقت فوجی اور علمی قابلیتون کے سبب سے تھی مگر بنام نہاد سادات زیادہ مشہور
تھے۔ کیونکہ اِن ہی دو کمالون کے باعث سلطنت اُن کی قدردان تھی مگر عام مسلمانون کو اُس سے
کچھ غرض نہ تھی جب وہ یہان امیر ہوئے تو اُن کی عزت امارت کی بنا پر سادات کے نام سے
کی گئی ۔ یہی وجہ تھی کہ احمد شاہ بہمنی سیدون کا معتقد ہوا۔ اور گو کہنے کو سنی رہا۔ مگر شیعون کے
سے برتاؤ برتنے لگا۔ لیکن دکن کی بڑی سلطنت تھی ایک تن تنہا بادشاہ کا شیعہ ہوکر اس قدر سُنی
رعایا کو قابو مین رکھنا دشوار تھا کوئی بادشاہ شیعہ نہ ہوا۔ جب سلطنت کے ٹکڑے ہو گیے اور ٹکڑے
بھی اسی سبب سے ہوئے تو اُن چھوٹے چھوٹے بادشاہون کو اب ضرور تھا کہ اُن کے اخلاق اور
مذہب پر اُن ہم نشینون کا اثر پڑے ۔ یوسف عادل شاہ یا تو شیعہ خاندان سے تھا یا شیعون
مین پرورش پانے کے باعث شیعہ ہوگیا تھا۔ اور اُس کے دوست امرا اور فوج تمام شیعہ تھی۔ اور
اُس کا ملک ایران کے عین پڑوس مین تھا اُس نے سب سے پہلے شیعہ مذہب دکن مین پھیلایا
سلطان قلی بھی قدیمی شیعہ تھا۔ اِس کا مسکن ایسی جگہ تھا کہ جہان بیجاپور احمد نگر سے بچے بچائے
ایرانی جایا کرتے تھے۔ براہ راست وہان آمدورفت نہ تھی۔ اس سبب سے اُس جگہ شیعہ مذہب کا
پورا زور ہونا دشوار تھا۔ مگر چونکہ وہان سُنی بھی کم تھے اس لیے شیعہ مذہب جس قدر کم ہونا چاہیے تھا
اُس سے کسیقدر زیادہ رہا۔ اب برار اور بیدر کی سلطنتین رہین۔ ان مین سے بیدر مین بریدیہ خاندان
کا سردار اول تو تو مسلم نہ تھا جس پر شیعہ مذہب والون کا جلدی اثر پڑ جاتا ۔ دوسرے یہ کہ بیدر ایک
مدت دراز تک سنی فرقہ کا دارالحکومت رہا تھا وہان کے باشندے بھی بڑے سخت تھے ۔ وہان
اس سبب سے ان کی دال نہ گلی۔ برار کی حکومت بہت دور تھی وہان یہ لوگ بہت ہی کم جاتے تھے

وہ بھی اپنی حالت تسنن پر بنا رہا۔ اب احمد نگر رہا۔ جو ایران سے نہایت قریب تھا۔ اور اُسکے پڑوس کی دو سلطنتین شیعہ تھین۔ جن مین سے بیجاپور کی شیعہ فوج سے اُسے معرکہ آرائی کا اتفاق پڑا کرتا تھا اور اُن کی بہادری کا سکہ ان پر جما ہوا تھا۔ یا رہا رزکین اُٹھا چکا تھا۔ حکمران خاندان کو نومسلم ہونے کے باعث عقیدہ بدلنے سے کچھ حجاب بھی مانع نہ تھا۔ برہان شاہ کی مان شیعہ مذہب تھی اُس کا شیعہ نہ ہونا تعجب تھا۔ اور اب اُسکو ایک موقع بھی ہاتھ آگیا جس سے اُسے شیعہ ہونے کا ایک بہانہ مل گیا جس کا آیندہ ہم ذکر کرتے ہین۔

۲۴۵ - برہان شاہ کے بیٹے کی بیماری۔ اور شاہ طاہر کا برہان سے شیعہ ہونے کی منت منوانا۔

جب سلطان بہادر شاہ گجراتی دکن سے واپس چلا گیا۔ اور برہان نظام شاہ کو اُس نے برہان پور کے مقام پر شاہی کا خطاب دیدیا۔ تو برہان شاہ نے شاہ طاہر کے علم وفضل اور اُس کی خیر خواہی کی وجہ سے اُس کی قدر کی۔ اور اُس کا نہایت معتقد ہو گیا۔ اور اُسکی فصیح وبلیغ گفتگو سننے کا ایسا مشتاق ہوا کہ قلعہ کے اندر جامع مسجد مین اُسکو درس وتدریس کی اجازت دیدی۔ ہفتہ مین دو مرتبہ شاہ طاہر وہان آتا علما کی مجلس ہوتی۔ اور اُن کے بحث ومباحثہ کو برہان شاہ خود سنا کرتا۔ ایک روز اُس کو نہایت شدت سے پیشاب کی حاجت ہوئی مگر تقریر سُننے کے شوق مین وہ روکے ہوئے تقریر تمام ہونے تک بیٹھا رہا۔ پھر جلدی سے حرم مین گیا۔ اور قضاے حاجت کی اور دایہ سے کہا کہ مجھکو شاہ طاہر کی گفتگو سُننے کا ایسا شوق ہے۔ کہ مین باوجود سخت تکلیف کے اتنی دیر تک وہان بیٹھا رہا۔ پہلے برہان شاہ فرقہ مہدویہ کے علما کا معتقد ہو گیا تھا اور اُن سے بھی اُسکو ایسی عقیدت تھی۔ کہ اس فرقہ کے ایک شخص کو اپنی بیٹی بھی دیدی تھی۔ لیکن جب شاہ طاہر سے اُس کا اعتقاد بڑہا۔ تو اُس کے کہنے سُننے سے فرقۂ مہدویہ والون سے ایسا متنفر ہوا۔ کہ اُن کو احمد نگر سے نکلوا دیا۔ اسی خوش اعتقادی کے زمانہ مین برہان شاہ کے بیٹے شہزادہ عبدالقادر کو بخار آیا۔ اور نہایت سخت بیمار رہا۔ برہان شاہ کو

اس شاہزادے سے کمال محبت تھی اُس نے قاسم بیگ اور اور ہندو مسلمان طبیبون کو
بُلایا۔ اور کہا کہ جس طرح ہو اُسے اچھا کرو۔ میری زندگی اسی کی حیات پر منحصر ہے اگر دوا کے لیے میرا جگر بھی
کام آسکے تو چیر کر نکال لو مگر یہ کسی طرح اچھا ہو جائے طبیبون نے بہتیرے علاج کیے۔ مگر کچھ فایدہ
نہین ہوا۔ برہان نے برہمنون فقیرون اور اور ٹوٹکے تعویذ کرنے والون کو بلایا۔ صدقے دیئے
نذرین چڑھائین۔ غرض کوئی کافر و مسلمان نہ چھوڑا۔ کہ جس سے اُس کی شفا کے لیے التجا اور منّت
نہ کی ہو۔ شاہ طاہر اپنے مذہب اثنی عشری کی ترویج کی فکر مین رہا کرتے تھے۔ برہان شاہ کو اپنا
معتقد بھی بنا چکے تھے۔ اس وقت اُس نے دیکھا۔ کہ موقع خوب ہے۔ جو کہون گا منظور ہوگا۔
برہان شاہ سے اول تو بڑی باتین بنائین۔ پھر کہا۔ کہ شاہزادہ کے علاج کی ایک بہت عمدہ تجویز میرے
ذہن مین آئی ہے۔ لیکن مین کہتے ہوئے اُسے بہت ڈرتا ہون برہان نے کہا کہ اُسی ضرور مجھے
بتائیے۔ مین کسیطرح کسی کو حتی الامکان آپ کو نقصان نہین پہونچانے دونگا۔ شاہ طاہر نے کہا کہ مجھے
اور کسی سے اندیشہ نہین ہے۔ بلکہ مجھے یہ خوف ہے کہ میرے کہنے سے آپ ناراض نہ ہو جائین
اب برہان کو اُس کا اور بھی اشتیاق ہوا اُس نے کہا کہ آپ ہر طرح مطمئن رہیئے۔ مجھے تو آپ ایسی
چیز بتلانا چاہتے ہین کہ جس سے میر الخت جگر موت کے مُنہ سے بچے۔ مین آپ کے ساتھ بدسلوکی
کیسے کر سکتا ہون۔ جب برہان نے بہت منت و سماجت کی۔ اور نہایت مشتاق ہوا۔ تو شاہ طاہر
نے جان لیا کہ اب افسون کارگر ہو گیا۔ اُس نے کہا کہ آپ یہ نذر کیجیے کہ شاہزادہ عبدالقادر اچھا ہو جائے
تو مین حضرات دوازدہ امام کے نام پر اُن کی اولاد کو جنہین سادات کہتے ہین بہت روپیہ دونگا۔ برہان
نے کہا۔ کہ دوازدہ امام کون ہین۔ مین نے دوازدہ امام کا لفظ لڑکپن مین اپنی مان سے سُنا تھا
پھر کبھی نہین سنا۔ شاہ طاہر نے امامون کے نام لیے اور اُنکے اوصاف حمیدہ بیان کیے۔ وہ
بولا۔ کہ جب مین نے بتخانون کو روپیہ بھیجا نذرین چڑھائین منتین مانین تو یہ تو بزرگانِ دین ہین۔

ان کے لیئے نذرین چڑہانے مین کیا حرج ہے۔ جب شاہ طاہر نے دیکھا۔ کہ برہان نے اِس
بات سے بُرا نہین مانا بلکہ نرم اور ملائم معلوم ہوتا ہی۔ تو کہا۔ کہ میرا مدعا صرف یہی نہین ہے۔ کہ فقط
نذر ہی چڑہائی جائے بلکہ میرا مقصد کچھ اور ہے۔ اُسے مین اُسوقت کہونگا۔ کہ جب بادشاہ
مجھسے یہ عہد کر لے کہ اگر میری بات پسند خاطر نہ ہو تو مجھے آزار جانی نہ پہونچاے۔ اگر زیادہ سے
زیادہ تکلیف دینا منظور ہو تو مجھے اور میرے عیال و اطفال کو مکہ معظمہ رخصت کر دے۔ اِس پر
برہان نے عہد و پیمان کیا۔ اور قرآن کی قسم کھائی کہ اگر مین ناراض بھی ہوا۔ تو بھی نہ مین تجھے
نقصان پہونچاؤنگا نہ کسی اور کو آزار پہونچانے دونگا۔ جب یہ سب عہد و مواثیق قول قسم ہو گیے
تو شاہ طاہر نے برہان کی بڑی مدح و ثنا کی۔ اور دوام دولت کی دعائین مانگین جس سے وہ جامہ
مین پھولا نہ سمایا۔ بعد اس کے عرض کیا۔ کہ آج جمعہ کی رات ہے آپ یہ نیت مانیئے۔ کہ اگر حضرت
باری بہ برکت رسول مقبول و دوازدہ امام شہزادہ عبد القادر کو اچھا کر دے تو ایمہ اثنا عشر کا خطبہ
پڑھواؤنگا اور اُنکا مذہب جس سے شیعہ مذہب مراد ہے جاری کرونگا۔ برہان کو تو عبد القادر کی
شفا کی اُمید ہی نہ رہی تھی۔ اسی یہ اقرار کرتے کیا دیر لگتی تھی فوراً منت مان لی۔ اس وقت شاہزادہ
کی طبیعت درحقیقت اچھی ہو چکی تھی مرض جاتا رہا تھا۔ مگر بیماری کی حالت مین طبیبون نے اُسے
لحاف اُڑہانے کو کہا تھا اُسی طرح ابتک بھی اُسکو لحاف اُڑہا دیا گیا تھا۔ جس کی گرمی سے وہ نہایت
بے تاب تھا۔ لحاف کو پھینک پھینک دیتا تھا۔ مگر اُس کے ہواخواہ لحاف کو اس خیال سے
اُڑہاتے تھے۔ کہ کہین ہوا لگنے سے اُسے نقصان نہ پہونچے۔ اُنہین یہ نہین معلوم تھا۔
کہ اُسے لحاف کا اُڑہانا ہی بدن کی گرمی کا باعث ہے۔ جسے وہ شدت کا بخار سمجھ رہے ہین۔ اور
شاہزادہ جس سے بے تاب ہو رہا ہے۔ جب برہان نے دیکھا کہ وہ بہت ہی بے تاب ہے
اور سمجھا کہ وہ آج ہی کا مہمان ہے۔ اگر یہی حالت رہی تو کل مر جائیگا۔ اِس لیے خادمون سے کہا

کہ اُس کا لحاف اُتار دو۔ تھوڑی دیر اُسے آرام لینے دو۔ برہان تو یہ کہکر شاہزادی کے پلنگ کے پاس مغموم سوگیا۔ مگر لحاف کے اُترتے ہی اسے آرام ہونے لگا۔ پچھلی رات ہوئی تو شاہزادہ کی ماں نے غالباً سردی کی وجہ سے شاہزادے کو لحاف اُڑھا دیا۔ اسنے مین برہان کی آنکھ کُھلی تو پوچھا۔ کہ لحاف کس نے اُڑھایا۔ چونکہ لحاف اُڑھانا اُس کے حکم کے خلاف تھا کون کہہ سکتا تھا۔ کہ مین نے اُڑھایا ہے۔ بولے کہ ہم دیکھ رہے تھے لحاف پلنگ پر خود بخود چلا گیا۔ برہان ایسا راسخ الاعتقاد تھا کہ اُس نے اسے سچ سمجھ لیا۔ اب شاہزادہ کو دیکھا تو اُسے بخار بالکل نہ تھا۔ وہ بآرام سو رہا تھا۔ یہ بہت ہی خوش ہوا۔ اور اُسکو سمجھا کہ شاہ طاہر کے کہنے سے جو مین نے منت مانی ہے عبد القادر اُس کے اثر سے اچھا ہوا ہے۔ اور لحاف کا خود بخود پلنگ پر چلا جانا اماموں کا معجزہ ہے۔

۲۴۶ - برہان شاہ اور اُسکے اہل وعیال کا شیعہ ہونا۔

اب تک تو برہان کو شاہ طاہر کے علم وفضل سے اعتقاد تھا۔ وہ یہ جانتا بھی نہ تھا کہ شاہ طاہر شیعہ ہے۔ مگر اب اُسے اُسکے مذہب سے بھی اعتقاد پیدا ہوا۔ ایک خدمتگار کو بھیجا کہ شاہ طاہر کو جا کر بُلا لائے۔ یہان شاہ طاہر کو بڑا خوف تھا کہ اگر عبد القادر اچھا نہ ہوا تو معلوم نہین کہ برہان سے پھر کیسی بنتی ہے۔ وہ خدا سے دعائین مانگ رہا تھا کہ عبد القادر اچھا ہو جائے جس سے اُسکی مراد بر آئے۔ جون ہی دروازے کے کھٹکھٹانے کی آواز آئی شاہ طاہر کے ہوش اُڑ گیے۔ سمجھا کہ عبد القادر مر گیا۔ اور برہان نے نذر کو نامبارک سمجھکر اُسے قتل کے لیے بُلایا ہے۔ ارادہ تھا۔ کہ مکان کے عقب سے نکلکر کسی طرف کو بھاگے۔ کہ اسی عرصہ مین یکے بعد دیگرے سات آٹھ آدمی اُسے بلانے کو آئے اب اُس نے دیکھا کہ کوئی فرار کا موقع نہین ہے۔ اہل وعیال کو رخصت کر کے رضا بالقضا برہان کے پاس چلا۔ جب دروازے پر پہونچا۔ تو بادشاہ نے استقبال کیا۔ اور اُس کا ہاتھ پکڑ کر عبد القادر کے پاس لے گیا۔ اور کہا کہ مذہب اثنا عشری مجھے بتائیے۔ مین شیعہ ہوتا ہون۔ شاہ طاہر نے کہا پہلے

آپ حقیقتِ حال سے اطلاع دیجیئے۔ پھر جیسا مناسب ہوگا مین خدمت مین عرض کرون گا۔ برہان نے سب کیفیت جو اوپر مذکور ہوئی کہہ سنائی۔ اور اپنی خوش اعتقادی کی وجہ ظاہر کرنے کے لیے یہ اور شگوفہ گڈھا۔ کہ مین نے عبدالقادر کے پلنگ کے پاس سوتے مین یہ دیکھا۔ کہ ایک شخص نورانی چہرہ میرے سامنے سے آرہے ہین اور اُنکے دونون طرف چھ چھ آدمی اور ہین۔ مین نے آگے بڑھکر انھین سلام کیا۔ تو ایک شخص نے مجھسے کہا۔ کہ یہ حضرت محمد مصطفیٰ صلعم ہین اور ان کے ساتھ جو ہین وہ بارہ امام ہین۔ پھر حضرت رسالت پناہ صلعم نے فرمایا۔ کہ علیؑ اور اُن کی اولاد کی برکت سے خدا نے تیرے بیٹے کو اچھا کردیا۔ تو میرے بیٹے طاہر کا کہنا ماننا۔ یہ سنتے ہی شاہ طاہر نے برہان کو شیعہ کیا۔ اور اُسے بتایا کہ فلان فلان بارہ امام ہین۔ اہل بیت سے دوستی رکھنا اور اُنکے دشمنون سے تبرا کرنا شیعہ مذہب ہے۔ تبرا کے معنی ہین بیزاری جتانا بلکہ عملاً اُس کے معنی ہین اصحاب ثلثہ حضرت ابوبکر صدیقؓ اور حضرت عمر فاروقؓ اور حضرت عثمان غنیؓ کو بُرا کہنا۔ جب برہان شاہ نے شیعہ مذہب کا کلمہ پڑہا تو شہزادہ حسین و عبدالقادر اور اُن کی مان بی بی آمنہ بی بھی جس کا تم اوپر ذکر پڑہ چکے ہو اور تمام ذکور و اناث شیعہ ہوگیے۔ یہ واقعہ سنہ ۹۴۴ھ کا ہے۔

۹۴۴ھ

۲۴۷۔ برہان کا شیعہ سُنی علما سے باہم بحث کرانا۔ اور علی الاعلان شیعہ مذہب کا پھیلنا

اب برہان نے چاہا۔ کہ خطبہ سے اصحاب ثلثہ کا نام خارج کرے۔ مگر شاہ طاہر علیہ الرحمۃ نے فرمایا کہ جلدی نہ کیجیے اہل سنت کے چار فریق ہین اُن کے علما کو جمع کیجیے اُن سے کہئے کہ مین ایک حق مذہب کی تلاش مین ہون۔ آپ صاحب بحث کرکے اپنے اپنے مذہب کی حقیقت ثابت کرین تاکہ مین اُسے اختیار کرون۔ چونکہ یہ بات مناسب معلوم ہوتی تھی۔ برہان نے شاہ طاہر کی ہدایت کے بموجب چارون مجتہدین کے علما کو بُلوایا۔ ملا پیر محمد اپنے استاد افضل خان و ملا داؤد دہلوی وغیرہ چارون مذاہب کے علما احمد نگر مین مجتمع ہوئے۔ ہر روز شاہ طاہر کے مدرسہ مین بیٹھکر یہ مباحثہ

کرنے لگے۔ ہر ایک اپنے مذہب کو حق کہتا۔ اور دوسرے کے مذہب کو رد کرتا تھا۔ برہان شاہ بھی اکثر اس محفل مین ہوتا۔ مگر چونکہ مسایل علمیہ سے ناواقف محض تھا وہ حق و باطل مین کچھ تمیز نہین کر سکتا تھا۔ جب چھ مہینے تک اسیطرح بحث و مباحثہ مین گذر گیے۔ تو برہان شاہ نے چارون فریق کے علما کے روبرو شاہ طاہر سے کہا۔ کہ اس بحث کا نتیجہ کچھ نہین نکلتا ہر شخص اپنے مذہب کو اچھا کہتا ہے مگر ثابت نہین کر سکتا۔ میری سمجھ مین نہین آتا کہ مین کسے حق سمجھون اور کسے باطل۔ کوئی اور مذہب ہو تو مجھے بتائیے کہ جسے مین جانچون اور کسوٹی پر کھرا نکلے تو اُسے اختیار کرون۔ شاہ طاہر نے کہا۔ کہ ایک مذہب اثنا عشری ہے۔ اگر آپ اجازت دین تو اُن کی کتابون کو بھی دیکھین برہان نے کہا بہتر ہے۔ چنانچہ بہ مشکل تمام ایک عالم شیعہ مذہب شیخ احمد نجفی بڑی تلاش سے بُلایا گیا اور اہل سنت کے چارون فریق کے مقابل کیا گیا۔ شاہ طاہر نے تقریر مین اُسکی تائید کی۔ اب علماے اہل سنت و جماعت کو معلوم ہوا۔ کہ شاہ طاہر شیعہ ہے۔ اس وقت تک وہ اُسے سُنی سمجھے ہوئے تھے۔ کیونکہ شاہ طاہر نے اپنا مذہب اس سولہ برس تک کسی پر ظاہر نہین کیا تھا۔ جب اُنھین یہ معلوم ہوا تو اُن کو شاہ طاہر کے اخفاے مذہب پر بڑا غصہ معلوم ہوا۔ اور اُس کے اہل سنت و جماعت کے ساتھ ملے جلے رہنے اور دل سے اُن کے برخلاف مین کوشش کرنے کو دغا اور نفاق تصور کیا۔ چونکہ اس زمانے مین علی العموم ہندوستان مین خصوصاً دکن مین سنی علما شیعہ مذہب کی بحثون سے قریب قریب بالکل ناواقف تھے۔ اور خاصکر یہ عالم جو اسوقت شاہ طاہر کے مقابلے مین تھے کوئی نامی عالم بھی نہ تھے۔ اکثر ملزم ہوتے تھے۔ اور اسی وجہ سے شاہ طاہر سے خصمانہ حجتین کرتے تھے۔ جب شاہ طاہر نے دیکھا کہ مقابلے مین ٹٹپو نجیے ملا نے جمع ہین تو اُسنے حضرت ابوبکرؓ کے خلافت کی بحث جنھین سنی حضرت خیر البشر کے بعد افضل تصور کرتے ہین چھیڑ دی اور قرطاس اور باغ فدک کا جھگڑا الا ڈالا اور اپنی طلاقت لسانی سے علماے سنت کو زک دی۔ جب برہان شاہ نے دیکھا کہ شاہ طاہر کی تقریر کے

سامنے سب کا قافیہ تنگ ہے تو اُس نے عبدالقادر کی بیماری اور اپنے خواب مین پیغمبر خدا صلعم کو دیکھنے اور لحاف کے عبدالقادر کے پلنگ پر خود بخود چلے جانیکا قصہ سب کے سامنے بیان کر کے اپنے شیعہ ہونے کا اظہار کیا۔ چونکہ شاہ طاہر کی طرح احمدنگر مین اور بھی ایسے امرا منصبدار سلحدار اور شاہی غلام تھے جو شیعہ مذہب کو چھپائے ہوئے تھے۔ بادشاہ کو مذہب شیعی کا معتقد دیکھتے ہی اُنھون نے بھی اپنا مذہب ظاہر کر دیا۔ اور اُنکی دیکھا دیکھی بہت سے سنیون نے بھی یہ سمجھکر کہ وہ ابھی شیعہ ہوئی ہین لاؤ ہم بھی شیعہ ہو جائین۔ شیعہ مذہب اختیار کر لیا۔ تین ہزار آدمی اُسی روز اثنا عشری ہو گیے۔ اور شیعہ مذہب کا خطبہ پڑھا گیا۔ اصحاب ثلثہ کا نام خطبہ سے نکالا گیا۔ وہ چتر سفید جو سلطان بہادر شاہ نے عنایت کیا تھا دور ہوا۔ اور شاہی چتر سبز مقرر ہوا۔

۲۴۸ - سنیون کا ملا پیر محمد کی سرداری مین شور مچانا۔

جب ملا پیر محمد استاد برہان شاہ اور اور علما نے مجلس کا رنگ کچھ اور ہی دیکھا تو فوراً وہان سے اُٹھ کھڑے ہوئے اور اپنے اپنے گھرون کو چلے گیے۔ شہر مین ایک شور قیامت برپا ہو گیا۔ بڑے بڑے امرا اور منصبدار شب کو ملا پیر محمد کے گھر جمع ہوئے اور بولے کہ اے باد صبا این ہمہ آوردۂ تست۔ یہ تو نے کیا کیا۔ اور کیسے شخص کو لیکر آیا۔ جس نے ہمارے بادشاہ کو گمراہ اور ہمارے بنے بنائے کھیل کو تہہ و بالا کر دیا۔ اب کیا کرنا چاہیے کیا شاہ طاہر کو قتل کر دین ملا نے کہا۔ کہ جب تک برہان شاہ موجود ہے یہ نہین ہو سکتا۔ پہلے برہان کو تخت سے معزول کر کے عبدالقادر کو اُسکی بجاے تخت نشین کرو پھر شاہ طاہر کا بعد مین علاج کیا جائے گا۔ اِس پر سب متفق ہوئے اور بارہ ہزار سوار و پیادے جمع کر کے آمادۂ بغاوت ہوئے۔ اور ملا پیر محمد کے ہمراہ قلعہ کے دروازے کے روبرو جہان کالا چبوترہ تھا محاصرہ کے لیے تیار ہوئے۔ شاہ طاہر اور اُسکے بیٹون کے مکان پر پہرہ مقرر ہو گیا۔ برہان شاہ نے قلعہ کا دروازہ بند کر دیا۔ اور قلعہ کے برجون پر توپین لگا دین۔ لیکن برہان اِس شور و غوغا

کو دیکھکر گھبرایا۔ اور شاہ طاہر سے کہا دیکھئے کیا ہوتا ہے۔ شاہ طاہر آدمی عقلمند تھا۔ وہ جانتا تھا۔ کہ یہ غوغائی ایک لمحہ مین منتشر ہو جائینگے۔ نہ اُن کا کوئی سر دہرا ہے۔ اور نہ اُنمین کوئی اتفاق ہے۔ شاہ طاہر نے علم رمل ملا شمس الدین جعفری سے سیکھا تھا۔ گو وہ دین اسلام کے بموجب کیسا ہی ناجائز اور عقل کے خلاف ہے مگر شاہ طاہر کو اس علم کی صداقت پر یقین تھا۔ اُس نے علم رمل کی رو سے قرعہ ڈالا۔ اور برہان سے کہا۔ کہ اگر آپ قلعہ کمو لکر سوار ہون تو یہ غوغا سب رفع ہوا جاتا ہے۔ برہان کو یہ رائے بہت پسند آئی۔ فوراً چار سو سوار اور ایک ہزار پیادون سے پانچ ہاتی لیکر اور چتر سبز لگا کر شاہ طاہر کے ہمراہ باہر آیا۔ اور تواچیون کے ہاتھ غوغائیون کے لشکر مین کہلا بھیجا۔ کہ جو بادشاہ کے دولت خواہ ہین وہ بادشاہ کے پاس چلے آئین۔ اور جو نہ آئینگے اُن کو سزا دیجائیگی یہ سُنتے ہی ہر ایک امن مانگ کر برہان کے پاس چلا گیا۔ اور ملا پیر محمد چند آدمیون سے اپنے گھر مین جا بیٹھا۔ لڑائی بھڑائی کچھ بھی نہوئی پھر ملا بھی قید ہو کر آیا۔ برہان نے اُس کے قتل کا حکم دیا۔ مگر شاہ طاہر نے ملا سمجھکر اُس کی سفارش کی جس سے اُسکو قید کر دیا گیا۔ بعد ازان چار برس کے بعد قید سے بھی رہائی مل گئی۔ اور اپنے مرتبہ پر پھر بدستور سابق بحال ہو گیا۔

۲۴۹ - احمدنگر مین شیعون کا مجمع اِس قضیہ سے فرصت پاتے ہی جہان برہان شاہ نے خواب دیکھے تھے وہان ایک بڑی عمارت بنوائی اُس کا نام بغداد رکھا۔ جس جگہ شاہ طاہر کا مدرسہ تھا وہان حسین نظام شاہ ابن برہان شاہ نے ایک مسجد سنگین تعمیر کرائی جو قاضی بیگ طہرانی کے اہتمام سے مرتضی نظام شاہ ابن حسین نظام شاہ کے زمانے مین تمام ہوئی برہان شاہ کو شیعی مذہب کے نو مرید ہونے کی وجہ سے بڑا تعصب تھا۔ اُس نے اہل سنت کے وظایف یک قلم موقوف کر کے اہل شیعہ کو دیدئے۔ قلعہ احمدنگر کے آگے چہار دیواری بنا کر اُس کا نام لنگر دروازہ امام رکھا۔ قصبہ جونپور۔ دستور واسیا پور وغیرہ چند مواضع اُسکے مصرف کے لیے وقف کر دئے۔ وہان صبح کے وقت ہر روز مساکین کو کھانا ملتا تھا۔ شاہ طاہر نے گرد و نواح سے شیعون کو

بلانا شروع کیا۔ عراق۔ خراسان۔ فارس۔ گجرات۔ آگرہ مین شاہی خزانہ سے روپیہ لے لیکر بھیجا۔ اور اکابر و علماے مذہب شیعہ کو دعوت دی۔ اسمعیل صفوی خواجہ معین الدین صاعدی شاہ حسن انجو شاہ جعفر برادر شاہ طاہر و ملا شاہ محمد نیشاپوری و ملا علی گل استرآبادی و ملا رستم جرجانی و ملا علی مازندرانی و ایوب ابوالبرکہ و ملا عزیز اللہ گیلانی و ملا محمد امامی استرآبادی وغیرہ برہان شاہ کے پاس آ آکر جمع ہو گیے سید حسن موسوی جو مدینہ کا شیعہ باشندہ تھا اُسے برہان شاہ نے اپنی بیٹی دیدی کربلا اور نجف کو بہت سا روپیہ بھیجا۔ وہان کے زایرین کے وظایف مقرر کیے غرض کہ احمدنگر اس زمانے مین دوسرا ایران ہوگیا۔

۲۵۰ - مبارک خان کا برہانپور مین اور محمد شاہ کا گجرات مین بادشاہ ہونا۔

چونکہ میران محمد شاہ والی برہانپور کا کوئی بیٹا سلطنت کے قابل نہ تھا۔ اس لیے اُس کا بھائی میران مبارک خان فاروقی اوسکے تخت حکومت کا مالک ہوا۔ امراے گجرات نے جب سنا کہ میران محمد شاہ مرگیا۔ اور اُس کی جگہ اُس کا بھائی تخت نشین ہوا۔ تو اُنھون نے گجرات کی سلطنت کے قابل اُسے نہ سمجھا۔ اب اس باب مین بحث ہوئی کہ کس کو وہان کا بادشاہ بنانا چاہیے۔ سلطان بہادر شاہ کا ایک بھائی عبد اللطیف خان تھا۔ بہادر شاہ نے اُس کے بیٹے محمود خان کو محمد شاہ کے پاس برہانپور مین قید کر دیا تھا۔ اسوقت وہ میران مبارک خان کی قید مین تھا۔ سب نے اُس کو سلطنت گجرات کے لیے منتخب کیا۔ اور میران مبارک خان کو لکھا۔ کہ اُسے بھیجدے۔ مگر اُس نے اس سبب سے اُسے دینے سے انکار کیا۔ کہ امراے گجرات مجبور ہو کر مبارک خان کو گجرات کا بادشاہ بنالین۔ لیکن جب اُنھون نے انکار کا حال سُنا تو مبارک خان سے زبردستی محمود خان کو چھوڑانے کے واسطے فوج طیار کی۔ میران محمد مبارک خان یہ دیکھکر مضطرب ہوا۔ اور محمود خان کو اختیار خان کے ہمراہ جو اسے بلانے آیا تھا گجرات بھیجدیا۔ محمود خان وہان جاکر ذی الحجہ سنہ ۹۴۴ھ مین بادشاہ ہوگیا۔

۲۵۱ - برہان پر شاہان گرد نواح کی لشکر کشی کی تجویز -

جب احمد نگر مین شیعون کا مجمع اِس کثرت سے ہوا - اور اُن کو ایک ایسا متعصب بادشاہ ملا - تو بھلا یہ کب ہو سکتا تھا - کہ شیعہ اپنی ضروری عبادت کو بھول جاتے یا اُسمین دیدہ و دانستہ کوتاہی کرتے - جُہال نے گلی کوچہ مین خلفا سے راشدین پر لعن طعن اور تبرا کرنا شروع کیا - سلطان محمود شاہ گجراتی اور میران مبارک شاہ فاروقی ابراہیم عادل شاہ و دریا عماد شاہ نے تجویز کی - کہ احمد نگر پر حملہ کیا جاے اور برہان کے ملک کو باہم تقسیم کر لین - جب برہان شاہ نے دیکھا - کہ اُس کے اطراف کے تمام بادشاہ اُس کے برخلاف اُٹھ کھڑے ہوئے ہین تو اُس نے راستی خان ایک غریب کو بطریق سفارت ہمایون بادشاہ دہلی کے پاس بھیجا - اور اُس سے استمداد کی - مگر چونکہ شیر شاہ افغان نے خروج کیا تھا - اِس وجہ سے ہمایون کو خود اپنی پڑ رہی تھی راستی خان کی سفارت ناراست آئی - اور وہ وہان سے ناکام واپس چلا آیا تو برہان شاہ نے مبارک خان اور محمود شاہ گجراتی کے پاس سفیر بھیجے محمود شاہ اُس زمانے مین امرا کے ہاتھون مین پھنسا ہوا تھا - اُس کے امرا باہم لڑ جھگڑ رہے تھے - اِس لیے اِس سفیر کو اپنے مقصد کے حصول مین وہان کچھ دقت پیش نہ آئی - میران مبارک خان بغیر محمود شاہ گجراتی کے کب ادہر قدم رکھ سکتا تھا - وہ بھی برہان سے راضی ہو گیا -

۲۵۲ - سلطان قلی کا کوندبیر کو تسخیر کرنا

سلطان قلی نے جب نلگنڈہ فتح کر لیا - اور اوسکی فوج نے کچھ دنون آرام بھی لے لیا تو اُس نے کوندبیر والون کو آزاد رکھنا مناسب نہ سمجھا - اور چاہا کہ اُن کا بالکل استیصال کر دے اس لیے وہ خود فوج لیکر اُسپر حملہ آور ہوا - قلعہ کا محاصرہ کیا - چونکہ بیجانگر مین ابتری ہو رہی تھی - ادہر بھی اُس نے فوج بھیجی جس نے وہان جاکر بیجانگر کی سرحد پر خوب تاخت و تاراج کی - بہت سامال غنیمت کا ہاتھ لگا - جب قلعہ کوندبیر کے محاصرے کو طول ہوا - تو اہل قلعہ نے پہلے کی طرح معافی قصور کا پیغام دیا - اور سلطان قلی کے امرا کو رشوت دے دلاکر اپنی سفارش پر آمادہ کیا - مگر سلطان قلی نے کسی کی نہ مانی - اور قلعہ شکنی کا

کامل بندوبست کیا۔ توپین لگواکر دیوارمین رخنے کردیے اور قلعہ کو فتح کرلیا۔ اور ایک اپنے معتمد کے سپرد کرکے دارالخلافت کو لوٹ آیا۔ یہ واقعہ ۹۴۵ھ کا ہے۔ ۹۴۵ھ

۲۵۳ - برہان کی قوت اور ابراہیم کی کمزوری

ابراہیم نے پہلے ہی شیعہ فوج اور اُسکے تربیت یافتہ سرداروں کو معزول کر دیا تھا اور بجاے اُس کے خوگیر کی بھرتی بھر لی تھی۔ اِس وقت اُسکی فوج مین کچھ دکھنی حبشی اور ہندو مرہٹوں سے کھی کھچڑی ہورہی تھی۔ مگر ہندو ابھی تک لڑائی کے کامون سے ناواقف تھے ابراہیم کی فوج خراب حالت مین تھی۔ بخلاف اسکے جب ابراہیم کے تجربہ کار آدمی برہان شاہ کے پاس گییے تو اُس نے اُن کی خاطر کی اُن کو بُلاکر اپنے یہان نوکر رکھا۔ اسلیے اُسکی فوج درست ہوگئی امیر برید سنی ہونیکی وجہ سے ابراہیم کے طرفدارون مین تھا۔ اور اُس کی تحریک سے سلطان قلی کی سرحد پر تاخت و تاراج کیا کرتا تھا۔ لیکن جب اُس نے دیکھا۔ کہ ابراہیم بڑا تنکی المزاج ہے تو وہ بھی اِس سے کشیدہ خاطر ہوگیا۔ برہان شاہ نے اُس کو بھی اپنے ساتھ ملالیا۔ اور بجاے اِس کے کہ ابراہیم اُسپر لشکر کشی کرے۔ اُس نے خود ابراہیم پر حملہ کیا۔ اور ایسی شکست دی کہ ابراہیم کے سو ہاتی اور بہت سا توپخانہ چھین لیا۔ اور ۹۴۵ھ سے ۹۴۸ھ تک چھار برس کے عرصہ مین تین اور لڑائیان لڑا۔ اور ہر مرتبہ ابراہیم پر غالب ہوا۔ اِس کا ایک سبب یہ بھی معلوم ہوتا ہے۔ کہ ابراہیم کا توپخانہ بڑی ناقص حالت مین تھا اور توپخانہ کی طرف اُس کی توجہ بہت کم تھی۔ برخلاف اِس کے برہان شاہ گجراتیون کے پڑوس کے باعث اُسکی قدر جانتا تھا۔ اور ایک معقول تعداد توپونکی جمع کر رکھی تھی۔ ۹۴۸ھ

۲۵۴ - ابراہیم عادل شاہ اور اُس کے ایک سردار اسدخان کا رنج۔

بوجہ ہم پیشہ باہم پیشہ دشمن۔ اسدخان لاری اور یوسف شحنہ دیوان مین رنج تھا۔ جب یوسف میر جملہ ہوا۔ تو اُس نے ابراہیم کو بہکانا شروع کیا۔ کہ اسدخان لاری اپنے ہم مذہبی کے سبب سے برہان شاہ سے ملا ہوا ہے اور یہ چاہتا ہے کہ بلگوان اُسکو دیدے۔ چونکہ یہ بات قرین قیاس بھی تھی ابراہیم کو فوراً اِس کا یقین آگیا

جس سے اُس نے کچھ اُس کی اصلیت دریافت کرنے کے لیے توجہ نہ کی۔ جب یوسف نے دیکھا۔ کہ بادشاہ کو شک گزر گیا ہے تو اُسکو سوجھایا۔ کہ شاہزادہ علی کے ختنہ کی رسم جو اب ہونے والی ہے اُسمین اسد خان کو بلوائیے اور قید کر کے اُس کی طرف سے اطمینان حاصل کر لیجیے۔ ابراہیم نے اسے بھی پسند اور منظور کر لیا۔ مگر چونکہ ابراہیم کے مشیرون مین شیعہ مذہب کے امرا بہت تھے۔ جو اپنا مذہب چھپائے ہوئے تھے اور مذہبی تخالف کے باعث اُس کے خیر خواہ نہ تھے یہ راز فاش ہو گیا۔ اِس لیے جب تقریب مذکورہ مین اسد خان کو بلایا گیا تو اُس نے بیماری کا عذر کر دیا۔ اور حاضر نہ ہوا۔ اب یوسف نے اُس کے زہر دینے کی صلاح دی۔ اِسے بھی بادشاہ نے قبول کر لیا۔ اور اسد خان کے خدمتگارون کو رشوت کے وعدے پر زہر دینے کے لیے راضی کیا۔ وہ بھی اُسے خبر لگ گئی۔ اور اُس نے اپنا بندوبست کر لیا۔ جب اِس طرح اسد خان قابو مین نہ آیا۔ تو یوسف ترک کی درخواست سے اُسے میر جملگی سے علیحدہ کیا۔ اور بلگوان کے قریب جاگیر دیدی۔ کہ وہان رہکر کسی موقع پر اسد خان کو گرفتار کر لے۔ لیکن اسد خان تو اب ہوشیار ہو گیا تھا۔ وہ کب قابو مین آنے والا تھا۔ ایک روز اسد خان بلگوین سے چھ کوس پر ایک باغ کی سیر کے واسطے تن تنہا سوار ہوا۔ اور اپنے ایک معتبر حبشی سردار سے کہہ گیا کہ چار سو آدمی لیکر پیچھے سے آئے۔ اور ہوشیاری کے ساتھ نہایت تیزی سے وہان پہونچ گیا۔ یہ خبر جاسوسون نے یوسف کو بھی پہونچا دی۔ وہ دو ہزار سوار سے اسد خان کی گرفتاری کے لیے دوڑا۔ اور باغ مذکور کے قریب اسد خان پر حملہ کیا۔ چونکہ وہ ایک اچھے موقع پر تھا۔ اور یوسف کی امید کے خلاف اُس کے پاس سپاہی بھی بقدر حراست کافی تھے۔ فریقین مین کلہ بکلہ خوب لڑائی ہوئی۔ اور آخر یوسف مایوس ہوکر پسپا ہو گیا۔ جب ابراہیم کو یہ خبر پہونچی۔ تو وہ بڑے سوچ مین ہوا۔ اسنے اپنے ایک زبردست امیر کی بددلی سے نہایت اندیشہ کیا۔ اب چاہا کہ اُسے کسیطرح راضی کرے۔ اِس لیے یوسف کو گرفتار کیا۔ اور اسد خان کے پاس بھیجدیا۔ کہ اِس نے میری مرضی کے خلاف آپ سے بدسلوکی کی۔ جو مناسب ہو

سزا دیدیجیئے۔ مگر اسدخان کو حقیقت حال کل معلوم تھی۔ اُس نے یوسف کو خلعت دیا۔ اور بادشاہ سے کہلا بھیجا۔ کہ وہ خطا اُس کی نہ تھی۔ بلکہ میری ہی غفلت کا نتیجہ تھا۔

۲۵۵۔ شاہ طاہر کا سلطان قلی کے پاس قلعہ میدک کی کنجی لانا اور سلطان قلی کا برہان کی مدد کرنا۔

چونکہ کوندبیر کے محاصرہ کے وقت ابراہیم نے سلطان قلی کے ملک مین کچھ فوج لوٹ مار کے لیے بھیجی تھی۔ اور امیر برید کو بھی اشتعالک دی تھی۔ اِس لیے اس وقت جب ابراہیم خانگی جھگڑون اور برہان شاہ کے حملون سے پریشان ہو رہا تھا سلطان قلی نے اُس سے انتقام کا ارادہ کیا۔ اور اتیکر کی تسخیر کے ارادے سے روانہ ہوا۔ اور پرگنہ مادگی و کورول و کاکنی کو لے لیا۔ یہ پرگنات پہلے سلطان قلی کے ہی تھے مگر اسمٰعیل عادل شاہ نے اُس سے اُس وقت چھین لیے تھے۔ جب سلطان قلی رام چندر اور شتاب خان سے لڑ رہا تھا۔ غرض سلطان قلی نے اتیکر کا محاصرہ کیا۔ گو ابراہیم کو اتنی مہلت نہ ملی۔ کہ سلطان قلی کو دفع کرے اور اُس سے انتقام لے۔ مگر قلعہ والون نے خوب مقابلہ کیا۔ جس زمانے مین سلطان قلی اتیکر کا محاصرہ کر رہا تھا اُس نے امیر برید سے کہلا بھیجا۔ کہ مین اتیکر کی فتح کے بعد تم سے بھی بدلا لونگا۔ ورنہ قلعہ میدک اور کولاس مجھے دیدو۔ اِس پر امیر برید نے ابراہیم کو کمزور سمجھکر اُسکا ساتھ چھوڑا۔ اور اپنے مذہب تسنن کا بھی کچھ خیال نہ کیا۔ برہان شاہ کو قوی جان کر اُس سے امداد چاہی۔

اِس وقت تک سلطان قلی اور برہان شاہ مین صفائی نہ تھی۔ مگر برہان شاہ اب شیعہ ہوگیا تھا۔ اور اُس کو ابراہیم کے مقابلہ مین ضرورت بھی تھی وہ چاہتا تھا کہ سلطان قلی سے دوستی پیدا کر لے۔ اِس لیے اُس نے اپنے پیر و مرشد شاہ طاہر کو امیر برید کے پاس بھیجا۔ جس نے اُس کو تمام پہلو سوجھا سوجھا کر اِس بات پر راضی کر لیا۔ کہ وہ قلعہ میدک سلطان قلی کو دیدے۔ چونکہ امیر برید کو ابراہیم سے امداد کی کسیطرح توقع نہ تھی اور نہ وہ سلطان قلی کے دفع پر قادر تھا اِس لیے شاہ طاہر کے کہنے کو اُس نے مجبوراً تسلیم کر لیا اور قلعہ کی کنجی اُس کے ہاتھ مین دیدی۔ اب شاہ طاہر گولکنڈہ آیا۔ تاکہ سلطان قلی اور برہان شاہ مین اتحاد

پیدا کر دے۔ سلطان قلی تو وہان نہ تھا۔ مگر اُس کے حکم سے شاہ طاہر کی یہان بڑی خاطرداری کی گئی چونکہ برسات کا موسم سر پر آگیا تھا۔ اِس واسطے سلطان قلی نے ایتکر کے محاصرہ کو چھوڑ دیا۔ اور گولکنڈہ چلا آیا۔ شاہ طاہر نے امیر برید کی طرف سے قلعہ میدک کی کنجی حوالہ کی اور برہان شاہ کا بھی دوستانہ پیغام پہونچا کر ابراہیم کے مقابلہ مین مدد چاہی۔ چونکہ سلطان قلی کو اُس سے پہلے ہی رنج ہو رہا تھا۔ اور ایک ہم مذہب بادشاہ نے دوستانہ پیغام اور قلعہ میدک کی کنجی بھیجی تھی۔ کب ہو سکتا تھا کہ سلطان قلی برہان کی امداد سے پہلوتہی کرتا۔ اُس نے پانچ ہزار سوار اُس کی امداد کے لیے روانہ کیے مگر معلوم ہوتا ہے کہ یہ فوج منزل مقصود تک نہین پہونچی۔ یہ واقعہ ۹۴۹ھ کا ہے۔

۹۴۹ھ

۲۵۶- برہان کا اسدخان کی بغاوت کی بنا پر ابراہیم پر حملہ۔

جب برہان شاہ نے سنا کہ ابراہیم اور اُس کے بڑے جلیل القدر امیر اسدخان مین باہم کشیدگی ہو رہی ہے تو اُس نے اپنے دربار مین کئی مرتبہ بیان کیا کہ اسدخان کی منشا ہے کہ علاقہ بلگوان وہ ہم کو دیدے اسی غرض سے اس نے مجھے بلایا ہے امیر برید کے اتفاق سے بیجاپور روانہ ہوا۔ چونکہ ابراہیم کو پہلے ہی شک تھا کہ اسدخان کا بغاوت کا ارادہ ہے۔ اب اِس خبر کے پہونچنے سے اُس کو یقین ہو گیا۔ اور ایسا بڑا کھٹکا ہوا۔ کہ برہان شاہ کے مقابلہ کے لیے وہ بیجاپور سے باہر نہ نکلا۔ برہان شاہ نے آتے ہی شولاپور کے ساڑھے پانچ پٹہ پر قبضہ کر لیا۔ اور خواجہ جہان کو سپرد کر دیے۔ پھر بلگوان کی طرف روانہ ہوا اور علاقہ مرچ کٹھ برہان وماس مین خوب لوٹ مار مچائی اور جلا پھونک کر ملک کو خاک سیاہ کر دیا۔ چونکہ اسدخان اس تہمت سے کہ وہ برہان شاہ کا دوست ہو گیا ہے بلگوین مین ٹھیرا ہوا تھا اور ابراہیم کے پاس نہین آ سکا تھا۔ جب برہان شاہ نے اُدھر کا رُخ کیا تو مجبوراً اپنی چھ ہزار فوج سے وہ اُس سے آملا۔ اب برہان نے بیجاپور کی طرف مراجعت کی ابراہیم نے وہان کا خوب بندوبست کیا۔ اور معتبر آدمیون کے سپرد کر کے برہان کے خوف سے خود گلبرگہ چلا گیا۔ پہلے تو برہان نے بیجاپور کا محاصرہ کیا۔ مگر جب دیکھا کہ اُسکا فتح ہونا

محال ہے۔ تو گلبرگہ کو ابراہیم کے تعاقب مین روانہ ہوا۔

۲۵۷ - ابراہیم کا دریا عماد شاہ کی مدد اور اسد خان کی واپسی سے برہان پر فتح پانا۔

اسد خان درحقیقت سلطنت عادل شاہیہ کا دشمن نہ تھا۔ برہان شاہ سے وہ صرف بہ مقتضائے وقت مل گیا تھا۔ جب اُس نے دیکھا کہ یہ سلطنت اب تمام ہوئی جاتی ہے۔ اُس نے دریا عماد شاہ والی برار کو لکھا۔ کہ آپ براہ مہربانی ابراہیم عادل شاہ کی مدد کو آئے۔ جب آپ یہان آئینگے۔ تو مین بھی آپ کی وساطت سے رفع شکوک کرا کے ابراہیم کے پاس چلا آؤنگا۔ ابراہیم بھی جب گلبرگہ پہونچا۔ اور نہایت مضطرب ہوا۔ تو اُس نے دریا عماد شاہ کو خط لکھا - اور کمک مانگی۔ دریا عماد شاہ بھی سنی تھا۔ اور ابراہیم کا رشتہ دار بھی تھا۔ وہ سُنتے ہی فوراً گلبرگہ روانہ ہوا۔ اسد خان لاری نے بھی گلبرگہ کے راستہ مین برہان شاہ کی رفاقت چھوڑ دی اور دریا عماد شاہ کے پاس جا کر یوسف ترک شحنہ دیوان کی عداوت اور اپنی سچی وفاداری اور خیرخواہی کا سارا حال بیان کیا۔ اور کہا کہ مین برہان شاہ سے صرف مصلحتاً مل گیا تھا۔ اگر اِس وقت زمانہ سازی نہ کرتا تو اپنے اقطاع کی محافظت دشوار تھی۔ اس پر بغیر اِس کے کہ دریا عماد شاہ ابراہیم سے پہلے کچھ گفتگو کرے اسد خان کو لیکر اُس کے پاس چلا گیا۔ چونکہ ابراہیم پر یہ بڑا نازک وقت تھا۔ سوا اِس کے اسد خان کی وفاداری مین شک کرنے کی ایسی حالت مین کوئی وجہ نہ تھی۔ اُسنے اسد خان کو گلے لگایا۔ اور اُس کے منصب پر پھر بحال کر دیا۔ بلکہ پہلے سے بھی کچھ زیادہ عنایت کی۔ اب فریقین کی طاقت کا رُخ پلٹ گیا۔ ابراہیم نے باعانت دریا عماد شاہ برہان شاہ پر حملہ کیا۔ برہان شاہ اور امیر برید بیدڑ کی طرف بھاگے۔ ابراہیم نے تعاقب کیا۔ اس لیے اُنکے پیر دہان بھی نہ جمے۔ دولت آباد بالا گھاٹ مین جا کر پناہ لی۔ ابراہیم اور دریا عماد شاہ نے ملک کو خوب لوٹا کھسوٹا۔ اور قتل و غارت کا کوئی دقیقہ باقی نہ رکھا۔ آخر شاہ طاہر دونون مین بیچ بچاؤ کرنے کیلئے آمادہ ہوئے۔ اور برہان کی طرف سے صلح کے پیغام سلام لانے لگے۔ برہان نے جڑی

ذلت کے ساتھ شولاپور کے ساڑھے پانچ پٹہ واپس کیے۔ اور اقرار کیا۔ کہ آیندہ تیرے مقابلہ مین کبھی تلوار نہ اُٹھاؤن گا۔

۲۵۸- امیر برید کی وفات امیر برید اسوقت دولت آباد مین بیمار ہوکر مرگیا۔ اُس کا بھائی خان جہان بھی اُس کے ساتھ تھا۔ وہ اُس کے جنازہ کو بیدر کو لایا اور قاسم برید کے حظیرہ مین اُسے دفن کیا۔ اِس نے چالیس برس سلطنت کی گو اُسے اپنے ملک مین شاہی اختیارات حاصل تھے۔ مگر اُسنے اپنے لیے بہمنی بادشاہ کا وزیر بنا رکھا۔ اور نہ محمود شاہ کی زندگی مین اور نہ اُسکے مرنیکے بعد کوئی شاہی خطاب لیا۔ اگرچہ وہ بڑا بہادر تھا۔ لڑائیون مین اُس نے بارہا ذاتی شجاعت دکھائی۔ مگر عیاش اور غافل بڑا تھا۔ معاملات ملکی کے توڑ جوڑ نہین آتے تھے۔ اسی کوتاہ اندیشی سے اپنے باپ کی سلطنت کا ایک حصہ کھو دیا تھا۔ سنی ہونیکی وجہ سے اُسے شیعہ بادشاہون نے نقصان پہونچایا۔ اِسکی نسبت ایک حکایت لکھی ہے۔ جس سے اسکی حماقت ظاہر ہوتی ہے اور کچھ ہنسی بھی آتی ہے۔ ایک مرتبہ شب کیوقت موسم زمستان مین بمقام کھہانہ باغ مین بیٹھا ہوا شراب پی رہا تھا۔ بستی کے قریب گیدڑ آکر بولنے لگے۔ جب اُنھون نے بہت شور مچایا۔ تو اُسنے پوچھا کہ یہ آج اس قدر کیون چلاتے ہین۔ کسی ہمنشین نے دل لگی سے کہا۔ کہ اُن کو جاڑا لگتا ہے۔ اسواسطے فریادی آئے ہین۔ امیر برید نے علی الصباح حکم دیا۔ کہ تین ہزار لحاف طیار کیے جائین اور جنگل اور باغون مین ڈال دیئے جائین۔ تاکہ وہ رات کو آکر اُن مین لیٹ کر آرام سے سو رہا کرین ؏ برین عقل و دانش بباید گریست۔

۲۵۹- جمشید خان کا اپنے باپ سلطان قلی کو قتل کرانا۔ سلطان قلی کا سب سے بڑا بیٹا حیدر خان تو مرچکا تھا۔ اب جمشید خان دوسرا بیٹا سب سے بڑا تھا۔ مگر سلطان قلی چاہتا تھا۔ کہ اُسکا اور ایک چھوٹا بیٹا شاہزادہ قطب الدین اُس کے بعد تخت نشین ہو۔ اس وجہ سے جمشید خان اور قطب الدین مین عداوت ہوگئی تھی۔ جب سلطان قلی کو معلوم ہوا۔ تو اُس نے جمشید خان کو قلعہ مین قید کردیا۔ مگر یہ قید

برائے نام تھی۔ جمشید خان باجازت قید خانہ سے باہر جایا آیا کرتا تھا۔ لیکن باوجود اسکے اپنی حق تلفی سے باپ اور بھائی کا دشمن ہو گیا تھا۔ سوائے اس کے سلطان قلی بہت بوڑھا بھی ہو گیا تھا۔ نوے برس کی عمر تھی۔ مرتا ہی نہ تھا۔ جو بیٹون کو تخت نصیب ہو جمشید خان تخت کی آرزو مین خود بوڑھا ہو گیا تھا۔ وہ باپ کی موت کو خدا سے چاہتا تھا۔ جب اُس کا مقصد بر نہ آیا۔ تو اُس نے ایک شخص میر محمود ہمدانی قلعہ دار گولکنڈہ محمد نگر کو گانٹھا۔ اِس قلعہ دار پر سلطان قلی کا بڑا اعتبار تھا۔ جب کہین باہر جاتا تھا تو اُسی دار السلطنت مین اپنا قایم مقام کر جاتا تھا۔ اِس نمک حرام نے حقوق نمک خواری کو بالائے طاق رکھا۔ اور اُس بوڑھے بادشاہ کے قتل کی فکر مین ہوا۔ سلطان قلی نے ایک جامع مسجد قلعہ مین بنوائی تھی۔ اُس کا نام مسجد صفا رکھا تھا۔ چونکہ اُسے خیال تھا۔ لوگون نے بادشاہون اور سرداروں کو بارہا نماز مین مارا ہی سوائے اِس کے اُسکے چہرہ پر زخم تھا جس سے وہ اپنا مُنہ شرم سے لوگون کو دکھانا بھی کم پسند کرتا تھا۔ اِس لیے اُس نے مسجد کا دروازہ بازو کی طرف کُھلوانا چاہا۔ کہ وہان سے نکلکر آئے اور بعد نماز حرم مین چلا جایا کرے۔ چنانچہ اسی روز جو آخری پنجشنبہ جمادی الاول ۹۵۰ھ کا تھا معمار آئے اور بادشاہ کام بتا کر چلنے کے لیے اُٹھا۔ اُس کے پاس ایک رومال تبرکاً رہا کرتا تھا جسپر حضرت آئمہ اثنا عشر کے اسمائے گرامی لکھے ہوئے تھے یکایک وہ ہاتھ سے چھوٹ پڑا جسکو اُسنے بدشگونی سمجھا اور معمارون کو کام شروع کرنے سے اُس روز منع کر دیا۔ اُس کو اِس بات کا ایسا رنج ہوا۔ کہ دوسرے روز جمعہ کی نماز کو خود نہ آیا۔ بلکہ جمشید خان کو اپنے نایب کے طور پر شاہزادہ قطب الدین کی ہمراہ مسجد بھیجدیا۔ اسی رنج مین ہی تھا کہ دوشنبہ کو عصر کے وقت تن تنہا مسجد مین آیا۔ اور نماز مین مشغول ہو گیا۔ میر محمود کو یہ موقع خوب ملا۔ اسی عین نماز مین سلطان قلی کو تلوار سے مارا۔ غالباً وہ پہلے ہی زخم مین اپنا انتقام لینے کے ناقابل ہو گیا ہوگا۔ مگر محمود نے اُس کا کام تمام کرنیکے لیے تئیس زخم متواتر لگائے۔ اور دہین ٹھنڈا کر دیا۔ علما و مشایخ اور سادات نے لنگر فیض اثر مین جو سلطان قلی کا بنایا ہوا تھا اُسے مدفون کیا میر محمود قتل کرتے ہی قید خانہ مین پہونچا۔ اور جمشید خان کو خوشخبری سُنائی اور قید سے رہا کیا۔ شاہزادہ قطب الدین کو گرفتار کر کے اُسکی آنکھون مین نیل کی سلائی پھیر دی۔ جو

۹۵۰ھ

چندروز کے بعد اپنی موت سے مرگیا۔

۲۶۰ - شاہ طاہر کا گولکنڈہ کو آنا چونکہ جمشید قلی سلطان قلی کا فرزند اکبر تھا اِس لیے باپ کے بعد یہی تخت نشین ہوا گو امرا اسکی سلطنت سے راضی نہ تھے اور اسکی بدمزاجی کو سب جانتے تھے۔مگر اسوقت طوعاً وکرہاً سب نے اطاعت قبول کرلی۔اور اُس نے بھی حتی الامکان ہر ایک کو راضی کرنیکی کوشش کی۔باپ کی طرح مذہب اثناعشری کی ترویج پر توجہ کی۔بلکہ کچھ اُس سے دو چار قدم اور بھی آگے بڑھ گیا۔برہان شاہ کو چونکہ ابراہیم سے انتقام لینا تھا اُسنے جمشید کو گانٹھنے کے لیے فوراً شاہ طاہر کو سلطان قلی کی تعزیت اور جمشید کی تخت نشینی کی تہنیت کے لیے روانہ کیا۔جمشید بھی مچھلی کے شکار کے بہانہ سے گولکنڈہ سے ۱۶۔کوس تک گیا۔اور بڑے اعزاز و اکرام کے ساتھ شاہ طاہر کو اپنے خاص سنگھاسن مین سوار کراکے لایا۔اور اُس سے اپنے دستور کے موافق مریدی پیری کا رشتہ پیدا کیا۔اول تو شاہ طاہر نے وہ مراسم جو ایسے موقع پر تعزیت وتہنیت کی ہوتے ہین ادا کیے۔بعدازان جو اصلی مطلب تھا اُس کا تذکرہ کیا۔اور جمشید قلی سے برہان شاہ کے ساتھ دوستی اور اتحاد رکھنے کا عہد وپیمان کرکے بہت جلد یہان سے واپس چلا گیا۔

۲۶۱ - علی برید کا شاہزادہ ابراہیم قلی کی مدد کے لیے جمشید قلی کو گولکنڈہ مین محصور کرنا۔ اگرچہ جمشید کی تخت نشینی کے وقت قطب الدین جو ولی عہد تھا اندھا کردیا گیا تھا۔مگر سلطان قلی کے اور بھی تین بیٹے تھے۔شاہزادہ عبدالکریم جو باپ کے زمانہ حیات مین ہی بیجاپور کی طرف بھاگ گیا تھا اور مختلف فسادات مین سے جو اسکی ذات سے پیدا ہوئے تھے۔ایک جھگڑے مین مارا جاچکا تھا شاہزادہ دولت قلی بھونگیر مین اور ابراہیم قلی جو شوال ۹۳۶ھ مین پیدا ہوا تھا۔دیورکنڈہ کے قلعے مین تھے۔دولت قلی تو کچھ دیوانہ سا تھا سلطنت کے قابل نہ تھا۔اُسے تو کسی نے کچھ نہ چھیڑا۔مگر ابراہیم قلی کا جمشید کو خوف تھا۔اس لیے اُس نے ابراہیم قلی کو گولکنڈہ بُلایا۔شاہزادہ نے سُنتے ہی پہلے اپنے رفقا سے مشورہ کیا۔اور ان کی رائے سے اپنے رفقا جمشید خان وسیدجی ودلاور خان کی اعانت سے نکلکر بیدر چلتا بنا۔اسوقت علی برید امیر برید کا بیٹا

وہان حاکم بیدر۔ باپ سے کچھ حوصلہ مین بڑھا ہوا تھا اُس نے شاہزادۂ ابراہیم کی بڑی خاطرداری کی۔ اور بہت جلد اپنی سپاہ آراستہ کرکے اُسکی امداد کی اور اُسے تخت نشین کرانے کے لیے مستعد ہوا۔ یہان ابھی تک جمشید کا کام کچھ نہ بنا تھا لوگ اُسکو باپ کا قاتل سمجھکر وارث سلطنت نہین سمجھتے تھے۔ اور اُسکی بدمزاجی اور تندخوئی سے ناراض تھی اسی سبب سے جب علی برید فوج لیکر آیا۔ تو جمشید کی طرف کسی نے ہاتھ پیر نہین ہلائے۔ اور اُسے قلعہ گولکنڈہ مین محصور ہونا پڑا۔

۲۶۲۔ برہان کے حملہ کے باعث علی برید کا بیجاپور کو بھاگنا۔ شاہ طاہر جانتا تھا۔ کہ علی برید سنی ہے۔ اور جمشید قلی شیعہ ہے اگر علی برید کی اعانت سے شاہزادہ ابراہیم قلی گولکنڈہ کا بادشاہ ہوگیا تو وہ ممکن ہے کہ سنی ہوجائے اُس نے برہان کو سمجھایا۔ کہ اگر ایسا ہوگیا تو ایک رفیق سلطنت مخالف ہوجائیگی۔ بہتر ہے۔ کہ ایسے وقت مین جمشید کی مدد کرکے اُسے بادشاہ کرادیجیے۔ کہ وہ ہمیشہ آپ کا طرفدار رہیگا۔ برہان کی سمجھ مین آگیا۔ اُس نے فوراً علی برید کے ملک پر کوچ کیا۔ اور قلعہ کو ہیر کو محاصرہ کرکے لے لیا۔ علی برید اور اُس کا چچا خان جہان یہ سنکر بڑی گھبراے۔ اور گو لکنڈہ کا محاصرہ چھوڑکر لوٹے۔ مگر جب دیکھا۔ کہ برہان کا مقابلہ نہین کیا جاسکتا تو وہ بجاے اپنا ملک بچانیکے جان بچا کر بیجاپور بھاگ گیے۔ جمشید محاصرہ سے نکلکر پھر ملک کا مالک ہوگیا۔ اور برہان کا نہایت مشکور رہوا۔ بلکہ سرحد پر اُسکی ملاقات کو بھی گیا۔ برہان نے اپنے تمام شہزادی اور اُمرا استقبال کو بھیجے۔ اور نہایت تعظیم و تکریم کی۔ اور چاہا کہ چتر و آفتاب گیر جو بادشاہون کی خصوصیات مین تھا اُسے عنایت کرے مگر جمشید نے باہمی مساوات کی وجہ سے برہان سے خطاب لینا منظور نہ کیا۔ بلکہ کچھ ایسا جواب دیدیا۔ کہ جس سے وہ ناراض بھی نہ ہوا۔

۲۶۳۔ شاہزادہ ابراہیم قلی کا بیجانگر کو جانا راستہ مین بیدر کے قریب علی برید نے اسوقت ایک بڑی بدایمانی کی۔ شاہزادہ ابراہیم قلی کو جو اُسکے پاس استمداد کے لیے آیا تھا بے فوج دیکھکر لوٹ لیا۔ چالیس ہاتھی اور ساٹھ ہزار ہون اور بہت سے گھوڑے جو اُسکے ساتھ تھے چھین لیے۔ اِس لیے شاہزادہ ابراہیم قلی نے ابراہیم عادل شاہ کے پاس بیجاپور کو جانا پسند نہ کیا وہ بیجانگر کو چلا۔ سید جی سلحدار و ریحان حمید خان حبشی کانا جی برہمن وغیرہ چند آدمی اُسکے ساتھ تھے۔ جب دریای کشنا کے کنارے پہونچے۔ تو ایک ڈاکو ون کی سردار نارائن راما نے اُنہین گھیر لیا۔ اور جمشید قلی کو اطلاع دی جمشید نے دو گھوڑے

اور ایک ہاتی سعہ پانچہزار ہون نارائن ماتا کے لیے روانہ کیے اور اُس سے شاہزادہ ابراہیم قلی کے گرفتار کرنے پر
بڑے بڑے وعدے کیے۔ شاہزادہ کو بڑی تشویش ہوئی مگر دریا بیچ مین تھا۔ ڈاکو اُس پار تھی اس لیے بغیر
اس کے کہ شاہزادہ پار اُترے وہ پکڑ بھی نہ سکتے تھے۔ شاہزادہ اِسی پار پڑا رہا۔ اور چپکے سے بیجانگر کو
رامراج کے پاس آدمی بھیجا۔ اور اپنے حال سے اطلاع دیکر اُس سے مدد چاہی۔ رام راج پر اُس کے ابتدائی زمانہ
مین سلطان قلی نے بڑی مہربانی کی تھی اور ریسٹ سدنتی کا علاقہ اپنی طرف سے دیا تھا جب تین برس کے بعد رامراج سے
وہ علاقہ عادل شاہ نے چھین لیا۔ تو وہ سلطان قلی کے پاس استمداد کے لیے آیا تھا۔ گو سلطان قلی نے عادل شاہ سے
اُس کے لیے لڑائی مول نہ لی مگر اسکی ایسی خاطرداری کی کہ وہ یہان سے خوش دل ہو کر بیجانگر چلا گیا۔ اُسکو وہ احسان یاد
تھا۔ یا تو اس سبب سے یا اِس وجہ سے کہ شاہزادہ ابراہیم سے کسی وقت کچھ فایدہ ہوگا رامراج نے اُسکی امداد کرنا مناسب سمجھا۔ اور
نارائن ماتا کو لکھا کہ شاہزادہ سے کچھ مزاحمت نہ کرے اور بیجانگر آنے دی۔ اسلیے نارائن ماتا ہٹ کر چلا گیا۔ اور شاہزادہ ابراہیم
بے تکلف روانہ بیجانگر ہوا۔ رامراج نے اپنے امرا اور بیٹون کو استقبال کے لیے بھیجا۔ اور نہایت خاطرداری کی۔ اور جاگیر مقرر کر دی۔

۲۶۴ - برہان شاہ جمشید شاہ رامراج کا ابراہیم پر حملہ

جب ابراہیم نے برہان کی اس تدبیر کو دیکھا۔ تو اُسنے بھی دریا عماد شاہ سے توڑ جوڑ لگائے
اور اسکی بہن اور علاء الدین عماد الملک کی بیٹی مسماۃ رابعہ بی بی سے نکاح کیا۔ مگر نہ معلوم کسی بات سے
اِن دونون بادشاہون مین عداوت ہو گئی۔ اسلیے سوائے علی برید کے ابراہیم کا کوئی طرفدار نہ رہا۔ اب برہان شاہ نے
علاؤالدین کو اور نیز جمشید قلی کو ابراہیم عادل شاہ کی حملے مین شریک ہونیکو بلایا۔ اور تینون اکٹھے ہو کر شولاپور پر پہونچے
مگر ابراہیم نے اِسوقت بڑی تیزی کی۔ اور پرینڈہ کو جا گھیرا۔ برہان نظام شاہ اور جمشید قطب شاہ اور دریا عماد شاہ یہ
سُنکر پرینڈہ کی طرف پھرے ابراہیم اور علی برید نے پرینڈہ کے محاصرہ کو چھوڑ کر دشمنون کے مقابل مین صف آرائی کی
موضع خاص پوری مین فریقین کی خوب لڑائی ہوئی۔ اور ایک عرصہ تک غالب و مغلوب کوئی معلوم نہین ہوا۔
مگر جمشید قلی نے اُسوقت بڑی جوانمردی کی دو ہزار فوج لیکر بیچ مین گھس گیا۔ اور ابراہیم کی فوج کو زک دی۔ ابراہیم
عادل شاہ اثاثہ سلطنت کو چھوڑ کر بھاگا۔ علی برید نے بیدر کا راستہ لیا۔ مگر جمشید نے اُس کا سخت تعاقب کیا۔

اور لڑکر اُس سے اثاثہ شاہی چھین لیا۔ علی برید کے بہت آدمی مارے گیے۔ بعدازان جمشید اپنی دارالسلطنت کو
چلا گیا۔ چونکہ برہان کے صرف جمشید اور دریا عماد شاہ ہی دوست نہ تھے بلکہ رامراج بھی اُس کا طرفدار ہوگیا تھا۔
اس لیے برہان نے خواجہ جہان حاکم پرندہ کو ساتھ لیکر شولاپور پر پھر حملہ کیا۔ اور ملک کو خوب تباہ و ویران کر دیا۔
ابراہیم عادل شاہ کی فوج کو کئی دفعہ شکست دی۔ اُدہر سے جمشید نے فوج لیکر چڑہائی کی علاقہ کالنی مین ایک
قلعہ بنایا۔ اور قلعہ اتیگر کا محاصرہ کر لیا۔ رامراج نے بھی اپنے بھائی وینکٹادری کو بڑی زبردست فوج کے ساتھ
رایچور پر بھیجا۔ اب ابراہیم کی عقل کے طوطے اُڑ گیے۔ اور چارون طرف فتنون کی آگ بھڑکتی دیکھکر اسدخان
کو بلگوین سے بلایا۔ اور مشورہ لیا کہ کیا کرنا چاہیے۔ اُس نے کہا۔ کہ ہمارا اصلی دشمن برہان شاہ ہے۔
باقی اُس کے ساتھی ہین اگر اُس کا بندوبست ہوگیا۔ تو اور لوگ جلد راضی ہوجائینگے۔ غرض کہ جب اُس نے
ابراہیم کو سب نیچ اونچ بتادی تو اُس نے اسدخان کی راے کو پسند کیا۔ اور پھر اس طرح عمل درآمد ہوا کہ شولاپور کے
ساڑھے پانچ طپے برہان نظام شاہ کو دیدیے۔ جب برہان شاہ کا مقصد پورا ہوگیا۔ تو اُس نے ابراہیم
سے صلح کر لی اور جمشید کو پوچھا بھی نہین۔ ابراہیم نے جمشید سے صلح کے کچھ پیغام سلام نہین کیے۔ اسلیے جمشید
گھبرایا۔ اور برہان سے کہا۔ کہ مین نے تو ابراہیم سے فقط آپ کی خاطر لڑائی مول لی ہے۔ اور آپ مجھ سے
بلا اطلاع ابراہیم سے صلح کرتے ہین۔ یہ بالکل بیجا ہے برہان نے کہا کہ اس وقت بضرورت مین نے
اس صلح کو قبول کر لیا ہے۔ آپ قلعہ کالنی کی محافظت کیجیے۔ موسم برسات کے بعد آیندہ مین پھر آؤن گا۔
اور ابراہیم کے ملک کو فتح کرون گا۔ اُس وقت دریاے بھینوترہ کے پاس گلبرگہ ایتگر ساغر آپ کا اور اس پار
شولاپور نلدرگ وغیرہ میرا رہیگا۔ یہ کہکر برہان شاہ احمدنگر چلا گیا۔ جب ابراہیم کو وہان سے فرصت ملی تو اُس نے
پھر رامراج کو ایک نہایت عجز و انکسار کے ساتھ خط لکھا۔ اور اُسکو ہدایاے نفیسہ اور تحایف غریبہ چرب زبان
ایلچیون کے ہاتھ روانہ کیے۔ چونکہ رامراج ابھی اپنے ہی ملک کو باغیون اور سرکشون سے بالکل صاف
و پاک نہ کرنے پایا تھا وہ اس خوشامدی خط سے راضی ہوگیا۔ اور خوشی خوشی بیجانگر کو چلا گیا۔ آخر ابراہیم

۹۵۰ھ امرا اوس سے خوش نہین ہین - ایسی حالت مین لڑنے سے خود اوسی کو نقصان پہونچے گا اور بدنامی ہوگی اور ناک کٹ جاسے گی - مگر یہان نقل کی اصل ہوگئی - اگرچہ رمل وغیرہ کی پیشین گوئی بالکل جھوٹ بات ہوتی ہے - مگر اس پیرایہ مین عاقلون کو ایک موقع ملا کرتا ہے - کہ وہ ان نادان احمق بادشاہون کو عمدہ عمدہ نصیحتین کر دیا کرتے ہین - یہ واقعہ آخر سنہ ۹۵۰ھ کا ہے -

۹۵۱ھ

۲۶۶ برہان پر ابراہیم کی اور بریدپر جمشید کی فتح -

سنہ ۹۵۱ھ مین رام راج کی تحریک سے برہان نظام شاہ نے ابراہیم پر چڑھائی کی اور گلبرگہ کا آکر محاصرہ کر لیا - ابراہیم بھی اوسکے دفعیہ کو آیا - مگر برسات کا موسم تھا - اور گھاٹون پر برہان کی فوج نے قبضہ کر لیا تھا - وہ دریاے بھیورہ سے آگے نہ بڑھ سکا - اور آخر برسات تک وہین دریا کے کنارے پر پڑا رہا لیکن جب برسات اخیر ہوئی اور پانی دریا مین کم ہوگیا - تو زور مار کر دریا کو عبور کیا قصبہ ادرجان مین دونون دشمن آمنے سامنے ہوئے اول تو برہان کے دونون بازوون سے ایسے حملے ہوئے - کہ ابراہیم کے دونون بازو شکست کھاکر بھاگ گئے - لیکن جب برہان کے آدمی فتح کو دیکھکر لوٹ مین پڑ گئے - تو ابراہیم چار ہزار آدمیون سے ایک مخفی مقام سے شیر کی طرح نکلا - اور برہان کو سخت شکست دی - اور اوسکے ہاتھی گھوڑے سب چھین لیے - اسی وقت علی برید نے آٹھ ہزار سوار سے جمشید قلی پر حملہ کیا - تاکہ وہ برہان کی مدد کو نہ آئے - اور گولکنڈہ کے قریب چالکوتک پہونچ گیا - مگر یہان جمشید نے دیکھا - کہ ابراہیم ادھر گھرا ہوا ہے علی برید کی مدد وہان سے آنا محال ہے - اسلیے گولکنڈہ کا اچھا بندوبست کرکے تین سو سلحدار سے اوس نے سیدھا بیدر پر کوچ کیا - اور نہایت پھرتی سے بیدر کے قریب حوض کٹھانہ تک پہونچ گیا اور ملک کو غارت کرنا شروع کر دیا - اہل قلعے نے قلعے بیدر کے دروازے بند کر لیئے اور علی برید کو خبر بھیجی - اس پر علی برید بیدر کو واپس چلا - موضع بیلہو وکلاپور کے مابین فریقین کا مقابلہ ہوا - جسمین جمشید قلی کو غلبہ رہا - اور فریقین لڑائی کے بعد اپنے اپنے گھرون کو رخصت ہوئے -

۹۵۱ھ

۲۶ء جمشید کا علی برید پر حملہ اور قلعے کولاس بنانا۔

اب برید نے جمشید پر پھر حملے کی طیاری کی جمشید بھی غافل نہ تھا اوس نے دیکھا کہ علی برید کا اگر کامل بندوبست نہ کیا گیا اور سستی کی تو اوسکی قوت بڑھ جاے گی۔اس لیے قبل اس سے کہ علی برید جمشید پر حملہ کرے اوس نے خود ہی علی برید پر حملہ کیا۔جمشید کا ایک ہندو سردار جگدیو راو نائکواڑی تھا جب کولاس کے پاس پہونچے تو اوس نے قبل از جنگ یہ راے دی کہ کولاس کی پہاڑی پر اگر قلعہ بنایا جاے تو یہان پر فوج کو حملے کے لیے پناہ گیری کا اچھا موقع ہے۔دشمن کا ملک یہان سے قریب ہے۔جب چاہین یہان سے اوس پر حملہ کر سکتے ہین۔اس سے جمشید بہت خوش ہوا۔اور اوسی کو اس کام پر مقرر کیا۔اور دو ایک سردار اور جو اس کام پر مقرر کیے وہ اوسکے ماتحت رہے۔اب علی برید بھی بیدر سے آپونچا۔طرفین کے لشکر نارائن کھیڑ د حسن آباد کے میدان مین آپڑے لڑائی شروع ہوئی۔ایک عرصے تک لڑائی رہا کی۔دونون طرف کے کچھ نہ کچھ آدمی روز مارے جاتے تھے۔مگر کچھ فیصلہ نہین ہوتا تھا اس مین معلوم نہین کہ کیا سبب ہوا۔بشیر عین الملک کنعانی ایک سُنّی سردار جو غالباً میان محمد سابق جاگیر دار بلگوان کا بیٹا تھا۔اور اسمٰعیل کے زمانے کے شیعہ گردی مین بھاگ کر امیر برید کے پاس چلا آیا تھا علی برید سے ناراض ہو گیا۔اور جمشید کے پاس چلا آیا۔چونکہ یہ ایک جلیل القدر سردار تھا۔اس سے جمشید کو بڑی تقویت ہوئی۔اسلیے اُسنے اُسکی کمال خاطر داری کی۔بلکہ جس وقت جگدیو راو نے اطلاع دی کہ قلعہ طیار ہو گیا اور جمشید قلی اوسکے دیکھنے کو چلا تو لشکر مین اپنے بجاے بشیر عین الملک کو سردار کر گیا۔جب علی برید کو یہ خبر لگی۔تو اوس نے اچھا لشکر لیا۔اور بشیر پر چُپ چُپاتی قدم بڑھاے یہ حضرت ایک اونچے پشتے پر بیٹھے ہوئے شراب پی رہے تھے اس بات کی مطلق خبر نہ تھی کہ ہماری موت تیزی سے چلی آرہی ہے۔ندیمون نے منع بھی کیا۔کہ یہ موقع شراب نوشی کا نہین ہے۔دشمن قریب ہے کھلا ہوا میدان ہے۔مگر اوس نے ایک نہ سُنی۔یہان تک کہ علی برید

کے آدمی آگئے - اور اونہون نے گھیر کر اوسے ہمراہیون سمیت مارڈالا - جب جمشید قلی کو اطلاع ہوئی تو اگرچہ اوس نے انتقام لینا چاہا - مگر جب دیکھا کہ علی برید نے اپنا کام کر کے بیدر مین جا کر پناہ لی تو اوس نے کولاس نارائن کھیڑہ اور حسن آباد پر قبضہ کر لیا - اور قلعہ جگدیورا اوسکے سپرد کر کے دارالسلطنت چلا آیا - یہ واقعہ شروع ۹۵۲ھ کا ہے -

۹۵۲ھ

۴۶۸ شاہ طاہر کی علی برید کے یہان ناقدری -

چونکہ برہان کو اپنی شکست کا ابراہیم سے بدلہ لینا ضرور تھا - اوسنے رام راج دریا عماد شاہ اور علی برید وغیرہ کے یہان اپنی ساتھہ ملانے کو ایلچی بھیجے - رام راج اور دریا عماد شاہ تو مدد کے لیے راضی ہوگیے مگر شاہ طاہر جب علی برید کے پاس گیا - تو اوس نے ابراہیم کا ساتھہ چھوڑنے سے بالکل انکار کیا - اور اپنے باپ کے برخلاف برہان کو چھوڑ دیا - اور اوسکی مجلس مین شاہ طاہر کے ساتھہ بے ادبانہ باتین کی گئین اوسکو ایک مسخرہ بنا لیا گیا کہتے ہین کہ ایک مرتبہ علماے بخارا سے استفتا کیا گیا تھا - کہ یہ مٹی جو راستے مین حیوانات کی نجاست سے ملی ہوئی ہوتی ہے ایام برسات مین اگر اسکی چھینٹ کسی پر پڑ جاے تو وہ پاک ہے یا پلید - اس پر علماے دین قیاس کہ گو قوی شبہہ ہے کہ اوس مٹی مین حیوانات کی نجاست ملی ہوئی ہوتی ہے مگر عین الیقین نہین ہوتا یہ حکم دیا تھا کہ اس مٹی کو پاک و طاہر سمجھنا چاہیئے جس سے لازم آتا ہے کہ بخارا کے جانورون کا نجس بھی پاک و طاہر ہے اس سبب سے یہ مشہور ہوگیا ہے کہ "طین بخارا طاہر" لیکن تاریخ فرشتہ والا اسکی دوسری توجیہ بتاتا ہے وہ کہتا ہے کہ چونکہ بخارا عرصے دراز تک دارالاسلام اور دینی علوم کا معدن بزرگان دین اور مشائخان اہل یقین کا مسکن تھا اوسمین رافضی و خارجی کا کبھی گزر نہین ہوتا تھا - اس سبب سے رافضیون نے عداوت سے شہرت دی ہے - کہ "طین بخارا طاہر" غرض کچھ ہی ہو - خان جہان علی برید کے چچا نے جو بڑا اطباع اور گفتگو مین طاق تھا شاہ طاہر سے بطریق استہزا پوچھا - کہ سرگین بخارا طاہر ہے یا نجس - شاہ طاہر نے اسکو سنکر ٹالدیا - مگر

جب برہان سے آکر کہا - تو اوسے بہت برا معلوم ہوا -

۲۶۹ علی برید اور ابراہیم کی برہان جمشید اور دریا عماد شاہ سے شکستین -

۹۵۲ھ

جمشید کو علی برید سے عداوت ہو رہی تھی اوسنے برہان کو لکھا کہ علی برید کے مقابلے مین مجھے مدد دیجیے - یہان برہان اوسکے لیئے پہلے ہی سے تیار ہو رہا تھا دریا عماد شاہ کو بلاکر فوراً اوسطرف راہی ہوا - اِن تینون بادشاہون نے اوسکے قلعے کے قریب باہم ملاقات کی اور یہ ٹھیرا کہ قلعے اوسہ کو برہان اور میدک کو جمشید اور راودگیر کو دریا عماد شاہ لے لیلے - اَب اِن تین کے سامنے علی برید کیا کرسکتا - اسلیے اوسنے ابراہیم سے قلعے کلیان کے دینے کے وعدے پر مدد چاہی - ابراہیم بھی فوج لے کر آیا - اور اخلاص خان اپنے ایک سردار کو علی برید کے ساتھ جمشید کے مقابلے کو بھیجا - جمشید سے نراین کھیرہ کے قریب مقابلہ ہوا - جمشید کے دہنے بازو پر سیف خان عین الملک ایک سُنی سردار اور بائین بازو پر جگدیو راو تھا - اور علی برید کے میمنہ پر اخلاص خان پانچہزار فوج سے اور میسرہ پر خان جہان تھا - خوب لڑائی ہوئی - مگر جمشید کو ہی حسب دستور سابق فتح رہی اور دہر ابراہیم اور برہان سے اوسکے قریب لڑائی ہوئی وہان ابراہیم کو شکست ہوئی - اَب میدک تو جمشید نے لے لیا - اور برہان کا پہلے اوسہ پر اور پھر اودگیر پر قبضہ ہوگیا - اب برہان قندہار کے فتح کو چلا یہان علی برید اور ابراہیم دونون اوسکے مقابل ہوئے - مگر یہان بھی اون کو شکست ہوئی - اور بہت سے گھوڑے ہاتھی چھن گئے - یہ واقعات ۹۵۲ھ کے ہین -

۲۷۰ شیعون کا سنی بنکر ابراہیم کو دہوکے دینا -

اس زمانے مین بیجاپور کے امرا کا کچھہ عجیب ہی حال تھا - جب سے کہ ابراہیم نے سنی مذہب اختیار کیا - اور چند شیعہ مذہب کے امرا کو اور نیز کچھہ شیعہ فوج کو نکالدیا تھا سوا ے چند معزز امرا کے جیسے اسدخان خسر ابراہیم عادل شاہ تھا - اور تمام شیعہ ارکین اور فوج کے آدمیون نے اپنے آپ کو تقیہ کر کے حنفی بنالیا

تھا۔ چونکہ شیعہ یہاں اس قدر کثرت سے تھے کہ وہ تمام آدمیون کو کسی طرح نکال بھی نہ سکتا تھا۔
سوائے اسکے سنیون کو ان سے اتنی پرخاش بھی نہین ہوتی شیعہ باوجود اس حالت منافقانہ کے
اپنے اپنے عہدون پر بحال چلے آتے تھے۔ اور برہان اور جمشید پردس کے شیعہ بادشاہون
کو ابراہیم کے برخلاف مدد دیا کرتے تھے۔ اِس سبب سے ابراہیم کو ہمیشہ اپنے دوستون اور رفیقون
سے جن مین کثرت سے شیعہ تھے شک وشبہہ مین رہنا پڑتا تھا۔ اور چونکہ کوئی شخص عالم الغیب نہین
ہوتا بارہا اوسکو اس شک کے باعث دوستون سے بھی بدظن ہونے کا اتفاق ہو جاتا تھا۔
جس سے خود اوسیکو نقصان پہونچتا تھا۔ مگر اس تنگی مزاج سے اوسے یہ فائدہ پہونچا کہ ان منافقون
کا اوسی پر کبھی داؤن نہ چل سکا کہ اوسکو بالکل غارت کر دیتے۔

۱۷۲۔ ابراہیم کا بدخواہون کو قتل کرنا۔ اور شاہزادہ عبد اللہ کا بھاگ کر بندر گوا مین پناہ لینا۔

غرض کہ جب ابراہیم کو شکستون پر شکستین ہوئین تو اوسنے ان دورنگون کو سنہ ۹۵۳ ہجری مین قتل کرنا شروع کیا اور دو تین مہینے مین ستر مسلمان اور اونکے چالیس ہندو رفیقون کو ملک عدم

۹۵۳ھ

کا رستہ دکھایا۔ اِسمین شک نہین کہ اِن مقتولون مین بعض بے گناہ بھی ہونگے۔ مگر ابراہیم کا
خیال غلط نہ تھا۔ اِن مین سچے مجرم بھی ضرور تھے۔ مگر معلوم نہین ہوتا تھا کہ کون درحقیقت مجرم ہے
اور کون نہین اور یہی باعث تھا کہ اسد خان لاری سے بھی ابراہیم ناراض ہو گیا تھا۔ اوسکو پروانہ
التفات اور میوے وغیرہ بھیجنا موقوف کر دیا تھا جسکا ہمیشہ دستور تھا۔ اور اسیکے ساتھ اسد خان
کے متعلقین کو بھی روک لیا تھا جو اسوقت بیجاپور مین تھے مگر چونکہ اسد خان سچا خیرخواہ تھا اوسنے
ابراہیم کو ایک عرضی بھیجی اور اوسمین اپنی خیرخواہی کے وجوہات لکھے جس سے ابراہیم کا شک رفع ہو گیا۔
حسب دستور پروانہ اور میوہ وغیرہ پھر بھیجنا شروع کیا۔ اور متعلقین کو بھی بھیجنے کا ارادہ کیا۔ مگر
چونکہ ابراہیم کی امر کشی سے تمام لوگ اوس سے متنفر ہو گئے تھے۔ امرا نے باہم مشورہ کیا کہ اس کے

بھائی شہزادہ عبداللہ کو تخت پر بٹھا کر ایمہ اثنا عشر کا خطبہ پڑہوائین ابراہیم کو معزول کردین
اور اسی واسطے چاشنی گیر کو راضی کیا کہ وہ ابراہیم کو زہر دیدے - لیکن چونکہ وہ باورچی سُنی تھا
اوسنے برہان کا مطلب سمجھ لیا - اور سُنی بادشاہ کو زہر دینا مناسب نجانا - مگر یہ تو ہر ایک
بات کی خبر رکھتا تھا - اِس کو بھید لگ گیا - اِسپر اوسنے اسدخان کے متعلقین کو پھر روک لیا - اور
جسپر اوسکو شبہہ ہوا اون نمک حرامون کو پکڑ پکڑ کر خوب قتل کیا - اور گو اوسکا ارادہ نہ تھا کہ شاہزادہ عبداللہ
کو اس جرم مین ماخوذ کرے - مگر اوسپر ایسا خوف بیٹھا کہ جب ابراہیم نبالہ کو ہواخوری کے لیے جاتا
تھا وہ شہر سے نکل گیا - اس زمانے مین پرتگالیون کی شوکت و سطوت کا بڑا شہرہ ہو رہا تھا - اونکے
پاس سے قیدی کو لے لینا گویا غیر ممکن تھا - اس لیے عبداللہ سیدھا بندر گوا مین اونکے پاس
چلا گیا - ایسے شاہزادون کا حاصل ہونا اونکے لیے ایک نعمت عظمیٰ تھا اُنہون نے اوسکی نہایت
عزت اور خاطر کی - اور اپنے پاس رکھہ لیا یہ واقعہ ۹۵۴ھ ہجری کا ہے -

۹۵۴ھ

۲۷۲ - امراے بیجاپور و برہان و جمشید کا شاہزادہ عبداللہ کو ابراہیم کے بجائے تخت نشین کرنے کا ارادہ - مگر ناکامیاب رہنا -

اس زمانے مین ابراہیم اور برہان ایک مدت سے لڑتے لڑتے
غالباً دق ہو گئے ہونگے ۹۵۳ھ و ۹۵۴ھ مین طرفین سے
کسی نے لڑائی کا ارادہ نہ کیا - البتہ علی برید نے ابراہیم سے
مدد مانگی - اور خود اوسکے پاس گیا جمشید اوسکا بڑا دشمن تھا -
اسنے برہان کو بھڑکایا - اور اوسنے ابراہیم کو ایک خط لکھا کہ
ہمارے اور تمھارے درمیان لڑائی کا بڑا سبب علی برید ہے - اگر اسکو مار ڈالا جاسے تو ہمیشہ کی
لڑائی جاتی رہے - چونکہ شاہزادہ عبداللہ کا کھٹکا تھا - اس لیئے غالباً برہان کی خاطرداری سے
ابراہیم نے علی برید کو جو اسوقت اُسکے لشکر مین تھا قید کر لیا - اس کے بعد برہان نے قلعہ قندھار محاصرہ
کر کے لے لیا - اودھر ابراہیم نے بیجانگر کا کچھہ علاقہ دبا لیا - یہ بات برہان کو بُری معلوم ہوئی وہ چاہتا تھا

کہ ابراہیم کی قوت نہ بڑہے - سواے اسکے آپ عبداللہ کے فرار کی خبرین بھی مشہور ہوئین -
اور امراے بیجاپور نے برہان جمشید کو لکھا - کہ ابراہیم کو معزول کر کے ہم چاہتے ہین کہ شاہزادہ
عبداللہ کو تخت نشین کرین - مگر آپ کی بغیر امداد یہ کام انجام نہین پا سکتا آپکی عنایت ضرور ہے -
اسلیے برہان اور جمشید نے صلاح مشورے کے بعد عبداللہ کو تخت نشین کرانے کا ارادہ کیا اور
سنہ ۹۵۵ھ مین اپنی اپنی فوجین لیکر شولاپور کی طرف باگین اوٹھائین - ابراہیم بھی فوج لیکر آیا - اور ۹۵۵
جمشید کو لکھا کہ آپ میری مدد کیجیے - اور بہت منت و سماجت کی - اودھر برہان نے پرتگالیون
کو خط لکھا کہ شہزادے عبداللہ کو بھیجد یجیے تاکہ اوسے بیجاپور مین تخت نشین کرایا جاے -
وہ فوراً اس بات پر راضی ہو گیے اور چتر شاہی اوسکے سر پر رکھا اور بادشاہ تسلیم کر لیا جب برہان
نے دیکھا کہ وہان سے حسب مراد جواب آیا تو اوسنے اسد خان کو پیغام بھیجا کہ شاہزادہ عبداللہ کو
آپ تخت پر بٹھایئے اور خود اتالیق بنیئے اور اس بات کے عمل مین لانے کے لیے آپ ہمارے
پاس چلے آئیے تاکہ اسکا انتظام کیا جاے - اسد خان نے سفیر کو جواب دیا کہ اگر ایلچیون کا
قتل کرنا مذموم نہوتا تو مین اس پیغام پر ابھی تجھے قتل کر دیتا - اور فوراً اوسے نکالدیا - اس سبب سے
برہان کو بڑی مایوسی ہوئی - مگر اوسنے سُنا کہ اسد خان آجکل بیمار ہے اور غالباً مرجاے تو تعجب
نہین اسلیے اوسنے لڑائی اور عبداللہ کی تخت نشینی کو طاق مین رکھا - اور ریتجا نام برہمن کو بہت سا
روپیہ دے کر بلگوان کو خفیہ بھیجا کہ وہان کے اہلکارون کو رشوت دے دلاکر اس بات پر راضی
کرے کہ اگر اسد خان مرجاے تو وہ قلعہ برہان کو دیدین - مگر اسد خان کو اسکی خبر لگ گئی -
اوسنے اوس برہمن کو گرفتار کر لیا اور پھر اوسے اور جو لوگ کہ اوسکے مشورے مین شریک ہو گئے تھے
جنکی تعداد قریب ستر آدمیون کے تھی اون سب کو قتل کر دیا - جب یہ بات ابراہیم کے سردارون کو
معلوم ہوئی کہ اسد خان ابراہیم کی طرف سے ہے تو وہ عبداللہ کی تخت نشینی کا خیال چھوڑ کر پھر بدستور

ابراہیم سے خیرخواہ بن گیے - اس لیے برہان اور جمشید کی ہمت بھی پست ہوگئی اب جمشید نے ابراہیم کو لکھا - کہ آپ مجھسے مدد چاہتے ہین - مگر آپ نے علی برید کے ساتھہ دغابازی کی اور اوس وقت آپ نے اسے گرفتار کرلیا جب وہ آپ کے پاس مدد مانگنے کو آیا تھا - ایسی حالت مین کوئی آپ کا کیونکر دوست ہوسکتا ہے - اگر آپ کو میری مدد منظور ہے تو اوسے فوراً میرے پاس بھیجدیجیے - اور نیز وہ گھوڑا کہ جس کا نام صباح الخیر ہے مع دو ہاتیون کے عنایت کیجیے تو بیشک آپکی حسب مراد بند و بست ہوسکتا ہے - ابراہیم تو اس وقت اس سے بھی زیادہ قبول کرنے پر موجود تھا اوس نے دیکھتے ہی جمشید کی درخواست کو منظور کیا - جمشید امیر برید کو لیکر فوراً وہان سے گولکنڈہ روانہ ہوا - راستہ مین جب بیدر کے قریب آیا - تو امیر برید اور تمام امرا کے خیال کے خلاف امیر برید کو لوازم بادشاہی دیکر بیدر رخصت کیا - وہان اوس نے جمشید کی بڑی دہوم دہام سے ضیافت کی اور بہت سے جواہر اور ہاتی گھوڑے پیش کیے - اودہر برہان نے جب سنا کہ جمشید چلا گیا تو اوس نے بھی احمدنگر کا راستہ لیا - اور آخر پرتگالی بھی شاہزادہ عبداللہ کے آدمیون کو منتشر ہوتے دیکھکر اوسے پھر بندر گوا کو واپس لے گئے اور ابراہیم کا ان بلاؤن سے اسدخان کی خیرخواہی کے بدولت پیچھا چھٹا -

۲۷۳ - اسدخان کی موت

اب اسدخان کی بیماری ایسی بڑہگئی - کہ اوس نے جان لیا - کہ یہ مرض مرض الموت ہے اس واسطے اوس نے دوراندیشی کی راہ سے ابراہیم کو عرضی لکھی - کہ میری زندگی کی اب کچھہ امید باقی نہین ہے آپ یہان تشریف لائیے اور قلعہ پر قبضہ کرلیجیے - تاکہ پیچھے کوئی جھگڑا نہ پڑے - چنانچہ یکم محرم ۹۵۶ھ کو ابراہیم نہایت تیزی سے بلگوین کی طرف روانہ ہوا - لیکن راستہ مین ہی خبر ملی کہ اسدخان نے اس جہان فانی سے کوچ کردیا - ابراہیم بلگوین مین پہونچا اور اوس کے تمام متروکات پر قبضہ کرلیا - اسدخان ایک بڑا لائق شخص تھا - البتہ ابراہیم کو اوس کے

۹۵۶ھ

شیعی ہونے سے بار باراوس سے اندیشہ رہا کرتا تھا - کہ وہ گرد و نواح کے شیعہ بادشاہون سے ملا ہوا ہے - لیکن اوس کا خیال اور منافقین کے باعث پیدا ہو جاتا تھا - گو اسد خان نے نہایت کثرت سے مال جمع کر لیا تھا - مگر باوجود اس کے وہ بڑا مخیر بھی تھا - سو من چاول اور پچاس بکرے اور کئی سو مرغ روزانہ اوس کے باورچیخانہ کا خرچ تھا - کہتے ہین کہ اس نے ایک خاص قسم کا لباس اور خنجر اور زین دکن مین نیا جاری کیا تھا جسکا یہان خاصہ رواج ہو گیا تھا - مگر چونکہ تاریخون مین اوس کی تفصیل نہین لکھی ہے اس لیے ہم کچھ بتا نہین سکتے کہ وہ کیسا تھا اور اب اوس کی کیا وضع ہو گئی ہے - اس نے ہاتی پر بھی زین باندہا تھا اور اوس کے منہ مین لگام لگائی تھی تاکہ وہ بغیر آنکس اور ایڑ کے چلے مگر یہ عظیم الشان جانور اس طرح قابو مین نہ آیا - اور وہ ایجاد ویسی ہی رہگئی - گو ابراہیم کا یہ ایک بڑا زبردست سردار تھا - مگر اوسے اس کے مرنے سے نہ تو کچھہ نقصان پہونچا - اور نہ کچھہ فائدہ ہوا - دونون طرفین برابر رہین -

۱۰۷ - شاہ طاہر کا انتقال پُر ملال ۹۵۶ھ

جب برہان شاہ اس سفر سے واپس احمدنگر کو گیا تو شاہ طاہر بیمار پڑ گیا اور ۹۵۶ھ مین جنت کو سدھارا - پہلے تو اوسے احمدنگر مین ہی مدفون کیا - لیکن چند روز بعد اوسکی ہڈیان نکالکر کربلاے معلے کو لے گیے - اور مقبرۂ سلطان الشہدا حضرت امام حسین کے پاس اہاگز کے فاصلہ سے دفن کیا - گو اس کے آنے سے پیشتر ہی بہت سے اسباب ایسے پیدا ہو گیے تھے - کہ جس سے شیعہ مذہب کا دکن مین چند روز کے لیے پھیلنا ضروریات سے ہو گیا تھا مگر پھر بھی ہم اس کو دکن مین شیعہ مذہب کا بانی مبانی کہین تو بیجا نہین ہے - کیونکہ اگر اس وقت برہان کو یہ شیعہ کر کے متعصب نہ بنا دیتا - تو ظاہرا بہت سی وجوہات ایسی پیدا ہو گئی تھین جن سے بیجاپور اور گولکنڈہ کی سلطنتین سنی ہو جاتین اور یہ کشت و خون جو اس زمانہ سے لیکر عرصۂ دراز تک مسلمانون کے باہم ہوتا رہا ہرگز نہ ہوتا - دکن غالباً سب مسلمان ہو جاتا - اور ہمیشہ کا خرخشہ

مٹ جاتا۔ اسی شیعہ مذہب کی نااتفاقی کا باعث تھا کہ مسلمانون مین عناد و فساد قایم ہوا اور ہندوؤن کو امارت سلطنت مین امارت کے حاصل کرنے اور دست اندازی کے موقع ملے جس سے اسلامی سلطنتین کمزور ہوتی گیئن اور طرح طرح کی خرابیون کی آیندہ کے لیے جڑ بندھگئی اور صدہا بے عنوانیون کی بنیاد قایم ہوگئی۔ جو سلطنت کے لیے زہر ہلاہل ثابت ہوئین۔ اسکے سوا یہ اقرار کرنا بھی ضرور ہے کہ یہ شخص درحقیقت بہت بڑا زبردست عالم تھا خصوصاً علم کلام اور شیعہ سنّی کے جھگڑے مین تو وہ بے نظیر تھا۔ سواے اس کے تفسیر و حدیث فقہ و اصول ریاضی اور حکمت و رمل و جفر مین اور نظم و نثر کی تحریر مین اوس وقت اوس کا مقابلہ کوئی نہین کرسکتا تھا۔ دیوان قصائد و کتاب الانشا اوس کی ہندوستان اور ایران مین مشہور ہے شرح باب حادی عشر علم کلام مین شرح جعفریہ فقہ امامیہ مین اور حاشیہ تفسیر بیضاوی و حاشیہ شرح اشارات و محاکمات مجسطی و شفا و مطول وغیرہ بہت سی اوس کی تصنیفات ہین اس کی طلاقت لسانی غضب کی تھی بات ایسی برجستہ اور موزون کرتا تھا۔ کہ جس کا لوگون کے دل پر اثر ہوتا تھا۔ برہان شاہ کو سلطان بہادر شاہ گجراتی کے حملے کے وقت اس کی زبان نے وہ فائدہ دیا جو اس کو ہزارون تلوارون سے ہونا غیر ممکن تھا۔ یہ اوسی کی لیاقت کا نتیجہ تھا۔ جو برہان کو تمام گرد نواح کے شیعہ سنی سردار مدد دیا کرتے تھے شاہ طاہر کے بعد اوس کی تین بیٹیان اور چار بیٹے باقی رہے شاہ حیدر شاہ رفیع الدین حسن و شاہ ابوالحسن شاہ ابوطالب۔ ان مین شاہ حیدر ایران کی پیدایش تھا۔ باقی یہان پیدا ہوئے تھے جب شاہ طاہر مرا ہے تو اوس کا بڑا بیٹا شاہ حیدر اس وقت شاہ طہماسپ کی خدمت مین ایران گیا ہوا تھا۔ اس لیے شاہ طاہر مرتے وقت وصیت کر مرا کہ جب وہ واپس آئے تو اوس کو سجادہ نشین کیا جائے۔ چنانچہ شاہ حیدر کے آنے پر ۹۶۴ھ مین اوس کی تعمیل ہوئی۔ اور وہ بجاے باپ کے صاحب سجادہ اور مقتداے ارباب ارادت ہوا۔

۹۶۴ھ

ساتھہی اس کے قصبہ وندارا جپوری وغیرہ جو شاہ طاہر کی جاگیر مین تھے اوس کو مل گیے اور شاہی مصاحبون مین داخل ہوگیا۔

۲۷۵ جمشید کی وفات

جب جمشید قلی علی برید کی ضیافت کھاکر گولکنڈہ آیا۔ اور تمام دشمنون سے کچھہ فکر و تشویش نہ رہی تو عیش و عشرت مین ڈوب گیا رات دن مخمور اور نشہ مین چور رہنے لگا چونکہ عیاشی کا نتیجہ ہمیشہ بیماری ہوا کرتی ہے۔ اوسے بھی طرح طرح کی بیماریون نے گھیر لیا پیٹھہ مین سرطان نکلا جس مین ایک گھرا زخم پڑگیا تھا۔ اس سے متواتر قریب دو سال کے مریض رہا مگر مرض بڑہتا گیا جون جون دوا کی۔ اس بیماری کی تکلیف سے اوس کا مزاج بڑا بد ہوگیا تھا۔ بھلا اوس شخص سے کیا امید بہبود ہوسکتی ہے۔ جس نے اپنے بزرگ بوڑہے باپ کو قتل کیا ہو۔ جو کوئی اسوقت ذرہ سی بھی خطا کرتا یہ ظالم اوسے فوراً قید و قتل کردیتا تھا۔ اس وقت اوس کی جباری اور سفاکی کا کچھہ حال نہ پوچھو کہ مخلوق پر اوس سے کیا کیا مصیبت گذر گئی سیف خان عین الملک یہ حالت دیکھکر سخت ناراض ہوگیا۔ اور مجبوراً احمد نگر چلا گیا۔ امرا نے چاہا کہ جمشید کو معزول کرکے کسی دوسرے شاہزادہ کو تخت پر بٹھائین ابھی یہ تجویزین ہو ہی رہی تھین۔ کہ جمشید کو دق ہوگئی اور چند روز بعد ۹۵۷ھ مین مرگیا۔ اور باپ کے پاس مدفون ہوا۔ یہ بادشاہ فارسی مین شعر اچھے کہتا تھا۔ جنکا یہان دہرانا ناموزون ہوگا۔

۲۷۶۔ سبحان قلی کا گولکنڈہ مین سیف خان کی مدد سے تخت نشین ہونا اور دولت قلی اور جگدیو راو کا ہنگامہ

اس وقت گولکنڈہ مین کوئی بڑا شاہزادہ موجود نہ تھا۔ اس لئے امراے غریب نے جن مین سید کمال الدین المشہور بہ مصطفی خان اردستانی اور صلابت خان ترکی غلام بھی تھے جمشید کے بیٹے سبحان قلی کو جو دو سال کا بچا تھا تخت پر بٹھایا۔ چونکہ جگدیو راو کی اس زمانہ مین بڑی شان و شوکت بڑہگئی تھی مسلمانون مین کوئی ایسا شخص نہ تھا کہ جو اوسے نیچا دکھاتا اسلیے ملقیس زمانی جمشید قلی

کسی مان نے بعض امرا کی صلاح سے سیف خان عین الملک کو احمد نگر سے بلایا - کہ بادشاہ کے ایام نابالغی مین مہمات سلطنت کو انجام دیتا رہے - جگدیوراو کے مقاصد کے یہ خلاف تھا - اس واسطے اوس نے شاہزادہ دولت قلی برادر جمشید کو بادشاہ بنانا چاہا تاکہ اوس کی حماقت سے فائدہ اوٹھاسے اور خود بادشاہی کرے - بجری خان اور جگت راو جمشید قلی کے دونون بڑے سردار جگدیوراو کے مخالف تھے اس واسطے جگدیوراو گولکنڈہ سے نکلکر بہونگیر چلا گیا - اور وہان دولت قلی کے نگہبانون کو گانٹھکر اوسے قید سے نکال کر بادشاہ بنایا - اب سیف خان نے آتے ہی سلطنت کا تمام کام ہاتہہ مین لے لیا - اور جلد ساز و سامان درست کر کے دولت قلی اور جگدیوراو کی تادیب کے لیے روانہ ہوا - اب جگدیوراو نے تفال خان وزیر دریا عماد شاہ کو سب حال لکھا اور اوس سے مدد مانگی - تفال خان بڑے حوصلہ کا آدمی تھا وہ فوراً دولت قلی اور جگدیوراو کی امداد کو چلا آیا - چنانچہ قریہ سنکرم کے پاس دونون لشکرونکا مقابلہ ہوا - اور بڑی لڑائی کے بعد سیف خان غالب آیا - تفال خان تو برار کو بھاگ گیا اور اوس کا اسباب سیف خان کے ہاتہہ لگا - شاہزادہ دولت قلی اور جگدیو بھی میدان سے بھاگے اور بہونگیر کے قلعہ مین جا چھپے سیف خان نے محاصرہ کیا - مگر جگدیوراو قلعہ سے نکل نکل کر سیف خان کا ناک مین دم کرتا رہا - سیف خان نے چاہا کہ صلح ہو جاسے مگر جگدیوراو نے نہ مانا جب محاصرہ کو طول ہوا - اور کہانے پینے کی تکلیف ہوئی تو قلعہ کی فوج اور ناٹکواریون نے جان کی امان چاہی جس سے جگدیوراو اور شاہزادہ دولت قلی نے مجبور ہو کر قلعہ کی کنجی سیف خان کو بوعدۂ امن جان بہیجدی - سیف خان نے دولت قلی کو تو بہونگیر مین ہی قید کر دیا - مگر جگدیو کو گولکنڈہ لا کر قید خانہ مین رکھا -

۷۷ - شاہزادۂ ابراہیم قلی کا بیجانگر کا زمانہ

رامراج بیجانگر کا راجہ مسلمان سپاہ اور سرداروں کی بہت قدر کرتا تھا جو سردار کہ کہین سے ناراض ہوتا اور وہان جاتا تو وہ اوسے اوس کے درجہ کے

موافق وظایف مقرر کردیتا تھا۔ اسی طرح کتنے ہی سردار اوس کے یہان جمع ہو گیے تھے
عین الملک کنعانی جو اسمعیل کے وقت مین بیجاپور سے نکل گیا تھا پھرتا پھرآتا بیجانگر چلا گیا تھا۔ رامراج
نے جب ہی اوس کی جاگیر مقرر کردی تھی جہان اسکی بخوبی گذر ہوتی تھی ایک دن عین الملک راجہ کے
دربار سے آرہا تھا۔ اور شاہزادہ ابراہیم قلی دربار کو جاتا تھا راستہ مین دونون کا سامنا ہو گیا۔
عین الملک کو غالباً معلوم نہ ہوا کہ کون آتا ہے جو وہ شاہزادہ کے جانے کے لیے جگہ دینے کا
خیال کرتا۔ ابراہیم قلی کو اپنے شاہزادہ ہونے کا گھمنڈ تھا۔ زبردستی اوس کے آدمیون کو دھکے
دے دلاکر نکل گیا۔ اور دربار کو چلا گیا۔ جب عین الملک کو معلوم ہوا تو اوس کو شاہزادہ کی اس حرکت
پر غصہ آیا۔ اور وہین انتقام کے لیے ٹھیر گیا یہ خبر رامراج کو پہونچی۔ اوس نے عین الملک سے
کہلا بھیجا۔ کہ ایسا نہ کرو۔ مگر عین الملک نے کچھہ پروانہ کی ابراہیم قلی بھی وہان سے نکلا قریب تھا
کہ باہم لڑائی ہوجاے۔ مگر رامراج نے عین الملک کو دھمکا کر یہ جھگڑا رفع کرادیا۔ اسی طرح ایک
حبشی امیر عنبر خان نام ابراہیم قلی سے بھی بیشتر سے وہان رہتا تھا۔ جب ابراہیم قلی وہان گیا تو
رامراج نے عنبر خان کی جاگیر لیکر ابراہیم قلی کو دیدی اوس کو سخت برا معلوم ہوا۔ جس وقت ابراہیم
رامراج کے دیوانخانہ کو جارہا تھا وہ راستہ مین آکھڑا ہوا۔ اور دکن کے قاعدہ کے بموجب
اوس سے کہا۔ آو ہم تم تنہا لڑین جو شخص کہ اپنے مخالف کو ماریگا وہی جاگیر کا مالک ہوجائیگا
ابراہیم قلی نے اوسے سمجھایا۔ کہ راجہ کو جاگیر کا اختیار ہے جس سے چاہے لے اور جسے چاہے
دے۔ اس پر لڑنا لڑانا بے فائدہ بات ہے مگر اوس نے نہ مانا۔ آخر ابراہیم بھی گھوڑے پر سے
اوترا دونون مین لڑائی ہوئی عنبر خان مارا گیا۔ اوس کا کبودی رنگ کا نشان ابراہیم کے ہاتھہ
لگ گیا۔ چونکہ اس شاہزادہ کو یہ پہلا ہی نشان ملا تھا اس لیے اسے اپنے لیے یہ بہت مبارک
سمجھتا تھا۔ بلکہ اپنا نشان اس کے بعد یہ ہی بنالیا تھا۔ غرض اسی طرح جب تک جمشید زندہ رہا

سات برس ابراہیم قلی نے وہان کاٹے - اور رامراج کی یہان بڑی عزت و آبرو سے رہا-

۲۷۸- ابراہیم قلی کا بیجانگر سے آکر گولکنڈہ پر قابض ہونا -

امراے غریب گولکنڈہ کو جو خطرہ جگدیو راؤ کے اختیار سے تھا اب وہ ہی خطرہ سیف خان عین الملک کے اقتدار سے پیدا ہوا - اوس نے تمام امراے غریب کو بے اختیار کردیا - اور سلطنت کا کل کام اپنی راے سے کرنے لگا سبحان قلی بچہ تھا وہ کسی بات کو کچھ سمجھتا نہ تھا امراے غریب اس سبب سے سیف خان عین الملک سے ناراض ہوگیے انھون نے رامراج کو لکھا کہ شاہزادہ ابراہیم قلی کو گولکنڈہ بھیجدے - اور ابراہیم کے پاس متواتر عرضیان بھیجین کہ فوراً گولکنڈہ آجاے - ابراہیم قلی نے اپنے رفقا سیدجی اور خان اعظم حمید خان سے مشورہ کیا - اور رامراج سے اجازت چاہی رامراج نے اجازت دی اور یہ بھی کہا - کہ مین دس ہزار سوار اور آٹھ ہزار پیادہ اپنے بھائی وینکٹادری کے ہمراہ آپ کی مدد کے لیے روانہ کرتا ہون - مگر ابراہیم کے رفیقون نے اس مدد کے لینے کی صلاح نہ دی مبادا کہ رامراج کوئی ملک نہ دبا بیٹھے - ابراہیم قلی نے مدد لینے سے انکار کیا - اور گولکنڈہ کو روانہ ہوا - جبھی کہ ابراہیم قلی سرحد پر پہونچا تو مصطفی خان اردستانی سب سے پہلے اوس سے جاملا - پھر تو گرد و نواح سے فوج جمع ہونی شروع ہوئی اور چند روز مین تین ہزار سوار اور پانچ ہزار پیادہ جمع ہوگئے جب سرحد کے قطب شاہی اہلکارون کو یہ حال معلوم ہوا تو قلعہ دار گولکنڈہ اور نائکواریون نے ابراہیم کو عرضی بھیجی اور لکھا کہ آپ یہان آئے قلعہ کی کنجی حاضر ہے - چنانچہ وہ وہان آیا - اور قلعہ مین داخل ہوگیا اب ابراہیم نے مصطفی خان کو میر جملہ مقرر کیا - اور مہاجنون سے دو لاکھ روپیہ قرض لیا - اوس سے لوازمہ شاہی خریدا - اور فوج نوکر رکھی - جب یہ خبر گولکنڈہ مین پہونچی کہ مصطفی خان میر جملہ مقرر ہوگیا تو کثرت سے امرا اور فوج جوق جوق ابراہیم کے پاس پہونچنا شروع ہوگئی -

۲۷۹- جگدیو راو کی خلاصی اور سیف خان عین الملک کے فرار کے بعد ابراہیم قلی کا گولکنڈہ مین بادشاہ ہونا-

اب سیف خان عین الملک گہبرایا - اور گولکنڈہ کو اپنے خاص دوستون بحری خان و جگت راؤ و حاجی خان سرنوبت و اخلاص خان کے سپرد کیا - اور خداوندخان حبشی و علم خان و سنجر خان و قبول خان و تاج خان کو ساتہہ لیکر کھنپورہ پہونچا - پیچہے سے صلابت خان دو تین ہزار آدمیون کو لے روز روشن مین شہر سے نکلکر ابراہیم قلی کے پاس چلا گیا سب دیکہتے کے دیکہتے رہ گیے ادہر جگدیو راؤ نے جب یہ حالت دیکھی اور دیکہا کہ سیف خان اور اوسکے بڑے بڑے سردار اس وقت گولکنڈہ مین نہین ہین تو اوس نے نائکواریان قلعہ کو سمجہایا کہ ابراہیم قلی ضرور بادشاہ ہونیوالا ہے اس صورت مین بہتر ہے کہ ہر شخص ایسا کام کرے جس سے وہ اوس کے دوستون مین شمار کیا جاے - اودہر گولکنڈہ کا ایک نائکواری تہا جس سے گولکنڈہ کے قلعہ کے کسی نائکواری سے رشتہ تہا - ابراہیم قلی نے اوس کی معرفت ایک پیادہ کو گولکنڈہ دوڑایا کہ یہان کے نائکواریون سے سازباز کرے - اور جگدیو راؤ کو قیدخانہ سے نکالدے - اب اس گولکنڈہ کے نائکواری نے ابراہیم قلی کا فرمان سب کو دکہایا اور قلعہ کے تمام نائکواریون کو اپنے ساتہہ لالیا - جگدیو راو کو قید سے آزاد کردیا - پھر یہ لوگ جگت راو کے یہان گیے - اور اوسکو گرفتار کرکے جگدیو راو کی جگہ قید کیا - بعد ازان بحری خان اخلاص خان اور حاجی خان کو قتل کرڈالا - اون کے سر نیزہ پر چڑہاکر شہر مین پھرائے - سبحان قلی کو جیلخانہ مین ڈالکر تمام خزانہ اور اسباب سلطنت پر قبضہ کرلیا - پھر ان مقتول سردارون کے سر امین خان دبیر کے ہاتہہ ابراہیم قلی کے پاس بہیجدیے اوس نے یہان کی تمام کیفیت اوسے جاکر سنائی جب یہ حال عین الملک کے لشکر کو معلوم ہوا - تو اوس کے آدمی اور بہی منتشر ہوگیے اس پر سیف خان نے ابراہیم کو ایک عرضی لکھی - اور قولنامہ بہیجدینے پر خدمت مین حاضر ہونے کی اجازت چاہی

مگر غالباً امراے غریب نے اوس کے آنے کو اپنی خرابی کا باعث سمجھا اور ابراہیم قلی کو بھکایا جس سے اوس نے جواب دیا کہ جس وقت مین دارالسلطنت مین پہونچونگا - اوس وقت دیکھا جائیگا - جس سے سیف خان کو اندیشہ ہوا - اور پانچ ہزار سوار اور کچھہ اثاثہ سلطنت قطب شاہی لے کو اس کی راہ سے اس سلطنت سے باہر چلا گیا - پھر تو ابراہیم قلی بے کھٹکے آگے بڑہتا چلا آیا - جب گولکنڈہ ایک منزل رہا - تو جگدیو راو وغیرہ تالگواریان گولکنڈہ قلعہ کی کنجی لیکر حاضر ہوے - ابراہیم قلی نے سب پر نوازشین کین اور خاص کر جگدیو راو کی بڑی عزت کی قلعہ گولکنڈہ مین آکر ۱۲ رجب ۹۵۷ھ کو بادشاہ ہوگیا - اور بارہ ہزار ہون اوسی روز خیرات کیے اور اپنا وہی کبود رنگ نشان مقرر کیا جو اوس نے عنبر خان حبشی سے بمقام بیجانگر چھینا تھا مصطفیٰ خان سے اپنی بھن منسوب کر کے اوسے تمام امورات سلطنت کا کارپرداز اور پیشوا مقرر کیا -

۲۸۰ - برہان کا قلعہ کلیان پر محاصرہ اور ابراہیم عادل شاہ کا استخلاص کو جانا -

جب اسد خان کے مرنے کے بعد بلگوان ابراہیم عادل شاہ کے قبضہ مین آگیا تو برہان شاہ اور پرتگالی اپنے اپنے مسکنون کو واپس چلے گئے اب ابراہیم نے اپنے استحکام کی غرض سے اپنی بیٹی تانی بی بی علی نیر سے منسوب کردی اور اوسے اپنا دوست بنایا - اودہر شاہ طاہر کے مرنے کے بعد برہان شاہ نے قاسم بیگ حکیم اور بھوپال راو ایک ہندو کو اپنا کارپرداز مقرر کیا - اور رام راج سے تحایف دیکر اپنا بیجکر دوستی کی بنیاد کو مضبوط کیا رام راج کی طرف سے بھی اوس کے پاس ہدیہ آئیے - جب یہ خبرین ابراہیم عادل شاہ کو پہونچین تو اوس کو کھٹکا ہوا - اور اوس نے برہان شاہ کے ایلچیونکو ڈانٹا - کہ ان تحفہ تحائف کے بھیجنے سے برہان شاہ کی کیا غرض ہے - جس سے غالباً برہان شاہ کا اشارہ پاکر ایلچی بیجاپور سے بھاگ گئے - اور بیجانگر مین رام راج کے پاس جاکر عرض کیا کہ ابراہیم عادل شاہ نے اس سبب سے کہ برہان شاہ نے آپ سے دوستی پیدا کی ہے ہمارا قتل کرنا

چاہا تھا۔ جس سے ہم یہان جان بچا کر آئے ہین۔ اس پر رام راج نے برہان کو لکھا۔ کہ علی برید نے اپنے باپ کے خلاف ابراہیم عادل شاہ سے دوستی پیدا کی ہے چاہیئے کہ آپ اوس سے قلعہ کلیان کو لے لیجیے جو اوس نے ابراہیم عادل شاہ کو دینا تجویز کیا تھا یہان کیا تھا سرود بستان یاد دہانیدن۔ برہان نظام شاہ کو ایسی باتون کے سوا اور کیا چاہیئے تھا۔ وہ یہ اشارہ پاتے ہی ایک معقول فوج لے کلیان پر پہونچا۔ اور اوسے محاصرہ کر لیا۔ ابراہیم عادل شاہ نے پہلے امراے برگی کو برہان کے دفعیہ کے لیے بہیجا۔ وہ یہان آتے ہی برہان کے لشکر مین چوریان کرنے رسد لوٹنے وقت بے وقت شبخون مارنے لگے جس سے برہان تنگ ہو گیا اور اوس نے حکم دیکر لشکر کے گرد ایک چاردیواری بنوائی اس دیوار کی بلندی تین گز اور کہین کہین چار گز تھی اور اس کے بنتے کے بعد یہ معلوم ہوتا تھا۔ کہ قلعہ کلیان کے گرد ایک اور قلعہ بنگیا ہے۔ اب ابراہیم عادل شاہ بھی آیا۔ اور برہان کے لشکر کے پاس آکر دو کوس پر خیمہ زن ہوا۔ جب اوس نے دیکھا کہ برہان نے قلعہ کا محاصرہ نہ اوٹھایا۔ تو ابراہیم عادل شاہ نے بھی اپنے لشکر کے گرد ایک چاردیواری بنوائی اور دونون فوجین کتنے ہی روز تک ایک دوسرے کے مقابل پڑی رہین۔ کسی نے ایک دوسرے پر حملہ نہ کیا۔

۲۸۱۔ **لفظ برگی کی اصلیت** برگی اوس زمانہ مین ہند و فوجی ملازمون کو کہا کرتے تھے ایسا معلوم ہوتا ہے کہ یہ لفظ برگی بارگیر کا مخفف ہے۔ بارگیر کے معنی ہین بوجہ اوٹھانے والا۔ چونکہ امرا اور عہدہ داران فوجی کے ہمراہ بوجہ اوٹھانے کے لیے ٹٹو وغیرہ رہا کرتے تھے اون پر بوجہ لادا کرتے تھے اون کو بارگیر کہتے تھے۔ پھر ان ٹٹون کی نگرانی کے لیے جو آدمی کہ نوکر ہوتے تھے رفتہ رفتہ اونہین کو بارگیر کہنے لگے تھے۔ بعد ازان جب فوج مین ایسے سپاہی بھرتی ہونے لگے جن کے پاس اپنے گھوڑے نہ ہوتے تھے اور سرکار کو اونہین گھوڑے

دینا پڑتے تھے تو اون سپاہیون کو اسی بنا پر بارگیر کہنے لگے اور جو اپنا گھوڑا رکھتے تھے وہ
سلحدار کہلاتے تھے ۔ چونکہ یہ بارگیر اس زمانہ مین اکثر ہندو ہوتے تھے اس لیے انہین ہندو
سپاہیون کو بارگیر کہتے کہتے برگی یا برکی کہنے لگے تھے ۔ یہ لوگ اوس زمانہ مین فوجی لیاقت
مین کسی کام کے نہ تھے ۔ البتہ صرف اس کام کے تھے کہ رات کو لشکر کے کنارہ پر پہونچکر کچھہ
مال چورا لائین ۔ یا کسی بھوے بچھڑے کو قتل کر آئین ۔ یا جس وقت لشکر کے لیے کہین سے
سامان رسد آتا ہو اور اوس کے ساتھہ فوج کم ہو تو اوسے لوٹ لا ٹالین یا اپنے لشکر مین
چوکی پھرہ دین جس سے جنگی سپاہی لڑائی کے کام پر جا سکین ۔ غرض چھوٹے چھوٹے کامون
مین مدد دے سکتے تھے مگر بڑے کامون کے لایق نہ تھے ۔ سب سے پہلے انہین کمال خان
دکھنی نے بھرتی کیا تہا ۔ بعد ازان ابراہیم عادل شاہ نے اون سے بڑی فوج بنائی تھی ۔ مگر چھوٹے
کامون کے سوا اون سے بڑے کام نہین نکل سکتے تھے ۔

۲۸۲ - ابراہیم پر عین الملک کا چھاپہ مارنا ۔ اور ابراہیم عادل شاہ کا بھاگنا ۔

۹۵۷ھ ۹۵۷ھ اور رمضان کا مہینا تھا ۔ امراے برگی نے ایسی تاخت و تاراج کی ۔ کہ لشکر نظام شاہ مین بوجہ قحط غلہ لوگون کو روزون پر روزے رکہنا پڑے مطلق کہانے کو نہ ملا ۔ اس سے برہان نہایت دلگیر ہوا
اور محفل مشاورت منعقد کی ۔ بعض نے کہا کہ احاطہ سے نکلکر ابراہیم عادل شاہ سے لڑنا چاہیے
اگر فتح ہوئی تو پھر آکر قلعہ کا محاصرہ کرینگے ۔ ورنہ اپنے ملک کو چلے جائینگے ۔ برہان نے کہا
کہ گھوڑون مین جان نہین ہے ۔ مناسب یہی ہے کہ اس وقت احمد نگر کو چلے جائین ۔
شاہ جعفر برادر شاہ طاہر اور قاسم بیگ حکیم نے بھی اسی پر صاد کیا ۔ اور کہا کہ ہم بہت مرتبہ غالب
ہو چکے ہین ۔ اگر ایک مرتبہ فتح نہ ہوئی تو نہ سہی ۔ برہان شاہ چپ ہو گیا ۔ جب مجلس برخاست ہوئی
تو برہان شاہ تن تنہا ۔ سوار ہو کر بھوپال راے برہمن کے پاس گیا ۔ اور اہل شورے کی راے سے

اوسے اطلاع دی - بھوپال راے نے کہا - کہ ایک بات میرے خیال مین آئی ہے مگر مین
اس وقت نہین کہہ سکتا پرسون عید کے بعد عرض کرونگا - لیکن آپ خزانچی کو حکم دیدیجیے کہ جو کچھہ
مین اوس سے مانگون وہ مجھے دینے مین تامل نہ کرے - چونکہ برہان کو اوس کی خیرخواہی
پر کامل اعتماد تھا اوس نے فوراً خزانچی کو اسی طرح حکم دیدیا - بھوپال راے نے خزانچی سے رات کو
ایک لاکھہ ہون لیے اور سیف خان عین الملک سے جو آب برہان کا ایک اعلی درجہ کا امیر تھا
یہ جا کر کہا کہ اگر اس وقت بدون جنگ محاصرہ چھوڑ کر اپنے ملک کو جاتے ہین تو دشمن کے
تعاقب سے نجات ملنا دشوار ہے ہزارون خرابیان پیدا ہونگی - اور اگر لڑتے ہین تو فوج کی
حالت ایسی پریشان ہے جس سے بادشاہ کو ساتھہ لیکر جانا اور دشمن سے مقابلہ کرنا ایک سخت
خطرہ مین ڈالنا ہے - اس مین تیری کیا راے ہے - اوس نے کہا کہ ہم تو سپاہی ہین اور
تو کچھہ جانتے نہین - جو تو بہتر سمجھے ہم سے کہدے وہ ہم کر گذرینگے - بھوپال راے نے
وہ ہون اوسکو دے اور کہا کہ چاند کے دیکھتے ہی عید کی خوشی مین یہ روپیہ فوج کو تقسیم کر دیجیے
اور کہدیجیے - کہ کل سب تیار ہو جایئن بادشاہ کے سلام کو جانا ہے اوس نے بھوپال راے
کے کہنے کے بموجب اوسی طرح انعام تقسیم کر کے تمام فوج کو حکم سنا دیا - صبح کو خبر ملی - کہ
عید کی وجہ سے ابراہیم عادل شاہ کی فوج اوس سے غافل ہو رہی ہے تب بھوپال کے کہنے
کے موافق سیف خان عین الملک نے علی الصباح فوج کو تیار کیا - اور پیچھے سے دیوار توڑی
تا کہ کسی کو کچھہ گمان نہ ہو - چپکے سے نکل ابراہیم عادل شاہ کے لشکر مین پہونچا - اور ہاتھیون سے
چالیس گز دیوار ایک لحہ مین توڑ واڈالی - اور اوس کے لشکر مین یکایک گھس کر بزن و بکش کا
حکم دے دیا - ابراہیم کی تمام فوج غافل و بیخبر پڑی تھی - خود ابراہیم غسل خانہ مین عید کی نماز کے لیے
غسل کر رہا تھا - اس تاخت کی خبر سنتے ہی اچھی طرح کپڑے بھی نہ پہننے پایا - کہ اوس کو اپنی جان

بچاکر ایک کنارے ہونا پڑا۔ اور جون تون اوس دیوار سے باہر نکل کر بھاگا۔ تمام فوج پریشان ہوگئی۔ اثاثہ شاہی تمام فوج نظام شاہی کے قبضہ مین آگیا۔ یہ فتح اتفاقی تھی۔ اگر اتفاقاً اس وقت ابراہیم عادل شاہ غافل نہ ہوتا۔ تو برہان کو جان بچانا مشکل ہوجاتا۔ اور واقعات آیندہ کی صورت بالکل برعکس ہوجاتی۔

۲۸۳۔ برہان کا قلعہ کلیان کو فتح کرنا۔ اور پریندہ کو واپس لینا

اس فتح کے بعد سیف خان عین الملک کے آدمیون نے اگر برہان سے باواز بلند کہا۔ کہ فتح مبارک ہو۔ برہان کو تعجب ہوا۔ کہ کیا کہتے ہین۔ مگر جب حقیقت معلوم ہوئی تو نہایت خوش ہوا۔ اور فوراً سوار ہوکر قلعہ کے پاس گیا۔ اور قسم کھاکر کہا۔ کہ اگر اہل قلعہ آج ہی قلعہ نہ خالی کردینگے۔ تو تمام زن و مرد کو چک و بزرگ کو قتل کردونگا چونکہ ابراہیم کی شکست کی خبر سنکر اون پر مایوسی چھاگئی تھی اس لیے اونھون نے فوراً قلعہ حوالہ کردیا جس سے برہان شاہ کو بجاے ایک کے اوس روز تین عیدین حاصل ہوئین۔ ادہر دیکھیے تو ابراہیم عادل شاہ کو یہ ایسی شکست ہوئی تھی جس سے معلوم ہوتا تھا۔ کہ وہ اب کاڈو باہوا مشکل سے اوچھلیگا۔ مگر اوس نے بھی اس وقت غضب ہی کیا۔ جس طرح ہوسکا اپنی فوج کو سنبھالا۔ اور بجاے اس کے کہ بیجاپور کو جاے وہ ممالک نظام شاہی کو گیا۔ اور بیٹر وغیرہ پرگنات کو خوب لوٹا چار لاکھہ ہون وہان سے وصول کیے اور پھیر عین بیخبری مین سید ھا پرینده پہونچا۔ اور قلعہ کا دروازہ کھلا پاکر فوراً اوس کے اندر جا گھسا اور خواجہ جہان کے آدمیون کو مارپیٹ کر قبضہ کرلیا۔ جس سے برہان کی اس قدر بڑی فتح کا جوش خروش آدھا رہگیا۔ اگر اس وقت ابراہیم عادل شاہ یہ جرات نہ کرتا تو اوس کی فوج نہایت بد دل ہوجاتی اور پھر اسے اپنا بچانا بھی مشکل پڑجاتا۔ جب اوس کا قبضہ پرینده پر ہوگیا۔ تو اوس نے ایک دکھنی عہدہ دار کے سپرد کرکے اپنی شکستہ فوج کی درستی کے واسطے بیجاپور کو بہت جلد کوچ کیا۔ جب برہان کو یہ حال معلوم ہوا تو اوس نے قلعہ کلیان اپنے معتمدون

سکے حوالے کیا۔ اور پرینده کو روانہ ہوا۔ یہان اوس دکھنی عہده دار کو ہر وقت کھٹکا تھا۔ کہ کہین برہان شاہ نہ آجاسے۔ کہ ایک مچھر سکے بھنبھنا سنے کی آواز سنکر اوس کو خیال بندھ گیا۔ کہ برہان سکے سپاہیون کی نفیری کی صدا ہے۔ اس خیال سکے دل مین آتے ہی فوراً اوٹھا اور دروازه قلعہ کا کھول کر بھاگ آیا۔ اوس سکے سپاہی بھی اپنے جوانمرد سردار سکے پیچھے ہوسئے نظام شاہ ابھی دو منزل پر تھا۔ جب دو روز بعد وه یہان آیا تو دیکھا۔ کہ قلعہ بالکل خالی پڑا ہے۔ اوس نے قلعہ پر قبضہ کر سکے خواجہ جہان کو دیدیا۔ اور خود احمدنگر چلا گیا۔ جب یہ دکھنی بہادر ابراہیم عادل شاہ سکے پاس آیا۔ اور اوس کو اوس دکھنی سکے فرار کی کیفیت معلوم ہوئی تو اوس سنے فوراً اوس کو مروادیا۔ اور قلعہ کلیان کی استرداد سکے درپے ہوا۔

۴۴۸۔ رام راج کا قلعہ رایچور مدگل کو اور برہان کا قلعہ شولاپور کو فتح کرنا۔

چونکہ ابراہیم عادل شاہ اس فکر مین تھا کہ کسی طرح قلعہ کلیان کو واپس سے سے اس واسطے برہان سنے پھر رام راج سے میل جول بڑھایا۔ ۹۵۹ھ مین ایک زبردست فوج لیکر رام راج کی ملاقات سکے واسطے ابراہیم عادل شاہ سکے ملک مین سے گذرکر رایچور سکے قریب جا پہونچا۔ ۹۵۹ھ

رام راج بھی وہان آیا۔ اور دونون سرداروں کی ملاقات ہوئی۔ یہ قرار پایا۔ کہ رام راج رایچور اور مدگل اور برہان شولاپور کو سے لے۔ چنانچہ برہان اور رام راج سنے اول رایچور کی تسخیر کا اراده کیا۔ اور متفقہ افواج سنے اوس کا محاصره کر لیا مگر برہان سنے سوچا۔ کہ اگر یہ قلعہ رامراج سنے فتح کر لیا اور شولاپور پہلے فتح نہ ہوا۔ تو رام راج اپنے ملک کو چلا جائیگا۔ اور تنہا شولاپور کا مجھسے فتح ہونا پھر دشوار ہوگا اس لیے اوس سنے رام راج سکے بھائی وینکٹادری کو راضی کیا۔ اوس سنے رام راج سے کہا۔ کہ اب موسم برسات قریب آنے والا ہے برہان بھی اگر یہان رہا تو اودہر شولاپور رہجائیگا۔ اور یہان اوس سکے رہنے سے کچھ فایده نہین ہے۔ اس لیے اوسے وہان جانیکی اجازت دیجاسے

چنانچہ برہان نے کچھہ فوج دینکنا دری کی سرداری مین اپنی مدد کیلیئے رامراج سے لی اور وہان سے شولاپور کو آکر گھیرا - چلپے رومی خان نے جو گلندازون کا افسر تھا اپنی توپون کے زور سے بار بار قلعہ کی دیوار مین رخنہ ڈالدیئے مگر ایسی دیوار نہین توڑ سکتا تھا - کہ قلعہ فتح ہوجاے - دو مہینے سے زیادہ ہوگئے برہان کو یہ تردد تھا - کہ اگر رایچور اور مدگل پہلے فتح ہوگئے تو شولاپور کی تسخیر کے لیے ابراہیم عادل شاہ سخت مزاحمت کریگا - جہانتک ہوسکے اس کا جلد فتح ہونا چاہیے - اس لیے اوس نے گلندازون کو بولایا اور دہمکایا - ان مین جو یورپین گلنداز تھے اونھون نے کہا کہ یہ ساری چلپے رومی خان کی خطا ہے - اگر وہ چاہے تو قلعہ کی دیوار جلد ٹوٹ سکتی ہے اس لیے برہان نے چاہا کہ چلپے رومی خان کو اپنے ہاتہہ سے قتل کردے مگر اوس کے سردارون نے سفارش کی - اور اوس نے وعدہ کیا - کہ دس روز مین قلعہ کی دیوار توڑدونگا - بعد ازان اس نے جان کے خوف سے ایسی کوششین کی - اور گولے مارے - کہ دس روز سے پہلے دیوار ٹوٹ گئی - اور فوج نے قلعہ مین گھس کر اوس پر قبضہ کرلیا - اس جلدوی مین برہان نے چلپے رومی خان پر بڑی نوازش کی - اور ایسی عزت افزائی کی کہ خاص اپنے سواری کے گھوڑے پر اوس کو سوار کرایا - اور شاہزادہ حسین کو بارہ قدم پاپیادہ اوس کے جلو مین چلنے کا حکم دیا - اودہر رام راج نے قلعہ رایچور کو ایک مدت تک محاصرہ کرکے بوعدۂ امان فتح کرلیا - جب قلعہ داران مدگل نے یہ حال سنا تو اونھون نے قلعہ کی کنجی رام راج کو بے لڑے بھڑے بہیجدی - یہان برہان کا ارادہ تھا - کہ گلبرگہ کو جاکر فتح کرے - مگر جب خبر ملی کہ رام راج نے رایچور مدگل کے قلعہ لے لیے - اور بیجانگر کو لوٹ گیا - اور سیف خان عین الملک بھی جو برہان کا بڑا زبردست سردار تھا برہان سے اس وجہ سے ناراض ہوگیا - کہ اوس نے ایک مسلمان بادشاہ کے مقابلہ اور استیصال کیواسطے ایک ہندو سے دوستی کی ہے جس سے جہان اسلامی جھنڈا قایم تہا اور مساجد اسلامی بنی ہوئی تھین

وہان کفار کے مندر بنتے جاتے ہین- اور اوسسے چھوڑ کر الگ ہو گیا- تو اس نے بھی قلعہ شولاپور کی مرمت کرائی- اور اپنے معتمدون کو سپرد کر کے احمد نگر چلا گیا-

۹۶۰ھ

۲۸۵- برہان نظام شاہ کا بیجاپور پر حملہ اور اوس کی موت-

سنہ ۹۶۰ہجری مین برہان نظام شاہ نے رام راج سے پھر صلاح و مشورہ کیا- اور یہ ٹھیرا کہ قلعہ ساغر و اتگیر پرتا حدود دریاے بہینورہ اور نیز بیجاپور و گلبرگہ پر برہان قابض ہو جاے- جب یہ طے ہو گیا-

۹۶۱ھ

تو دوسرے سال ۹۶۱ھ مین برہان نے بڑی زبردست فوج لی اور رام راج بھی اوس کے ساتھ ہوا- پھر دونون بیجاپور پر آ گئے- ابراہیم عادل شاہ نے دیکھا- کہ وہ ان کا مقابلہ کرنے کے لایق نہین ہے- اس لیے وہ بیجاپور سے بھاگ کر پنالہ مین پناہ گیر ہوا- اب برہان شاہ نے بیجاپور کا محاصرہ کیا- قریب تھا کہ قلعہ فتح ہو جائے- مگر یکایک برہان بیمار ہو گیا- اور ایسی طبیعت بگڑی کہ قاسم بیگ حکیم کی صلاح سے اوس نے احمد نگر کا راستہ لیا- جہان جاتے ہی مر گیا- اور باغ روضہ مین باپ کے پاس دفن کیا گیا- مگر کچھ عرصہ کے بعد باپ بیٹون کی ہڈیان نکال کر حسین شاہ اوسکے بیٹے نے کربلاے معلے کو بھیجدین- اور گنبد خامس آل عبا کے باہر ایک گز کے فاصلہ پر دفن کی گئین- ۴۷ برس بادشاہی کی حقیقت مین یہ شخص بڑا چالاک تھا گو لڑکپن مین سُنی تھا- مگر اس کے بعد پہلے مہدوی ہوا- اور پھر متعصب شیعہ ہو گیا- قیاساً اس کی لڑائیون مین ایک لاکھ آدمی سے کم نہین مارے گیے ہونگے- گو اوس کی لڑائیان ملکی بنا پر تھین مگر تعصب مذہبی سے ہرگز خالی نہین تھین اس نے اپنے یہان سب سے پہلے ہندوؤن کو بڑے بڑے مراتب دیے مگر یہ یاد رکھنا چاہیے کہ اس کے یہان دو چار ہندوؤن کے سوا ہندو ملازم نہ تھے- اور وہ بھی وہی تھے- جو اس کے آبا و اجداد کے رشتہ دار اور خاندان مین سے تھے- علی العموم اس کی فوج مسلمان شیعون سے مرکب تھی- اور گجرات کی سلطنت بھی جب سلطان بہادر شاہ کے اخیر وقت سے

بگڑی تھی وہان سے بھی بہت سے تجربہ کار عہدہ دار اس کے پاس آ گیے تھے۔ اون سے اسکی فوج کو بڑی تقویت ہو گئی تھی۔ سیف خان عین الملک سنی جس نے قلعہ کلیان کے قریب ابراہیم عادل شاہ پر چھاپہ مارا تھا اور نیز چلپے رومی خان شیعہ جس نے قلعہ شولاپور پر توپون کے زور سے دیوارین توڑی تھین یہ سب گجراتی ہی تھے جو اس کے پاس آکر نوکر ہو گیے تھے۔

۲۸۶۔ حسین نظام شاہ کا بھائیون کے نزاع کے بعد احمدنگر مین بادشاہ ہونا اور ابراہیم عادل شاہ سے صلح کرنا

برہان نظام شاہ کے چھ بیٹے تھے۔ حسین[۱] عبد القادر[۲] شاہ علی[۳] شاہ حیدر[۴]۔ محمد باقر[۵]۔ خدابندہ[۶]۔ ان مین سے پہلے دونون بی بی آمنہ سے تھے۔ شاہ علی بی بی مریم دختر یوسف عادل شاہ کا بیٹا تھا شاہ حیدر خواجہ جہان حاکم پرینڈہ کا داماد تھا۔ حسین کی اس وقت تیس برس کی عمر تھی۔ باپ کے ساتھ تمام معرکون مین رہا ہوا تھا۔ سلطنت کے کامون سے واقف تھا۔ مگر باپ اسکی بہ نسبت اوس کے چھوٹے بھائی عبد القادر کو زیادہ پیار کرتا تھا اور یہی باعث تھا کہ اوس نے کسی کو ولی عہد نہین کیا تھا جس سے بھائیون کی تخت نشینی کے باب مین امرا کے دو فرقے ہو گیے۔ غریب اور حبشی حسین کی طرف ہوئے دکھنی اور ہندو شاہزادۂ عبد القادر کی طرف جب حسین تخت پر بیٹھنے لگا۔ تو شاہزادۂ عبد القادر تمام اپنے بھائیون کے ساتھ نکلکر قلعہ سے باہر چلا گیا۔ ٹیکاپور کے قریب اس کے پاس لوگ جمع ہوئے اور چتر شاہی اوس کے سر پر لگایا۔ قریب تھا کہ فریقین مین لڑائی ہو۔ مگر حکیم قاسم بیگ نے چار پانچ سو سلحدار اور حوالدار اوس سے توڑ لیے جس سے اہل قلعہ کو بڑی تقویت ہو گئی۔ پھر اونھون نے حسین شاہ کے سر پر چتر شاہی لگایا۔ اور امرا کو روپیہ دے دلاکر راضی کیا۔ اور عبد القادر کے دفعیہ کو مستعد ہوئے جب خورشید خان وعالم خان وغیرہ دکھنی امرا نے دیکھا کہ حسین شاہ قوی ہو گیا تو قاسم بیگ کی وساطت سے قولنامہ لیکر وہ بھی عبد القادر سے الگ ہو گیے۔ جب عبد القادر اس طرح اکیلا رہگیا۔ تو اوس نے اپنے

رفقا اور بھائیون سے صلاح لی۔ سب کی راے اسی پر قرار پائی کہ بجز بھاگ جانے کے اور کوئی چارہ نہین ہے عبدالقادر تو برار کو بھاگ گیا۔ اور وہین مرگیا۔ شاہ علی محمد باقر خدابندہ نے بیجاپور مین جاکر پناہ لی شاہ حیدر اپنے خسر خواجہ جہان کے پاس پرینڈہ چلا گیا۔ اب حسین نظام شاہ بادشاہ ہوا۔ اور باپ کی طرح خطبۂ امامیہ جاری رکھا۔ چونکہ اوس کو اپنے باپ کے قدیمی دشمن ابراہیم عادل شاہ سے بڑا اندیشہ تھا۔ کہ اس وقت جبکہ اوس کی سلطنت جمی نہ تھی مبادا کوئی نقصان پہونچاسے۔ اس لیے اوس نے بہت جلد سرحد پر آکر ابراہیم عادل شاہ سے ملاقات کی اور اوس سے صلح کرلی۔

۲۰۷۔ خواجہ جہان کے بھاگنے پر حسین شاہ کا پرینڈہ پر قبضہ

جب حسین شاہ کو ابراہیم عادل شاہ کی طرف سے اطمینان ہوگیا تو اوس نے اون لوگون کو جنھون نے عبدالقادر کی رفاقت اختیار کی تھی خوب سزادی۔ اس لیے سیف خان عین الملک ہراسان ہوکر برار چلا گیا خواجہ جہان دکنی نے ارادہ کیا۔ کہ ابراہیم عادل شاہ سے مدد لیکر اپنے داماد شاہ حیدر کو احمدنگر مین تخت نشین کرے۔ اس لیے وہ حسین شاہ کے پاس تعزیت اور تہنیت کے لیے نہ گیا۔ اس پر حسین شاہ نے اقامت حجت کے لیے خواجہ جہان کو ایک خط بھیجکر طلب کیا۔ خواجہ جہان نے دیکھا کہ نہ تو مخالفت ممکن ہے اور نہ حسین شاہ کے پاس جانے مین سلامتی کی امید ہے۔ اس لیے اوس نے لکھا۔ کہ معاملات کی حالت آپ کو معلوم ہے اس لیے آنے مین مجکو بڑا اندیشہ ہے اگر اس وقت آپ معاف کرین تو مین پھر کسی وقت حاضر خدمت ہونگا۔ حسین نظام شاہ نے اس جواب کے پہونچتے ہی تیاری کی۔ اور پرینڈہ پر چڑھ آیا۔ خواجہ جہان نے اپنے معتمدون کو قلعہ مین چھوڑا۔ اور خود شاہ حیدر کو لیکر ابراہیم عادل شاہ کے پاس جاکر تظلم اور استغاثہ کیا اور مدد چاہی۔ پرینڈہ کے قلعہ والون نے اس امید پر کہ ابراہیم عادل شاہ سے مدد ملیگی

قلعہ کی خوب حفاظت کی۔ مگر حسین شاہ کی توپون نے قلعہ کی دیوارین توڑدین فوج نے قلعہ مین گھسکر خوب قتل کیا۔ اور اوس پر قابض ہوگئی۔

۲۰۸۔ ابراہیم عادل شاہ اور حسین نظام شاہ کا شولاپور مین مقابلہ۔

اب ابراہیم عادل شاہ نے چاہا کہ اپنی پچھلی شکستون کا اس وقت بدلا لے رام راج سے اتحاد پیدا کیا۔ اور سیف خان عین الملک کو بڑے بڑے وعدے کر کے ملک بنگل سے بولایا۔ سیف الدولہ القاہرہ عضد السلطنتہ الباہرہ امیر الامرا کا خطاب اور علاقہ مان ویابئین و تنکری ورا سے باغ جاگیر مین دیکر اوسے اسد خان کا درجہ عنایت کیا اور خواجہ کے استصواب سے شاہزادہ شاہ علی کے سر پر چتر شاہی لگایا۔ اور اسے دو ہزار نظام شاہی سوارون سے جو حسین شاہ کے خوف سے ابراہیم عادل شاہ کے پاس چلے آئے تھے آگے سرحد پر بھیجا احمد نگر کے تمام اکابر و عمائد کے پاس خطوط اور پیغام بھیجے کہ وہ شاہزادہ شاہ علی کی بادشاہی کو قبول کرین اور خود جاکر شولاپور کا محاصرہ کیا چونکہ حسین شاہ کے امرا جو اوس کے پاس اب باقی رہگیے تھے تقریباً کل شیعہ تھے اس لیے اونھون نے ابراہیم عادل شاہ کے بناے ہوے بادشاہ کی طرف رخ بھی نہ کیا۔ بلکہ اون کو جو ہراس حسین شاہ سے ہو رہا تھا اوس کے رفع اور خیر خواہی جتانے کے لیے حسین شاہ کی رفاقت مین وہ اور بھی مستعد ہوگیے۔ جس سے اوس کا سارا لشکر یک دل ہوگیا۔ سواے اس کے وسواس راؤ برہمن نے دریا عماد شاہ کو بھی حسین شاہ کا رفیق کرلیا۔ اور وہان سے سات ہزار فوج اوس کی مدد کو آگئی۔ اب حسین شاہ بھی مقابلہ کو روانہ ہوکر شولاپور کے پاس آکر خیمہ زن ہوا ابراہیم عادل شاہ نے بھی اس وقت اپنی عادت کے خلاف بڑا دل کیا۔ اور خزانہ کھولکر سات لاکھ ہون سپاہیون مین تقسیم کر دیے۔ غرض اس وقت ابراہیم عادل شاہ نے کوئی بات اوٹھا نہ رکھی۔ ہر طرح کوشش کی۔ کہ تلافی مافات کرے۔

۲۸۹-ابراہیم عادل شاہ کا غلطی سے سیف خان عین الملک کی بیوفائی پر شبہ کرکے میدان جنگ سے بھاگنا۔

جب فریقین صف آرا ہوئے - تو ابراہیم عادل شاہ نے میمنہ پر عین الملک کنعانی و انکس خان کو اور میسرہ پر نور خان اور امام الملک کو اور سیف خان عین الملک کو ہراول کرکے خود قلب مین کھڑا ہوا - حسین نظام شاہ نے بھی اپنی فوج کو ترتیب دیکر خان زمان و بحری خان و اخلاص خان کو دریا عماد شاہ کی فوج سمیت ہراول مقرر کیا - اور توپخانہ سب سے آگے رکھا سیف خان عین الملک نے سب سے پہلے آگے بڑھکر دشمن پر ایسا حملہ کیا کہ اول ہی وہلہ مین نظام شاہی توپخانہ پر قابض ہوگیا - اور ہراول کو شکست دیکر قلب مین پہونچا دیا جس سے آخر کار حسین نظام شاہ کو خود اپنے لشکر خاصہ سے سیف خان پر حملہ کرنا پڑا - بڑی گھمسان کی لڑائی ہوئی دونون طرف کے کثرت سے آدمی مارے گیے - اور قریب تھا - کہ حسین نظام شاہ کی فوج قلب منتشر ہوجائے مگر رستم خان دکھنی و جہانگیر خان حبشی و غضنفر خان شیرازی سرداران میمنہ نظام شاہی نے جو لشکر ابراہیم سے شکست کھاکر چلے گیے تھے اپنی فوج کو جمع کیا - اور حسین شاہ کے علم کو اپنے جگہہ پر نہ دیکھکر اپنے بادشاہ کی مدد کو آگیے - جب سیف خان نے دیکھا - کہ نظام شاہ کو مدد ملگئی اور ابراہیم کی طرف سے مجھے مدد نہ ملی سوا اس کے چار سو آدمی مارے گیے اور صلابت خان اوس کا بھانجا زخمی ہوکر گھوڑے پر سے گر پڑا تو آخر وہ خود ضرورتاً گھوڑے پر سے اوتر پڑا - یہ اوسکی عادت تھی جب وہ جانتا تھا کہ دشمن غالب ہے تو پاپیادہ ہوجاتا تھا جس سے اپنی فوج کو یہ معلوم کرانا مقصود ہوتا تھا - کہ ہمارا سردار چاہتا ہے لڑائی سے نہ ہٹے بلکہ فتح کرے یا اسی جگہہ مرجائے کسی شخص نے دیکھا کہ سیف خان عین الملک گھوڑے پر سے اوتر پڑا ہے - اور حسین شاہ کے قریب پہونچ گیا ہے وہ فوراً وہان سے بھاگا - اور ابراہیم عادل شاہ سے جاکر کہا - کہ سیف خان نے اپنے پہلے بادشاہ حسین شاہ کو جاکر سلام کیا - اور بیڑہ اوٹھایا ہے کہ تجکو پکڑکر اوس کے حوالہ کرنے

ابراہیم کی تو ہر وقت شبہات کی پوٹ گردن پر رکھی رہتی تھی اوس نے یہ سنتے ہی صدق وکذب کی کچھہ تحقیق نہ کی - بلکہ نہ آگا دیکھا نہ پیچھا - جس طرح ہوسکا میدان سے نکلا - اور گھوڑے پر سوار ہو سیدھا بیجاپور کو بھاگا - ؎

نہ سدہ بدہ کی لی اور نہ منگل کی لی		نکل شہر سے راہ جنگل کی لی	

اگر یہ خبر سیف خان کو نہ پہونچتی تو وہ اس وقت حسین شاہ کو شکست دے چکا تھا - نظام شاہ کے پاس اس وقت صرف ایک ہزار آدمی باقی تھے اور سب بھاگ گیے تھے نظام شاہ بھاگنے کو تیار تھا مگر جب سیف خان کو معلوم ہوا - کہ ابراہیم عادل شاہ اس طرح بھاگ گیا - تو اوس نے بھی لڑائی سے کنارہ کیا - اور اپنے بھانجے کو ایک کپڑے مین لپیٹ کر تمام سامان چھوڑا - اور بیجاپور کا راستہ لیا - حسین شاہ مین اتنی کہان جان تھی کہ اوس کا تعاقب کرے - وہ اسی کو غنیمت سمجھا کہ جان بچی - دو روز وہان ٹھیرا - بعد ازان احمد نگر چلا گیا -

۲۹۰ - ابراہیم عادل شاہ کا سیف خان عین الملک کو موقوف کرنا -

اب سیف خان کا یہ مقصد تھا - کہ ابراہیم کو میدان جنگ کی واقعی کیفیت سمجھا کر پھر واپس لوٹا لیجائے - اس لیئے وہ اس کے پیچھے نہایت تیزی سے دوڑا - ابراہیم کی نظر جب سیف خان پر پڑی تو اوس کا شبہہ اور بھی قوی ہوا - سمجھا کہ میری گرفتاری کو آیا ہے - وہ اوس سے بھی زیادہ تیزی سے بھاگا - کہ کہین اگر گرفتار نہ کرے - اور جس طرح ہوسکا شہر بیجاپور مین داخل ہوا - سیف خان بھی شہر کے پاس جاکر اوترا - اور بادشاہ کے پاس اپنا معتمد بھیجکر درخواست کی کہ مین اسی طرح چلا آرہا ہون تمام سامان وہین رہگیا ہے - براہ بندہ پروری کچھہ ڈیرہ خیمہ وغیرہ ملجایئن - کہ مین اوس مین قیام کرون اور کچھہ روپیہ بھی عنایت ہو کہ کھانے پینے کا سامان کر کے خدمت مین حاضر ہون - ابراہیم عادل شاہ اس شکست کو سیف خان کی نحوست طالع اور بے حکم آگے بڑھجانے سے تصور کرتا تھا اسے

آیندہ حسین نظام شاہ کے بیان مین نقل کیا ہے۔

۲۹۲۔ سیف خان کا ابراہیم کو متواتر تین مرتبہ شکست دینا۔

ادہر سیف خان عین الملک بیجاپور سے اپنی جاگیر کو روانہ ہوا۔ ابراہیم عادل شاہ نے پانچ ہزار آدمی اوس کی مدافعت کے لیے معین کیے۔ جب وہ پرگنہ مان مین ندی کے کنارہ پہونچے تو صلابت خان نے بغیر اس کے کہ سیف خان سے اجازت لے اوس لشکر کا مقابلہ کیا۔ اور اون کو شکست دیکر ہاتی گھوڑے چھین لئے۔ اس فتح سے سیف خان استقدر قوی ہوگیا۔ کہ ربیع کی فصل کا محصول بھی اوس نے وصول کرنا چاہا۔ اور پرگنات مرچ وکلہر پر بھی متصرف ہوگیا۔ اس واسطے ابراہیم نے پانچ ہزار آدمی دلاور خان حبشی کے ساتھ جو آخر کار ابراہیم عادل شاہ ثانی کا وکیل السلطنت ہوگیا تھا بھیجے سیف خان وصلابت خان اپنی اپنی فوج لیکر مقابلہ مین آئے گلبرگہ کے حوالی مین لڑائی ہوئی۔ دلاور خان نے دلاوری کو سلام کیا۔ اور نوک دم بھاگا۔ تمام مال واسباب سیف خان کے ہاتھ لگا جس سے اوس نے اپنا تمام بگڑا سامان درست کرلیا۔ اور جدید فوج فراہم کی۔ پانچ ہزار سوار دو اسپہ سہ اسپہ اور ہاتی اور توپ خانہ اوس کے پاس ہوگیا۔ اب مجبوراً ابراہیم نے پچیس ہزار سوار سے اوس کے اخراج کے واسطے خود کوچ کیا جب وہ دریاے مان کے پاس پہونچا۔ تو اوسے معلوم ہوا کہ سیف خان بجاے بھاگ نے کے قصبہ مان مین موجود ہے۔ اور اپنی فوج جمع کیے پڑا ہے۔ ابراہیم اس خیال سے چند روز دریا کے کنارہ ٹہر گیا۔ سیف خان کو بہت بندہی گو اوس کا ارادہ بہاگنے کا تھا۔ مگر وہ بادشاہ کے اس قیام کو کمزوری سمجھا۔ اور بہاگنے کا ارادہ موقوف کردیا۔ بلکہ خود فوج لیکر ابراہیم کی طرف قدم اُٹھائے۔ اور لڑنے کا اعلان دیا۔ مگر لوٹ گیا۔ دوسرے تیسرے روز بھی ایسا ہی کیا۔ تین روز تک سیف خان کے آنے سے ابراہیم کی تمام فوج کمربستہ صبح سے شام تک علی التواتر کھڑی رہکر تہک تہک گئی چوتھے روز وہ پھر آیا

میدان گلبرگہ مین باہم ملاقات کرکے اوس سے فائدہ اوٹھایئن - بیدر مع مضافات ابراہیم قطب شاہ اور گلبرگہ مع توابعات حسین شاہ کے رہے - اِس قول وقرار کی تائید اور تصدیق کیواسطے حسین شاہ نے قاسم بیگ حکیم کو جو اسوقت احمدنگر مین وکیل مطلق تھا گولکنڈہ بہیجا جب سفیرونکی معرفت عہد وپیمان ہوگئے تو دونون بادشاہ گلبرگہ کے میدان مین آئے - اور باہم ملاقات کرکے بالمشافہ گفتگو کی - اور پہر گلبرگہ کا محاصرہ شروع کر دیا - دو مہینے تک برابر محاصرہ رہا - اندر اور باہر سے تیر وتفنگ چلتے رہے ابراہیم عادل شاہ بہت گہبرایا - اس کے سوا کوئی چارہ نہ دیکھا - کہ رام راج سے مدد لے اوس کو بہت سے تحفے اور روپئے بہیجے - اور نہایت منت وسماجت کے ساتھہ مدد چاہی - رام راج تو ایسے فتوحات غیبی کا منتظر ہی بیٹھا تھا - وہ فوراً راضی ہوگیا - اور بے شمار فوج اور ہاتی لیکر گلبرگہ آموجود ہوا - اور اپنے بھائی تیمراج کو ابراہیم قلی کے ملک مین لوٹ مار کو بہیجدیا - اور اوسے لکھدیا کہ مجھین اور آپ مین قدیمی محبت ہے - اس وقت آپ حسین شاہ کی تائید کے لیے آئے ہین اور مین ابراہیم عادل شاہ کی مدد کو آیا ہون - بہتر ہے کہ ہم تم ایک جانب ہو جائین - اور اس مقصد کے انجام کے واسطے مجھسے ملاقات کیجیے - سوا اس کے ابراہیم عادل شاہ نے بھی ابراہیم قطب شاہ کے پاس اسی غرض سے ایلچی بہیجا - اس پر ابراہیم قلی نے ایلچیون کی بڑی خاطر وتواضع کی - اور حسین نظام شاہ سے تمام کیفیت کہلا بہیجی اور کہا - کہ اس وقت میرا رام راج اور عادل شاہ سے ملجانا ضروری ہے - مجھے اجازت دیجیے وہ بجز ہان کے کیا کہہ سکتا تھا - چنانچہ ابراہیم قطب شاہ وابراہیم عادل شاہ ورام راج تینون بادشاہون نے دریائے کشنا اور بہیما کے سنگم کے پاس ملاقات کی - ابراہیم قطب شاہ نے کچہہ ایسی صلاح دی جس سے سب بادشاہ اپنے اپنے ملکون کو واپس چلے گئے اور لڑائی جھگڑا رفع ہوگیا - یہ واقعہ آخر ۹۶۲ھ کا ہے - اور تاریخ قطب شاہی سے ہم نے لیا ہے مگر اسی واقعہ کو تاریخ فرشتہ مین کچہہ دوسری طرح لکھا ہے - جسکو ہم نے

۹۶۲ھ

آیندہ حسین نظام شاہ کے بیان مین نقل کیا ہے۔

۲۹۲۔ سیف خان کا ابراہیم کو متواتر تین مرتبہ شکست دینا۔

اودہر سیف خان مین الملک بیجاپور سے اپنی جاگیر کو روانہ ہوا۔ ابراہیم عادل شاہ نے پانچ ہزار آدمی اوس کی مدافعت کے لیے معین کیے۔ جب وہ پرگنہ مان مین ندی کے کنارہ پہونچے تو صلابت خان نے بغیر اوس کے کہ سیف خان سے اجازت لے اوس لشکر کا مقابلہ کیا۔ اور اون کو شکست دیکر ہاتی گھوڑے چھین لئے۔ اس فتح سے سیف خان استقدر قوی ہوگیا۔ کہ ربیع کی فصل کا محصول بھی اوس نے وصول کرنا چاہا۔ اور پرگنات مرچ وکلہر پر بھی متصرف ہوگیا۔ اس واسطے ابراہیم نے پانچ ہزار آدمی دلاور خان حبشی کے ساتھ جو آخر کار ابراہیم عادل شاہ ثانی کا وکیل السلطنت ہوگیا تھا بھیجے سیف خان وصلابت خان اپنی اپنی فوج لیکر مقابلہ مین آئے گلبرگہ کے حوالی مین لڑائی ہوئی۔ دلاور خان نے دلاوری کو سلام کیا۔ اور لوگ دم بھاگا۔ تمام مال واسباب سیف خان کے ہاتھ لگا جس سے اوس نے اپنا تمام بگڑا سامان درست کرلیا۔ اور جدید فوج فراہم کی۔ پانچ ہزار سوار دو اسپہ سہ اسپہ اور ہاتی اور توپ خانہ اوس کے پاس ہوگیا۔ اب مجبوراً ابراہیم نے پچیس ہزار سوار سے اوس کے اخراج کے واسطے خود کوچ کیا جب وہ دریاے مان کے پاس پہونچا۔ تو اوسے معلوم ہوا کہ سیف خان بجاے بھاگ نے کے قصبہ مان مین موجود ہے۔ اور اپنی فوج جمع کیے پڑا ہے۔ ابراہیم اس خیال سے چند روز دریا کے کنارہ ٹہر گیا۔ سیف خان کو ہمت بندہی گو اوسکا ارادہ بھاگنے کا تھا۔ مگر وہ بادشاہ کے اس قیام کو کمزوری سمجھا۔ اور بھاگنے کا ارادہ موقوف کردیا۔ بلکہ خود فوج لیکر ابراہیم کی طرف قدم اُٹھاے۔ اور لڑنے کا اعلان دیا۔ مگر لوٹ گیا۔ دوسرے تیسرے روز بھی ایسا ہی کیا۔ تین روز تک سیف خان کے آنے سے ابراہیم کی تمام فوج کمربستہ صبح سے شام تک علی التواتر کھڑی رہکر تھک تھک گئی چوتھے روز وہ پھر آیا

فوج کے آدمیون کو حسب معمول ابراہیم نے تیاری کا حکم دیا قراول چلائے مگر یہ لوگ ہر روز کا سا
حال جان کر کچھہ مستعد نہ ہوئے ہتھیار وغیرہ نہ باندھے گھوڑون پر سوار نہ ہوئے اور سست پڑے
رہے۔اس مین سیف خان سامنے آموجود ہوا۔ابراہیم کی فوج گو تیار نہ تھی۔مگر مجبوراً اوس سے مقابلہ
کرنا پڑا۔سیف خان نے اپنے آدمیون سے مشورہ کیا۔سب نے کہا کہ اوس فوج سے لڑنا
مناسب نہین ہے جس مین خود بادشاہ چتر شاہی سر پر رکھے موجود ہو۔مگر مرتضی خان انجو نے
کہا۔کہ چتر نہین لڑا کرتا یہ ملاحظہ بے فائدہ ہے اور خود گھوڑا اوٹھا کر آگے بڑھا۔اب سیف خان
نے ابراہیم کی فوج پر نظر ڈالی فوج کو چھوڑ کر جہان بادشاہی چتر دکھائی دیتا تھا اوسی طرف سیدھا بڑھا۔
اوس کے ساتھہ پانچ ہزار سوار تھے سب نے سیف خان کے گھوڑے کے ساتھہ گھوڑے اوٹھائے۔

دو دل یک شود بشکند کوہ را	پراگندگی آرد انبوہ را

ابراہیم کی فوج بھاگی خود بادشاہ نے بیجاپور مین جاکر جان بچائی تمام اثاثہ شاہی سیف خان کے ہاتھہ آگیا اوس نے
بیجاپور تک برابر تعاقب کیا اور شہر سے دو کوس پر آکر فروکش ہوا۔سلطنت کے ایک بڑے حصہ پر
قبضہ کر کے شہر کی رسد پہونچنا قریباً مسدود کر دیا۔یہ سب کو معلوم ہو گیا۔کہ ابراہیم عادل شاہ کی سلطنت
اب بڑی خطرہ مین ہے۔

۲۹۳- وینکٹادری سے شکست کھاکر سیف خان کا بھاگنا۔

اب ابراہیم عادل شاہ بہت گھبرایا۔رام راج سے پھر التجا کی۔اور سات
لاکھہ ہون بیجانگر کو روانہ کیے۔اوس نے اپنے بھائی وینکٹادری
کو فوج دیکر بھیجا۔وینکٹادری کو وہ شکست یاد تھی جو اوس سے ایک مرتبہ اسد خان لاری کے مقابلہ
مین اوس کے شبخون مارنے سے ہوئی تھی۔اس لیے اوس نے اپنے تمام سپاہیون کو
ایک ایک چھڑی دیدی تھی۔اور اوس مین تیل کی ڈوبی ہوئی بتیان بندھوا دی تھین تاکہ ہر ایک
سپاہی ضرورت کے وقت بتی روشن کر لے اب سیف خان نے اسد خان لاری کی طرح

اوس پر شب خون مارنے کا ارادہ کیا - اوسے یہ تدبیر معلوم نہ تھی - غرض جب کہ وینکٹادری بیجاپور کے قریب آموجود ہوا - سیف خان اور صلابت خان دو ہزار چیدہ سوارون کے ساتھ رات کو اوسکی فوج پر حملہ آور ہوئے جون ہی ہندوؤن کو اس کی خبر ہوئی اونہون نے یک لخت بتیان روشن کرلین جس سے ایسی روشنی ہوگئی کہ دن سا معلوم ہونے لگا اور اپنے پرائے مین کوئی شبہ باقی نہ رہا بھلا ایسے مستعد لشکر پر شبخون کا کیا اثر ہوسکتا تھا - اولٹا بیجانگریون نے ہی سیف خان کو لے لیا - اور ایک آناً فاناً مین اوس کے ایک ہزار آدمی مارڈالے - سیف خان اور صلابت خان نے جب یہ حالت دیکھی تو جون تون اس غرقاب بلا سے نکلنے کی کوشش کی - اور اپنے لشکر کو لے بھاگے - مگر اندھیرے کی وجہ سے راستہ بھول گئے انہین ادہر اودہر پھرنے مین تین پہر رات گذر گئی اور اس دوادوش مین اوس کا بقیۃ السیف لشکر بھی پراگندہ ہوگیا - اس وقت اوسکے ساتھ صرف دو سو آدمی باقی رہگیے جب اس قدر عرصہ تک سیف خان واپس اپنے لشکر مین نہ گیا تو اون کو خیال ہوا - کہ سیف خان وصلابت خان مارے گیے - اونہون نے بھی اپنا مقام چھوڑدیا - اور جس کا جدہر منہ اوٹھا چلدیا - جب صبح کے قریب سیف خان اپنے لشکرگاہ پر پہونچا - تو وہان کسی کو بھی نہ پایا - لاچار اونہین دو سو آدمیون سے بھاگا - اور پرگنہ مان مین ہوتا ہوا احمد نگر کے علاقہ مین چلا گیا -

۲۹۴ - حسین شاہ کا سیف خان وصلابت خان کو دغابازی سے قتل کرنا -

حسین نظام شاہ سیف خان سے خار کھائے بیٹھا تھا اور چاہتا تھا کہ اوسے کسی طرح عدم کی راہ دکھائی جب اوس نے سنا کہ سیف خان اوس کے ملک مین آیا - تو بظاہر بڑا خوش ہوا - اور کھا کہ یہ ہماری بڑی خوش قسمتی ہے کہ ایسا سردار پھر ہمارے امرا مین داخل ہونے کے لیے آتا ہے فوراً قاسم بیگ حکیم کو جو اوس وقت اوس سلطنت مین سب سے بڑے درجہ کا امیر تھا

سیف خان سے کے استقبال کے واسطے بھیجا - اور نہایت چکنی چپڑی باتون مین اوسے اپنے
پاس بلایا اور قول نامہ اور نذر جیسا کہ اوس وقت کا دستور تھا اوسے بھیجدیا - اور نہایت بڑے بڑے وعدے
کئے سیف خان نے دو شرطین پیش کین - ایک تو یہ کہ حسین شاہ خود قلعہ سے نکلکر اوس کا
استقبال کرے دوسری یہ کہ ملاقات کے روز قاسم بیگ سیف خان کے لشکر مین رہے
تاکہ کوئی فتنہ نہ پیدا ہو - یہ دونون شرطین منظور ہوئین اور دونہار آدمی سے سیف خان احمدنگر چلا آیا -
جب احمدنگر دو کوس رہا - تو قاسم بیگ حسین شاہ کے پاس سیف خان سے اجازت لیکر گیا - کہ
ملاقات کی طرز کا تصفیہ کرے - اور پھر سیف خان کے لشکر مین کفیل کے طور پر واپس چلا آئے
جب قاسم بیگ یہان آیا - تو دیکھا کہ حسین شاہ کا کچھہ اور ہی منصوبہ ہے - اس لئے اوس نے
اپنے ہاتھہ اور مُنہ پر بھلاوین کا تیل لگالیا جس سے اوس کا بدن سوج گیا - اور وہ بیمار بنکر گھر مین پڑ رہا
حسین شاہ نے سیف خان سے کھلا بھیجا کہ قاسم بیگ بیمار ہوگیا ہے اوس کا آپ انتظار نہ کیجئے
مین فلان وقت آپ کے استقبال کو قلعہ سے سوار ہونگا آپ آئیے اور ملاقات کیجئے سیف خان
نے قاسم بیگ کے یہان اپنے معتبر آدمی بھیجے اونہون نے آکر کہا - کہ قاسم بیگ کے ہاتھہ
اور مُنہ واقعی سوجھے ہوئے ہین اس مین خبر آئی - کہ حسین نظام شاہ استقبال کے لئے سوار ہوا
مجبوراً سیف خان اور صلابت خان بھی چلے - قبول خان سیف خان کا غلام تھا اوس نے کہا کہ مجکو
اچھے آثار نظر نہین آتے - حسین شاہ بڑا بے ایمان فریبی ہے اور قاسم بیگ کی بیماری جعلی اور مصنوعی
ہے - میرے نزدیک ملاقات کرنا اپنے کو ہلاکت مین ڈالنا ہے - مگر سیف خان نے ایک نہ سنی
اور بے سوچے بوجھے چلتا ہوا - جب قصبہ ٹیکاپور کے پاس پہونچا - تو دیکھا کہ حسین شاہ ایک میدان
مین اوسکے انتظار مین کھڑا ہوا ہے اور اوس کے سامنے ہاتی دو رویہ استادہ ہین جس سے
کچھہ دور تک ایک کوچہ سا ہوگیا ہے - سیف خان کو دیکھتے ہی حسین شاہ نے اپنے مقربین کو

پیشوائی کے لیے آگے بھیجا۔ اور وہ سیف خان اور صلابت خان کو اس دورویہ ہاتیون کی صف مین سے لیکر چلے اب بھی یہ دونون گھوڑون پر سوار تھے مگر پیچھے سے کچھ سپاہی آئے اونہون نے کھاکہ گھوڑون پر سے اوترئے سیف خان نے دل مین سوچلیا تھاکہ سوارہی ملاقات کرونگا۔ جب اوس سے اوترنے کو کھا گیا۔ تو اوسے نہایت شاق گذرا۔ مگر وقت نکل چکا تھا۔ مجبوراً سیف خان اور صلابت خان کو اوترنا پڑا۔ سلام کرتے وقت جب اونہون نے چاہا کہ رکاب شاہی کو بوسہ دین سپاہیون نے پکڑکر اونھین زبردستی ہاتی پر سوار کرادیا۔ اور حسین شاہ فوراً وہان سے چلدیا جب قصبہ ٹیکاپور مین پہونچے۔ تو حسین شاہ کے حکم سے فیلبانون نے دونون کو گلا گھونٹ کر مارڈالا۔ اور لاشین نیچے پھینک دین حسین شاہ نے دیکھکر کھاکہ بیچارے خوف سے مرگیے بہت بُرا ہوا۔ ان کو دفن کردو۔ یہ واقعہ ۹۶۴ھ ہجری کا ہے۔

۲۹۵۔ قبول خان کا سیف خان کے اہل وعیال کے ساتھ گولکنڈہ کو بھاگنا

قبول خان جس وقت سیف خان کو رخصت کرکے ہمراہ اوسکو سیف خان کے مارے جانے کا بہت ہی بڑا گمان تھا اوس نے لشکر مین جاتے ہی سیف خان کی طرف سے حکم سنادیا۔ کہ تمام آدمی شہر مین چلنے کے لیے تیاری کرین فلان مقام مین بادشاہ نے قیام کا حکم دیا ہے ساتھ ہی اس کے تمام عورات حرم کو مردانہ لباس پہنوایا۔ اور خود سوار ہوکر مستعد کھڑا ہوگیا۔ اودھر جب سیف خان اور صلابت خان کا کام تمام ہوگیا۔ تو حسین شاہ نے حکم دیا۔ کہ اون کے عیال واطفال کو گرفتار کرلائین اور لشکر کو لوٹ لین قبول خان کو تو اسی بات کا انتظار ہی تھا۔ اوس نے یہ حال سنتے ہی فوراً کوچ کردیا۔ اور پانچ سو سوار سے جو اوس وقت تیار تھے ابراہیم قلی قطب شاہ کے ملک کا راستہ لیا۔ نظام شاہی سپاہ نے تعاقب کیا۔ کئی جگہ بھاگتے مین لڑائی بھی ہوئی مگر قبول خان نے خوب زک دی۔ یہان تک کہ بیٹر کے قریب پہونچ گیا۔ وہان امراے نظام شاہی نے پانچ ہزار آدمی سے اوسے روکنا چاہا

خوب خوب نبرد آزمائیان ہوئین ظریف الملک سید خان دلاور خان پاکباز خان وغیرہ امرائے نظام شاہی مارے گئے - قبول خان کو فتح ہوئی اور بہت سا مال غنیمت کا ہاتھ آیا بعد ازان بسلامت گولکنڈہ جا پونچا - ابراہیم قطب شاہ نے جب دیکھا - کہ قبول خان نے اپنے آقا کے اہل وعیال کے ساتھ بڑی وفاداری کی ہے - تو اوس نے قبول خان کی بڑی خاطرداری کی - اسکی جاگیر مقرر کردی - یہ قبول خان جب تک زندہ رہا - سیف خان اور صلابت خان کی قبر پر جو ٹیکا پور مین ہے ہمیشہ خیرات کرتا رہا - وہان کھانا پکواتا فقیرون کو تقسیم کراتا - اور زر نقد بھی محتاجین اور مساکین کو دیتا اور ہر طرح تربتون کی غور پرداخت رکھتا تھا -

۲۹۷ - سیف خان عین الملک یہ سیف خان عین الملک گجراتی کہلاتا تھا - مگر سلطان قلی کے عمزادہ فتح خان کا بیٹا تھا - معلوم نہین کسی سبب سے پہلے یہ گجرات کو چلا گیا تھا - اس کا باپ فتح خان جس کا لقب غالباً سیف الملک تھا عراق سے آیا تھا - سلاطین گجرات نے سیف خان کی دلاوری اور شجاعت کو دیکھکر اوسے اول منصب دار کردیا تھا - بعد ازان وہ زمرۂ امراءین داخل ہوگیا تھا پھر اس نے اوسی جگہہ دس بارہ سال کے عرصہ مین بہت سی فوج جمع کی - عرب مغل افغان گجراتی حبشی دکھنی ہر قسم کے سپاہی اس کے پاس فراہم ہوگیے تھے - اس کا برتاؤ سپاہیون کے ساتھ افسری ماتحتی کا سا نہ تھا - بلکہ وہ بھائی بندون کا سا برتاؤ کرتا تھا عہدہ داری کی شان اوس نے یہان تک ترک کردی تھی - کہ اپنے لیے کوئی گھوڑا اور خیمہ بھی خاص نہ رکھتا تھا جب کہین سوار ہوتا تو کسی کا گھوڑا لے لیتا - اور جہان کہین فوج اوترتی تو کسی عہدہ دار کے خیمہ مین جا سوتا اور اوسی کے ساتھ کھانا کھا لیتا تھا - جب بادشاہ کے یہان سے جاگیر ملتی تو سب فوج کے عہدہ داران کو علی التساوی تقسیم کردیتا - کچھ حساب وکتاب کی ضرورت نہ پڑتی لوگ اوس کے خرچ کو کچھ دیدیا کرتے تھے چالیس برس گجرات مین رہا - سلطان بہادر شاہ کے قتل کے بعد برہان نظام شاہ کے پاس چلا آیا - اوس نے

بڑی عزت کے ساتھہ اوسے رکھا۔ پھر نہ معلوم کس سبب سے جمشید قطب شاہ کے پاس کچھہ عرصہ تک اگر رہا۔ پھر احمد نگر کو اوس سے ناراض ہوکر چلا گیا۔ سبحان قلی کے زمانہ مین گولکنڈہ مین پیشوا مقرر ہوا۔ مگر ابراہیم قلی کے آتے ہی برار کو چلا گیا والی برار نے چار ہزار سوار کی اوس کی جاگیر مقرر کردی تھی۔ مگر اوس کی رعب داب کو دیکھکر عماد شاہ کو کچھہ کھٹکا ہوا۔ اور چاہا کہ اوسے دہوکہ سے گرفتار کرکے قتل کردے۔ اس لئے اوسے دربار مین تنہا بولایا۔ جب وہ سترہ[۱۷] آدمیون سے وہان آیا۔ تو عماد شاہ کے آدمیون نے اوسے گہیر لیا مگر وہ اون سے لڑ بہڑ کر اپنی فوج مین چلا گیا۔ اور اون کے قبضہ مین نہ آیا۔ اور گو عماد شاہ نے بہت سے بہانے بنا کر اوسے اپنے یہان رکھنا چاہا۔ مگر وہ احمد نگر چلا گیا۔ اور وہان امیرالامرا کا درجہ پایا۔ جب سیف خان برہان سے ۹۵۹ھ مین ناراض ہوگیا۔ تو قطب شاہ نے بولا کر اوسے ایلگنڈل کا علاقہ جاگیر مین دیدیا۔ اور اپنی بہن تانی بی بی سے شادی کردی۔ مگر دو سال کے بعد پھر رنجش ہوگئی۔ جس سے وہ ابراہیم عادل شاہ کے پاس ۹۶۱ھ مین چلا گیا۔ دکن مین اس کی شجاعت اور مردانگی کی ایسی شہرت تھی۔ کہ اوس کی قبر کی مٹی ایک عرصہ دراز تک افزایش تہور کے لیے کہایا کرتے تھے۔ اور اس مراد کے حاصل ہونے کے لیے اوس کی روح سے استمداد کیا کرتے تھے۔

۲۹۷۔ ابراہیم قطب شاہ کا رام راج کو مدد دینا — یلتمراج اور گوبند راج رام راج کے دونون چھوٹے بہائی ادہونی کے قلعہ مین رہا کرتے تھے۔ جب رام راج گلبرگہ آیا اور ان مسلمان بادشاہون سے جہگڑے مین مصروف ہوا۔ تو اونہون نے بغاوت کی۔ اور کچھہ اوباش اور چھہ ہزار فوج فراہم کرکے بیجانگر کے کچھہ قلعے دبا لیے جب رام راج یہان سے لوٹا۔ تو اوس نے اول تو بہائیون کو نصیحتین کین۔ مگر جب اونہون نے نہ مانا۔ اور فتنہ بڑہ گیا تو اس سبب سے کہ ابراہیم عادل شاہ خود اپنی ہی مصیبت مین گرفتار تھا رام راج کو ابراہیم قلی سے مدد مانگنا پڑی۔ ابراہیم قطب شاہ کو اپنا احسان یاد تھا

اوس کی شکرگذاری مین اوس نے قبول خان سرنوبت حمید خان ظہیر الملک کی سرداری مین
چھہ ہزار سوار اور دس ہزار پیادے ابراہیم کی کمک کو بھیجے ادہر سے رام راج نے سد راج تیما دنور خان
و یحلی خان سردارون کو بہیجا۔ اب یہ لشکر ادہونی پر جمع ہوئے۔ اس لیے مفسدین بھی میدان
چہوڑ کر قلعہ نشین ہوئے۔ فوج قطب شاہی نے قلعہ کا محاصرہ کیا۔ چھہ مہینے تک برابر محاصرہ رہا۔
جب قلعہ قریب الفتح ہوا۔ تو باغیون نے رام راج کے پاس اپنا ایلچی بہیجا۔ اور اطاعت قبول
کر لی۔ بعد ازان رام راج نے قطب شاہی سردارون کو نہایت تعظیم واکرام کے ساتھہ رخصت کر کے
نہایت احسان مندی ظاہر کی۔ یہ واقعہ ۹۶۳ھ کا ہے۔

۹۶۳ھ

۲۹۸۔ ابراہیم قلی قطب شاہ کے سردار جگدیو راو کی بغاوت۔

چونکہ جگدیو راؤ نے ابراہیم قلی کو تخت نشینی کے وقت مدد دی تھی اس لیے ابراہیم قلی اوس کی خاطر کرتا تھا۔ اور اوسکو
بڑا اختیار دے رکھا تھا۔ اس وجہ سے مسلمان سردار اس سے ناراض تھے۔ جگدیو راو نے
اون کی کچھہ پروا نہ کی۔ اوس کو اپنی پہلی خیر خواہی کا گھمنڈ تھا وہ کسی کی اصل نہین سمجھتا تھا۔ ابراہیم قلی
بھی اوس کے غرور سے ناراض ہوگیا۔ اس لیے جگدیو راو نے چاہا۔ کہ پھر شاہزادہ دولت قلی کو
بھونگیر سے نکال کر تخت نشین کرے۔ راے راؤ اپنے ایک رفیق کو اپنا معتمد بنایا۔ اور شاہی
اہلکارون کو کام سے علیحدہ کرنے لگا یھان تک کہ مصطفی خان اور حمید خان کی تخریب کے بھی
درپے ہوگیا۔ جس سے تمام امرا نے بالاتفاق ابراہیم قلی کو یہ سب خبرین پہونچائین۔ اور کہا کہ اگر جگدیو راؤ
کے دفعیہ مین قصور اور تساہل ہوا۔ تو بادشاہ کا قبضہ سب قلعون سے اوٹھہ جائیگا۔ کیونکہ تمام قلعون
کی ناگواری اس کے رشتہ دار ہم قوم اور دوست ہین۔ اور پھر وقت نکلنے پر کچھہ نہ ہو سکے گا۔
اگرچہ ابراہیم قلی احسان مندی کی وجہ سے ابھی تک اوس کی خرابی نہ چاہتا تھا۔ مگر چونکہ اسی ایام مین
اوس کا بھائی انکس راؤ بلا اجازت شاہی خلاف دستور جگدیو راو کی تحریک سے اپنی جاگیر کو چلا گیا

اس لیے ابراہیم قلی کو غصہ آگیا - اور راے راو وغیرہ جگدیو راو کے معاونین کو گرفتار کرکے اوسنے قتل کرادیا - اب تو جگدیو راو کی آنکھین کھلین - دو تین ہزار آدمی اور ہاتی وغیرہ لیکر اپنے بھائی کے پیچھے ایلکندل کو بھاگا - اور قطب شاہی ملک کو لوٹتا اور غارت کرتا ہوا برار مین چلا گیا -

۲۹۹ - میران مبارک خان والی خاندیس اور سلطان محمود شاہ گجراتی کا جھگڑا -

۹۴۵ھ

اختیار خان نے محمود شاہ گجراتی کو تخت پر بیٹھا کر وہان کا کل اختیار اپنے ہاتھ مین لے لیا - اس لیے ۹۴۵ھ مین دریا خان اور عماد الملک اوسے مار کر ملک کے مالک بن گئے - پھر ان مین جھگڑا ہوا - اس لیے عماد الملک اپنے جاگیر سرم گانون اور سورت کو چلا گیا - پھر ۹۴۶ھ مین دریا خان محمود شاہ کو لیکر عماد الملک کے استیصال کو روانہ ہوا - عماد الملک بھاگ کر مبارک خان حاکم خاندیس کے پاس پہونچا - مبارک خان نے اوس کی تائید کی مگر گجراتیون سے شکست کھائی - سلطان بہادر شاہ گجراتی کے مارے جانے پر ایک شخص ملو خان جو سلاطین خلجیہ مالوہ کے امراے کبار سے تھا مالوہ کا مالک ہو گیا تھا - اور اپنا لقب بہادر شاہ رکھا تھا - عماد الملک نے تو اسی بہادر شاہ والی مالوہ کے ہان پناہ لی تھی - مگر سلطان محمود شاہ گجراتی نے خاندیس کو لوٹنا اور غارت کرنا شروع کیا اس لیے لاچار ہو کر میران مبارک خان صلح کے ارادہ سے محمود شاہ کی خدمت مین حاضر ہو گیا اور پیشکش دیکر اوس سے صلح کر لی پھر سلطان محمود شاہ گجرات کو واپس چلا گیا - میران محمود شاہ والی خاندیس کے زمانہ مین جب میران مبارک خان اور محمود شاہ گجراتی قلعہ اسیر مین قید تھے تو محمود شاہ نے اوس سے وعدہ کیا تھا - کہ اگر وہ گجرات کا بادشاہ ہو گیا تو ندربار اوسے دیدیگا جب اس زمانہ کے کچھہ مدت بعد سلطان محمود شاہ گجرات مین امرا کے ہاتھون سے نکلکر اپنی حکومت پر مستقل ہو گیا - تو اوس نے اپنا وعدہ ایفا کر کے ندربار اوسے دیدیا - اس سبب سے خاندیس کی سلطنت اس زمانہ مین اعلی پیمانہ پر چل رہی تھی -

۴۰۰ - جگدیو راؤ کا برار خاندیس کے جھگڑے کے بعد پھر قطب شاہی ملک مین آنا -

اس زمانہ مین دریا عماد شاہ اور میران مبارک خان مین کچھہ جھگڑا ہو رہا تھا - چونکہ ان دونون سلطنتون کی مستقل تاریخین نہین لکھی گئی ہین اس لیے ہمین ان ملکون کے مفصل حالات معلوم نہین ہم یہ نہین بتا سکتے کہ یہ جھگڑا کیون اور کب سے تھا - جب دریا عماد شاہ نے جگدیو راؤ کی کثیر جمعیت اور اثاثہ شوکت کو دیکھا - تو اوس نے بڑی خوشی سے اوسے اپنے یہان رکھہ لیا - اور اچھی جاگیر مقرر کردی بعد ازان دس ہزار فوج دیکر اوسے مبارک خان پر بھیجا - جگدیو راؤ نے برہان پور کی سرحد پر پہونچکر تاخت و تاراج شروع کردی اور جب مبارک خان فوج لیکر آیا - تو اوسے کیے مرتبہ شکستین دین اور اوس کا اثاثہ سلطنت تک چھین چھین لیا - پھر گرد و نواح کے زمیندارا ور راجاؤن کو مطیع و منقاد کیا - پانچ ہزار سوار خاص اپنے پاس جمع کرلے جس مین عرب حبشی دکھنی افغان بہادر شامل تھے اب اوس کو ایسا غرور ہوگیا کہ والیانِ برار اور خاندیس کو ناچیز سمجھنے لگا - جب اوس کا اس قدر اقتدار بڑھ گیا تو دریا عماد شاہ کو اندیشہ ہوا - کہ کہین برار پر وہ قابض نہ ہو جاے مجبوراً اوس نے جگدیو راؤ سے کھلا بھیجا - کہ تمہاری طاقت اب اس قدر بڑھ گئی ہے کہ ہمارے ملک مین تمہارا رہنا مناسب نہین ہے چونکہ جگدیو راؤ کے پاس کوئی قلعہ نہ تھا - اس لیے وہ عماد شاہ کا مقابلہ نہین کرسکتا تھا مجبوراً اوسے برار چھوڑنا پڑا - اور بیجانگر کے ارادہ سے قطب شاہی سلطنت مین ایلگندل کی طرف سے پھر داخل ہوا -

۴۰۱ - جگدیو راؤ کا شکست کھا کر بیجانگر کو بھاگنا -

جب یہ خبر ابراہیم قطب شاہ کو پہونچی - کہ جگدیو راؤ پانچ ہزار سوار اور تین سو ہاتی سے پھر آیا ہے - تو اوس نے مصطفی خان اور مجاہد خان عین الملک وغیرہ سردارون کو پانچ ہزار سوار دیکر اوس کے پسپا کرنے کے لیے روانہ کیا - کھم مٹہ کے قریب مخالفون کا مقابلہ ہوا - مصطفی خان نے صلحتاً جگدیو راؤ سے کھلا بھیجا - کہ تم ایک مدت تک اس سرکار کے

نمک خوار رہے ہو - حق نمک کو بہول جانا نہایت مذموم ہے - چاہیئے - کہ بادشاہ کی خدمت مین حاضر ہوکر تقصیرات کا عذر کرو - تاکہ تمہاری قدیمی جاگیر تمکو پہر ملجاے - اور اس دوا دوش اور کشاکش کی تکلیفون سے یک سوی حاصل ہوجاے - مگر جگدیو راؤ نے نہ مانا - اس سبب امراے قطب شاہی نے اوس پر حملہ کیا - ایک طرف سے مجاہد خان عین الملک اور دوسری طرف سے حمید خان مقابلہ مین آئے - مجاہد خان نے جگدیو راؤ کے بہائی انکس راؤ کو قتل کر ڈالا جو جگدیو راؤ کی فوج کا سپہ سالار تھا اور چارون طرف سے اوس کے لشکر پر آ منڈ پڑے - جگدیو راؤ کے سردار شیخ فاضل عرب - شیخ علی حلوانی - شیخ عبدالرحمن - شیخ ابراہیم مقدم خان وغیرہ مارے گئے - ان نامون سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ دکھنی مسلمان تھے جو جگدیو راؤ کے اس سبب سے ساتھی ہوگئے تھے - کہ ابراہیم قطب شاہ کے دربار مین سنیون کو رسائی نہ تھی - غرض کہ جگدیو راؤ کو بڑی شکست ہوئی - دو سو ہاتی چھن گیے - جس مین ایک ہاتی جسامت اور خوبی رفتار کے لحاظ سے اوس وقت تمام دکن مین معروف و مشہور تھا - بعد ازان جگدیو راؤ کچھ تھوڑے سے آدمیون سے بیجانگر کی طرف بھاگ گیا - ابراہیم قلی نے ہاتی سب داخل سرکار کر لیے - اور لوٹ کا مال سب فوج کو تقسیم کر دیا - غالباً یہ واقعات ۹۶۴ھ و ۹۶۵ھ کے ہین -

۹۶۴ھ
۹۶۵ھ

۳۰۲ - ابراہیم عادل شاہ کی وفات

ابراہیم عادل شاہ کو گو دشمنون سے اسوقت نجات مل گئی - مگر عیاشی سے بوڑہا ہوگیا تھا بیماریان پیچھے پڑ گئی تھین - امراض متضادہ کا اسپر زغہ ہو رہا تھا - تواسیر بواسیر زلق الامعا تپ مطبقہ دوران سر وغیرہ بیماریون نے اوسے تہ وبالا کر دیا بہت سے طبیب جمع ہوئے - مگر کچھ فایدہ نہ ہوا - وہ اپنی تند مزاجی سے یہان بھی نہ چوکا - جب طبیبون کے علاج سے فایدہ نہ ہوا - تو اونہین قتل کر دیا - ہندوستانی تو قتل ہوئی مگر ولایتی بہاگ کر چھوٹ گیے دوا فروشون کی دوا سے صحت نہ ہوئی تو اون کی بھی یہی نوبت آئی - اونہون نے دکانین بند کین

اور اپنے پیشہ کو ہی سلام کیا - دو سال تک بیجاپور مین بھی فتور برپا رہا - جسقدر اس کا مرض بڑہتا گیا اوسی قدر اوس کا مزاج خون خوار بنتا گیا - گو اوس نے سب کچھہ کیا - مگر وہ خود موت کے مُنہ سے نہ بچا سنہ ۹۶۵ھ مین آخر کل نفس ذائقتہ الموت کا مزہ چکنا پڑا - قصبہ کوکی مین اپنے باپ دادا کے پاس مدفون ہوا - اگرچہ اس کو شکی مزاج ہونے سے بڑے نقصان پہونچے جس کا ہم نے اوپر بیان کردیا اون کا اعادہ یہان تحصیل حاصل ہے لیکن سچ ہے ۔ ؎

بدنفس مباش و بدگمان باش		وز فتنہ و مکر در امان باش	

فی الحقیقت اس کو اوس سے فایدہ بھی ایسا ہی بہت پہونچا - اگر اس کے مزاج مین یہ شک نہ ہوتا - تو ممکن نہ تھا - کہ یہ اپنے ماران آستین سے بچکر اپنی سلطنت پر قایم رہتا - اس کے بدخواہ کچھہ تو بوجہ تعصب مذہبی کے اور کچھہ بسبب اس کی بدمزاجی و اشتعالک شاہان گردنواح کے اس قدر کثرت سے تھے کہ اس کو کھانا پینا جس مین زہر نہ ہو بہم پہونچنا مشکل ہوگیا تھا - ایک مرتبہ برہان شاہ نے اس کے میرخوان کو گانٹھ لیا - کہ وہ اس کو زہر دیدے - مگر چونکہ وہ حنفی المذہب تھا اوس نے اخیر کو سوچا کہ ایک سنی بادشاہ کو مار ڈالنا مناسب نہین اس لیے اوس نے زہر نہ دیا - یا اول ہی بادشاہ ہے کہ جس نے ہندوؤن کو فوج مین بھرتی کرکے اون سے فوجی کام لیے دفتر کی زبان فارسی سے ہندوستانی مین بدلدی - اُردو زبان کا سب سے پہلا مربی بھی شخص ہوا ہے اس سے پہلے اُردو بولی لکھنے پڑہنے مین کبھی نہین آئی تھی - اسی کے وقت سے اُردو کے قالب مین جان پڑی - جو رفتہ رفتہ پندرہ بیس کرور آدمیون کی بولی ہے اور اب یقیناً فارسی سے اوسکا درجہ بڑہکر ہے - یہ کام اس نے اس وجہ سے کیا تھا - کہ شیعون کی ضرورت سرکاری کامون مین نرہے جن کے فارسی دفتر ہونے کی وجہ سے بڑی ضرورت رہا کرتی تھی - اس لیے اس کو چاہیئے تھا - کہ سنیون کو جمع کرتا - مگر وہ اس سے نہ ہوسکا - بلکہ تمام کام ہندوؤن کے اختیار مین

جا پڑا - مالگزاری کے کام تو ہمیشہ سے ہندوون کے ہاتھ مین ہی تھے - اب وہ فوجی خدمات کے باعث اور بھی زیادہ حاوی ہو گیے - گو ابراہیم عادل شاہ تندخو تھا - ادنٰی سی بات پر سخت سزا دیتا اور کبھی کسی کو معاف کرنا نہین جانتا تھا - مگر اسی کے ساتھ علما و فضلا کا قدردان اور اہل ہنر کا جوہر شناس بھی تھا - رعایا کی مرفہ الحالی اور تاجرون کے امن و امان مین بڑی کوشش کرتا تھا باوجود اس مدامی لڑائی جھگڑون کے اوس کے وقت مین رعایا خوب آسودہ و خوش حال تھی ہر ایک گھر دولت سے مالامال ہر ایک دکان مین زر و جواہر کی ریل پیل رہتی تھی - ملک مین غلہ و اناج باحتیاج سے کہین زیادہ تھا اوس کی تمام ایام حکومت مین خشک سالی سے کبھی کسی کو تکلیف نہ پہونچی پھر باوجود اس جنگی اخراجات کے اوسکی وفات کیوقت خزانہ مین ڈیڑہ کروڑ ہون موجود تھے اوسکی فوج مین ۳۰ ہزار سوار اور دو ڈہائی لاکھ پیادے رہا کرتے تھے - سپاہیون کی بڑی خاطر و دلدہی کرتا تھا - بیدار مغز بڑا تھا - مگر خطرہ کے وقت بہت گہبرا جاتا تھا - اور اسی واسطے اوس سے ایسی احمقانہ باتین سرزد ہو جاتی تھین جن پر افسوس ہوتا ہے اور ہنسی آتی ہے - ۲۴ برس سے زائد بادشاہی کی بیجاپور کی جامع مسجد ۹۵۰ھ ہجری مین اسی نے بنوائی تھی -

۹۵۰ھ

۳۰۳ - شیعون کا حنفی بنکر ابراہیم عادل شاہ کے بیٹون کو شیعہ بنانا -

ابراہیم عادل شاہ کے دو بیٹے اور دو بیٹیان تھین بڑے بیٹے کا نام علی اور چھوٹے کا نام طہماسپ تھا - اور بڑی بیٹی تانی بی بی علی برید کو دی گئی تھی - اور ہدیہ سلطانہ شاہزادہ مرتضٰی فرزند حسین نظام شاہ کو منسوب ہوئی تھی شاہزادہ علی بڑا ذہین تھا جو کسی کی بات سنتا یا کسی کو کرتے دیکھتا اوس کو بہت جلد سیکھ لیتا تھا - عنایت اللہ اس کا اوستاد شیعہ مذہب تھا - اوس نے اسے ابتدا سے شیعہ مذہب کی تعلیم دی - ایک روز جب کہ علی کی عمر سترہ برس کی تھی - ابراہیم عادل شاہ کھین ذکر کر رہا تھا کہ مین نے باپ دادا کا مذہب چھوڑ دیا - اور دین حق حضرت امام اعظم کا اختیار کیا - اور رافضیون کے اثر کا تسمہ بھی لگا نہ رہنے دیا

علی سنکر بولا کہ اگر باپ دادا کا دین چھوڑنا بہتر ہے تو چاہیئے کہ سب بیٹے ایسا ہی کیا کرین - ابراہیم اس جواب سے جان گیا - شاہزادہ کا مذہب شیعہ ہے - اور اسے اس کے اوستاد نے سکھایا ہے اوس نے عنایت اللہ کو قید کردیا - اور ملا فتح اللہ شیرازی کو حنفی سمجھکر اس کا اُستاد مقرر کیا - مگر یہ فتح اللہ بھی شیعہ تھا - اور شیعون کے معمولی دستور کے موافق اپنے مذہب کو چھپائے ہوئے سنی بنا ہوا تھا - اس اوستاد نے بھی اوسے وہ ہی شیعہ مذہب کی تعلیم دی - جب شاہزادہ عبداللہ کے قصہ مین زہر خورانی کا جھگڑا اوٹھا - اوس وقت شاہزادہ علی کی آغاز جوانی تھی - ابراہیم عادل شاہ کو شک گذرا کہ یہ بھی اوس جرم مین شریک تھا - اس لیے اوسے اوس کے اوستاد سمیت قلعہ مرچ مین بھیجدیا - اور سکندر خان قلعہ دار کو لکھا - کہ اوسے رافضیون سے نہ ملنے دے - مگر وہ قلعہ دار اور اوسکا بیٹا کامل خان بھی شیعہ تھے اونہون نے شاہزادہ کو اور بھی شیعہ بنایا - جب ابراہیم بیماری مین صاحب فراش ہوگیا تو شاہزادہ علی نے شیعہ مذہب علانیہ برتنا شروع کیا - جب یہ خبر ابراہیم کو پہونچی تو اوس نے چاہا کہ اپنے چھوٹے بیٹے طہماسپ کو ولی عہد کردے مگر جب سنا کہ وہ اپنے بڑے بھائی سے بھی زیادہ سخت شیعہ ہے تو ابراہیم نہایت غمگین ہوا - اور دیکھا کہ خدا کی مخلوق کو کس طرح مین رافضیون کو سونپون اس لیے اوسے بھی قلعہ بلگوان مین بھیجکر قید کردیا - اور مشیت ایزدی پر مہمات سلطنت کو چھوڑدیا -

۴۔۳۔ تقیہ کے برے نتایج شیعہ مذہب کے لیے

گو شیعون کے اس تقیہ کی وجہ سے سنیون کو یہ بڑا نقصان پہونچا - لیکن اگر غور کیا جاے تو یہ تقیہ شیعون کے لیے نہایت مضر ہے - اس سے اون کے واسطے یہ نتیجہ ہوتا ہے - کہ اون کے بظاہر حنفی بنے رہنے اور شیعہ مذہب کے رسومات کو نہ برتنے سے اون کی اولاد حنفی ہوجاتی ہے - اور دو تین پشت کے بعد اون کی اولاد سے شیعہ مذہب بالکل جاتا رہتا ہے - اگرچہ اس ملک دکن مین شیعہ محمود شاہ اول بہمنی کے وقت سے

آنے شروع ہوئے - مگر تاریخ مین جب دیکھا جاتا ہے تو سواے اون لوگون کے کوئی شیعہ نظر نہین آتا جو خاص ایران سے آئے ہوئے ہون یا اون کی خاص اولاد ہو یا کسی اور خاص وجہ سے اون کا شیعہ رہنا ضروری ہوگیا ہو - دکھنی جوانہین لوگون کی اکثر اولاد سے ہوتے تھے ہمیشہ سنی ہی ہوتے تھے - کیونکہ اون کے باپ دادے اپنے مذہب کی اونہین علانیہ تعلیم نہین دیا کرتے تھے وہ ہمیشہ سنیون کے طریق پر چلنے لگتے تھے - شیعون کے آثار اون کی اولاد مین اسی قدر باقی رہجاتے تھے کہ اون کے نام علی اور حسین کے القاب پر ختم ہوتے یا اون کے زبان سے یا علی یا یا حسین کے الفاظ نکلتے - یا قسم کے وقت حسین کی قسم کھاتے - یا اور ایسے ہی چند مراسم اون مین باقی رہجاتے جنہین سنی بھی شیعون کی صحبت سے اکثر کرنے لگتے ہین اس وقت دکن مین دیکھین تو سنیون کے مقابلے مین شیعہ اس قدر کم ہین کہ گویا ہین ہی نہین حالانکہ دکن مین شیعہ سلطنتین ایک عرصہ دراز تک قایم رہین - اور جب یہان سنی حکومت بھی ہوئی تب بھی کبھی کسی نے شیعہ مذہب پر کوئی روک ٹوک نہین کی - مگر اس تقیہ کے باعث سے وہ خود ہی مٹ گیا غرض شیعہ مذہب کے نہ پھیلنے کے جہان اور اسباب ہین اون مین سے ایک سبب یہ بھی ہے - کہ تقیہ سے چند روز مین اون کا مذہب معدوم ہوجاتا ہے سواے اس کے ہمارے نزدیک یہ ایک بڑی بے عزتی کا کام ہے کہ کسی شخص کا ظاہر کچھہ ہو اور باطن کچھہ ایسی بے ایمانی اور نفاق کو کوئی دانشمند کبھی جائز نہین رکھہ سکتا -

۳۰۵ - علی عادل شاہ کی تخت نشینی خواجہ کمال لاری المخاطب بہ محمد کشورخان ابراہیم عادل شاہ کی طرف سے مہوکر وغیرہ پرگنات کا حاکم تھا اور یہی مالگزاری کی تحصیل بھی کیا کرتا تھا - جب شہرت اوڑی کہ ابراہیم اب مرا جاتا ہے تو اوس نے سکندر خان کو لکھا - کہ بعض امرا شاہزادہ طہماسپ کو بادشاہ بنانا چاہتے ہین - آپ کو چاہیے کہ اون کے اس کام کے کرنے سے پیشتر ہی سے

شاہزادہ علی کو قلعہ سے باہر نکال لیا جائے اور شہر مرج مین بھیجکر چتر شاہی اوس کے سر پر لگایا جائے۔ تاکہ امرا اوس کی طرف رجوع ہوجائین اور کوئی فتنہ نہ ہونے پائے۔ سکندر خان نے اپنے بیٹے کامل خان کی معرفت ایسا ہی کیا۔ اور روضۂ حضرت شمس الدین مین شاہزادہ کو لاکر شمشیر خلافت کمر مین باندہی اور چتر شاہی سر پر بلند کیا دوسرے روز کشور خان بھی روپیہ لیکر آگیا۔ شاہزادہ نے اوسے سپہ سالاری کا خلعت دیا۔ اور کامل خان کو بھی اپنا امیر بنایا۔ یہ سنتے ہی لوگ بیجاپور اور گرد و نواح سے جوق جوق شاہزادے کے پاس جمع ہونا شروع ہوگئے۔ جبھی کہ ابراہیم کی خبر وفات معلوم ہوئی تو شاہزدۂ علی نہایت سرعت سے دارالسلطنت کو آیا۔ اور امرا نے اوس پر زر و جواہر نثار کیا۔ کشور خان کے باغ مین جو بیجاپور سے ایک کوس پر ہے قیام ہوا۔ اور یہین تخت نشینی کی رسم ادا کی گئی۔ بعد مین اس باغ کی جگہ ایک قصبہ آباد کیا گیا۔ اور اوس کا نام شاہپور رکھا گیا۔ شہر مین جنید خان ایک دکھنی قلعہ دار تھا اوس نے ابراہیم کے مرنے کے بعد شہر کے دروازے بند کر لیے تھے۔ لوگ چاہتے تھے کہ کسی شاہزادہ کو جلد تخت نشین کردین۔ مگر اوس نے حیلہ حوالہ کرکے روک رکھا تھا۔ جب علی عادل شاہ نے کشور خان کے باغ مین آکر اپنا ایک معتمد بہیجا کہ وہان کی خبر لاوے اوسوقت کل امرا نے محفل منعقد کی خوب مشورے ہوئے آخر جنید خان نے اوٹھ کر کہا کہ جب علی شاہ کو اکثرون نے بادشاہ مان لیا ہے اس لیے ہم کو بھی اسی پر راضی ہونا چاہیئے اور انا اول العابدین کہکر علی شاہ کے پاس اوس کے لشکر مین چلا گیا۔ اوس کے پیچھے پیچھے تمام اعیان و ارکان و سادات و فقہاء وغیرہ اوس کے پاس آکر حاضر ہوگیے۔ اب علی عادل شاہ نے جنید خان سے کہا۔ کہ جب شہر مین اور تین شاہزادے موجود ہین۔ مین شہر مین اوس وقت تک نہین آسکتا جب تک کہ اون کا کچھہ بندوبست نہ ہوجائے۔ اگر اب لوگ اطاعت پر سچے دل سے آمادہ ہین تو اون کی آنکھین نکلوا دیجئے اور بعد ازان اون کی رضامندی حاصل کرکے اعتماد خان

اپنے ایک معتمد کو بھیجکر سب کو اندھا کرادیا۔ اور شہر مین آیا۔

۷۔ علی عادل شاہ کا شیعہ مذہب جاری کرنا اور کوئی فتنہ نہ ہونا۔

پھر باپ کے برخلاف دادا پردادا کا دین اختیار کیا۔ اور ایمہ اثنا عشر کا علانیہ خطبہ پڑہوایا۔ اذان مین لفظ علیاً ولی اللہ زیادہ کرایا تین نہرار تبرائی مقرر کیے۔ وہ اوس کے دربار اور اوس کی سواری اور کوچہ و بازار مین اصحاب پر تبرا کیا کرتے تھے تمام مسجدون سے سنیون کی نماز موقوف ہوگئی۔ صرف ایک جامع مسجد قدیم مین نماز ہوتی تھی۔ اوس کی وجہ یہ تھی۔ کہ اختیار خان ایک شخص گجراتی اور متعصب سنی تھا۔ اور بڑا زبردست امیر تھا۔ وہ جمعہ کے روز مسجد مین آتا۔ دروازون کو چارون طرف سے بند کرا دیتا اور اوس کی قوم والے اور رشتہ دار وغیرہ سب مسلح ہوتے اور بندوقین اور تلوارین سب نمازیون کے پاس ہوتین اور دروازون پر بہادر جوان کھڑے رہتے تھے تب نماز پڑہی جاتی تھی اگر ایسا نہ کرتے تو ممکن نہ تہا۔ کہ کسی منبر پر اصحاب ثلثہ کا خطبہ مین نام لیا جا سکتا۔ جب پیروان دین سنت وجماعت نے ایسی سختی دیکھی تو بہت سے آدمیون نے اتفاق کیا۔ اور چاہا۔ کہ علی عادل شاہ کو تخت سے اوتار دین۔ مگر جہان اوس مین یہ برائی تھی وہان اوس کے ساتھہ بھلائیان بھی ایسی تھین جن کی وجہ سے کوئی سر نہ اٹھا سکتا تھا۔ علی عادل شاہ کریم النفس خوش خلق درویش دوست آزاد منش مخیر اور سخی بڑا تھا۔ اوس کی سخاوت ابر بہاری سے کم نہ تھی ہر حاجت مند کو بے تکلف جو سامنے آجاتا دیدیتا تھا۔ باپ کا جمع کیا ہوا روپیہ اوس کو کثرت سے مل گیا تھا اوس سے اوسے بڑا فایدہ پہونچا۔ اوس نے ہر ادنی اعلی کو روپیہ خوب تقسیم کیا جس سے تمام مخلوق اوس سے راضی ہوگئی پھر وہ علما فضلا اور شعرا کا بڑا قدردان تھا۔ جو اپنے آقاؤن کے خطا پوش ہوا کرتے ہین۔ اور جن سے خوش ہوتے ہین طرح طرح سے اون کی معائب کو مناقب بنا دیتے ہین۔ سوا اس کے گو ابراہیم عادل شاہ سنی مشرب تھا۔ مگر اوس نے

سنیون کو فراہم نہین کیا تھا - اوس کے باپ دادا کے وقت مین جو سنی تھے وہ ہی چلے آتے تھے اور اون کی تعداد بہت کم تھی - وہ ان شیعون کا مقابلہ کر ہی نہین سکتے تھے - اور جو جو لوگ کہ اوس کے باپ کے وقت مین حنفی بنگئے تھے - اب وہ سب علانیہ شیعہ ہوگئے جس سے شیعہ بکثرت دکہائی دیتے لگے اور سنیون کو اون سے خوف پیدا ہوگیا - اس جگہ کے پورانے سنی شیعہ حکومت کے عادی بھی ہوگئے تھے اور یہ بھی خیال تھا کہ جب بادشاہ بدلتا ہے تو مذہب بھی بدل جایا کرتا ہے چندروز کے بعد جب دوسرا بادشاہ ہوگا تو کیا تعجب ہے کہ وہ سنی ہی ہو - ان خیالات سے اس کے وقت مین کوئی فتور برپا نہین ہوا -

۳۰۷ - ابراہیم قلی اور حسین شاہ کا گلبرگہ پر حملہ - جب حسین نظام شاہ نے سنا کہ علی عادل شاہ بڑا آزاد منش اور بے پرواہے اور سلطنت کے کام نوکرون پر چھوڑ دئے ہین - تو اوس نے گلبرگہ کی تسخیر کا ارادہ کیا - اور ملا عنایت اللہ و قاسم بیگ کو گولکنڈہ بہیجا - ابراہیم قلی نے فوراً سفر کا تہیہ کیا - اور دونون بادشاہ گولکنڈہ و احمد نگر سے گلبرگہ آئے - باہم ملاقات ہوئی - اور یہ ٹہیرا کہ پہلے گلبرگہ کو فتح کرلین - بعد مین اتیگر کو فتح کرینگے - گلبرگہ کا محاصرہ ہوا - اور نظام شاہی توپچی چلپے رومی خان نے قلعہ کے برج توڑ ڈالے - قریب تھا - کہ قلعہ فتح ہوجائے - مصطفیٰ خان وزیر ابراہیم قلی نے اوس سے کہا کہ حسین نظام شاہ بے اعتدال اور عہد شکن بادشاہ ہے - اگر گلبرگہ فتح ہوکر اوس کے قبضہ مین چلا گیا - تو وہ اتیگر ہم کو ہرگز لینے نہ دیگا اور پھر اوس وقت ہم سے کچھہ علاج بن نہ پڑیگا - یہ مناسب نہین ہے - کہ اوس کی مدد کرکے اوسے عادل شاہ سے قوی کردیا جائے ابراہیم قلی نے بھی اس کی تصدیق کی - اور خیمہ و خرگاہ اور احمال و اثقال سے قطع نظر کرکے عین جوف شب مین گولکنڈہ چلدیا - اور اہل قلعہ سے کہدیا کہ جہان تک ممکن ہو دشمن کا مقابلہ کرین جب قلعہ والونکو معلوم ہوا - کہ ابراہیم قلی چلا گیا - اور اس طرح کہہ گیا ہے - تو اونہون نے قلعہ سے نکلکر احمد نگر کے

لشکر مین تاخت وتاراج شروع کی جس سے حسین شاہ کو مجبوراً بے حصول مطالب احمد نگر واپس آنا پڑا چونکہ ملا عنایت اللہ ابراہیم قلی اور حسین شاہ کے درمیان اس عہد وپیمان کی گفتگو مین واسطہ ہوا تھا اب اوس نے دیکھا کہ حسین نظام شاہ کی نیت بدلی ہوئی ہے۔ اس لیے اوسکی جباری اور قہاری سے اندیشہ کرکے راستہ مین سے گولکنڈہ کو رفوچکر ہوا۔ اس پر حسین شاہ نے ملا عنایت اللہ کے گناہ مین قاسم بیگ کو ماخوذ کیا۔ اور پکڑ کر اوسے پرینڈہ مین محبوس کردیا لیکن دو تین مہینے کے بعد پھر چھوڑنا پڑا۔ اور اپنی خدمت سابقہ پر بدستور بحال کیا گیا۔ اسی واقعہ کو تاریخ قطب شاہی مین سے ہم پہلے نقل کر آئے ہین یہان تاریخ فرشتہ سے سلسلہ ملانے کیلئے دوبارہ نقل کرنا پڑا ہے۔

۳۰۸۔ علی عادل شاہ کا حسین شاہ کی عداوت کے باعث رام راج سے ارتباط بڑھانا۔

علی عادل نے تخت پر بیٹھتے ہی یہ ارادہ کیا تھا۔ کہ قلعہ شولاپور و کلیان جو اوس کے باپ کے وقت مین نکل گیے ہین پھر واپس لے لے۔ اس لیے اوس نے یہ ضروری سمجھا کہ گرد نواح کے بادشاہون سے دوستی پیدا کرے۔ چونکہ اس وقت دکن کے سردارون مین رام راج سب سے زبردست تھا۔ اس لیے رام راج سے دوستی پیدا کرنا اوسے ضروری ہوا۔ اول اوس نے کشور خان اور شاہ ابوتراب شیرازی کو برسم رسالت رام راج کے پاس بھیجا۔ اور اسی کے ساتھ محمد حسین صدیقی اصفہانی کو احمد نگر روانہ کیا۔ کہ حسین شاہ سے یگانگی اور موافقت کی کوشش کرے۔ رام راج نے سفیرون کی خوب خاطر ومدارات کی۔ اور اپنا ایلچی جلوس کی مبارک باد کو بھیجا۔ مگر حسین شاہ نے کچھہ التفات نہ کیا۔ اور مبارک باد کے لیے بھی کسی کو نہ بھیجا۔ بلکہ جب سنا کہ علی عادل شاہ اور رام راج سے موافقت ہوگئی ہے تو کدورت ظاہر کی۔ ایک تو علی عادل شاہ کو گلبرگہ کے حملہ سے رنج ہو رہا تھا۔ اب یہ اور رنج پیدا ہوا۔ اس لیے علی نے مصمم ارادہ کیا۔ کہ رام راج سے

زیادہ دوستی بڑہائی - اور خود جاکر اوس سے ملے - اسی زمانہ مین رام راج کا ایک خُرد سال بیٹا مرگیا - جسے وہ بہت چاہتا تھا اب اوس کو رام راج سے ملنے کے لیے تعزیت کا ایک بہانہ بھی مل گیا - اس لیے کشور خان کی صلاح سے وہ رام راج سے ملنے کے واسطے روانہ ہوا - اور اپنے ہمراہی مین کُل سو سوار لیے - اور بیجانگر کو کوچ کیا -

۲۰۹ - عادل شاہ کا رام راج کے پاس بیجانگر کو جانا اور حسین شاہ کا دریا عماد شاہ کی دختر سے شادی کرنا -

جب رام راج نے سنا کہ علی عادل شاہ اوس سے ملنے آتا ہے - تو اوس نے اپنے امرا کو استقبال کے لیے روانہ کیا - اور سرحد ملک بیجانگر سے جو دریا سے کشنا سے شروع ہوتی ہے ضیافتین ہونا شروع ہوئین اور منزل بہ منزل اعزاز و اکرام مین کوئی دقیقہ باقی نہ رکھا گیا - شہر بیجانگر کی آئین بندی کی گئی - سارا شہر سجایا گیا اور دریا سے تنگ بہدرا کے کنارہ ایک بڑا وسیع مکان اوس کی فرودگاہ کے لیے معین ہوا زربفت اور مخمل کے سراپردہ استادہ کیے گئے - زنگا رنگ کے فرش اوس مین بچھائے گئے شہر سے کئی کوس تک خود رام راج نے مع جاہ و حشم کے اوس کی پیشوائی کی - اور ساتھ لیکر پہلے اپنے قصر مین اوسے اوتارا وہان محفل منعقد ہوئی - علی عادل شاہ نے رام راج کو اپنے ہاتھ سے خلعت پہنایا یہ خلعت وہ اس کے لیے یہین سے تیار کرا کے لیتا گیا تھا - جس سے اوس کے ماتمی کپڑے اوترے - پھر رسمی تکلفات کی باتین ہوتی رہین علی عادل شاہ نے راجہ کو ایسا لائق پیش کش دیا کہ اوس کی آنکھین خیرہ ہوگئین - اس پیش کش مین سوائے جواہر گران بہا اور فیلان و اسپان خوشنما و قصبہائے مصری و نخ ہائے رومی و دیبائے چینی کے اٹھارہ لاکھ ہون نقد اور ایک بے بہا الماس تھا رام راج نے یہ تحفے منظور کیے اور نہایت خوش ہوا - پھر اوس کو اپنے حرم سرا مین لے گیا - اوس کی رانی جو اچے راے کی بیٹی تھی بے پردہ علی عادل شاہ کے سامنے آئی - اور اوس کو اپنا بیٹا بنایا - اور اپنے مونہ بولے بیٹے پر زر و گوہر نثار کیے پھر نہایت عمدہ تحفے دے کر رخصت کیا - علی عادل شاہ اپنے

فرودگاہ مین آیا - اور رام راج کے سرداروں کو اس قدر انعام واکرام دیئے کہ لوگ مالامال ہو گیے
بعدازان اصل مقصود کی گفتگو آئی - اور رام راج نے بوقت ضرورت کافی مدد دینے کا وعدہ کیا - پھر
چند روز رہکر علی عادل شاہ اپنے ملک کو بخیر و سلامت واپس چلا آیا - گو نتیجہ کے دیکھنے سے معلوم
ہوتا ہے کہ یہ سفر علی عادل شاہ کے لیے نہایت مبارک ہوا - مگر غور کیجیے - تو ایک خود مختار بادشاہ
کا ایسی بے احتیاطی کے ساتھہ دوسرے بادشاہ کے یہان چلا جانا عقل کی گردن پر اُلٹی چھری
پھیرنی ہے - ابراہیم عادل شاہ کی احتیاط جو اوس نے سیف خان عین الملک سے کی تھی
گو بُری ثابت ہوئی - مگر اس بے احتیاطی سے وہ بدرجہا بہتر ہے - اگر اوس کے ساتھہ آیندہ
حماقت نہ کیجاتی تو اوس مین بجاے نقصان کے ہر طرح فایدہ ہونا لازمی امر تھا - بخلاف اسکے
کہ اس کا نتیجہ گو اتفاقی اچھا ہو گیا ہو - مگر زیادہ تر اس سے نقصان ہی پہونچنے کے اندیشہ تھے یہ واقعہ
ابتدائی ۹۶۶ھ کا ہے - جب حسین نظام شاہ نے سنا کہ علی عادل شاہ بیجانگر گیا - اور رام راج سے
ملکر آیا ہے تو اوس نے بھی اپنی فکر کی - اور دریا عماد شاہ کے پاس ملا علی مازندرانی کو روانہ کیا -
اور اپنے واسطے دریا عماد شاہ کی بیٹی مسماۃ دولت شاہ کے لیے پیغام بھیجا - جب دریا عماد شاہ راضی
ہو گیا - تو دونون بادشاہ قصبہ سون پت مین آئے بعد نکاح دولہن دولہا کے پاس بھیجی گئی اور رسومات
شادی و جشن کے بعد دونون بادشاہ اپنے اپنے ملکون کو رخصت ہو گئے - بعدازان ۹۶۷ھ مین
قلعہ کالنہ جو ایک راجہ ابن راے کے تصرف مین تھا حسین شاہ نے تین چار مہینے مین لڑکر فتح
کرلیا - اور اوس کا سب علاقہ سلطنت احمد نگر مین شامل ہو گیا -

۱۰۳- علی عادل شاہ اور حسین نظام شاہ کے شولاپور اور کلیان کی نسبت سوال جواب -

اب علی عادل شاہ نے ۹۶۷ھ مین حسین نظام شاہ کو
پیغام بھیجا - کہ قلعہ شولاپور اور کلیان دونون اس سلطنت کے
قلعہ ہین - اتفاقاً پچھلے اختلال کے زمانہ مین آپ کے ہاتھہ لگ گئے - براہ مہربانی اونہین واپس

کر دیجیئے۔ اور اگر دونون نہ دے سکین تو کلیان ضرور دیجیئے۔ اور مجکو اپنا ممنون احسان فرمائیے۔
شاہ حسین انجو حسین نظام شاہ کا ایک بڑا معتمد رخصت لیکر اس وقت مکہ کو جاتا تھا۔ اور بندر چیول مین
پہونچ گیا تھا۔ اس پیغام کے پہونچتے ہی حسین شاہ نے اوسے واپس بولالیا اور محفل منعقد کر کے
مشورہ کیا۔ شاہ حسین اور قاسم بیگ دونون نے بالاتفاق راے دی کہ قلعہ کلیان علی عادل شاہ
کو دیدیا جاے کیونکہ رام راج ابراہیم قطب شاہ اور علی عادل شاہ تینون متفق ہین اون سے ہم کسی
طرح مقابلہ نہین کر سکتے۔ حسین شاہ نے کہا کہ جس قلعہ کو میرے باپ نے تلوار کے زور سے
لیا ہے۔ مجکو بڑی شرم آتی ہے کہ مین اوسے بے لڑے بھڑے دیدون۔ ان دونون مشیرون
نے کہا۔ بیشک شرم کی بات تو ہے۔ لیکن اپنے اپنے وقت کا مقتضی ہے۔ وہ وقت لینے
کا تھا۔ اور اب وقت دینے کا ہے۔ زمانہ کی دورنگی مشہور ہے۔ اس مین ضد کرنا مناسب نہین ہے
جب نظام شاہ کے پاس سے جواب حسب دلخواہ نہین آیا۔ تو علی عادل شاہ نے مکرر ایک شخص سید علی
نامی کو خط دیکر بہیجا۔ اور لکہا کہ اس کام مین ستیزہ و تغافل کرنا شاہان عاقل کا کام نہین ہے۔ اگر آپ
مآل اندیشی کرین تو بہتر ہے۔ ورنہ جس وقت لشکر کشی ہوئی تو مفت مین تمام مخلوق کو تکلیف ہوگی۔ اور
بڑا فتنہ اوٹہیگا۔ اس سخت پیغام کے پہونچنے پر حسین شاہ نے ایسے ناروا اور مکروہ الفاظ زبان سے
نکالے کہ جس کا عدم اعادہ اولی ہے۔ اوس زمانہ کا دستور تھا۔ کہ اگر کسی سے جنگ منظور ہوتی تو اپنا
نشان اپنے دشمن کا سا کر دیتے تھے۔ علی عادل شاہ نے یہ جواب سنتے ہی اپنا نشان سبز رنگ
کر دیا۔ جو اس زمانہ مین نظام شاہی خاندان کا نشان تھا۔ اور دکن کے دستور کے بموجب کہلا بہیجا۔ کہ
آپ اپنا نشان مجھسے چہین لیجیئے۔ جسکے معنے یہ تھے کہ میدان جنگ مین آئے۔ اور دو دو خم ٹھوک کر لڑیئے۔

۳۱۱۔ علی عادل شاہ رام راج و ابراہیم قطب شاہ کا احمد نگر پر حملہ۔	اب حسین شاہ نے فوج سنبہالی اور سنہ ۹۶۸ھ مین علی عادل شاہ پر حملہ آور ہوا۔ تفال خان وزیر دریا عماد الملک بھی اوس کے ساتھ آیا

علی عادل شاہ تو تیار ہی تہا۔ اوس نے رام راج کو مدد کے لیے طلب کیا وہ بھی مدت سے جان چکا تہا۔ کہ یہ دن آنے والا ہے جس کے لیے وہ تیار بیٹھا تھا فوراً چلدیا۔ ابراہیم قلی قطب شاہ نے عادل شاہ کا پلہ بہاری دیکھکر اوسی کی جانب میل کیا۔ اور اوس کے ساتھ ہو لیا۔ تفال خان تو اس لشکر اعظم کی خبر سنتے ہی برار کو بہاگ گیا۔ حسین شاہ بھی اپنے ملک کو لوٹا علی عادل شاہ نے حسین شاہ کو آگے رکھ لیا۔ اب آگے آگے حسین شاہ اور پیچھے پیچھے علی عادل شاہ چلے ان کے پیچھے رام راج اپنا لشکر لیئے ہوئے تھا۔ سب لشکر کی تعداد ایک لاکھ سوار اور دو لاکھ پیادوں سے کم نہ تھی احمدنگر کا قلعہ کچا بنا ہوا تھا کھائی بھی اوس کے گرد نہ تھی۔ تب بھی حسین نظام شاہ نے اوسے آذوقہ اور آلات آتشبازی سے خوب مضبوط کر کے بڑے بڑے دلاوروں کے سپرد کیا۔ اور خود قاسم بیگ حکیم و شاہ جعفر برادر شاہ طاہر و شاہ حسین انجو وغیرہ امرا کے مشورہ سے خزانہ اور اہل و عیال لیکر پٹن کی طرف چلا گیا۔ اور اس فکر مین ہوا۔ کہ دریا عماد الملک اور میران مبارک خان فاروقی اور علی برید کو اپنے ساتھ ملالے۔ مگر چونکہ خان جہان علی برید کا چچا دریا عماد الملک کا اوس زمانہ مین ملازم ہو گیا تھا۔ اوس نے علی عادل شاہ کی تحریک سے دریا عماد شاہ کو نظام شاہ کی مدد نہ کرنے دی۔ بلکہ خود پانچ ہزار سوار سے نظام شاہ کے ملک کو لوٹنا شروع کیا۔ لیکن ملا محمد نیشاپوری نظام شاہ کے امیر نے اوسکو بڑی شکست دی جس سے وہ بوجہ شرم کے دریا عماد شاہ کے پاس تو لوٹ کر نہ گیا بلکہ علی عادل شاہ کے پاس چلا آیا۔ چونکہ علی عادل شاہ رام راج اور ابراہیم قطب شاہ احمدنگر پہونچے۔ اور اوس کا محاصرہ کیا علی عادل شاہ اور رام راج نے اپنے سرداروں کو تاخت و تاراج کے لیئے مقرر کیا جنہوں نے بمضمون اِذَا دَخَلُوا قَرْيَةً اَفْسَدُوْهَا احمدنگر سے دولت آباد تک اور پرینڈہ سے جنیر تک جس بستی مین گئے اوسے خاک سیاہ کر دیا اور زراعت اور باغات اور مکانات کو جلا کر ملک مین جہاڑو پہیر دی۔

۳۱۱۔ ابراہیم قطب شاہ کا احمدنگر کو چھوڑ کر گولکنڈہ چلا جانا	ابراہیم نے دیکھا قریب ہے کہ احمدنگر فتح ہو جائے

اور نظام شاہ کی حکومت جہان سے اوٹھہ جاسے جس کا نتیجہ یہ ہوگا۔ کہ علی عادل شاہ کی طاقت
بڑہجائیگی۔ اور ملک تلنگانہ اوس کے ہاتھہ سے بچانا مشکل ہوجائیگا۔ اس سیلیے اوس نے وہ
تدابیر شروع کین جس سے اوس کی تسخیر مین خلل پڑگیا۔ اوس نے اپنے مورچون سے اہل قلعہ پر
حملہ موقوف کردیئے۔ اور بی بی آمنہ والدہ حسین شاہ سے جو اس وقت قلعہ مین تھی کہلا بیجا۔ کہ آپ
خاطر جمع رکھئے۔ مین علی عادل شاہ کے ساتھہ اس سیلیے نہین ہون کہ آپ کو نقصان پہونچاؤن بلکہ
اس واسطے ہون کہ جس طرح ہوسکے ان دشمنون سے آپ کو محفوظ رکھون اس کے بعد اوس نے
رام راج کے امراکو گانٹھا اونہین انعام اور رشوتین دین اور رام راج سے یہ سفارش کرائی کہ وہ یہان
سے چلا جائے۔ رام راج کے مقربون نے رام راج سے کہا۔ کہ محاصرہ کو ایک عرصہ ہوگیا قلعہ فتح
نہین ہوتا۔ برسات کا موسم سر پر آگیا ہے چونکہ اب دریا پانی سے لبالب ہوجائینگے اس لیے سامان
رسد لشکر کو ملنا مشکل ہوجائیگا بہتر ہے کہ محاصرہ اوٹھا کر ہم اپنے ملک کو لوٹ جائین۔ علی عادل شاہ
اس خبر کے سنتے ہی فوراً رام راج کے پاس گیا۔ اور اوس سے جا کر کہا۔ کہ اہل قلعہ بہت تنگ ہوگئے
ہین اگر راسے اعظم ایک مہینا اور قیام کرے تو مین قلعہ (اندگیا) ارگ آپ کی نذر کردونگا۔ اور غلہ وماتحتاج
کی تکلیف نہ ہونے دونگا۔ رام راج نے اس پر اہل قلعہ کو اور بھی تنگ کیا لیکن قطب شاہ نے غلہ وغیرہ
قلعہ والون کو اپنے مورچون سے بیجنا شروع کیا۔ اور نظام شاہ کے قاصد اور اہل قلعہ کے معاون
قلعہ کے اندر بچوری جانے آنے لگے۔ مگر قلعہ والے اس وقت ایسے تنگ ہوگئے تھے۔ کہ
باوجود اس تسلی اور رسد رسانی کے بھی اونہون نے قطب شاہ سے منتین کین کہ کسی طرح اون کو
اس مخمصہ سے جلد نجات دلائی جاسے۔ اس واسطے ابراہیم قلی نے مصطفی خان کے ہاتھہ رام راج
سے کہلا بیجا۔ کہ برسات آگئی۔ رسد اور خزانہ کی آمد اب بند ہوجائیگی۔ سواسے اس کے یہ بھی سنا
گیا ہے۔ کہ شاہان برہان پور و گجرات نظام شاہ کی امداد کو آنے والے ہین۔ اگر ایسا ہوگیا تو بڑی دقت

یہ پڑے گی محاصرہ ہمارے نزدیک اوٹھا دینا چاہیئے۔ جب یہ پیغام پہونچا۔ تو رام راج اور عادل شاہ کو قطب شاہ کی نیت کا حال معلوم ہوا۔ کہ وہ نظام شاہ کی رعایت کرتا ہے۔ سوائے اس کے یہ خبرین بھی اون کو پہونچین کہ قطب شاہ کی طرف سے قلعہ والون کو مدد پہونچتی ہے تو رام راج اور عادل شاہ اوس سے ناراض ہوکر درپے ایذا ہو گئے۔ اس لیے ابراہیم نے اپنے قدیمی دستور کے بموجب خیمہ و خرگاہ اور اسباب سنگین وہین چھوڑا۔ اور آدہی رات کو قلعہ احمد نگر سے کوچ کر کے آندہی کی طرح نہایت ہی تیزی سے سیدہا گولکنڈہ جا پہونچا۔

۱۳۱۳۔ حسین شاہ کا بڑی دقت کے ساتھہ رام راج اور علی عادل شاہ سے صلح کرنا۔

ابراہیم قطب شاہ نے جو قلعہ والون کے ساتھہ عنایتین کین تھین اوس مین ملا عنایت اللہ کو بہت بڑا دخل تھا۔ اور اسی وجہ سے حسین شاہ اوس سے راضی ہو گیا تھا۔ جب قطب شاہ جانے لگا۔ تو وہ اوس سے جدا ہوکر قلعہ مین چلا گیا اور بعد ازان پٹن مین حسین شاہ کے پاس پہونچ گیا۔ سوائے اس کے جب خان جہان علی عادل شاہ کے پاس چلا آیا۔ تو دریا عماد شاہ نے جہانگیر خان نام ایک شخص کو اپنا جملتہ الملک کیا۔ اور فوج دیکر نظام شاہ کی مدد کے لیئے روانہ کیا۔ اس نے عادل شاہ کی سرحد پر آکر اس رسد کو جو وہان سے لشکر کو جاتی تھی غارت کرنا اور ملک مین ایک آفت مچانا شروع کر دیا اور بیجاپور اور احمد نگر کی آمد و رفت مسدود کر دی جب رسد بند ہوئی تو لشکر مین تنگی ہوئی رام راج اور علی عادل شاہ کو اب مجبوراً محاصرہ اوٹھانا پڑا۔ اور صلاح کر کے قصبہ آشتی مین آئے اور ارادہ کیا کہ پہلے پرنیدہ کو لین بعد ازان احمد نگر کو لین اب حسین شاہ بہت گہبرا گیا تھا۔ اور کئی مہینے سے فوج بھی نہایت پریشان ہو گئی تھی اوس نے بعد مشورہ قاسم بیگ شاہ حسین انجو ملا عنایت اللہ کو رام راج کے پاس بہیجا اور صلح کی درخواست کی۔ رام راج نے صلح کو تین شرایط پر منظور کیا۔ اول یہ کہ قلعہ کلیان علی عادل شاہ کو دیدیا جاسے۔ دوسری یہ کہ جہانگیر خان کو جس نے ہمارے لشکر کو بہت مضرت پہونچائی ہے۔ قتل کر دیا جاسے تیسری یہ

حسین نظام شاہ یہان استمالت ہمارے پاس حاضر ہوکر کہا گئے - لاچاری سب کچھہ کرتی ہے حسین شاہ نے حفظ دولت اور مصلحت ملکی کے لیے یہ تینون شرطین جن مین نہایت درجہ کی ذلت تھی منظور کین اور جہان گیر خان اپنے خیر خواہ دوست کو جو اوس وقت اوس کا مہمان اور بے خبر پڑا ہوا تہا بے مروتی سے اپنے امراکو بہیجکر قتل کرادیا - اور دریا عماد شاہ نے بہی خوف کے باعث زبان سے کچھہ لا و نعم نہین نکالا - اور چپکا اپنے ملک کو چلا گیا - پھر حسین شاہ رام راج کے دربار مین حاضر ہوا - رام راج نے اوس کے آنے پر اوس کی مطلق تعظیم نہ کی - بلکہ اپنی مسند پر بیٹھے بیٹھے دست بوسی کی - اگرچہ حسین شاہ کو اوس کے پاجی سپنے پر تو کچھہ رنج نہ ہوا جو اوس نے جہانگیر خان کے ساتھہ کیا - مگر اس بے تعظیمی سے کمال صدمہ ہوا - وہ اس وقت جان پر کہیل گیا چونکہ شیعہ طریق کے بموجب ہندو کے چہونے سے بدن ناپاک ہوجاتا ہے اس لیئے رام راج کی ایذادہی کی غرض سے حسین شاہ نے اوسی محفل مین طشت و آفتابہ منگایا - اور ہاتھہ دہوئے رام راج کو بھی جوش آیا - مگر مہمان پرستی کے اخلاقی روک نے اوس کو روک لیا - ورنہ حسین شاہ کا وہ کام تمام کردیتا - آخر حسین شاہ نے قلعہ کلیان کی کنجی پیش کی - رام راج نے اوسی وقت علی عادل شاہ کو دیدی - اور یہان رخصت کہا کر رخصت ہوا - مگر علی عادل شاہ سے ملنے نہ گیا - اس کے بعد رام راج اور علی عادل شاہ اپنے اپنے ملکون کو چلے گئے -

۲۱۴ - دریا عماد شاہ اور میران مبارک خان کا بازبہادر کی مدد کرنا - اور دریا عماد شاہ کی موت -

شیر شاہ سور نے ۹۴۷ھ مین ہمایون کو ہندوستان سے نکال دیا - اور خود دہلی کا بادشاہ ہوگیا - پھر ۹۴۹ھ مین قادر شاہ سے اوس نے مالوہ بھی چہین لیا - اور اپنے سردار شجاع خان کو وہان کا حاکم کر گیا جب ۹۵۲ھ مین شیر شاہ مرگیا - تو اوس کا بیٹا سلیم شاہ ہندوستان کا بادشاہ ہوا - پھر ۹۶۰ھ مین اس کے مرنے کے بعد اس کا بہائی محمد شاہ عادل تخت و تاج کا مالک ہوا - اور کچھہ روز تک سلطنت کو خراب کرتا رہا -

۹۴۷ھ
۹۴۹ھ
۹۵۲ھ
۹۶۰ھ

ہمایون اس زمانہ مین ایران وغیرہ کے ملک مین پھرتا پھرتا پھر آکر کابل کا بادشاہ ہوگیا تھا۔ جب
اوس نے موقع دیکھا تو آکر ہندوستان کی بادشاہت کو ان پٹھانون سے پھر چھین لیا۔ مگر چند
مہینے کے بعد زینہ سے گرکر مرگیا۔ اس کے بعد سنہ ۹۶۲ھ مین تیرہ برس کی عمر مین اوس کا وہ نامی
گرامی بیٹا جلال الدین محمد اکبر بادشاہ تخت پر بیٹھا جس سے ہندوستان کی بادشاہت ہی نامی
گرامی ہوگئی۔ اسی سنہ ۹۶۲ھ مین ہی شجاع خان حاکم مالوہ بھی مرگیا۔ اور کچھہ لڑائی جھگڑے کے بعد
اوس کا بیٹا بایزید باز بہادر کے لقب سے مالوہ کا مالک ہوگیا۔ مگر بڑا عیاش اور غافل تھا۔ اکبر نے
ادہم خان اپنے ایک سردار کو بھیجا کہ وہ مالوہ پر قبضہ کرے۔ اوس نے چندروز مین یہان قبضہ کرلیا۔ اور
سنہ ۹۶۴ھ مین یہ ملک اکبر کے قبضہ مین آگیا۔ پھر سنہ ۹۶۹ھ مین پیر محمد خان کو اکبر نے مالوہ کی حکومت
پر بھیجا۔ چونکہ باز بہادر خاندیس اور مالوہ کی سرحد پر رہا کرتا تھا اور جب کبھی موقع پاتا تھا تو مالوہ مین لوٹ مار
بھی کرلیتا تھا۔ اس لیے پیر محمد خان نے باز بہادر کو سرحد پر بھی رہنے نہ دیا۔ اب باز بہادر نے میران
مبارک خان والی برہان پور سے مدد مانگی۔ ملا پیر محمد نے اس واسطے برہان پور پر چڑہائی کی۔ اور
وہان پہونچکر قتل عام کیا۔ اور زن و مرد خرد و بزرگ مین سے کسی کو زندہ نچھوڑا۔ لاچار میران مبارک خان
نے دریا عماد شاہ کو لکھا۔ کہ آج یہ حالت میری ہے کل تمہاری بھی یہی حالت ہونے والی ہے۔
اگر کچھہ مآل اندیشی کرتے ہو تو میرا ساتھہ دو۔ اوس نے تفال خان اپنے ایک بڑے سردار کو اوسکی
مدد کے لیے بھیجا۔ اب یہ تین بادشاہ اکبر کے مقابلہ مین متفق ہوگئے۔ پیر محمد بد خلق اور جابر آدمی تھا
اوس کے ساتھی اس سبب سے اوسے چھوڑکر مانڈو چلے گئے تھے۔ جب اوس نے یہ حالت
دیکھی تو وہ بھی جلدی سے واپس پھرا اور ان تینون نے تعاقب کرکے اوسے بہت تنگ کیا۔ اس
کشمکش مین دریاے نربدہ سامنے آگیا۔ چونکہ کشتیان باز بہادر کے آدمیون کے قبضہ مین تھین
ملا پیر محمد نے اوس مین گھوڑا ڈالا۔ مگر کچھہ اونٹون کے صدمہ سے ایسا دھکا لگا کہ وہ دریا مین ڈوب گیا

۹۶۲ھ
۹۶۲ھ
۹۶۴ھ / ۹۶۹ھ

اس پر باقی امرا بھی اوس کے ساتھ کے بھاگ گئے۔ اور مالوہ مین بھی اونہین ٹہیرنا مشکل پڑگیا۔ یہ تینون بادشاہ مالوہ مین پہونچے۔ اور باز بہادر کو از سر نو تخت پر بٹھا کر میران مبارک خان و تفال خان واپس چلے آئے۔ دریا عماد شاہ اسی زمانہ مین چند روز کے بعد سنہ ۹۶۹ھ مین مرگیا۔ اور اوسکا خورد سال بیٹا تخت پر بٹھایا گیا۔ اور تفال خان پیشوا مقرر ہوا۔

سنہ ۹۶۹ھ

۳۱۵۔ حسین نظام شاہ اور ابراہیم قطب شاہ کا قلعہ کلیان پر حملہ۔ اور علی عادل شاہ رام راج علی برید اور برہان عماد شاہ کا ملکر مدافعہ کیلیئے جانا

جب علی عادل شاہ اور رام راج چلے گئے تو حسین شاہ احمد نگر مین پہونچا۔ اور قلعہ کو فوراً توڑوا کر پختہ بنایا اور اوس کے گرد ایک بڑی وسیع گھری کھائی کہود وائی شہر اچھی طرح آباد کیا اپنی ایک بیٹی بی بی خدیجہ کو جو خونزدہ ہمایون کے بطن سے تھی شاہ جمال الدین حسن پسر شاہ حسین انجو سے بیاہ دیا۔ چونکہ ابراہیم قطب شاہ سے اس وقت حسین شاہ کو بہت فائدہ پہونچا تھا حسین شاہ اوس کا نہایت احسان مند تھا۔ اب اوس نے چاہا۔ کہ اوس سے دوستی بڑہائی اور اوس کو استحکام دے۔ ملا عنایت اللہ نے بھی جو حسین شاہ کا ہم پیالہ و ہم نوالہ ہوگیا تھا یہی راے دی۔ اس لیئے حسین شاہ نے ایک قاصد کے ذریعہ سے ابراہیم کو ایک خط بھیجا۔ اور لکہا کہ اگر یہ محبت و مصادقت جو اس وقت میرے اور آپ کے درمیان ہے مصاہرت اور مواصلت سے مستحکم ہو جاے تو نہایت بہتر ہے تاکہ سال آئندہ ہم اور آپ ملکر قلعہ کلیان کو علی عادل شاہ سے چہین لین۔ جب اس کا مطلب قاصد نے بیان کردیا۔ کہ حسین نظام شاہ اپنی دوسری بیٹی بی بی جمال آپ کو دینا چاہتا ہے تو ابراہیم قطب شاہ فوراً راضی ہوگیا۔ اب حسین شاہ نے یہ قرار دیا۔ کہ جس وقت رام راج اور علی عادل شاہ قلعہ کلیان پر آئینگے۔ تو مین رام راج کا مقابلہ کرونگا۔ اور ابراہیم قطب شاہ کو علی عادل شاہ کے مقابلہ مین رکھونگا۔ اگرچہ حسین شاہ اور ابراہیم کی طاقت سے یہ باہر تھا کہ ان دونون مخالفون کا مقابلہ کرسکتے۔ اور یہ بات ایسی علانیہ تھی کہ اسے ہر شخص سمجھ جانتا تھا۔ مگر اس سبب سے کہ حسین شاہ نہایت قہار اور

جبار حاکم تھا اوس کے مصاحبون نے دیدہ ودانستہ اس کا حسن وقبح اوس کو نہ بتایا غرض کہ دونون بادشاہ ابتدائے ۹۷۰ھ مین قلعہ کلیان کے پاس آئے۔ اور بعد شادی اور تفویض عروس کے دونون نے قلعہ کا محاصرہ کرلیا۔ علی عادل شاہ نے یہ کیفیت سنتے ہی کشور خان اور شاہ ابوتراب شیرازی کو رام راج کے پاس استمداد کے لیئے روانہ کیا۔ وہ بھی وہان سے فوراً ہی بیجاپور چلدیا۔ اس وقت اوسکے ساتھہ پچاس ہزار سوار اور دو لاکھہ پیادہ تھے۔ اب دونون لشکر قلعہ کلیان کے پاس پہونچے۔ گو قریب تھا کہ قلعہ فتح ہوجائے۔ مگر دشمنون کے آتے ہی نظام شاہ کو محاصرہ اوٹھاکر دشمنون کے سامنے آنا پڑا۔ چونکہ جہان گیر خان کے قتل کی وجہ سے برہان عماد شاہ حسین شاہ سے ناراض تھا۔ اس لیئے اس وقت وہ بھی علی عادل شاہ کے ساتھہ تھا۔ اور علی برید بھی حسب دستور سابق اوسی کا طرفدار تھا۔

۳۱۷ حسین شاہ کا توپخانہ چھین جانا۔ اور ابراہیم قطب شاہ کی بزدلی اور دونون کی اپنے اپنے ملکون کو واپسی۔

پہلے حسین شاہ نے اپنے اہل وعیال اور بھاری چیزون کو شاہزادہ مرتضی اور جمال الدین حسین اپنے داماد کے ساتھہ قلعہ اوسہ کو بھیجدیا۔ پھر سات سو توپ اور ضربزن اور پانچ سو ہاتی لیکر دشمنون کے لشکر سے چھہ کوس کے فاصلہ پر آاوترا۔ دوسرے روز خود تو رام راج کے مقابل ہوا اور ابراہیم قطب شاہ کو علی عادل شاہ علی برید شاہ اور برہان عماد شاہ کے مقابلہ پر مقرر کیا۔ گو یہ برسات کا موسم نہ تھا۔ مگر اتفاقاً اوس روز ایسا زور وشور سے مینہہ برسا کہ آمد وشد بالکل بند ہوگئی۔ اور گڑھون اور نشیبون مین جابجا پانی بھر گیا۔ اور اس قدر کیچڑ ہوگئی کہ آدمی اور جانورون کا چلنا پھرنا غیر ممکن ہوگیا۔ مجبوراً حسین شاہ نے توپون کو چپ چپاتے میدان جنگ مین ہی چھوڑدیا۔ صرف چالیس توپین جیسے تیسے لیکر لشکرگاہ کو آیا۔ جس وقت کہ حسین شاہ اپنے لشکر سے حملہ کی تیاری کرکے چلا اوسوقت علی عادل شاہ نے اپنا ایک امیر مرتضی خان برادر شاہ ابوالقاسم انجو کو کچھہ تھوڑی سی فوج دیکر آگے

اس لیئے بہیجا تھا۔ کہ وہ حسین شاہ کو اتنی دیر روکے رہے۔ کہ علی عادل شاہ اپنی تمام فوج کو تیار کر کے میدان مین جا سکے۔ پھر بارش کے باعث فریقین مین سے کوئی آگے نہ بڑھا۔ اور آخر جب حسین شاہ نے مراجعت کی تو مرتضیٰ خان نے احتیاطاً اوس کا پیچھا کیا۔ اسی مین اوس کو وہ توپین کیچڑ مین پڑی ہوئی نظر آگیئن جو حسین شاہ مٹی مین پہنسی ہوئی چہوڑ گیا تھا۔ یہ دیکھتے ہی اوس نے علی عادل شاہ کو خبر بہیجی۔ اور اوس نے اپنے آدمی بہیجکر اون پر قبضہ کر لیا۔ پھر مرتضیٰ خان نے ابراہیم قطب شاہ پر حملہ کیا۔ ابراہیم کی بہادری کو دیکھیئے کہ دشمن کو دیکھتے ہی بہاگ کھڑا ہوا۔ اور چند مخصوصون کو لیکر حسین شاہ کے لشکر کی آڑ مین جا کر پناہ لی۔ مگر مصطفیٰ خان اوس کے میر جملہ نے لشکر کو لیکر ایسی کوشش کی۔ کہ دشمن ابراہیم کے لشکر کو کچھہ ایذا نہ پہونچا سکے اور حسین شاہ اون کی مدد کو آگیا اور دشمن واپس چلے گئے۔ اب حسین نے امرا کو بلا کر کہا۔ کہ میرا ارادہ تہا۔ کہ توپ خانہ کی مدد سے مین رام راج کا مقابلہ کرون وہ توپخانہ تو یون گیا۔ ابراہیم قطب شاہ سے مجھے یہ امید تھی کہ وہ علی عادل شاہ علی برید شاہ برہان عماد شاہ کا مقابلہ کریگا۔ مگر وہ علی عادل شاہ کے ایک امیر مرتضیٰ خان کے سامنے نہ ٹھیر سکا بھلا ایسی حالت مین غنیم کا ہم کیا مقابلہ کر سکتے ہین۔ سب نے جواب دیا کہ واقعی اس وقت لڑائی سے بجز نقصان کے اور کوئی امید نہین ہے بہتر ہے کہ اپنے ملک کو لوٹ چلین۔ دوسرے روز صبح کو امرائے رام راج علی عادل شاہ وغیرہ آگے بڑھے۔ دیکھا کہ حسین شاہ اور ابراہیم شاہ دونون لڑائی کے لیئے تیار ہو رہے ہین جب تیار ہو گئے۔ تو دیکھتے کیا ہین۔ کہ حسین شاہ احمدنگر اور ابراہیم شاہ گولکنڈہ چلدیئے مخالفون نے اول تو لشکرگاہ کو لوٹا۔ اور پھر دونون کا تعاقب کیا۔ حسین شاہ کا لشکر ایسا پریشان ہوا کہ اوس کے ساتھہ صرف ایک ہزار سوار باقی رہگئے۔ مگر اثاثہ شاہی سب موجود تھا۔ چتر علم اپنی جگہہ پر چلتا تھا۔ باوجود اس کے کہ تعاقب کرنے والے پانچ چہہ ہزار سوار تھے۔ مگر کسی کا حوصلہ نہ تھا۔ کہ اوسی غارت کر دے۔ درحقیقت حملہ آور فوج رعایت بھی کرتی تھی کیونکہ جب ظہر کا وقت آیا۔ اور حسین شاہ

اپنی پابندی صلوٰۃ کے باعث باوجود ممانعت گھوڑے سے اوترکر نماز مین مشغول ہوا تو کسی مخالف نے اوسے نقصان نہ پہونچایا- اور حسین شاہ سے کہدیا کہ ہم آپ کو نقصان نہ پہونچائینگے غرض کہ حسین شاہ اوسہ سے اپنے اہل وعیال کو لیتا ہوا- احمد نگر پہونچا- اور جب سنا کہ رام راج علی عادل شاہ وغیرہ آرہے ہین تو احمدنگر کو اپنی فوج کے حوالہ کرکے جنیر کی طرف چلا گیا-

۱۳۱۷- افواج متفقہ مین ہند و مسلمانون کی نااتفاقی یہ قاعدہ ہے کہ واقعات حال اُم الواقعات مستقبل ہوا کرتے ہین- اس لڑائی مین ایک اور عظیم الشان لڑائی کی بنیاد پڑی جب رام راج نے دیکھا کہ علی عادل شاہ ایک مسلمان نے حسین شاہ دوسرے مسلمان کے مقابلہ مین مجھسے مدد مانگی ہے تو اوس نے ان دونون کو ذلیل سمجھنا شروع کیا- اور اس قدر یہ خیال اوس کے دل مین جم گیا کہ علانیہ وہ اس خیال کے مطابق برتاؤ کرتے اور مسلمانونکو اپنا رعب داب دکہاتے اگلا پہلے حملہ مین جب علی عادل شاہ آگے آگے حسین شاہ کے تعاقب مین جارہا تھا اور رام راج اوس کے پیچھے پیچھے آرہا تھا تو رام راج کے آدمی ڈیرہ خیمہ لاکر اوسی جگہ لگاتے جہان کہ علی عادل شاہ کے پہلے ڈیرہ خیمہ ہوتے تھے- اور اگر ابھی علی عادل شاہ کے ڈیرہ نہ اوٹھے ہوتے تو اون کو جلدی سے اوکھیڑ کر پہینک دیتے تھے بعض روز ایسا بھی ہوا کہ علی عادل شاہ کے خیمہ رام راج کے آدمیون نے ایک جگہ سے اوکھڑوادیے اور جب دوسری جگہ علی عادل شاہ کے خیمہ نصب کیے گئے تو رام راج کے آدمیون نے پھر اوسی جگہ کو پسند کیا- اور وہان سے بھی علی عادل شاہ کے خیمہ اوکھڑوائے گئے- اس سے صرف اوس کو اپنی حکومت کا اعلان منظور تھا- اور کوئی غرض نہ تھی- علاوہ اس کے جب علی عادل شاہ نے پہلے حملہ کے وقت رام راج سے مدد چاہی تھی- تو یہ قول وقرار ہوگیا تھا کہ بیجانگر کی ہندو فوج کسی طرح مذہبی تعصب سے کسی مسلمان کو گو وہ موافق ہو یا مخالف نقصان نہ پہونچائیگی اور نہ اونہین اسیر اور دستگیر کریگی اور نہ مساجد و معابد اہل اسلام کی توہین اور خرابی و بربادی کریگی لیکن اسکے برخلاف

جب ہندو احمد نگر مین پہونچے - تو اونہون نے مسجدون مین گھوڑے باندہے وہان گیت گائے بت پرستی کی اون کے چھتین توڑین اون کو جلایا اور ڈہادیا - اور قرآن شریف کی بے عزتی مین کوئی دقیقہ باقی نہ رکھا مسلمانون کی عورتون اور بچون کی بے ناموسی کی اور اون کو قید کرکے بیجانگر لے گیے علی ہذا القیاس اب بھی یہی کیفیت ہوئی - علی عادل شاہ یہ حالت دیکھہ دیکھہ کر دل ہی دل مین جلتا تھا مجبور تھا مگر جب وہ اپنی اہانت مسلمانون کی اذیت اسلام کی حقارت اور سلطنت احمد نگر کی ناحق کی مضرت دیکھتے دیکھتے تنگ آگیا - تو اوس نے احمد نگر کی فتح کا ارادہ دل سے دور کردیا - اور رامراج سے کہا - کہ چونکہ قلعہ احمد نگر اول سے زیادہ مضبوط ہوگیا ہے بہتر ہے کہ نظام شاہ کا تعاقب کیا جائے اس لیئے برہان شاہ اور علی برید شاہ کو تو رخصت کردیا - اور رام راج علی عادل شاہ جنیر کو گئے -

۲۱۸ - رام راج و علی عادل شاہ کی احمد نگر سے واپسی - جب حسین شاہ نے سنا کہ دشمن اوس کے تعاقب مین آتے ہین تو وہ جنیر سے پل ندی کی جانب چلا گیا جو کوہستان مین واقع ہے اور جہان دشمنون کا پہونچنا نہایت مشکل تھا - علاوہ اس کے بارہ سردار رستم خان حبشی اور سابا جی مرہٹہ وغیرہ مقرر کیئے - کہ دشمنون کی رسد لوٹین او گاہ و بیگاہ اونہین دور ہی دور سے تنگ کرین - جب علی عادل شاہ کا لشکر نواحی قصبہ کالو مین پہونچا تو کوچ کے وقت رستم خان بخلاف ہدایت نظام شاہ اوس کے لشکر پر آپڑا - اور علی عادل شاہ کے ماموں کو مار ڈالا - پھر دو ہزار آدمیون سے خود بھی مارا گیا - گو یہ فتح عادل شاہ کو ہوئی - مگر اس حملہ سے رام راج اور عادل شاہ کو اندیشہ بھی پیدا ہوا - سوائے اس کے برسات کا موسم بھی اب قریب آگیا تھا اس لیے مجبوراً اوس طرف سے وہ احمد نگر لوٹ آئے - یہان ایک سین ندی ہے اوس کا میدان خوشنما تھا - رام راج اوسی میدان مین ندی کے پاس نشیب مین فروکش ہوا - علی عادل شاہ اوس سے کچھہ دور کو ایک بلندی پر ٹھیرا - اب دونون کو تردد تھا - کہ احمد نگر کا محاصرہ کرین یا اپنے ملکون کو لوٹ جایئن قضارا احمد نگر کے شمال مین

اوپر کو ایک سخت بارش ہوئی - اور رات کے وقت ایک عظیم الشان سیلاب آیا - کسی کو معلوم نہ تھا
رام راج کے آدمی بالکل غافل پڑے ہوئے تھے - جب تک کہ بچنے کا بندوبست کرین غوطے
کہانے لگے اور اسباب بہنا شروع ہوا - بارہ ہزار آدمی تو وہ بہ گئے جن کے نام رام راج کے
دفتر مین قلمبند تھے اس مین ۲۰ بڑے بڑے افسران فوج تھے - سوا اس کے تین سو
ہاتی بھی ڈوب مرے باقی جو نقصان ہوا - اوس کا شمار نہین - یہ قدرتی نقصان ایسا ہوا کہ اوس نے
احمدنگر کے محاصرہ اور چلنے مین جو تردد تھا ایک دم رفع کر دیا - اور رام راج احمدنگر سے چل کھڑا ہوا -
چلتے وقت یہ ارادہ تھا - کہ شولاپور کا محاصرہ کرینگے - مگر جب یہان پہونچے تو بیجانگر والون کے غلبہ کو دیکھکر
کشورخان نے علی عادل شاہ سے کہا - کہ اگر شولاپور کا محاصرہ کر کے اس وقت فتح کیا تو رام راج اوس پر
قابض ہو جائیگا - بلکہ اس پر اوس کا قبضہ ہونے کے باعث اور بھی خرابیان اوٹھینگی - بہتر ہے کہ
اسے اس وقت موقوف رکھین - اور نلدرگ کے قریب ایک مضبوط قلعہ بنا کر بتدریج شولاپور
کو فتح کرین علی عادل شاہ کے ذہن مین بھی یہ بات آگئی - اوس نے رام راج سے کہہ سنکر اوسے
وہان سے ٹالا - اور نلدرگ کے پاس لیجا کر جہان کسی زمانہ مین نل پسر راجہ ماندو نے قلعہ بنایا تھا -
اور کچھہ اوس کے آثار باقی تھے رام راج کی تجویز سے ایک قلعہ بنایا اور رام راج کی خوشامد کے واسطے
اوس سے کہا - کہ اوس کا نام رام درگ رکھا جائیگا - لیکن جب وہ ایام بارش مین ہی گچ اور پتھر سے بنکر
تیار ہو گیا تو اوس کا نام شاہ درگ رکھا -

۳۱۹ - مرتضیٰ خان اور شاہ تقی کی گرفتاری اور خلاصی - اب علی عادل شاہ نے شاہ درگ مین مرتضیٰ خان انجو کو دو تین ہزار آدمی
سے چھوڑا - اور رام راج اور وہ دونوا رکی کو جو سرحد ابراہیم قطب شاہ مین
ایک مقام تہا چلے گئے مرتضیٰ خان جب کبھی موقع پاتا اوس وقت شولاپور پر جا پڑا کرتا اس لیے
حسین شاہ نے شولاپور کو مستحکم کیا - اور شاہ محمد انجو و فرہاد خان و ادہم خان حبشی کے ساتھہ غلہ کی بارہ ہزار

گونین اوس مین رکھنے کے لیئے روانہ کین کہین مرتضی خان کو اس کی خبر لگ گئی - وہ امراے
بر کی کو یکایک اون پر جا پڑا اور پریندہ اور شولاپور کے مابین اونہین گھیر لیا - لڑائی ہونے
لگی - شمشیر خان ایک شخص عادل شاہی فوج کا تھا - اوس نے شاہ تقی نام ایک سید نظام شاہی
کو اسیر کرلیا - اور اوس وقت کے دستور کے بموجب اوس اسیر کو ہاتی پر سوار کرایا - بعدازان سخت
لڑائی ہوئی امراے نظام شاہی ۱۲۰ ہاتی چہوڑکر بہاگ گیئے - امراے بر کی فتح کی خوشی مین آگیئے
اور لوٹ مین پھیل پڑے - اس وقت جو قیدی پکڑے گیئے اور ہاتیون پر سوار کرائے گیئے تہے
اون مین ایک حبشی غلام کا لڑکا بھی تھا - وہ زار زار رونے لگا - مرتضی خان نے بنظر ترحم اوسے چہوڑ دیا
وہ بہاگتا ہوا فوراً وہان پہونچا جہان شاہ محمد اور اوس کے رفیق بہاگ کر کہڑے ہوئے تھے اور
جاتے ہی اون کو خبر دی کہ مرتضی خان کے آدمی تو لوٹ مین مشغول ہین وہ چند آدمیون سے فلان
مقام پر کہڑا ہوا ہے - شاہ محمد یہ بشارت سنتے ہی آندہی کی طرح اودہر آیا - اور مرتضی خان کو عین علم
بیخبری مین پکڑ کر احمد نگر لے گیا - حسین نظام شاہ نے اس پر خود غلہ کی بارہ ہزار گونین لین - اور اس
پھرتی سے گیارہ روز مین شولاپور آکر پہونچ گیا - کہ کسی کو معلوم بھی نہ ہوا - بعدازان فریقین نے قیدیون
کے چہوڑانے کے واسطے باہم پیغام سلام کیئے - اور ایک مقام پر طرفین کے آدمی جمع ہوئے
جب دونون نے اپنے اپنے قیدیون کو دیکھ لیا تو ایک طرف سے مرتضی خان اور دوسری طرف سے
شاہ تقی کو دفعتہً واحدۃً چہوڑ دیا - اور مرتضی خان کو بیجا پور اور شاہ تقی احمد نگر کو چلے گئے پھر اس کے
بعد حسین شاہ اور علی عادل شاہ مین لڑائی نہین ہوئی -

۲۲۰ - رامراج کا ابراہیم شاہ اور علی شاہ سے بعض پرگنات کا لینا۔

جس وقت کہ رام راج نے علی عادل شاہ کی امداد کے لیے باگین اٹھائی تھین اپنے بھائی وینکٹادری و جگدیو راو و عین الملک کنعانی کو پندرہ
ہزار سوار سے ابراہیم کے ملک پر تاخت و تاراج کے لیئے بہیج گیا تھا - کیونکہ ابراہیم قطب شاہ حسین شاہ

سے کے ساتھہ ہوگیا تھا۔اس سبب سے اوسے زیر وزبر کرنا ضرور تھا۔اس کو سنکر ابراہیم اپنے ملک کی
طرف چلتا ہوا تہا۔چونکہ ابراہیم کی واپسی کے وقت اوسکا گذر علی عادل شاہ اور رام راج کے لشکرون
پر سے تہا اس سلیئے حسین شاہ نے اپنے ایک سردار مرتضی خان کو دو تین ہزار سوار سے اوس کے
ساتھہ اسلوک کے لیئے کردیا۔اور اوس نے خود اپنے سردارون شیر خان حسن خان عزت خان دولت خان
وغیرہ کو اپنے عقب مین کرلیا تہا کہ دشمن سے اوس کی حفاظت کرین۔جب ابراہیم روانہ ہوا۔تو دشمنون
نے اوس کا تعاقب کیا۔اور جا بجا لڑائی ہونے لگی عزت خان سرنوبت اور شیخ محمد گرفتار بھی ہوگئے
مگر جون تون کر کے ابراہیم گولکنڈہ پہونچ گیا۔اب ارکی مین پہونچکر رام راج اور علی عادل شاہ خود قطب شاہ
کے ملک پر چلے اور تاربلی مین جو گولکنڈہ سے ۱۲ کوس پر واقع ہے آکر قیام پذیر ہوئے جگدیو راؤ
اور عین الملک نے تلنگانہ مین خوب آفت مچائی بٹہر کل کے پاس کئی روز تک لڑائی رہی پھر رام راج
نے سدہی تیا راجہ مرتضی نگر کو پچاس ہزار سوار اور پیادہ سے مصطفی نگر اور بنڈر مین اور جوتما راج اپنے
بہائیجے کو بیس ہزار آدمی سے اندر کنڈہ مین بہیجا۔بجواڑہ اور باغ ابراہیم شاہی مین خوب خوب لڑائیان
ہوئین چار مہینے تک بھی کشمکش اور اینچا تانی ہوتی رہی۔جگدیو راؤ نے گولکنڈہ کینبور ہ یانگل کے تمام
نائکواریون کو اپنے ساتھہ ملا لیا۔اور بہت سے نائکواری بھی باغی ہوگئے۔اندر کنڈہ دشمن کے
قبضہ مین چلا گیا۔سدہی تیما نے مصطفی نگر مین اور شتاب خان اور دویاور نے راجمہندری سے نکلکر
ویلور مین محاصرہ کیا اب ابراہیم قطب شاہ کو اندیشہ ہوگیا کہ سلطنت اوس کے ہاتھہ سے چلی۔اوس نے
چاہا کہ گولکنڈہ سے نکلکر دشمنون سے لڑے مگر اوس کے خیر خواہون نے منع کیا۔رام راج نے
یہی نہین کیا تہا کہ صرف ابراہیم قلی کی عملداری مین لوٹ مار مچائی ہو۔بلکہ علی عادل شاہ اپنے دوست
کو بھی نہین چھوڑا تھا۔اوس کے ملک مین بھی لوٹیرون کو بہیجدیا تہا۔اور جب علی عادل شاہ کچھہ رخصت
ہونے کی باتین کرتا تو رام راج برسات اور غلہ اور باربرداری کے سامان نہ ہونے کا بہانہ کرکے اپنے

ملک مین جانے کے خیال کو ٹال جاتا تھا - اس لیئے علی عادل شاہ اور علی برید شاہ اوس سے بہت ناراض ہو رہے تھے - مگر چونکہ باہم مسلمانون مین اتفاق نہ تھا اس لیئے اوس کے ڈر سے بظاہر دم نہ مارتے تھے جو کچھہ وہ کہتا وہ ہی بجالاتے تھے - آخر علی برید شاہ نے خفیہ ابراہیم سے کہلا بہیجا - کہ ہم بھی رام راج سے آزردہ ہو رہے ہین - اور مراجعت کا ارادہ کر رہے ہین - رام راج کو بھی راضی کرلیا ہے - کسی کی معرفت صلح کا پیغام بہیجیئے جلد صلح ہو جایگی - ابراہیم نے فوراً مصطفیٰ خان کو تحفت وہدایا دیکر رام راج کے پاس بہیجا - مصطفیٰ خان اول جگدیو راؤ سے ملا اور اوس کو کچھہ شرم دے دلا کر راضی کرلیا - پھر علی عادل شاہ کے پاس گیا - علی عادل شاہ اوسے رام راج کے پاس لے گیا - وہان اس بات پر صلح ٹہیری کہ قلعہ کنپورہ کو گولکنڈہ اور پانگل رام راج کو دیدیئے جائین سوائے اسکے علی عادل شاہ نے بھی علاقہ اتیگر (اتگری کوٹ) اتگری ورگ وغیرہ رام راج کو دئے پھر کہین اوس کا پیچھا چھٹا - بعدازان رام راج بیجانگر کو چلا گیا اور علی عادل شاہ وغیرہ بھی اپنے اپنے ملکون کو روانہ ہوئے

۱۲۱۳ - تلنگانہ کے ناگواریون کی بغاوت اور اوس کا فرو ہونا -

بیرونی دشمن تو اس وقت بیشک چلے گئے مگر اندرونی دشمن قطب شاہی عملداری مین اس قدر پیدا ہو گئے - کہ اب اوسکو اپنی حکومت نیئے سر سے سے قایم کرنی پڑی - اوس زمانہ مین مسلمان اس ملک مین بہت کم تھے - اس قدر دستیاب نہین ہو سکتے تھے کہ تمام فوجی اور انتظامی کامون کے لیئے اون کی تعداد کافی ہو سکے فقط جنگی فوج مسلمان سپاہیون سے مرکب ہوتی - باقی انتظامی فوج کا کام یو کی بکھرہ ہوتا اون سب پر ہندو ہوتے تھے اس وجہ سے تمام قلعون مین بھی ہندو سپاہی دخیل تھے جب اونہون نے دیکھا کہ ایک ہندو نے تلنگانہ پر چڑہائی کی ہے تو سب ہندو اوسی کا دم بھرنے لگے - اور مسلمان اون کی نگاہون مین ذلیل معلوم ہونے لگے - اس سبب سے قطب شاہی حکومت نہایت متزلزل حالت مین ہو گئی - سب سے اول ابراہیم نے گولکنڈہ کی مضبوطی کا خیال کیا - اوس کا

حصار گچ و سنگ سے بنوایا - اور اوس کے اندر بازار و کانین اور پختہ مکانات تیار کرائے گرداگرد
باغ لگوائے اور امرا و خوانین کو بھی حکم دیا کہ وہ بھی اپنے اپنے مکانات پختہ کرین جب یہان سے دلجمعی ہوئی
تو اوس نے مفصل کی طرف توجہ کی - مولانا محمد مومن ابراہیم کا استاد اندر کنڈہ مین قلعہ دار تہا -
اس اختلال کے زمانہ مین وہانکے نائک واری کیسری راو نے اوسے قید کر کے قلعہ پر
قبضہ کر لیا تھا - ابراہیم نے مصطفی خان کو دس ہزار سوار اور بیس ہزار پیادہ دیکر اوس کے تنبیہ کے
لئے روانہ کیا - دو مہینے کے محاصرہ کے بعد قلعہ فتح ہو گیا اور کیسری راو گرفتار ہو کر قتل کیا گیا -
اور مولانا محمد مومن کو نجات مل گئی جب یہان کا قرار واقعی بندوبست کر کے مصطفی خان واپس آیا -
تو ابراہیم نے اوسے پیشوا اور وکیل مطلق مقرر کر دیا - سار درا و نائک واری گولکنڈہ کے قلعہ کا منتظم تھا -
اوس نے تلنگانہ کے تمام نائک واریون کو اپنے ساتہ ملا کے اس بات پر متفق کر لیا تہا - کہ جب
موقع ملے تو جگدیو راو کی وساطت سے تمام قلعہ رام راج کے حوالہ کر دیئے جائین ع نہانکے ماند
آن رازی کزو سازند محفلہا - ابراہیم کو بھی اس کی خبر لگ گئی - اوس نے ایسی تدبیرین کرنا شروع کین
جس سے ان نائک واریون کا زور گھٹ جائے جب سار و راو نے مصطفی خان کی طرز و روش
کو دیکھا - تو اوسے بھی معلوم ہو گیا کہ میرے ارادہ کی اوسے خبر ہو گئی ہے - اب اوس نے یہ تجویز
کی کہ اگر ابراہیم قطب شاہ کسی وقت شکار وغیرہ کے واسطے شہر سے باہر جاسے تو گولکنڈہ کے قلعہ
کے دروازہ بند کر لیئے جائین - اور اسی کے ساتہ تمام قلعون کے نائک واری قلعون پر قبضہ
کر کے مسلمانون کو نکال دین - اور جب رام راج کے پاس سے مدد آجائے تو قلعہ اوسے دیدیئے
جائین ادہر تو تلنگون نے یہ منصوبہ کیا - ادہر ابراہیم قلی نے ایکدن شکار کا ارادہ کیا - اور حکم دیا
کہ آج رات کو تمام امرا و خوانین تیار ہو کر ہمراہ چلین - رات کے تین بجے تمام سردار اپنے اپنے آدمی
لیکر شہر سے باہر نکلے دمامہ شاہی کوچ کے لیئے بجایا گیا - ہندوون نے سمجہا کہ بادشاہ نکل گیا -

اونہون سنے قلعہ پر قبضہ کا ارادہ کیا۔ اور قلعہ کے مسلمان محافظون کو اور خزانہ دارون کو جا دبایا۔ اگر تہوڑا توقف کرکے اپنا کام شروع کرتے تو سارا کام کر لیتے مگر اس جلدی مین ایک آنچ کی کسر رہگئی سارا کام بنا بنایا بگڑ گیا۔ بادشاہ ابہی شہر کے اندر ہی تہا۔ اور سوارہی ہوا چاہتا تہا۔ کہ مسلمان محافظون مین سے دو شخص قلعہ کی دیوار پر چڑہے اور اونہون نے شور مچایا۔ کہ تانک واری باغی ہوگئے اور تانک واریون کے خوف سے جو اون کے قتل کے درپے تہے ایسے بہاگے کہ قلعہ کی دیوار پر سے اپنے کو باہر گرا دیا۔ یہ سنتے ہی ابراہیم نے حکم دیا۔ کہ قلعہ کا محاصرہ ہو۔ مصطفیٰ خان بہی دو تین ہزار مسلح غلام لیکر حاضر ہوگیا۔ جب ہندوؤن کو معلوم ہوا کہ بادشاہ شہر ہی مین موجود ہے۔ اور فوج آگئی تو وہ اپنی جلدی سے نہایت پشیمان ہوئے۔ اور آپ قلعہ پر چڑہ کر امن چاہی۔ اور بادشاہ سے کہلا بہیجا کہ مصطفیٰ خان ہم پر بڑا ظلم کرتا ہے۔ اور ہماری رسائی بادشاہ تک نہین ہوتی۔ اس لیے ہم نے یہ صورت بادشاہ تک اپنی شکایت پہونچانے کی نکالی ہے۔ اگر مصطفیٰ خان کو ہمارے حوالہ کردیا جاسے تو ہم بادشاہ کے تابع ہین مصطفیٰ خان نے یہ سنتے ہی بادشاہ سے عرض کیا۔ کہ اگر میرے قتل مین سلطنت کی بہتری ہے تو مجہے فوراً بہیجدیجیے مین راضی ہون۔ مگر کوئی عقلمند ایسی حماقت کب کرسکتا تہا۔ ابراہیم نے یہ سوچ کر کہ جہان ظاہری چکنی چپڑی باتون سے بآسانی کام نکلے تو نکالنا بہتر ہے کہلا بہیجا۔ کہ اگر مصطفیٰ خان کے سبب سے یہ سرکشی ہے تو مین اوسے بہیجے دیتا ہون تم اوسے قتل کر ڈالو اور قاصد سے کہلایا کہ وہ اون کو اپنی طرف سے سمجہا دے کہ اگر مصطفیٰ خان کو آپ لوگ قتل کردینگے تو بادشاہ کو کس قدر رنج ہوگا۔ اور پہر اوسے تم کیا منہ دکہاؤگے۔ اور آیندہ تمہارا حاکمون کو کیا اعتماد رہیگا۔ صلاح یہی ہے کہ تم بادشاہ کی اطاعت کرو۔ کیونکہ بیس ہزار آدمی اسوقت اوس کے پاس موجود ہین اگر تم راضی نہوسے تو تمہارا آناً فاناً مین ملیامیٹ کرنا اس کے آگے کچہہ حقیقت نہین رکہتا۔ جب یہ باتین آدمی نے جاکر کہین تو ہندو دم مین آگئے اور قلعہ پر ابراہیم کا قبضہ ہوگیا

اب اوس نے تمام باغیون کو پکڑا- اور ایک قلم سب کے سر قلم کر دیئے- جس سے تمام ناگواری
ڈر گیئے- اور پھر کسی نے دم نہین مارا یہ واقعہ آخر سنہ ۹۷۵ھ کا ہے-

۴۲۲- ابراہیم قطب شاہ کا ویلور و دیلی سر کا فتح کرنا

ودیا ور اور شتاب خان ویلور کا محاصرہ کیئے پڑے
تھے- آغا خان قلعہ دار قلعہ کی محافظت کر رہا تھا ابراہیم نے اوس کی مدد کے لیئے دلاور خان کو
دو تین ہزار تفنگچی اور بانکاری دیکر بہیجدیا تھا- اونہون نے جاکر راجمندری سے ۴ کوس پر نروال مین
ایک پختہ قلعہ بنایا جس سے ہندوؤن کے حملہ کی روک ہو- اب دلاور خان نے ابراہیم کو لکھا- کہ
ہندوؤن کا بڑا اجتماع ہے یہان بڑی زبردست مدد سے کام چلیگا- اگر اور مدد مجکو دیجاسکے تو مین
راجمندری کو لے سکتا ہون- اس واسطے ابراہیم نے ایک شخص رفعت خان لاری کو ملک نائب کا
خطاب دیکر اور اوس کے ساتھ آدم خان و ملک شیرن و تاج خان و عزیز الملک کی سرکردگی مین دس
ہزار آدمی دیکر روانہ کیا- ودیا ور اور شتاب خان کے ساتھ علاقہ قاسم کوٹہ کے بہت سے راجا اور زمیندار
بھی شریک تھے اور اون کے ساتھ دو ہزار سوار ایک لاکھ پیادے اور دو ہزار تفنگچی اور بانکاری
بھی شامل تھے- موضع بارہ پلی مین لڑائی ہوئی- راجہ اور کندہ کے حملہ سے مسلمانونکے میسرہ کو
بڑا نقصان پہونچا مگر وہ خود مارا گیا- اور ودیا ور و شتاب خان راجمندری کو بھاگ گیئے اب مسلمان
راجمندری سے دو کوس پر ایک قلعہ دیلی سر مین پہونچے- اور پھر اوسے بڑی کشت و خون کے بعد فتح
کرکے ناپتاک کا محاصرہ کیا جہان پر کہ راجہ نرسنگہ راؤ بہت سے سوار اور پیادون سے قلعہ مین موجود
تھا- ایک مہینے تک محاصرہ رہا- ایک روز نرسنگہ راؤ یہ دیکھکر کہ مسلمان فوج کثرت سے قرب وجوار
کے دیہات کو رسد وغیرہ کی تلاش مین گئی ہے دو تین ہزار سوار اور دس ہزار پیادون سے باہر نکلا
بڑی لڑائی ہوئی مگر وہ خود گرفتار ہو گیا- اور بہت سے قیدیون کے ساتھ نچہوان پر سوار ہو کر گولکنڈہ بھیجا
گیا- چونکہ برسات آگئی تھی اس لیئے اب یہ لوگ محاصرہ اوٹھا کر دیلی سر مین آگیئے اور پھر بعد ایام بارش

اوسے جاکر فتح کرلیا چونکہ اس وقت یہان رام راج کا جھگڑا پیش آگیا تھا اس سلئے ابراہیم نے ملک نائب کو لکھا - کہ ملک مفتوحہ کو معتمد نائک واریون کے سپرد کرکے چلا آوے اور راجمہندری وغیرہ کی فتح پھر دیکھی جاوے گی یہ واقعہ ۱۵۷۱ھ کا ہے -

۲۲۳ - رام راج کا عروج اور مسلمانون کو اوس سے نفرت جب پینوٹی کی موت آتی ہے تو اوس کے پر نکل آتے ہین - رام راج کو اب ایسا عروج ہوگیا تھا کہ وہ ان مسلمان بادشاہون کو بڑی حقارت کی نگاہ سے دیکھتا تھا - راجہ کی فوج احمد نگر سے واپسی کے وقت اپنے بیہودہ غرور اور محض متکبرانہ کوتاہ اندیشی مین آکر علی عادل شاہ کے امرا سے مسخرہ پن کرتی تھی اور مسلمانون کو مجبوراً اوس سے تجاہل عارفانہ کرنا پڑتا تھا - بیجانگر کے راجاؤن کا پہلے یہ قاعدہ تھا - کہ وہ مسلمان سردارون کے ایلچیون کی بڑی تعظیم کرتے - اور اپنے دربار مین بڑی عزت سے بیٹھاتے تھے - لیکن رام راج نے اول تو دربار مین بولانا ہی چھوڑ دیا - اگر بولاتا بھی تو جلوس کی اجازت نہ دیتا - کبھی سوار ہوتا - تو اونہین دور تک گھوڑے کے ساتھ چلاتا - اور دیر مین سوار ہونے کو کہتا - اوس نے اس بات کا خیال نہ کیا - کہ مسلمان بڑے غیرتمند اور اپنی عزت کے خواہان ہوتے ہین وہ مجبوری کے وقت بھی اپنی شرافت کے خیال کو نہین فراموش کرتے وہ اپنے مال کا زیان اور جان کا نقصان گوارا کرتے ہین - پر ذلت کا جینا پسند نہین کرتے اس نے اس بیہودہ برتاؤ سے آخر مسلمانون کو جوش دلایا - اور یہ غرور اوس کا اوسی کے لیئے وبال جان ہوا ہر کسی کو اوس سے نفرت ہوگئی اور مسلمانون کو اوس نے اَلَّذِيْنَ هَاجَرُوْا وَجَاهَدُوْا فِیْ سَبِيْلِ اللّٰهِ بِاَمْوَالِهِمْ وَاَنْفُسِهِمْ لَهُمْ دَرَجَةً عِنْدَ اللّٰهِ کی رغبت دلائی اسی زمانہ مین یون کٹی نام ایک ڈیسائی نے پورکل کے قلعہ مین جو عادل شاہ کی زیر حکومت تھا بغاوت کی - اس ڈیسائی کا مکان قلعہ کے اندر تھا اوس نے کسی شادی کے بہانہ سے اپنے دوستون اور رشتہ دارون کی مہمانی کی - اور اوراس حیلہ سے بہت سے آدمی قلعہ مین بلا لیئے اور کچھ قلعہ کے محافظون کو ملا اور تھانہ دار کو قتل کر

قلعہ پر تصرف ہوگیا۔ چونکہ یہ مقام رام راج کی سرحد پر تھا اس لیئے عادل شاہ نے خوف کیا۔ کہ اگر ویسائی کو مین تنبیہ کی تو مبادا رامراج حمایت کرے۔ اور قضیہ کو طول ہو جاسے۔ وہ چپکا ہو رہا۔ ۵

ازان کز تو ترسد بترس اے حکیم	وگر با چنو صد بر آئے بجنگ

غرض کہ علی عادل شاہ ابراہیم قطب شاہ حسین شاہ علی برید شاہ سب کو رام راج سے کلی نفرت اور عداوت ہوگئی۔ اور سب کے دلون مین یہ بات ٹھن گئی۔ کہ کسی طرح اوس کو برباد کیجیے۔ ورنہ عزت سے رہنا محال ہے۔

۹۷۲۔ علی عادل شاہ حسین نظام شاہ اور ابراہیم قطب شاہ اور علی برید شاہ کا رام راج کے مقابلہ کے لیئے اتفاق۔

اب یہ ہانڈی دل ہی دل مین کب تک جوش مار سکتی تھی آخر علی عادل شاہ نے بمقتضاے وشاورھم فی الامر ایک مجلس مشاورت منعقد کی۔ اور امراسے کہا کہ جسوقت کفار کا غلبہ ہو اور اسلام کی توہین اور تذلیل ہوتی ہو۔ تو اوس وقت علی العموم ہر مسلمان پر اور خصوصاً بادشاہون پر جہاد فرض ہے۔ اس لیئے مین چاہتا ہون۔ کہ رام راج پر جہاد کرون جس نے تمام اہل اسلام دکن کو ناچیز اور حقیر سجھہ رکھا ہے اور اسلام کی تذلیل اور تحقیر کرتا ہے۔ اگر مین نے فتح پائی تو ثواب غزا اور ناموری دنیا مجکو حاصل ہوگی۔ اور اگر مارا گیا تو اجر شہادت خدا دینے والا ہے اس مین آپ لوگون کی کیا راے ہے۔ کشور خان اور بوتراب خان شیرازی نے جواب دیا۔ کہ رامراج کی صولت و سطوت کا مقابلہ کرنا تن تنہا تو غیر ممکن ہے۔ بارہ کرور سے بیس کرور تک ہون اوس کے خزانہ مین سالانہ آتے ہین اور بے انتہا الماس و زمرد کی اوس کے ملک مین کانین ہین فوج مین تین چار لاکھہ سوار اور نو دس لاکھہ پیادہ رہتے ہین رعایا ہم قوم ہے۔ کشنا سے لیکر راس کماری تک وہ ہی مالک ہے ساٹھہ بندرگاہ اور کثرت سے قلعہ اوس کے قبضہ مین ہین۔ حسین شاہ کو ساتھہ ملانا ضرور ہے اس راے کو علی عادل شاہ نے پسند کیا۔ اور کشور خان کو اختیار دیا کہ وہ اس مقصد کے

حصول کے واسطے جو تدابیر مناسب سمجھے عمل مین لائے۔ کشور خان نے علی عادل شاہ
کی طرف سے ابراہیم قطب شاہ کے پاس ایک قاصد بھیجا۔ اور اپنے مافی الضمیر سے اوسے
اطلاع دی۔ بہان کیا تھا ابراہیم تو پہلے ہی سے خار کہاے بیٹھا تھا اور اسی تجسس مین تھا۔ اوس
نے اس شورہ کو فوراً نہ صرف قبول ہی کرلیا۔ بلکہ ایسی پیروی کی کہ گویا اوسی نے اس مسئلہ کو خود چھیڑا ہے
مصطفی خان اپنے وزیر اعظم کو علی عادل شاہ کے پاس بھیجا۔ کہ وہ جاکر بالمشافہہ اوس کے مزاج کا
حال دریافت کرے اور اوسے تمام فراز و نشیب بتاکر حکم دیدیا کہ اگر بیجاپور والون کا ارادہ پکا ہو۔ تو وہ
وہین سے سیدہا ہی احمد نگر جاکر حسین شاہ کو اتفاق کے لیئے آمادہ کرے۔ جب اوس نے
علی عادل شاہ کو اپنے ارادہ مین مصر و مجد پایا تو وہ حسب ہدایت سیدہا احمد نگر روانہ ہوا۔ اور
خلوت مین حسین شاہ سے جاکر صاف وصریح الفاظ مین اپنا مدعا ظاہر کیا۔ اور کہا کہ جس وقت
تمام دکن ایک ہی چراغ سے روشن اور ایک ہی دولت کے سمند خوش خرام کا جولانگہ تھا۔ اور
سب ملک مین صرف سلاطین بہمنیہ کی حکومت تھی اوس وقت بیجانگر کی حکومت سوائے
بعض اوقات کے ہمیشہ مغلوب اور باجگذار رہتی تھی لیکن جب یہ بات ہے کہ ع آن قدح بشکست
وآن ساقی نماند۔ اوس ملک کے چند حاکم ہو رہے ہین۔ اور بیجانگر کی حکومت ویسی ہی ہی بلکہ
اوس سے بھی کچھہ زیادہ ہو گئی ہے اس لیئے مناسب ہے کہ آپ سب ان آپس کی نااتفاقیون
کو دور کرین۔ ورنہ اس زبردست دشمن سے محفوظ رہنا مشکل ہے حسین نظام شاہ جانتا تھا۔ کہ
علی عادل شاہ کا غلبہ صرف رام راج کے زور پر تھا۔ اگر رام راج کو گرالیا جائے تو پھر علی عادل شاہ
سے انتقام لیتا آسان ہو جائیگا۔ مگر چونکہ رام راج کا گرانا بدون اتفاق ممکن نہ تھا اس لیئے وہ بھی راضی
ہوگیا اور مصطفی خان کی صاف گوئی سے بہت خوش ہوا۔ اب مصطفی خان نے قاسم بیگ حکیم اور
ملا عنایت اللہ قاضی سے صلاح کی۔ اور یہ تجویز ٹھیرائی کہ حسین شاہ اپنی بیٹی چاند بی بی علی عادل شاہ کو

منسوب کر کے شولاپور کے پرگنہ جو مابہ النزاع ہین جہیز کے طور پر اوسے حوالہ کرے - اور
علی عادل شاہ اپنی بہن ہدیہ سلطانہ شہزادہ مرتضیٰ خان ابن حسین شاہ کو دے تاکہ فریقین
مین رشتۂ اتحاد مضبوط ہو جاے پھر تینون بادشاہ متفق ہوکر بتوفیق جبار شدید الانتقام
رام راج پر لشکرکشی کرین جب حسین شاہ اس پر راضی ہوگیا - تو مصطفیٰ خان اور ملا عنایت اللہ دونون
ملکر بیجاپور آئے - اور علی عادل شاہ سے نہایت پختہ عہد و پیمان لیا - لبعد ازان طرفین سے
شادیون کے سامان ہوئے شہر و بازار احمدنگر او ربیجاپور مین خوب خوب آرائشین کی گئین اور رسمی
تکلفات مین سے کوئی بات باقی نہ رہی پھر دونون دلہنین دونون دولاہون کے یہان ایک ہی
تاریخ مین بہیجی گئین - اور شولاپور عادل شاہ کو ملگیا - اب تینون بادشاہون مین پورا اتفاق ہوگیا
اور علی برید شاہ بھی ان کے ساتھہ شریک ہوگیا یہ واقعہ سنہ ۹۷۱ھ کا ہے -

۳۲۵ - شاہان اسلام کا رام راج پر حملہ	یارب این قافلہ را لطف ازل بدرقہ باد	کہ ازو خصم بہ ست آید و معشوق بدام

اب اوس لڑائی کا وقت آگیا جس کا دو برس پیشتر دلون مین بیج بویا گیا تہا - چارون
بادشاہون نے باہم صلاح کی اور علی عادل شاہ سے اس طرح چھیڑ کرائی کہ اوس نے
رام راج کے پاس اپنا ایلچی بہیجا - اور درخواست کی - کہ پچھلے اختلال کے زمانہ مین
جو قلعہ جات رایچور مدگل اینگری و اکری آپ نے لے لئے ہین وہ ہم کو دیدیجئے - تاکہ جو دوستی
اور اتحاد ہمارے اور آپ کے مابین ہے اوس مین فرق نہ آنے پائے - رام راج یہ سنکر نہایت
تحقیر آمیز صورت سے مسکرایا اور ایلچی سے کہا - کہ اگر تو ایلچی نہ ہوتا تو ابہی قتل کرادیتا پھر نہ صرف
اوسی ایلچی کو بلکہ مسلمان بادشاہون کے جو وکلاے مقیمی وہان رہا کرتے تھے اون سب کو
فوراً بے عزتی کے ساتھہ نکالدیا - ان وکلاء کے واپس ہوتے ہی حسین نظام شاہ علی برید شاہ
ابراہیم قطب شاہ تینون اپنی اپنی فوجین لیکر بیجاپور روانہ ہوئے اور اپنے اپنے امرا کو تاکید کرگئے

کہ رسد کا سامان کر کے لشکرون مین پہونچاتے رہین حسین نظام شاہ کے رنج کے باعث صرف
برہان عماد شاہ اس لڑائی مین شریک نہ ہوا اور اس جہاد کے ثواب سے محروم رہا۔ جب یہ
بادشاہ بیجاپور کے قریب پہونچے تو چارون بادشاہون نے باہم ملاقات کی اور از سر نو بالمشافہہ
تجدید عہد و مواثیق ہوئے اور نہایت اتفاق سے ۲۰ جمادی الاول ۹۷۲ھ کو رام راج کی طرف
بڑھے اور دریاے کشنا کے کنارہ تالی کوٹہ مین پہونچے۔ چونکہ یہ مقام علی عادل شاہ کی
عملداری مین تھا اوس نے وہان اپنے مہمانون کی ضیافت کی اور اپنے تمام ممالک محروسہ
مین احکام بھیجے کہ ضروریاتِ سفر لشکرگاہ مین برابر پہونچاتے رہین کسی طرح کی فوج کو تکلیف
نہ ہونے پائے۔ جب رام راج نے سنا۔ تو اوس نے اس حملہ سے کچھہ بھی خوف و ہراس
نہ کیا۔ اور فوراً اپنے سب سے چھوٹے بھائی تیمراج کو پانچ سو ہاتی تیس ہزار سوار اور ایک لاکھہ
پیادون سے آگے بھیجا۔ کہ دریاے کشنا کے گھاٹون کو جاکر روک لے۔ اور پھر وینکٹادری
اپنے مجھلے بھائی کو اس سے المضاعف لشکر سے اوس کی امداد کو روانہ کیا۔ ان لوگون نے
دریا پر آکر اہل اسلام کو روکا پھر رام راج بھی تمام اطراف کے راجاؤن اور کرناٹک کے بڑے
بڑے زمینداروں کو لیکر آموجود ہوا۔

۳۲۶۔ مسلمانون کا دریاے کشنا کو عبور کرنا

اب ان لوگون نے دریا کے گھاٹون کو ایسا روکا تھا کہ
دریاے کشنا سے عبور کرنا بالکل غیر ممکن نظر آتا تھا۔ کیونکہ جب جاسوسون نے دریا کے اوپر
اور نیچے کی طرف چالیس کوس تک جاکر تحقیقات کی تو معلوم ہوا۔ کہ تین مقام کے سوا اس مین
اور کہین گذر کا راستہ نہین نظر آتا۔ اور جو گذر کہ پایاب ہے اور جہان سے توپخانہ کی گاڑی اور
لشکر کا گذر ہوسکتا ہے وہ صرف یہی ہے جو یہان ہے۔ مگر اس گھاٹ کے دوسری طرف
مخالفون نے دیوار بنائی ہے اور اوس پر توپین اور آتشبازی کے آلات لگا رکھے ہین۔

اس پر شاہان اسلام نے باہم مشورت کی اور ایک منصوبہ قرار دیکر یہ مشہور کیا۔ کہ ایک اور گھاٹ
نہایت عمدہ معلوم ہو گیا ہے اور تین منزل اوپر کو اپنے لشکر کا بازار اور بہیر و بنگاہ بہیجدیا وہاں ہزاروں
اک داور لٹو کرے وغیرہ آلات شناوری جمع کیئے بعدازان تمام لشکر اوس طرف روانہ ہوا۔ اب
ہندوؤن کو یہ سپاہیانہ پیچ کہان معلوم تھے الحرب خدعۃ کو نہ سمجھے دہوکے مین آ گئے اس
شہرت کو سچ سمجھکر بے احتیاطی سے اوس گھاٹ کو مطلقاً چھوڑ دیا اور مسلمانون کو اس جانب روکنے
کے لیئے چلے گئے اس خیال سے کہ کہین مسلمان دوسرے مقام سے دریا کو عبور نکر آئین
جب یہ خبر مسلمانون کو معلوم ہو گئی کہ وہ گھاٹ اب خالی ہے اسپر سلاطین اسلام نے کئی ہزار سوار
اسپنے اپنے لشکرون مین منتخب کیئے جنکے گھوڑے مضبوط سپاہی توانا و چست اور فن شناوری
سے واقف تھے۔ اور اون کو حکم دیا۔ کہ ایلغار کرکے اصل معبر پر جایئن۔ یہ لوگ وہان سے
بجلی کی طرح چھوٹے۔ اور تین روز کا راستہ ایک دن مین از طلوع آفتاب تا غروب پورا کیا۔ اور ع
ہرچہ بادا باد ما کشتی در آب انداختیم۔ بامید فضل حل المشکلات کچھہ تھوڑے سے آدمی دریا کے
پار ہو گئے۔ اور گھاٹ پر قبضہ کرلیا۔ بعدازان تمام لشکر آیا اور دریا سے پار گذر گیا۔ اور صبح کیوقت
دریا سے تنگری کے کنارہ پانچ کوس آ گے رام راج کے لشکر کے سامنے جاکر مقابل ہوا۔ اگرچہ
اس سے ہندوؤن پر ہراس بیقیاس مستولی ہوا مگر چونکہ پیچھے ہٹنا بھی مشکل تھا تمام رات فوجین
آراستہ کیئے پڑے رہے۔ اور شاہان اسلام نے دوازدہ امام کے بارہ بارہ علم کھڑے کیئے جس مین
سے ہر ایک پر بخط جلی ہر ایک امام کا نام اور نصر من اللہ وفتح قریب لکھا ہوا تھا۔ اور اپنی اپنی
فوجون کی درستی مین کوئی کسر باقی نہ رکھی رام راج کی فوج مین اس وقت ایک لاکھہ سوار اور نو لاکھہ پیادہ
جنگی تھے جن مین سے بکثرت توپچی اور تیرانداز تھے۔ اس وجہ سے گو مسلمانون نے دریا کو
عبور کرلیا تھا مگر رام راج سے دلون مین خایف تھے اور ڈرتے تھے کہ اگر ہندو غالب ہو گئے

تو ہمارا اوکن مین پتا بھی نہ لگیگا - اس سبب سے وہ ابھی تک یہی چاہتے تھے کہ رام راج وہ ہی اقطاع ہمارے واپس کردے جو اوس نے ہم سے لے لئے ہین - اور عہد کر لے کہ آئندہ پھر ہم کو کوئی اذیت نہ پہونچاوے - مگر اوس نے اس وقت بھی نہ مانا اور مسلمانون کو ناچیز اور حقیر سمجھ کر اون کی لڑائی کو ایک بازیچۂ طفلان تصور کیا - اور اس عمدہ موقع کو ہاتھ سے کھو دیا -

۲۷۳ - تالی کوٹہ کے مقام پر سلاطین اسلام اور رام راج کا مقابلہ -

اب ۲۰ جمادی الثانی ۹۷۲ھ ہو گئے رام راج نے لڑائی مین تعجیل کی اور یہ نہ جانا کہ تعجیل کاری شیاطین بود مسلمانون کی فوج مین میمنہ پر علی عادل شاہ اور میسرہ پر علی برید شاہ و ابراہیم قطب شاہ اور قلب مین حسین نظام شاہ کھڑا ہوا - اور توپون کو زنجیرون سے جاڑ دیا گیا - فیلان مست و جنگی اپنی اپنی جگہہ پر باقاعدہ کھڑے کیے گئے اودہر رام راج نے وینکٹادری کو پچیس ہزار سوار دو لاکھہ پیادہ پانچ سو ہاتی سے علی عادل شاہ کے سامنے اور تمراج کو بیس ہزار سوار دو لاکھہ پیادہ اور پانچ سو ہاتی سے علی برید اور ابراہیم کے مقابل مین کیا - اور خود پیتیس ہزار سوار خاصہ اور دو ہزار سوار ملکی سے جو بعض راجہائے اطراف اوسی روز لائے تھے اور پانچ لاکھہ پیادہ اور ایک ہزار توپ اور ایک ہزار ہاتی اور ایک روایت مین ہے کہ دو ہزار ہاتی سے قلب مین قایم ہوا - اور قادر مطلق کو بھول کر از راہ تکبر حکم دیا کہ علی عادل شاہ اور ابراہیم قطب شاہ کو زندہ گرفتار کر کے لائین تاکہ انہین مادام الحیات آہنی پنجرون مین بند رکھا جاوے اور حسین شاہ کو زندہ نہ چھوڑین اوس کا سر میری خدمت مین حاضر کرین حسین نظام شاہ کے چھہ سو توپین تھین دو سو بڑی توپین تو آگے تہین اون سے پیچھے دو سو ضربزن یعنی چھوٹی تھین پھر زنبورچہ بڑی بھاری بندوقین ہوتی ہین اونہین اونٹون پر سوار لیئے ہوتے ہین اون سے پیچھے تھین چلیبے رومی خان اس توپخانہ کا افسر تھا جو اپنے زمانہ مین فنون گلندازی مین اپنا نظیر نہ رکھتا تھا جب عین نصف النہار کے وقت طرفین سے نقارہ جنگ بجایا گیا تو بیجانگر کے پیادون نے ایک قیامت مچادی ہر مرتبہ تقریباً پچاس ہزار

بان اور بندوق ضرب زن و توپ کے گوسلے گولیان اون کی فوج سے چہوٹتی تہین پھر راج بندر کی سپاہ نے
ہندی تلوارین سونت اور ڈہالین سے وہ حملہ کیا کہ سپاہ اسلام کے پیر او کہڑتے او کہڑتے رہ گئے اس مین
نظام شاہ نے اپنے دو ہزار قراول جو غنیم کی حالات کی تفتیش مین آگے آگے لشکر کے تھے آگے بہیجے
وہ رام راج کی فوج کو اپنی طرف مائل کر کے توپخانہ کی زد پر لائے۔ پہلے رومی خان نے پہلے بڑی توپون کو
سر کیا۔ جب وہ خالی ہوگئین تو ضرب زن سے فیر کئے اور پھر آخر کو زنبور کی وہ بھرمار کی کہ دشمنون کے دانت
کہٹے ہوگئے اور رام راج کو معلوم ہوا۔ کہ مسلمان کچھہ ہین۔ اب تک رام راج سنگاسن مین سوار تہا۔ اور اگرچہ
اوس کے مصاحبین نے کہا تہا کہ اس وقت گہوڑے پر سوار ہو جائے مگر اوس نے اس کا یہ جواب دیا
تہا۔ کہ یہ بچون کی لڑائی ہے۔ مسلمان اب کوئی دم مین بہاگ جائینگے۔ مجھے گہوڑے کی ضرورت نہین ہے
اب یہ دیکہتے ہی اطلس سرخ اور زربفت کے شامیانہ مین اوتر کر کرسی مرصع پر چار زانو ہو بیٹھا۔ اور ہون
اور جواہرات و پرتاپ کے اپنے دونون طرف انبار لگوا لئے۔ اور جلدی کی وجہ سے بے گنتی ڈہالون مین
بھر بھر کر سردارون کو دیتے اور کہنے لگا۔ کہ جو شخص میرے پاس بہ فتح و نصرت آئیگا۔ اوسے بدکہ مرصع
دونگا اور اقطاع کا اضافہ کرونگا۔ اس پر ہندوؤن نے مکرر حملہ کیا۔ اور ایسے جوش و خروش سے بڑہے کہ
اہل اسلام کے میمنہ اور میسرہ دونون بازو پریشان ہوگئے۔ اور فتح سے بالکل مایوسی ہوگئی علی عادل شاہ
نے اپنی منتشر فوج کو پھر سنبہالا۔ اور سامنے سے ہٹکر وینکٹادری کے عقب مین پہونچا اور وہان ایسے
جوش و خروش سے حملہ کیا۔ کہ ہندو پیچہے کو ہٹے۔ اور رام راج کی طرف کو چلدیئے۔ جب اوس کے
عقب مین ایسا غلغلہ پڑا تو وہ گہبرایا۔ اب یہ حال حسین شاہ کو معلوم نہ تہا کہ علی عادل شاہ دشمن کے پیچہے ہے
بلکہ وہ سمجہے ہوئے تہا۔ کہ دہنا ہاتہہ بالکل خالی ہوگیا۔ اور مسلمان پیچہے ہٹ گئے ہین۔ تاہم وہ اپنی
جگہ سے نہین ہلا تہا۔ جہان تہا وہین جما کہڑا ہوا تہا۔ حالانکہ اوس کے گردا گرد ہزارون بان تیر گوسلے گولیون
کی بوچہار پڑ رہی تہی۔ جب اوس نے خیال کیا۔ کہ دشمن کا بہت غلبہ ہوگیا۔ تو اپنے خدام کو حکم دیا۔ کہ

رن تھانت لگادین - اوس زمانہ کا دستور تھا کہ جب دشمن کا غلبہ بہت ہوجاتا اور کوئی شخص یہ چاہتا کہ میدان مین مرجاے یا دشمن پر فتح حاصل کرے تو میدان مین اپنا ڈیرہ کھڑا کرا دیتا تھا اوسے رن تھانت کہتے تھے - جب رن تھانت لگ گیا - تو اوس نے سو خواجہ سرا اپنی سو بیبیون کے پاس جو اوس کے ساتھہ تھین ننگی تلوارین دیکر کھڑے کردئے کہ اگر معاملہ دگرگون ہوجاے تو فوراً اونہین قتل کردین - پھر اوس نے شاہان اسلام سے کہلا بھیجا کہ گھبرائین نہین - اب کچھہ تھوڑی دیر مین فتح ہوئی جاتی ہے جس سے اون کے دل بڑہے اور وہ پھر سیدہے ہوگئے -

۸۶۳ - اہل اسلام کی عظیم الشان فتح اور رام راج کا قتل - جب اون امیرون نے جو پیچھے ہٹ گئے تھے دیکھا - کہ حسین شاہ کے علم ابھی تک اپنی جگہ پر قائم ہین تو وہ لبنی اپنی فوجون کو بین ٹولکر پھر اوس کی مدد کو چلے - حسین شاہ نے چلپی رومی خان کو حکم دیا - کہ گولون کے بجاے پیسے ملک میدان توپ اور نیز اور توپون اور ضرزنون مین بھر کر مارے - جون ہی اس کی تعمیل ہوئی تو ایک ہی فیر مین پانچ چھہ ہزار ہندو اور کتنے ہی ہاتی اور گھوڑے مارے گئے - پھر کشور خان لاری کو ساتھہ لیکر جو اسوقت اوس کے پاس آٹھہ سات ہزار آدمی سے اوسکی مدد کو آگیا تھا خود حسین شاہ نے رام راج پر حملہ کیا اب پیچھے سے علی عادل شاہ اور آگے سے حسین شاہ کو دیکھکر رام راج گھبرایا - جس وقت یہ گھمسان کی لڑائی ہو رہی تھی - تو ایک ہاتی غلام علی نام نے جو رومی خان کے پاس تھا رام راج کے ایک ہاتی کو مارکر بھگا دیا - اور اوس کے پیچھے پیچھے دوڑا وہ ہاتی رام راج کے شامیانہ کی طرف بھاگا اس سبب سے رام راج مضطربانہ کرسی پر سے اوٹھہ کھڑا ہوا - اس وقت اوس کی عمر اسی برس سے تجاوز کر گئی تھی - بہت بوڑہا ہوگیا تھا - یا تو اس بوڑہاپے کے باعث یا جلدی مین اوس کے ہوش وحواس جاتے رہے گھوڑے پر سوار نہ ہوا - بلکہ سنگاسن منگایا اور اوس مین سوار ہوکر پیچھے کو ہٹا - ہاتی برابر لڑتے بھڑتے اودھر کو بھاگتے جاتے تھے - گھوڑا ہوتا تو وہ جدھر چاہتا کود اکر لیجاتا - کہار جنھین دکن مین بھوئی کہتے ہین -

کہان لیجا سکتے تھے - جب تک کہ دو چار قدم ادہر اودہر چلے - کہ بات کی بات مین ہاتی وہان تک آپہونچے - اپنی جان سب سے زیادہ پیاری ہوتی ہے بہوئیون نے ہاتیون کے خوف سے سنگاسن کو وہین پہینکا - اور ادہر اودہر بہاگ گیے - جب نظام شاہی فیلبان نے مرصع سنگاسن کو دیکہا تو اوس نے لالچ مین آکر مغرور ہاتی کے تعاقب کو چہوڑا - اور سنگاسن کو لینے کے لئے آگے بڑہا - کہ اوسکو ہاتی کی سونڈ سے اوٹہاکر اوپر لے لے رام راج کا ایک نادان خیرخواہ برہمن خادم وہان موجود تہا - اوس نے دیکہا - کہ فیل بان نادانستہ رام راج کو قتل کرتا ہے - اس حماقت سے اوس نے فیلبان کے پاس آکر فریاد مچائی - کہ دیکہنا براہ مہربانی مہاراج کو نہ مارنا - فیلبان سمجہہ گیا کہ یہ رام راج ہے اوس نے ہاتی کو اشارہ کیا - اور سونڈ سے پکڑوا کر رام راج کو ہاتی پر لے لیا - اور سنگاسن کو وہین چہوڑ جون تون راستہ کو چیرتا ہوا اوسے رومی خان کے پاس لایا - اور رومی خان نے اوسی وقت اوسے حسین شاہ کی خدمت مین حاضر کیا - حسین شاہ اس نعمت غیر مترقب کو دیکہتے ہی نہایت شاد ہوا - رام راج کی بڑی خاطر و تسلی کی اور اوس کا مزاج پوچہا - اوس نے زبان سے کچہہ جواب نہ دیا - مگر ہاتہہ سے پیشانی کی طرف اشارہ کیا کہ جو مشیت ایزدی مین تہا وہ ہی ہوا - یہی باتین ہو ہی رہی تہین کہ قاسم بیگ حکیم نے آکر حسین شاہ سے کہا کہ علی عادل شاہ رام راج کی فوج کے پیچہے ہے - اور اوس کو وہان بڑا غلبہ ہو چکا ہے وہ آگے بڑہتا چلا آرہا ہے - یہ آپ کو حال معلوم ہے کہ رام راج کو وہ اپنا باپ کہا کرتا ہے - اگر وہ آگیا تو اسے وہ ضرور مانگیگا - معلوم نہین کہ اوس وقت پہر کیا نتیجہ ہو - غالباً ہزارون آفتین برپا ہو جائینگی ضرور ہے کہ رام راج کو فوراً قتل کردیا جاے - اس لیئے حسین شاہ نے اوسے اوسی وقت قتل کرادیا اور سر کاٹکر اوسی ہاتی پر علم کرایا - اور دشمن کے لشکر کو دکہایا - بیجانگر والون نے جب دیکہا کہ اونکا راجہ مارا گیا تو جان لیا کہ مسلمانون کی فتح ہوگئی - اور بہاگنا شروع ہوئے - رام راج کے بہائی عادل شاہ اور قطب شاہ کے سامنے سے ہٹکر آئے کہ بہائی کی مدد کرین - مگر جب معلوم ہوا کہ وہ قتل ہو گیا -

تو وہ بھی بہاگے۔ اب اہل اسلام نے اناگندی تک اون کا تعاقب کیا جو بیجانگر سے دس کوس پر ہے

کوسون تک ہندوؤن کے کشتون کے پشتے لگا دیئے۔ ایک لاکہہ ہندو اوس روز قتل ہوا چونکہ

تفال خان برہان عماد شاہ کا وزیر رام راج کی تحریک سے احمدنگر کو خالی پاکر اوس طرف تاخت وتاراج کررہا تہا

اس لیئے نظام شاہ نے رام راج کے سر کو اوس مین گہانس بہرواکر اوس کے پاس بہجوادیا پہر سلاطین

جنگ آور نے تمام سلاطین اطراف کے پاس قاصدان سریع السیر کو بہیجا او فتحنامہ روانہ کیئے اور خوشیان منائین

۵-۳۲۷- بیجانگر کا غارت اور برباد ہونا۔ اب شاہان اسلام نے سب سے پہلے تو قادر وواہب العطایا کی

شکر گذاری کی۔ پہر اپنی اپنی فوج کے مجروحون کی مرہم پٹی کی طرف توجہ فرمائی اور باقی فوج کو حکم دیا۔ کہ فیل

ونشان ونقارہ توپ وغیرہ لوازمات سلطنت کو جو لوٹے وہ اپنے بادشاہون کے حوالہ کرے۔ باقی جو کوئی

جو چیز لوٹیگا وہ اُسی کا مال ہے جب بیس روز تک میدان جنگ مین سپاہ اور سرداروں نے آرام لیا۔

اور مجروحون کو بھی شفا ہو گئی تو بیجانگر روانہ ہوئے یہ شہر اوس وقت نہایت آباد تہا۔ کئی کوس تک اوسکی

آبادی پہیلی ہوئی تھی۔ دکن مین کوئی شہر اوسکی آبادی کا مقابلہ نہین کرسکتا تہا صدہا مندر اور تبخانہ اوس مین

بنے ہوئے تھے اوسکو مسلمانون نے خوب لوٹا۔ اور احمدنگر کی مساجد اور قرآن کی بے ادبیون کو یاد کرکے مندرون کو توڑا

لیکن یہان اونکو میدان جنگ کی سی لوٹ نہ ملی کیونکہ اس عرصہ مین لوگ بہت سی بہاگ کر پہاڑ اور گہاٹیون مین

چہپ رہے تھے اور جو شہر مین کچہہ باقی تھے اونہون نے بھی اپنا مال کنوؤن گڑہون اور چہچون وغیرہ مین چہپادیا۔ اور

زمین مین دفن کردیا تہا۔ جب لوٹنے والون کو یہ بات معلوم ہوئی تو اونہون نے دکانون کو توڑا مکانون کو ڈہایا

گہرون کو کہودا اور جگہ جگہ سے دفینہ نکالے اب اس لوٹ مار پر آپس مین جہگڑے شروع ہوئے

عادل شاہی سپاہیون نے ایک تانبے کا گہڑا پایا اوس مین اشرفی اور جواہرات بہرا ہوا تہا وہ باہم

ایک اوجاڑ مین بیٹھے تقسیم کررہے تھے۔ کہ نظام شاہی سپاہی بھی پہونچ گیئے اور اون سے زبردستی

حصہ مانگنے لگے۔ اس مین تکرار ہوئی کتنے آدمی زخمی ہوئے دو سید مارے گیئے۔ ایک شخص عاشق

ابدال نام قلندر اپنے تیس چالیس مرید لئے ہوئے آیا اور وہ بھی اس لڑائی مین شریک ہوگیا کسی نے اوس کے ایسی تلوار ماری کہ شاہ رگ کے سوا نیچے سے تمام گردن کے دو ٹکڑے ہوگئے جراحون نے پکڑ کر اوسے سیدیا۔ قدرت خدا کی کہ وہ بچ گیا۔ اور دس برس تک زندہ رہا حسین شاہ نے اس لڑائی کو خود دیکھا اوس کو یہ خوف ہوا۔ کہ جب سپاہی لڑینگے تو اون کے افسر بھی اوس رنج وعناد سے متاثر ہونگے۔ اور بادشاہون کو بھی رفتہ رفتہ رنج ہوجائیگا جس سے نہ معلوم کہ کیا خرابی پیدا ہو۔ فوج قابو مین نہ تھی۔ آجکل کی سی یوروپین فوج ہوتی تو کچھہ خطرہ نہ ہوتا۔ مگر اوس ناتربیت یافتہ فوج سے بڑا اندیشہ تہا اس لیئے اوس نے کوڑا جمع کرایا۔ اور جا بجا دکانات اور مکانات مین بھروایا۔ اور تمام شہر کو آگ لگوادی کہ جس سے فوج کا لوٹنا اور اوس کی وجہ سے فساد کا ہونا کسی قدر بند ہوگیا۔ مگر اس سے بیجانگر بالکل تباہ وبرباد ہوگیا۔ اور پھر کبھی آباد نہ ہوا۔

۳۴۳۔ بیجانگر کے گرد ونواح کے غار بیجانگر ایک کوہستان مین بستا تہا۔ اوس کے گرد ونواح مین جا بجا غار تھے جو کوسون تک نیچے نیچے چلے جاتے تھے اون کے اندر کے راستہ کہین تنگ کہین کشادہ کہین بالکل تاریک کسی جگہ اون مین روشندان بھی تھے جنمین سے آسمان بھی دکھائی دیتا تھا۔ بیجانگر والے ان غارون مین جا چھپے تھے۔ دنکو اون کے اندر گھوسے رہتے۔ رات کو نکلتے اور ادہر ادہر سے کھانے پینے کی چیزین لوٹ لیجاتے اور اپنی اوقات بسری کرتے تھے جب مسلمان اون کو پکڑتے تو اون سے روپیہ طلب کرتے اور اکثر بغیر لیئے نہ چھوڑتے جب مسلمانون کو یہ حال معلوم ہوگیا تو اونہون نے اون کے راستہ روکے اور اون کی گرفتاری کے خوب سامان کئے اور بہت سا روپیہ وصول کیا۔ رفیع الدین شیرازی جس نے بیجاپور کی تاریخ لکھی ہے ان واقعات مین موجود تہا وہ اس طرح اپنا حال لکھتا ہے کہ ایک روز ہم نے تین چار آدمی پکڑ لیئے اور اون سے روپیہ مانگا۔ جب اونکو اذیت دی تو اونہون نے کہا۔ کہ ہم ایک غار مین رہتے ہین اگر ہمارے ساتھہ چلو

تو ہم تمہین کچھہ دینگے یہان تو ہمارے پاس کچھہ نہین ہے - لالچ انسان کی جبلت مین بسا ہوا ہے
ہم چند آدمی جمع ہوکر اوس غار کے مُنہ پر گئے - دو آدمی کے بازوؤن مین ہم نے رسی باندہی اور اونہین
آگے کیا - پیچھے سے ہم اوس غار مین گھوسے جب ہم کچھہ آگے بڑہے تو دیکھا - کہ ایک راستہ کے
کتنے ہی راستہ ہو گئے ہین ہمین اندیشہ ہوا کہ معاودت کیوقت کہین راستہ بھول نجائین - اور ان غارون
مین بھٹکتے نہ پھرین - یا شاید ہمین کوئی گرفتار کرلے اور مار ڈالے - اسواسطے ہم نے کوئلہ لیئے اور چراغ
جلاے - جدہر سے گذر ہوتا وہان اون کوئلون سے نشان کردیتے تاکہ لوٹتے وقت کچھہ دہوکا نہو
جب ہم آگے بڑہ گئے تو نہایت ہی تاریکی ہوگئی - اپنا ہاتھہ تک دکہائی نہ دیتا تھا - پھر کہین کہین اوجالا
آگیا - اور آسمان بھی نظر آنے لگا - اسی طرح سے ایک میل سے زیادہ چلے گئے ایک مقام ایسا
تنگ آیا - کہ تین چار گز سے زیادہ چوڑا نہ تھا اور بیٹھکر چلنا پڑتا تھا - وہ دونون آدمی جنکے ہاتھہ مین ہم نے
رسی باندہ رکھی تھی اس مقام سے آگے گذر گئے وہان سے آگے نکلتے ہی ایک شور ہوا جس سے
معلوم ہوا - کہ وہان بہت کثرت سے آدمی جمع ہین پھر وہ رسی بھی اون کے ہاتھون کی کسی نے کاٹ دی
اور ہتھیارونکے سنبھالنے کی آواز ہمارے کانون مین آئی - اور یہ آواز برابر زیادہ ہوتی گئی اب ہم ڈرے اور سوچا
کہ اگر اندر جائین تو ذرہ سے مال کیواسطے کہین اپنی جانین ہی نہ کھو بیٹھین - اس اندیشہ سے ہم وہان سے
لوٹے - اور اون علامات کے ذریعہ سے جو ہم بناتے گئے تھے فوراً باہر چلے آئے - اسی قسم کا ایک غار
اناگندی مین چار کوس کے فاصلہ پر تھا رام راج کا چھوٹا بیٹا تمراج بھاگ کر اوسمین مع اپنے اہل وعیال کے
چھپ رہا تھا - صرف باہر سے لوٹ لاٹ کرکے آتا - اور اوس مین رہکر اپنی گذر کرتا تھا -

۱۳۲ - حسین شاہ ابراہیم شاہ علی برید شاہ کی بیجانگر سے واپسی -

گو مسلمانون نے اسقدر عظیم الشان فتح حاصل کی مگر آپس کے رشک وحسد کیوجہ سے اونہین ملکی فائدہ کچھہ نہ ہوا - احمد نگر کا علاقہ ایسے موقع پر واقع تھا - کہ اگر بیجانگر کی عملداری سے کوئی ملک وہ لینا چاہتا تو اوس پر حکم رانی کرنا دشوار تھا - جب وہ ملک

نہین لے سکتا تہا تو وہ چاہتا تہا کہ کوئی اور بہی نہ لے علی عادل شاہ اون چارون قلعون کا دعوی کرتا تہا کہ جسکی بنا پر
اوس نے اس لڑائی کی چہیڑ چہاڑ کی تہی - رام راج کے مرنیکے بعد نیکٹادری جنوب کیطرف چلا گیا اور گو اوس نے کرناٹک کے
راجہ بننے کی ڈہنگ ڈالی مگر رام راج کی بات کہان آتی تہی - اس سبب سے وہ تو ہر ایک بات کر ماننے کو موجود تہا جسقدر
شاہان اسلام ملک کو مانگتے وہ دیتا گیا - اوس نے حسین شاہ اور ابراہیم شاہ کے بہکانے سے قلعون کو دینے سے
انکار کیا - اس لیے علی عادل شاہ نے کشور خان کو فوج دیکر متعین کیا - کہ وہ قلعون کو زبردستی سے لے حسین شاہ
نے قاسم بیگ کو اور ابراہیم نے مصطفی خان کو لظاہر اوس کی خاطر سے کشور خان کی ساتہہ بہیجا - یہ لوگ گئے
اور قلعون کی کنجیان لے آئے مصطفی خان نے ابراہیم کی بلا اجازت قلعون کی کنجی کشور خان کے حوالہ کردی
جب حسین شاہ کو یہ بات معلوم ہوئی تو اوس نے ابراہیم کو لکہا کہ مصطفی خان نے تمہارا نوکر ہوکر دوسرے بادشاہ کو
کنجی دیدی ایسے نوکر کو اپنا معتمد بنانیکے کیا معنی بہتر ہے کہ اوسے قتل کردو - ابراہیم نے اوسے قتل تو نہ کیا - البتہ
مکہ جانیکی اجازت دی اور اسقدر عنایت کی کہ اوس کا تمام مال و اسباب بہی اوسے ہی دیدیا جو سات سوا
گاڑیون اور پانچ ہزار آدمیون کے سپرد دیا گیا - وہ مکہ تو نہ گیا عادل شاہ کے پاس چلا گیا - اور اوس نے اوسے اپنا پیشوا
کردیا - اس سے معلوم ہوتا ہے کہ ابراہیم دو رنگی مین رنگا ہوا تہا حسین شاہ سے بہی ملا تہا اور عادل شاہ سے بہی مین
بگاڑتا تہا - اب ان واقعات سے علی عادل شاہ کو معلوم ہوگیا کہ حسین شاہ اور ابراہیم شاہ مجہے قلعون کے
ملنے مین مزاحمت کرتے ہین کیونکہ اگرچہ کنجی ملگئی تہی - مگر قبضہ نہین ہوا تہا - اب حسین شاہ کو تردد ہوا - کہ اگر علی عادل شاہ
سے اسوقت بگڑ گئی تو وہ اسی جگہ کام تمام کردیگا اوسکا ملک پاس ہے وہ بوقت ضرورت بہت جلد فوج منگا سکتا ہے میرا
ملک اتنی دور ہے کہ فوج اور سامان رسد کا بہت جلد انتظام ہونا دشوار ہے اسلیئے اوس نے حیلہ اور بہانہ بنائے اور کچہہ جعلی کاغذ
دکہائے کہ احمدنگر سے خطوط آئے ہین عماد شاہیون نے وہان بڑی آفت مچا رکہی ہے مجہے اجازت ہو تو مین جانا چاہتا ہون
علی عادل شاہ تو خود اسی چاہتا تہا کہ یہ لوگ چلے جائین تو مین کام سنبہالون اوس نے فوراً خوشی سے مراجعت کی اجازت
دیدی پہر حسین شاہ نے برید شاہ اور قطب شاہ کو بہی معاودت کیلیئے آمادہ کرلیا جب یہ سب چلنے کو تیار ہوئے تو بادشاہون نے
ایک وداعی مجلس منعقد کی اور ایک دوسرے سے خوشی خوشی رخصت ہوئے اور چند مہینے بیجانگر مین رہکر اپنے اپنے ملکون کو جلد سے

ذیل مین ہم چند فقرات کا ترجمہ لکھتے ہین جو مسٹر گریبل نے اپنی تاریخ دکن مین بیجانگر کے متعلق تحریر کیے ہین - اگرچہ اُن کی ترتیب بے ڈھنگی اور بعض مضامین تصدیق طلب بھی ہین تاہم اُن مین جدید معلومات بھی ہین - اس کے بعد بیجانگر کا بیان ہم ختم کردینگے -

۴۳۲ - باکھاراے اور ہری ہر کا ودیارن کی اخلاقی امداد سے بیجانگر کو بسانا - اور بیجانگر کی سلطنت کی نمود -

اس مین شک نہین کہ چودھوین صدی عیسوی سے پیشتر بیجانگر ایسا ایک چھوٹا مقام تھا کہ جسے لوگ بہت کم جانتے تھے - یہ ممکن ہے کہ یہان کوئی چھوٹا سا راجہ رہتا ہو اور یہ بھی ممکن ہے کہ اس نئے شہر کے بسانے والے باکھاراے اور ہری ہر کوئی اسی خاندان کی نسل سے ہون اور جب ورنگل کا راج برباد ہوگیا تو وہان سے یہان لوٹ آئے ہون - اس شہر کی بنا کی تاریخ علی العموم ۱۳۳۶ء یا ۱۳۳۵ء بیان کی جاتی ہے اور کہتے ہین کہ ۱۳۴۳ء مین اس کی آبادی کامل ہوگئی تھی جو ۱۳۴۷ء یعنی سلطنت گلبرگہ کے قیام سے چند سال پیشتر کا واقعہ ہے - اور اسمین بہت کم شک معلوم ہوتا ہے کہ اس ہندوون کی نئی سلطنت کے قیام مین سری مہاتما ودیارن کی کوشش کا بہت کچھ اثر ہوا تھا جو شنکراچاری کا گیارہوان جانشین تھا - اور جو ڈاکٹر برنل کی راے کے بموجب جس سے بڑھکر کوئی واقف کار نہین ہے یہی وہ شخص ہے جسے سیانا کہتے ہین اور جو بیدون کا مشہور و معروف مفسر گذرا ہے - اس مہاتما کا پاٹ شالا شرنگری تعلقہ کدور مغربی میسور مین تھا - یہ کہاوت چلی آتی ہے - کہ جب ورنگل کا راج مٹ گیا تو یہ دونون بھائی اس مہاتما کے پاس آئے اور مدد مانگی - اس ہندو اول درجہ کے پنڈت نے اس نازک موقع کی حالت دریافت کرنے مین کوتاہی نہین کی - دیوگری اور ورنگل کے زوال سے جنوبی ہند مسلمانونکے حملے کے لیے بالکل بے پناہ ہوگیا تھا - اس لیے یہ ضرور تھا کہ اس خطرناک دشمن کی روک تھام کے لیے ایک نیا مورچہ قایم کیا جاے کہتے ہین کہ اس بزرگ کے پاس کوئی دیوتا آیا - اور اُسکو ایک چھپا ہوا خزانہ آکر دیا - اس نے اس

خزانہ کو ان دونون بھائیون کو یہ سمجھکر دیدیا کہ یہ اس نئے کام کرنیکے لایق ہین اس روپیہ سے اُنھون نے یہ شہر بسایا - اور اپنے اِس مربی کے نام پر اُس کا نام ودیا نگر رکھا یہ ایک عجیب بات ہے کہ ہندوستان کی تاریخون مین جب کبھی کوئی شہر بسایا جاتا ہے یا کوئی شاہی خاندان قایم ہوتا ہے تو اُسے غیبی خزانے کے ملجانے سے منسوب کیا کرتے ہین - اسمین شک نہین کہ دولت جمع کرنیکا دستور بہت قدیم زمانہ سے چلا آتا نظر آتا ہے - مگر یہ بھی گمان غالب معلوم ہوتا ہے کہ یہ مخفی خزانہ سونے اور جواہرات کی کانین ہون جن کے حالات نہایت درجہ مخفی رکھے جایا کرتے تھے - جب یہ نئی سلطنت قایم ہوئی ہے تو ایک چند ہی سال کے عرصہ مین وہ مغربی ساحل تک پھیل گئی - مسلمانون کا ایک بہت بڑا سیاح ابن بطوطہ جو ساحل کنارہ پر سنہ ۱۳۴۲ء مین آیا تھا کہتا ہے ہناور مین جسے اب ہونور کہتے ہین ایک مسلمان سردار جمال الدین تھا جو ایک ہندو راجہ ہری اب (جو ظاہرا ہری ہر معلوم ہوتا ہے اور جسے وہ ہری آپا کہتا ہے) والی بیجانگر کا تابع تھا - غالباً مہاتما ودیارن کی رعایت کے باعث سے جنوبی ہند کے تمام راجاؤن نے بیجانگر کے راجاؤون کو مسلمانون سے اپنی حفاظت کرنے کے واسطے اپنا سرپرست مان لیا ہوگا - اور اِس کام کیواسطے آدمیون اور خزانہ سے اُنھین مدد دیتے ہونگے - کئی جگہ ہم کو معلوم ہوا ہے کہ مدورے کے راجاؤن نے بیجانگر کے راجاؤن کو اپنا سرپرست اور بڑا مانا ہے - اور امداد کے لیے اُن سے التجا کی ہے - اِس طرح پر اس نئے راج کو جو مدد بہم پہونچ گئی وہ بے انتہا مدد تھی - اور نہایت تیزی سے اُسکی قوت اور سطوت نے جنوبی ہند کے تمام ہندو راجون کو اپنے سایہ کے تلے چھپا لیا - اور دو سو برس سے زیادہ بیجانگر نے ہندو سرحد کی حفاظت و حراست کی - اور اون متواتر لڑائیون مین جو مسلمانون سے ہوتی رہین وہ اتنی مرتبہ فتحمند بھی رہا جتنی مرتبہ اُسکو شکست ہوئی اور جب کبھی اُسے شکست بھی ہوجاتی تھی تو ہندو اپنے شکست خوردہ لشکر کو نئے آدمیون سے

بھر لیا کرتے تھے - اس سبب سے مسلمانون کو اُس وقت تک جب تک کہ وہ راج آخر کو برباد نہوا یہ کبھی موقع نہ ملا کہ اُس ملک مین کسی طرح بالاستقلال جم جاتے - درحقیقت یہی بہت کم ہوا ہے کہ وہ تنگ بھدرا سے کبھی آگے بڑھے ہون - بہت سی لڑائیان رایچور کے دوآبہ یعنی کشنا اور تنگ بھدرا کے وسط مین ہوئی ہین -

۳۳۳ - بیجانگر کا موقع اور دشمن سے حفاظت کے لیے اُس کی دیوارین - بیجانگر دریاے تنگ بھدرا کے دست راست یا جنوبی کنارہ پر واقع ہے - جو یہان پر سنگستانی زمین مین ایک بڑا پیچ کھا کر بہتا ہے اُس سے جنوب کو دس میل چلکر ایک پہاڑیون کا سلسلہ ہے جو سطح سمندر سے تین ہزار فیٹ اونچا ہے اور جس سے ایک قدرتی مورچہ بنجاتا ہے ان پہاڑیون سے ایک بڑا وسیع قطعہ میدان کا گھر جاتا ہے - اور شہر اسی میدان کے شمال گوشہ مین آباد ہے - شہر کے مقام پر جابجا پہاڑی چٹانین ہین جن مین سے بعض بعض ایک ہزار فیٹ بلند ہین - لیکن اکثر اُن مین کئی سو فیٹ سی زیادہ اونچی نہین ہین - یہ پہاڑیان بڑے بڑے عظیم الشان سنگین پتھرون سے بنی ہوئی ہین جو ایک دوسرے پر اس طرح پر پڑے ہوئے ہین کہ جن سے راستہ قریب قریب غیر ممکن الدخول ہو جاتا ہے اب شہر کی قلعہ بندی کے لیے جو بڑی چیز تھی وہ یہی تھی کہ ان پہاڑیون کے بیچ مین دیوارین بنا دیجائین اسی لیے یہان دیوارین ہر جگہہ پر بنا دی گئی ہین - اور اِس طرح پر شہر کی حفاظت ایک دیوارون کے سلسلے سے کی گئی تھی جسمین سے سب سے بیرونی دیوار کے قطر کو آٹھ میل لمبا بتاتے ہین (نکولو کونٹی پندرہوین صدی عیسوی کے شروع مین کہتا ہے کہ شہر کا محیط ۶۰ میل ہے) یہ دیوارین تمام پہاڑیون کے اُس سنگین سلسلہ مین بنی ہوئی ہین جو شہر کے اور دریا کے بیچ مین واقع ہین - اور اِس وجہ سے دریا کی طرف سے اس مین داخل ہوتا غیر ممکن ہو گیا ہے - اب اگر کوئی شخص کشتی مین بیٹھکر ہمپی سے جو شہر کے جنوبی مغربی حصے کا نام ہے نیچے کی طرف کو جائے تو اُسے وہان

کوئی ایسی چیز معلوم نہوگی کہ جس سے یہ ظاہر ہوتا ہو کہ اِن پہاڑیون کے دوسری طرف ایک ایسے
ویرانہ کے آثار ہین جو کسی زمانہ مین ایک عظیم الشان شہر تہا۔ جو پُرانا پل کہ دریا کے شمالی کنارہ پر جانیکے
لیے بنا ہوا ہے اُس کے پتھرون کے ڈھیر اِس وقت تک موجود ہین۔ اس پل تک بیجانگر کی طرف
سے جانے کے لیے پہاڑ مین ایک قدرتی سرنگ تھی جس کے ایک بڑے لشکر کے مقابلہ مین
چند آدمیون سے حفاظت ہو سکتی تھی۔ اِس سے جو راستہ کہ شہر مین جانیکے لیے اب باقی رہا وہ
صرف جنوب اور جنوب مشرق کی طرف سے تھا۔ اِس مقام پر اُس پانی سے فایدہ اُٹھایا گیا جو ملک
سے اکر وہان فراہم ہوتا تھا اور ایک بڑا تالاب بنا دیا گیا۔ اس تالاب کا بندھ جو ایک میل کے قریب
لمبا ہے ایک قدرتی فصیل کا کام دیتا ہے۔ بندھ کے قریب پانی کا عمق بیس۲۰ فیٹ ہے اور یہ
تالاب کم از کم تین چار میل مربع مین پھیلا ہوا ہے۔ اس سے پانی کی یہ بڑی چادر دشمن کے حملہ کے
لیے ایسی روک ہے کہ جسپر غالب ہونا ہی غیر ممکن ہے۔ اب اس سے صرف جنوبی مغربی کونا باقی
رہگیا جہان سے دشمن کا حملہ شہر پر ہو سکتا ہے۔ تالاب کے بندھ کے مغربی گوشہ پر جو بندھ باندہا
ہے اُس کے قریب ایک بہت بڑی دیوار ہے جو غالباً شہر کی آبادی کی بیرونی فصیل ہوگی اِس
دیوار کی کھائی اِس بندھ سے بہت آسانی سے بھر جاتی تھی اور کتنی ہی جگہ پر اِس دیوار کی حفاظت کے
لیے قلعے اور دمدمے بنائے تھے اور اسکو لیجا کر پہاڑیون کے اُسی سلسلہ سے ملا دیا تھا جس کا اوپر ذکر
آ چکا ہے۔ اس دیوار کے نیچے ہی اندر کو دھان کے کھیت اور باغ تھے جنمین تالاب سے پانی دیا
جاتا تھا۔ ان کے بعد شہر کے محلے تھے جن کی حفاظت کے لیے الگ الگ دیوارین بنی ہوئی تھین
اور سنگین پہاڑیان قایم تھین۔ شہر کے وسط مین یا سب سے اندرونی حلقہ مین راجہ کے محلات اور
ٹکسال اور سیناپتی کے مکانات تھے۔ کہتے ہین کہ راجہ کے محلات ایک پہاڑی پر تھے اور شہر مین
سب سے بلند مقام یہی تھا۔ اگر یہ بھی صحیح ہو تو راجہ کے مکانات کا کہین اب نشان نہین پایا جاتا ہے

پہاڑی کے دامن مین اب کچھ کھنڈر دکھائی دیتے ہین جو حضور مستورات کے رہنے کے سے مکان معلوم ہوتے ہین اور اُنکے ساتھ ایک فیلخانہ اور تماشا گاہ بھی ہے اِس کے پیچھے پہاڑی پر کچھ پُرانے کھنڈر پڑے ہوئے ہین غالباً شاہی محلات بہی ہونگے۔ اگر یہ ہماری راے صحیح ہو تو اس وقت اُس کا یہ دریافت کرنا کہ یہی شاہی محلات ہین غیر ممکن ہے۔

۲۳۴۔ بیجانگر کے راجاؤن کے نامون مین تاریخ فرشتہ سے اختلاف۔ اور عبدالرزاق سفیر فارس کی سیاحت بیجانگر مین۔

اول راجہ ہریہر ہوا ہے اُسکی حکومت کہتے ہین کہ ۱۳۳۶ء سے ۱۳۵۰ء تک رہی۔ اس کے بعد اس کا بھائی باکھا یا باکھا راے ہوا۔ جو ۱۳۷۹ء تک حکومت کرتا رہا۔ اس کے بعد ہریہر ثانی گدی کا مالک ہوا۔ اور ۱۴۰۱ء تک راج کرتا رہا۔ اس راجہ نے اور نیز اُس کے بیٹے دیوراے نے جو ۱۴۰۱ء سے ۱۴۵۱ء تک رہا اپنی عملداری کو بہت کچھ وسعت دی اور شہر کو بڑی شان و شوکت کا کر دیا۔ یہ پڑھنے سے معلوم ہو گا کہ اِن راجاؤن کے اور اُن راجاؤنکے نامون مین بڑا فرق ہی جن سے کہ شاہان گلبرگہ سے لڑائیان ہوتی رہی ہین۔ بیجانگر کا راجہ جو اکثر محمد شاہ اور مجاہد شاہ شاہان گلبرگہ سے ۱۳۵۸ء سے ۱۳۷۷ء تک بار بار لڑا کیا ہے اور اُس کا نام تاریخ فرشتہ مین کشن راے یا راے لکھا ہے تاریخ کے لحاظ سے اُس راجہ کا نام در حقیقت باکھا راے ہونا چاہیے۔ مگر فرشتہ والا اُسے کشن راے لکھتا ہے اس بات کی حقیقت کچھ سمجھ مین نہین آتی محمد شاہ نے جیسا کہ اوپر مذکور ہوا ہندؤن کو خوب قتل کیا تھا لیکن مجاہد شاہ کے عہد مین ہندؤن نے ایک نہایت سخت شکست دی تھی یہان تک کہ اگر سلطان پہاڑ کی گھاٹی کو جس سے بیجانگر کے جنوب مشرقی جانب کی حفاظت ہوتی ہے اور اپنے بڑے لشکر کو نکال نہ لیجاتا تو اُس پر ایک سخت مصیبت نازل ہو جاتی۔ سب سے اول جو صحیح واقعہ ہم کو معلوم ہوتا ہے وہ دیوراے کے عہد کا ہے عبدالرزاق بادشاہ فارس کا ایلچی اپریل ۱۴۴۳ء کے اخیر مین اس شہر مین آیا تھا اور اُس نے اس شہر کو نہایت بڑا اور نہایت آباد پایا تھا۔ اور وہ ایک بڑے راجا

کا دار الحکومت تھا جس کی حکومت سیلان سے گلبرگہ تک اور بنگال سے مالا بار تک پھیلی ہوئی
تھی یہ اخیر بیان تو یقیناً ایک مبالغہ ہے کیونکہ یہ یقینی امر ہے کہ بیجانگر کی عملداری دریاے کشنا
کے شمال مین کبھی نہین ہوئی - وہ کہتا ہے کہ اکثر زمین قابل کاشت ہے اور اس مین زراعت
ہوتی ہے اور اس سلطنت مین قریب قریب تین سو ایسے بندرگاہ ہین جیسا کہ کالیکٹ ہے
وہان ایک ہزار ہاتی اور دس لاکھ آدمی سے زاید ہین - بیجانگر کے راجا کے سوا ہندوستان مین
کوئی اصلی راے نہین ہے شہر کی سات فصیلین ایک دوسرے کے اندر کو بنی ہوئی ہین -
اول دیوار جو سب سے بیرونی ہے اُس مین (دو فرسنگ) آٹھ میل کا فاصلہ ہے - دیوارون کے
اول دوسرے تیسرے حلقہ کے مابین کھیت اور باغ ہین - اور تیسرے ساتوین تک جو سب سے
اندرونی حلقہ ہے شہر نہایت آباد اور بازارون اور دکانون سے بھرا ہوا ہے - یہ ساتوان حلقہ
ایک پہاڑی پر ہے اور اُسمین شاہی محلات اور چار بازار ہین اور بڑی بلند محراب دار راستے اور اُنکے
کنارون پر نہایت عالیشان بالاخانے بنے ہوئے ہین یہ بازار بہت چوڑے اور لمبے ہین -
یہان ہمیشہ خوشبودار پھول تازہ تازہ دہرے رہتے ہین اور ہر قسم کے پیشہ ورون کے لیے
علیحدہ علیحدہ محلہ سنگین - مصفا اور ہموار نالے بنے ہوئے ہین - اور اُن مین نہرین بہتی ہین
محلات کی دہنی جانب کو جو شہر مین نہایت بلند عمارت ہے ایک دیوان خانہ ستونون پر بنا ہوا ہے
اُس مین راجہ کا وزیر بیٹھتا اور انصاف کیا کرتا ہے - بائین طرف کو ٹکسال ہے جس کے خالی کمرون
مین پگلے ہوئے سونے کے ڈھیر بھرے رہتے ہین - اِس ٹکسال کے سامنے کو پولس کا
دفتر ہے جہان بارہ ہزار سپاہی رہتے ہین - اِسی ٹکسال کے پیچھے کو تین سو گز لمبا اور بیس گز چوڑا
ایک بازار ہے جہان نہایت حسین ناچنے والیان جو اپنے فن مین نہایت شایستہ ہوتی ہین رہا
کرتی ہین - راجہ نہایت نوجوان اور متناسب الاعضا قد کا کچھ کچھ بلند اور رنگ کا سانولا زیتون کیطرح

سے ہے۔ جس زمانہ مین عبدالرزاق بیجانگر مین تھا اُس زمانے مین راجہ کے بھائی نے بہت سے بڑے بڑے امیرون کو قتل کر دیا تھا۔ اور راجہ کے سوا کسی کو قتل کرنے سے نہین باقی رکھا تھا۔ راجہ طلائی تخت پر بیٹھتا۔ اُسمین جواہرات جڑے ہوے تھے اور جس کمرہ مین تخت رکھا تھا اُسکی دیوارین طلائی پترون سے منڈہی ہوئی تھین۔ اسی عبدالرزاق کے بیجانگر کے قیام کے زمانہ مین وہان ایک عیسائی پادری بھی آیا تھا۔ دسہرہ کے یا مہانومی کے زمانہ مین جب کہ ستمبر مین پورنماشی ہوتی ہے وہان ایک بڑا میلہ ہوا تھا۔ شہر کے پاس جو بڑا میدان ہے وہ نہایت نفیس نفیس خیمون سے بھرا ہوا تھا جو جانورون کی نہایت عمدہ اور دلکش تصویرون سے ڈہکے ہوئے تھے راجہ کے لیے جو یہان مکان تھا وہ ستونون پر بنا ہوا اور نہ منزلہ تھا۔ تین دن تک یہان نہایت عمدہ تماشے ہوتے رہے۔ رنڈیان ناچتی اور گاتی تھین۔ آتشبازیان چھوٹتین اور تماشا کرنے والے اور شعبدہ باز عجیب وغریب تماشے کرتے تھے۔ عبدالرزاق بیجانگر سے ۵۔ نومبر ۱۴۴۳ع کو روانہ ہوا اور ۲۳ تاریخ منگلور مین پہونچا۔ یہ غیر ممکن ہے کہ تھوڑی سی عبارت مین یہ بات بیان کر دیجاے کہ یہ ملک کیسا اچھا آباد تھا۔ تمام آدمی بڑے چھوٹے یہان تک کہ بازارون کے مزدور بھی کانون مین اور گلون مین اور بازوؤن اور کلائیون اور انگلیون مین جواہرات اور طلائی دیور پہنے ہوئے تھے۔ منگلور سے وہ ہناور یا ہونور کو گیا۔ اور وہان سے اُس نے فارس جانے کے لیے جہاز کا بندوبست کیا اور ۲۸۔ جنوری کو روانہ ہوکر ۶۵ دن کے دریائی سفر کے بعد بندر ہرمز مین ۲۲۔ اپریل کو پہونچ گیا

۳۳۵۔ شہر بیجانگر کی وسعت اور آبادی اور راجہ کی فوج اور لڑائی کا جوشش۔ اور بیجانگر کی تجارت۔

سات دیوارون مین سے جن کا کہ عبدالرزاق نے ذکر کیا ہے دو بیرونی دیوارین تو صرف قلعون کی قطارین تھین موضع ہاسپیٹھ جو شہر کے کھنڈرون سے سات میل پر ہے اب تک بھی اس پورانے شہر کا آٹھوان دروازہ کہلاتا ہے۔ لیکن اس جگہ پر ایک دیوار کا بننا جس کا

درمیانی فاصل آٹھ میل کا ہوا اُس زمانہ مین بھی جب کہ بیگار مین کام لیا جاتا تھا ایک نہایت ہی بڑا بھاری کام ہے۔ اور یہ بھی نہین ہوسکتا کہ ایسی بڑی عمارت کے آثار دنیا سے بالکل مفقود ہو جائین اسوقت یہان کوئی بھی دیوار کی علامت نہین معلوم ہوتی دیوار کے نشان وہین سے شروع ہوتے ہین جہان تالاب کا کنٹھہ ہے۔ اِس دیوار سے جو جگہ گھرتی ہے ممکن ہے کہ اُس کا رقبہ آٹھ میل مربع یا اِس سے کچھ زیادہ ہو۔ مگر درمیانی فاصلہ اُس کا تین میل سے زیادہ نہین ہوسکتا۔ اِن دیوارون کے اندر اور بھی کئی دیوارون کے آثار معلوم ہوتے ہین۔ مگر جیسا کہ اوپر مذکور ہوا یہ کوئی جدا فصیلین نہین ہین بلکہ متفرق پہاڑیون کے درمیان جوڑ ملا دئے گیے ہین۔ غالباً عبدالرزاق شہر مین جب داخل ہوا ہوگا تو اُسے سات دروازے ملے ہونگے اور ممکن ہے کہ سب سے باہر کے دروازہ کا فاصلہ سب سے اندر کے دروازے سے آٹھ میل ہو۔ ہمارے اِس خیال کی تصدیق اطالیہ کے ایک سیاح وارتہما سے بھی ہوتی ہے جو بیجانگر کو ۱۵۰۳ء مین آیا تھا۔ وہ کہتا ہے کہ پہاڑ کی ایک جانب پر دیوار کے تین حلقون مین شہر آباد ہے اور باہر کی دیوار کا محیط سات میل ہے یہ بیان ٹھیک اُس دیوار پر چسپان ہوتا ہے جو تالاب کے کنٹھہ سے شروع ہوتی ہے اور دو دوسرے اندرونی حلقون کے بھی نشان پائے جاتے ہین وارتہما کہتا ہے کہ مین نے اِس راجا سے بڑھکر کوئی بادشاہ دولتمند نہین سُنا ہے اُس کے برہمن کہتے تھے کہ اُسکی آمدنی چار ہزار[1] پونڈ روزانہ کی ہے۔ وہ ہمیشہ جنگ وجدال مین مصروف رہا کرتا تھا۔ اِس کے پاس چالیس ہزار سوار تھے جنھین بوجہ کمیابی کے گھوڑون کی قیمت سو پونڈ سے لیکر ۲۲۶ پونڈ تک تھی۔ چار سو ہاتھی تھے اور کچھ سانڈنیان تھین۔ وہ عیسائیون کا بڑا دوست تھا اور پرتگالی اُس کی بڑی عزت کرتے تھے۔ اُس کے سر پر ایک طلائی کام کی ٹوپی تھی۔ اور جب وہ لڑائی کو جاتا تھا تو ایک روئی کا دگلا اور اُسپر ایک فرغل یا لبادہ پہنے ہوئے ہوتا تھا

[1] جو سالانہ دو کرور سولہ لاکھ روپیہ کے قریب ہوتا ہے یہ کوئی بڑی آمدنی نہین ہے۔

جسمین اوپر سے نیچے سب جگہ طلائی پیا سٹر اور جواہرات ٹکے ہوتے تھے جو زیور کہ اُس کا گھوڑا
پہنے ہوئے تھا اُن کی قیمت اطالیہ کے کسی شہر کی کل مالیت سے زیادہ تھی۔ جب وہ باہر کہین کو سوار
ہوتا تو تین چار اور راجہ اور بڑی بڑے امیر اور چھ ہزار سوار اُسکے ساتھ چلا کرتے تھے۔ سنہ ۱۵۱۴ء مین
ایک اور سیاح ذوراٹ باربوسا پرتکالی آیا تھا وہ کہتا ہے۔ بیجانگر ایک ہموار زمین مین بستا ہے۔
اور اُس کے ایک جانب بہت اچھی دیوار ہے۔ اور دوسری طرف دریا اور تیسری طرف پہاڑ ہے
وہ بہت بڑا شہر اور خوب آباد ہے۔ اُسمین بہت سے بڑے بڑے اور خوبصورت محلات ہین اور
چوڑی چوڑی سڑکین اور چوک ہین راجہ ایک بت پرست ہے جو راہنی یعنی رایلو کہلاتا ہے وہ ہمیشہ
شہر مین رہتا ہے۔ اور نہایت عیش و عشرت مین بسر کرتا ہے اور محلات سے بہت ہی کم باہر نکلتا
ہے۔ اُس کا رنگ قریب قریب گورا ہے اور اعضا کا تناسب اچھا ہے اور بال سیاہ اور چکنے ہین
اُس کی خدام عورتین ہین جو ہمیشہ محلات مین رہتی ہین وہ گایا کرتی ہین اور راجہ کو ہزارون طرح سی خوش
اور مسرور کیا کرتی ہین۔ اور ہر روز وہ نہانے کو جاتی ہین اور راجہ بھی اُن کے اشنان کے دیکھنے کو
جایا کرتا ہے اور جسکی طرف اُس کو رغبت ہوتی ہے اُسے اپنی خوابگاہ مین بلا لیتا ہے۔ اور جس کسی سے
اُن مین سے پہلا لڑکا راجہ کے پیدا ہوتا ہے وہ ہی راج کا وارث ہوتا ہے۔ شاہی محلات کے دروازہ
پر بہت سی پالکیان اور سوار کھڑے رہتے ہین۔ راجہ کے یہان نو سو ہاتی ہین جنمین سے ہر ایک کی
قیمت پندرہ سو سے دو ہزار ڈکٹ[1] تک ہے اور راجہ کے یہان بیس ہزار گھوڑے ہین جنمین سے
ہر ایک کی قیمت تین سو سے لیکر چھہ سو ڈکٹ تک ہے اور جو بہت اچھے ہین اُن کی قیمت ایک ایک
ہزار ڈکٹ ہے۔ اس راجہ کی فوج مین ایک لاکھ آدمی سی زیادہ سوار اور پیادہ ہین۔ اور پانچ ہزار عورتین
بھی اُسکی نوکر ہین۔ یہ عورتین بھی لشکر کے ساتھ جایا کرتی ہین۔ گو یہ لڑتی نہین ہین۔ مگر ان کے سبب سے

[1] یہ یورپ کا ایک سکہ ہی جو تقریباً نو روپیہ کا ہوتا ہے اور اگر چاندی کا ہو تو ۴½ روپیہ کے قریب ہوتا ہے۔

ان کے عشاق بڑی خوشی خوشی سے لڑتے ہین - جب راجہ خود یا ہر لڑائی کے لیے نکلتا ہے
اور یہ بہت ہی کم ہوتا ہے تو وہ نکلکر شہر سے کچھہ دور قیام کرتا ہے اور حکم دیتا ہے کہ اتنے دنون
کے عرصہ مین تمام آدمی اُس کے پاس آکر حاضر ہو جائین - جب وہ دن ختم ہو جاتے ہین تو وہ حکم
دیتا ہے کہ تمام شہر کو آگ لگا دین - صرف محلات شاہی اور چند امیرون کے گھر باقی رکھہ لیے جاتے
ہین تاکہ سب لوگ لڑائی مین اُس کے ساتھہ جاکر مر جائین - اِس کے ساتھہ کے سردارون مین سے
بہت سے ایسے ہوتے ہین جو لڑائی کے لیے مختلف اقطاع سے آتے ہین اور جو اُن کے اعتقاد
ہوتے ہین اُنہین پر قایم رہتے ہین - امن چین کے زمانہ مین ہر قوم کے آدمی کثرت سے ہوا کرتے
ہین اُسمین یہان کے بڑے بڑے دولتمند بت پرست رہتے ہین اور مسلمان تاجر اور دکاندار اور بیشمار
دوسرے ملکون کے لوگ بستے ہین - مذہبی کچھہ روک ٹوک نہین ہے - مسلمان عیسائی بت پرست سب
عقاید کے لوگ اپنا اپنا مذہب رکھتے ہین - حکام انصاف کے سخت پابند ہین - اور یہان بڑی
بھاری تجارت ہوتی ہے - بیجانگر مین بیشمار جواہرات چلے آتے ہین - جواہرات پیگو سے ہیرے
دکن اور نیز بیجانگر کی ایک کان سے اور موتی ہرمز سے اور کائل سے جو جنوبی ہند مین ہے آیا کرتے ہین -

۳۳۶ - بیجانگر کی تباہی کا ہندوون کے ہاتھہ سے ہونا نہ مسلمانون کے ہاتھہ سے - راجہ کا حمام اور مسافرون کے کھانے کی سلیین -

اس اوپر کے خلاصہ مین ایک فقرہ خاصکر توجہ کے قابل ہے جس سے
اس بات کی حقیقت معلوم ہوتی ہے کہ اِس عظیم الشان شہر مین
صرف مندرون اور چند عمارتون کے ہی نشان کیون ہین اور کسی مکان
کے کیون نہین ہین - اگر یہ قاعدہ تھا کہ جب کبھی لڑائی کو راجہ جائے تو
عام لوگون کے مکانات جلا دیئے جائین تو ضرور ہے کہ اُن کے مکانات نہایت ناپایدار مصالحہ
کے بنتے ہونگے - جب بیجانگر کی سلطنت تالی کوٹہ کی لڑائی کے بعد ۱۵۶۵ء مین غارت ہوئی تو
غالباً مسلمانون نے اِس شہر کو ایسی حالت مین پایا ہوگا جو تباہ کے قریب ہو - راجہ نے مسلمان

بادشاہون کے مقابلہ کے لیے کوئی کسر باقی نہ رکھی تھی۔ اور اس سے گمان ہوتا ہے کہ اُس نے شہر کا بڑا حصہ جلوا دیا ہوگا۔ اور جو کچھ کہ مسلمانون نے وہان جاکر پایا ہوگا وہ مندر اور سرکاری مکانات ہونگے جنہین اُنہون نے بُری طرح سے اُجاڑا تھا۔ بہت سے مندرون مین یہ اب بھی صاف صاف ظاہر ہوتا ہے کہ اُس کے فرش کو چھپے ہوے خزانہ کی تلاش مین اُکھیڑ اگیا ہے۔ سرکاری مکانات کے کھنڈر جو قابل دید ہین وہ یہ ہین۔ فیلخانہ جو نہایت مضبوط بنایا گیا ہے۔ اور بہت اچھی حالت مین ہے۔ اور ایک بڑا چبوترہ ہے جہان راجہ بیٹھکر نیچے کی تماشا گاہ کا تماشا دیکھا کرتا تھا۔ اِس چبوترہ کے چارون طرف جانورون اور تماشون کی نہایت ہی عمدہ تصویرین زمین مین پتھر کی ترشی ہوئی ہین۔ شمال کی طرف کی دیوارین خس وخاشاک مین چھپ گئی ہین۔ لیکن اُس کے ایک حصہ کو کھود کر دیکھنے سے ایک نہایت ہی نفیس نقش ونگار نکلتے ہین اور جو بہت اچھی حالت مین ہین۔ اِس تماشا گاہ کے قریب ایک نہر کے نشان ہین جس کے ہر طرف مین خوب وَلدار پتھر لگایا گیا ہے۔ یہ نالہ ڈیڑہ فٹ چوڑا اور ایک فٹ گہرا ہے۔ اِسی نالہ سے ملا ہوا ایک مسقف حمام ہے جو بظاہر مسلمانون کی طرح کا بنا ہوا ہے غالباً یہ وہ حمام ہوگا جہان راجہ جایا کرتا تھا۔ کیونکہ وہان پردہ دار اور جھنجرےدار کمرے ہین جیسے مستورات کے مکان ہوتے ہین۔ اِن مین سے شاید راجہ نہانے والیون کو دیکھا کرتا ہوگا۔ عبدالرزاق کہتا ہے کہ پانی راستے مین بہتا ہے اور ایک پیشہ والے اکٹھے رہا کرتے ہین۔ اِس قسم کی ایک نہایت عمدہ قطع اِس حمام کی ہی قریب مین پائی جاتی ہے یہان ایک سڑک کے نشان ہین جس کے کنارے کنارے ایک سنگین نالہ گیا ہوا ہے۔ اور اِس نالہ کی ہر طرف بہت سی بڑی بڑی سیاہ پتھر کی مربع سلین ہین۔ ان سلون کے بیچ مین ایک گول سا گڑھا تھالی کی طرح کا ہے اور اِس کے پاس دو تین اور کبھی پانچ پانچ گڑھے کھدے ہوئے ہین یہ سلین کھانے کے کام مین آیا کرتی تھین۔ بیچ کے گڑھے

مین چانول ڈالے جاتے تھے اور اُس کے پاس کے گڑھے چٹنی اور ترکاری وغیرہ کے لیے
تھے۔ غالباً یہ عام لوگون کے کھانے کے مقام تھے۔ مسافر جو کھانا کھانا چاہتے وہ یہان آتے
اور کسی سل پر بیٹھ جاتے تھے اور اُن کو کھانا دیدیا جاتا تھا۔ اور غالباً جس قسم کی سل پر وہ بیٹھتا تھا اُسی
قسم کی قیمت وہ ادا کرتا تھا جو سل کہ پانچ ترکاریونکی ہوتی تھی اُسمین اُس سے زیادہ خرچ پڑتا ہوگا جسمین
کہ صرف دو ترکاریون کی جگہ ہوتی تھی۔ جب وہ کھانا کھا چکتا تھا۔ تو اُسی نہر مین ہاتھ دہو لیتا تھا۔ اور
چلا جاتا تھا۔ یہ کھانا کھانے کی سلین اُسی طرح پر ابھی تک رکھی ہوئی ہین جیسے کہ وہ رکھی گئی تھین
کیونکہ وہ اول تو کوئی قیمتی شے نہین ہین جنہین کہ چور لیجائے دوسرے وہ اتنی بھاری ہین کہ
اُٹھانا بھی مشکل ہے۔ جس طرح پر وہ اب رکھی ہوئی ہین اُن سے ہندون کی اُس بسر اوقات کی
حالت معلوم ہوتی ہے جو اب سے اُن کی پانچ سو برس پہلے تھی۔

۳۴۷۔ بیجانگر کے مندر اور پتھرون کی گاڑی۔ بڑے بڑے کھنڈر تو مندرون کے ہین۔ جن کی تعداد بے انتہا ہے۔
وہ جابجا منتشر ہین۔ اور پہاڑیون کی چوٹیون سے لیکر زمین کے ہموار
میدان مین ہر جگہ پر ہین۔ اِن مین سے جو بہت ہی عمدہ ہین وہ راجہ کے محلات کے پاس اندرونی
حلقہ مین ہزارا راما سوامی کے مندر ہین۔ اِن کے ستون سنگ سیاہ کے بہت عمدہ نقش ونگار
کیے ہوئے ہین۔ یہ دو مندر ہین ایک تو بڑا مندر پمپی مین ہے جو اچھی طرح سے مرمت کیا ہوا ہے
اور جس مین اب بھی بکثرت لوگ آتے جاتے ہین اور دوسرا وٹل سامی کا مندر ہے جو دریا کے
کنارہ ہے۔ اِس مندر کے ستون ایسے عمدہ نقش ونگار کے ہین کہ جس کی کہین مثال بہت ہی کم
ہوگی۔ اور اِس مندر کے سامنے ایک نہایت ہی عمدہ ایک منقش بڑے پتھر کی گاڑی بنی ہے جو معمولی
لکڑی کی گاڑی کی طرح کی بنی ہوئی ہے۔ مگر افسوس کہ اِس گاڑی مین کئی جگہ درزین پڑ گئی ہین۔ اور بڑا
خطرہ ہے کہ وہ ٹوٹ کر گر پڑے لیکن مسٹر سوئل بلاری کے کلکٹر نے جو نہ صرف آثار قدیمہ کے لحاظ

سے بلکہ خود ذاتی شوق سے اِس پُرانے شہر کے کھنڈرون کی طرف بڑی توجہ کرتا تھا اِس کے اوپر جو بڑا بھاری اینٹ کا کام بنا ہوا تھا اور جس سے گاڑی پر بڑا بوجھ پڑ رہا تھا ہٹا دیا ہے اور اِس سر پر کے بوجھ سے اُسے نجات دیدی ہے جس سے امید ہوتی ہے کہ یہ گاڑی اور کچھ مدت تک قایم رہجائیگی - اور ہمارے نزدیک تو یہ بھی بہتر ہوگا کہ اُسکی موسم کی خرابی سے بھی حفاظت کی جائے -

۴۳۸ - بیجانگر کے بقیہ آباد حصے اور اناگندی مین وہان کے راجاؤنکی اولاد

اس زمانہ مین شہر کے دو حصے جو آباد ہین وہ یہ ہین - کمالپور تالاب کے کنارے جنوب مغرب کو جو اپنے ہی نام سے موسوم ہے - دوسرا ہمپی دریا کے پاس شہر کے جنوبی مغربی گوشے پر - کمالپور ایک چھوٹا سا گانون ہے جس کے مکانات کی صورت کچھ کچھ مضبوط دکھائی دیتی ہے اور جو فصیل کی ایک دیوار کے پتھرون سے بنایا گیا ہے یہان ایک چھوٹا سا بنگلہ ہے جو ایک پُرانے مندر کا بنالیا ہے - یہان سے شہر کے پورانے کھنڈرون مین گو پُرانے مندرون پر ہوتے ہوئے ٹوٹے پھوٹے دروازون مین گذرتے ہوئے ہمپی کو ایک سڑک جاتی ہے - اِس مقام پر ایک بڑی چوڑی سڑک کے نشان ہین جس کے کنارے پر دکانین اور امیرون کے سے گھر معلوم ہوتے ہین - بعض کے آثار تو ان مین سے کچھ یون ہی سے ہین - سامنے ستون کھڑے ہوئے ہین اور بعض مین اب بھی لوگ رہتے ہین - اس سڑک کے شمالی کنارہ پر ایک مندر ہے جس کا ایک برج یا گوپارام بلاری کے ایک کلکٹر نے از سر نو تعمیر کرا دیا ہے اِس سبب سے اِس کلکٹر کے نام کی ہندو لوگ بڑی یاد کرتے ہین - اِس قدیم شہر کے قریب کوئی مندر ایک دو چھوٹی عمارتون کے سوا ایسا نہین ہے جو چودھوین صدی عیسوی سے پہلے کا ہو بلکہ مسٹر سوئل کی رائے مین تو اس سے پہلے کی یہ عمارتین نہین ہین - اِس سے معلوم ہوتا ہے کہ چودھوین صدی سے پہلے یہ مقام کچھ بے حقیقت

تھا۔ اور جس قدر کہ کثرت سے یہان مندر بنے ہوئے ہین وہ اسی جدید خاندان کی فیاضی کے باعث بنائے گیے ہین۔ اس زمانہ مین تو خود بیجانگر شہر کا نام ہی مٹتا سا معلوم ہوتا ہے۔ اس سے لوگ علی العموم اُس کے کھنڈرون کو ہمپی کے کھنڈر کہا کرتے ہین اور بہت سے لوگ کہ صرف اسی نام سے آشنا ہین اُنھین یہ خبر بھی نہین ہے کہ یہی اُس شہر کے کھنڈر ہین جو ایک زمانہ مین جنوبی ہند کے ہندؤن کا ایک نہایت عظیم الشان اور دولتمند شہر تھا۔ دریا کے شمالی کنارہ پر کسی زمانہ مین حوالی شہر کی آبادی تھی جس کی حفاظت کے لیے بھی دیوارین بنائی گئی تھین۔ اسی حوالی شہر کے حصے مین اب ایک چھوٹا سا گانون اناگندی بستا ہے جہان کہ ان بیجانگر کے راجاؤن کی خاص اولاد مین ایک راجہ نہایت مفلوک حالت مین بسر اوقات کرتا ہے۔ لیکن اگرچہ وہ غریب ہے مگر پھر بھی اُس طرف کے تمام باشندے اُس کی عزت کرتے ہین اور جب کبھی کسی تہوار مین اپنے گھر سے وہ باہر نکلتا ہے تو بیدر لوگ کثرت سے اُس کے پاس اُس کی تعظیم کے لیے آتے ہین اور اُس کی ڈنڈوت کرتے ہین یہ شخص اُس خاندان کی نشانی ہے جس کا کسی زمانہ مین بڑا نام تھا۔

۳۲۹۔ رامراج کی سلطنت کا عروج اور ملک کی قدرتی زرخیزی۔ سنہ ۱۵۶۰ع مین بیجانگر کی سلطنت اپنے کمال عروج پر تھی۔ رامراج نے تمام اپنے باغی سرداروں کو مغلوب کرلیا تھا۔ اور کرشنا سے راس کماری تک بے روک ٹوک راج کر رہا تھا۔ اور رفتہ رفتہ اپنی حکومت کو دہانہ گوداوری تک پھیلا دیا تھا اور جو راجہ کہ اس کے شمال مین ابھی تک بھی خود مختار چلے آتے تھے اُن سے اُسکی دوستی تھی۔ اور اڑیسہ کے راجا کی لڑکی سے اُس نے بیاہ کیا تھا مدورا کا راجا جو تمام جنوب کا مالک تھا اُس کا ایک فرمانبردار تھا ایک شخص مدورا مین خود مختار ہو گیا تھا اُس کا بیٹا اس راجہ کا سیناپتی تھا اُس نے اپنے باپ کو اس راجہ کا تابع بنایا تھا۔ اس بات کا ٹیلر صاحب نے اپنی کتاب موسوم نوشتہ ہاے مشرقی مین بڑی دلچسپی کے ساتھ بیان لکھا ہے۔ یہ واقعہ سنہ ۱۴۳۲ع کا بیان کیا جاتا ہے جسے بیجانگر کی ابتدا سے سو برس

گذر چکے تھے۔ اِس زمانہ مین بھی بیجانگر کے راجہ کی حکومت مین ۶۹ راج داخل تھے اور اُس کی فوج مین چالیس ہزار سوار اور چار ہزار ہاتی اور دس ہزار اونٹ اور بے شمار پیادے بیان کیے جاتے ہین۔ اُس کے ملک کی مشرقی اور مغربی حد سمندر سے محدود تھی۔ اگرچہ مغربی ساحل پر شمال کی طرف گوا سے جنوب مین بندرگاہ صرف کالیکٹ تک بتلاتے ہین۔ اِس جنوبی جزیرہ نما کا بیجانگر کی حکومت سے صرف وہی ساحل مغربی کا حصہ باہر معلوم ہوتا ہے جہان کوچین اور ٹراونکور ریاستین اِس وقت قایم ہین اِس تمام بڑے ملک پر اور چھوٹے چھوٹے راجہ اور سردار حکومت کرتے تھے جو اِس بڑے راجہ کو خراج دیتے اور ضرورت کے وقت فوج لیکر خدمت مین حاضر ہوتے تھے یا رہا وہ لوگ خودمختار بھی بنجاتے اور سرکشی بھی کرتے تھے مگر اُن کے مطیع کرنے مین کچھ بڑی دقت نہین ہوا کرتی تھی۔ اِس ملک مین بڑے بڑے دریا کشنا پنار پونیار اور کاویری بہتے ہین۔ ان سے پانی وھان بافراط ہے۔ میسور اور ٹراونکور کے کوہستان مین بڑا جنگل تھا۔ وہان کثرت سے ہاتی تھے اُنکے وادی بڑی سرسبز اور زرخیز تھی۔ اور اُس مین شمال سے جنوب تک برابر ایک چٹانون کی ایسی پٹیا چلی گئی ہے کہ جس مین سونا پایا جاتا تھا اور جس مین سے بہت کچھ سونا نکالا جاتا ہوگا جہان ایسی قدرتی زرخیزی قدرت نے ودلیعت کی تھی اُس سے وہان کے راجاؤن کو بڑی آمدنی ہوا کرتی تھی ہمنے اُن سیاحون کے بعض حالات کا خلاصہ اوپر لکھدیا ہے جو شروع پندرھوین صدی عیسوی مین بیجانگر مین آئے تھے اور جو بالاتفاق یہان کی دارالحکومت کے جاہ وجلال اور دولتمندی کا بڑا عروج بیان کرتے ہین سونے اور چاندی کے انبار پگلائے جاتے اور شاہی محلات کے تہ خانون مین دفن کردیے جاتے تھے۔ لیکن اگرچہ ہندو راجاؤن کو دولت کے جمع کرنے کا بڑا شوق تھا مگر پھر بھی وہ لوگ زراعت اور آبپاشی کے کامون مین روپیہ خرچ کرنے مین دریغ نہین کرتے تھے۔ دریاؤن پر جابجا بند بندھے ہوئے تھے اور جہان اراضی اچھی تھی وہان آبپاشی کے لیے نہرین کاٹی گئی

تھین - اور جہان ویرانہ تھے وہان تمام ملک مین تالاب اور باولیان بنی ہوئی تھین - اور آبپاشی کیواسطے
اُن کا جال سا پڑا ہوا تھا - ان تالابون مین سے بعض کتنے ہی کتنے مربع میل مین پھیلے ہوئے تھے -
اِس صدی عیسوی کے شروع مین انگریزون کے اہلکار جب شہر بیجانگر کے گرد و نواح کے اضلاع
بلاری اننتاپور کڈاپا و کرنول کا بندوبست کرنے گیے تو اُنہون نے رپورٹ کی تھی کہ نئے تالابون
کی طرف توجہ محض بے فائدہ ہے بہتر یہ کہ پُرانے تالابون کی جو اس وقت پٹ گیے ہین مرمت
کی جاے کیونکہ کوئی مشکل سے عمدہ موقع تالاب بنانے کا ایسا ملتا ہے جہان کہ زمانہ سابق مین
تالاب یہان کے باشندون نے نہ بنایا ہو - کڈاپہ کے ضلع مین جس کا رقبہ ۴۷۳۵ میل مربع کا ہی
۴۱۹۴ چھوٹے بڑے تالاب تھے - ان کی مرمت اور تعمیر کا عجیب و غریب طریقہ تھا - کہ جس سے
سواے بڑے بڑے تالابون کی تعمیر کے اُن کی مرمت اور تعمیر کا خرچ سرکار کے ذمہ نہین ہوتا تھا
اس طریقہ کو دستبندہم کہتے ہین - کچھ تھوڑی سی زمین جس کی اس تالاب سے آبپاشی ہوتی تھی بلا محصول
کسی شخص کو اس شرط پر دیدیجاتی تھی کہ وہ اس تالاب کی مرمت کرتا رہے اور بہت سی صورتین ایسی
بھی تھین کہ تعمیر بھی اُسی کے ذمہ ہوتی تھی - باقی زمین سے سرکار اپنا معمولی محصول وصول کرتی تھی
اس طریقہ سے ملک کی سرسبزی کو بڑی ترقی ہوتی اور سرکاری محصول بڑھتا تھا - اور اسمین اُس کا بہت
ہی تھوڑا خرچہ پڑتا تھا -

۳۴۰ - بیجانگر کی راج کی قوت اور اُس کا سبب - اب ملکداری کی حیثیت سے غور کیجیے تو بیجانگر کی جس قدر سرسبزی اور خوشحالی مین ترقی ہوئی اُسیقدر اُس کی قوت اور شوکت مین بھی افزایش ہوئی - شاہان
بہمنی کے عہد مین گو کہ بارہا لڑائیان ہوا کین مگر طرفین مین سے کسی نے بہت ہی کم ایسا ہوا ہے کہ
تنگ بھدرا یا کشنا سے آگے قدم بڑھایا ہو - لڑائی ہمیشہ انہین دو دریاؤن کے بیچ مین ہوا کرتی
تھی جسے دوآبہ کہا کرتے ہین جب سلطنت بہمنی تباہ ہو گئی اور اُس کے جانشین مسلمان بادشاہ ہو گئین

روز بروز لڑائی جھگڑے رہنے لگے تو بیجانگر کو بہت جلد اچھی قوت حاصل ہو گئی اور دوآبہ کا ملک درحقیقت بیجانگر کا ملک ہو گیا۔ اور گو کہ قلعہ جات رایچور و مدگل بیجاپور کے بادشاہ بار بار لیتے رہے مگر اُن پر اُنکا مدت تک قبضہ نہین رہتا تھا۔ آخر کار راماراج نے حملے شروع کیے۔ ہم دیکھتے ہین کہ کبھی تو اُسی ایک فریق اپنی طرف بلاتا اور کبھی دوسرا فریق اُسے اپنا کر لیتا تھا۔ اور کبھی کبھی دونون فریق اُسے روپیہ دیتے اور مدد مانگتے تھے۔ ہندو راجاؤن کو صرف اتنی ہی طاقت نہ تھی کہ باوجود مسلمانون کے بڑی بہادری اور قواعد دانی کے اُن کے مقابلہ مین وہ اپنی حفاظت کرین بلکہ اس سے بھی وہ کچھ بڑھ گیے تھے اور یہ حالت اُن کی کچھ عرصہ تک قایم رہی تھی اس کا سبب یہ معلوم ہوتا ہے کہ اُن مین بگڑ کر پھر بنجانے کی بڑی طاقت تھی۔ اُن کے ملک مین آبادی بہت بڑی تھی۔ جب کبھی اُن کو شکست ہوتی تو وہ میدان مین اور نئی بھیڑ بھاڑ اکٹھی کر لاتے تھے۔ اور صرف اِس کثرت کے ہی باعث وہ مسلمانون کو ملک بدر کر دیا کرتے تھے۔

۳۴۱۔ بیجانگر کی حالت لڑائی کے بعد۔ ایک پرتگالی مورخ فاریا ی سوزا لکھتا ہے کہ دکن کے مسلمان بادشاہون اور بیجانگر کے راجہ سے جو لڑائی ہوئی تھی اور جس سے ملک خاک سیاہ ہو گیا تھا اُسی کے سبب سے ۱۵۶۵ء مین تجارت کی حالت بہت ہی تباہ ہو گئی تھی۔ بیجانگر کے راجہ کو جو اُس وقت ۹۶ برس کا تھا اول اول غلبہ رہا لیکن آخر کو مغلوب ہو گیا اور پھر قتل کر دیا گیا اگرچہ ہندو ۱۵۵۰ء مین ہاتھیون کو لاد لاد کر روپیہ اور جواہرات جس کی تعداد دس کرور طلائی سکہ کے برابر ہو گی اور علاوہ برین راجہ کی انمول گدی پہلے ہی لے گئے تھے۔ مگر پھر بھی پانچ مہینے تک مسلمان بیجانگر کو لوٹتے رہے۔ اسی لوٹ مین علی عادل شاہ کے حصہ مین ایک ہیرا آیا تھا جو ایک معمولی انڈے کے برابر تھا اور ایک اور بھی بڑا ہیرا ملا تھا جو اس سے کسیقدر چھوٹا تھا اور نیز اور بھی بہت بیش بہا جواہرات ہاتھ آئے تھے۔ مندر جو اُس وقت تک موجود ہین قریب قریب اُن سب سے لوٹ کے وقت کی تلاش کے نشان پائے جاتے ہین

اور معلوم ہوتا ہے کہ اس تلاش سے کوئی گوشہ اور گڑھا خالی نہین چھوڑا گیا ہے اِس لڑائی سے دو برس بعد ایک وینس کا سیاح سیزر فریڈرک بیجانگر کی طرف آیا تھا وہ کہتا ہے کہ مکان ابھی تک کھڑے ہین مگر شہر کے محلون مین بجز شیرون اور جنگلی جانورون کے اور کچھ نہین ہے تمارج رامراج کا بھائی یہان لوٹ آیا تھا اور چاہتا تھا کہ شہر کو پھر آباد کرے مگر اسمین اُسے کامیابی نہین ہوئی اور اُسے اور جنوب کو جانا پڑا۔

۳۴۴۔ رامراج بیجانگر کا وارث راجہ تھا اور وہان کے راجاؤن کا شجرہ

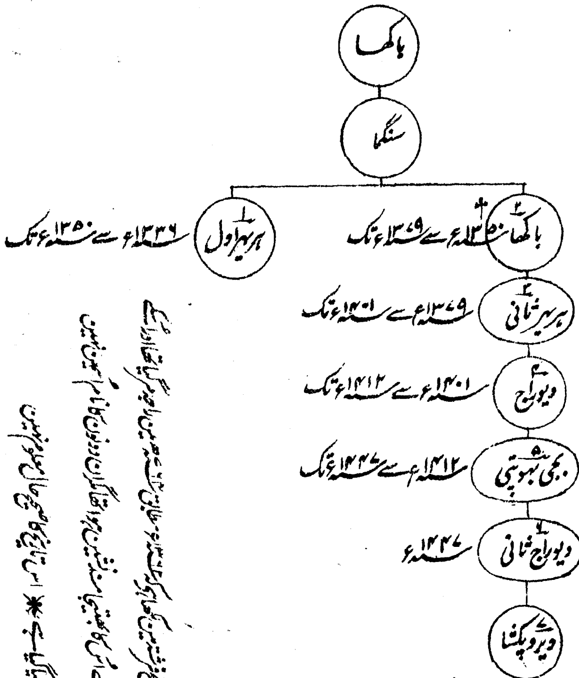
تالی کوٹہ کی لڑائی سے جنوبی ہند کے ہندو حکومت بالکل تباہ ہوگئی اور اِس قدیمی خاندان کے پس ماندہ پہلے تو پنکندہ اور پھر چندرگری کو ضلع ارکاٹ شمالی مین چلے گیے جہان اُن کا دارالحکومت دو سو برس سے زاید تک قایم رہا۔ مگر اس خاندان کی اس شاخ مین بہت ہی تھوڑا سا ملک باقی رہگیا۔ جتنے راجا پہلے مطیع تھے وہ سب رامراج کی شکست کے بعد خود مختار بن گیے۔ میسور، مدورہ اور تانجور مین جدا جدا ریاستین قایم ہوگئین اور بیجانگر کے گرد و نواح مین چھوٹے چھوٹے سردار اور زمیندار دن نے ملک کو آپس مین بانٹ لیا۔ مسلمانون کے لیے بھی بیجانگر کی خرابی بجاے فائدہ کے نقصان کا باعث ہوئی۔ اس سے ایک مدت بعد تک اُس رشک وحسد کے باعث جو بادشاہون مین چلا آتا تھا کسی کو مقدرت نہ ہوئی کہ اپنے ملک کو بڑھاوے۔ یہ سچ ہے کہ کچھ عرصہ کے بعد گولکنڈہ اور بیجاپور دونون نے بیجانگر کی علاری کے ایک بہت بڑے حصہ پر قبضہ کر لیا۔ مگر اس کامل بربادی کے بعد جس قدر کہ خیال ہو سکتا ہے اُس کے مقابلے مین توسیع مملکت کا اُنہین کچھ فائدہ نہوا۔ پھر ایک ہندو زبردست حکومت کے پاس پڑوس مین ہونے کی وجہ سی مسلمان بادشاہون کو ہمیشہ لڑائی کے لیے تیار رہنا پڑتا تھا۔ جب یہ کھٹکا جاتا رہا تو اُنھون نے اپنی فوج گھٹا دی اور اپنی تمام طاقت باہمی لڑائیون مین ہمیشہ خرچ کرتے رہے کہ جس سے بعد مین وہ بادشاہ دہلی کے بآسانی خود شکار بن گئے۔ رامراج جو بیجانگر کا آخری راجا تھا معلوم ہوتا ہے کہ بہت بڑا لایق

اور ذی راے اور مستقل مزاج تھا۔ سیزر فریدرک کے ایک فقرہ سے جس کا اوپر ذکر ہو چکا ہے اُس بحث طلب سوال کے جواب کی کچھ کچھ جھلک سی معلوم ہوتی ہے کہ ترسما کے خاندان سے جو بیجانگر کے راجاؤن کا دوسرا خاندان تھا اس نے راج چھین لیا تھا یا یہ اُس کی اولاد مین سے تھا۔ وہ کہتا ہے کہ کرشن دیو راج کے جو ۱۵۰۹ء سے ۱۵۳۰ء تک برسر حکومت رہا رامراج اور اُس کے دونون بھائی تما اور وینکٹا دری سرداردن مین سے تھے جب وہ مرگیا توان کو طاقت حاصل ہوگئی۔ اور اُس کے خرد سال بیٹے سدا شیوراج کو قید خانہ مین ڈال دیا۔ سال بھر مین ایک مرتبہ لوگون کو دکھا دیا کرتے تھے اس سے بھوج نرمل راج کی اُس بغاوت کی وجہ معلوم ہوتی ہے جس کا اوپر ۱۵۳۵ء مین ذکر آچکا ہی اُس نے رامراج کی غیر حاضری مین اُس کے خرد سال راجہ کو مار ڈالا اور خود گدی پر بیٹھ گیا۔ اُس کے مرنے کا حال اوپر تحریر ہو چکا ہے۔ جب یہ معاملہ ہوگیا تو رامراج ہی ملک کا وارث باقی رہگیا کیونکہ اُس نے کرشن دیوراج کی لڑکی سے بیاہ کیا تھا۔ اِس مین بہت کم شبہہ معلوم ہوتا ہے کہ اگر تالے کوٹہ کی لڑائی کا انجام کچھ دوسری طرح ہوتا تو رامراج مسلمان حکومتون کو ضرور خاک مین ملا دیتا اسوجہ سے جو جھگڑا پیدا ہوا تھا یہ کچھ ایسا ویسا نہ تھا بلکہ فریقین کی اسی پر بقا منحصر تھی رامراج کو جو اُسکے اخیر زمانہ مین غرور ہو گیا تھا اُس سے معلوم ہوتا ہے کہ اُسے مسلمان بادشاہون پر بہت غلبہ ہو گیا تھا۔ اور اُس کی بربادی کی کچھ کچھ یہی بڑی وجہ ہوئی کہ وہ ان لوگون کو حقارت کی نگاہ سے دیکھتا تھا۔ یہ ظاہر ہے کہ جب اُسنے اس بوڑھاپے کی عمر مین موقع جنگ مین لشکر کی سرداری اپنے ذمہ لی تھی۔ تو ضرور ہے کہ وہ نہایت درجہ کا محنتی اور جسم کا بڑا مضبوط ہوگا۔ اِس بیجانگر کے خاندان کی اولاد اناگندی مین جو اِس پُرانے اُجڑے ہوئے شہر کے پاس بستا ہے ابھی تک باقی ہے۔

ان راجاؤن کے خاندانون کا شجرہ ہم صفحہ ثانی پر درج کرتے ہین۔



شجرہ خاندان راجہائے بیجانگر



دوسرا خاندان

تیسرا خاندان

نرسما یا نرسنگہ* سنہ ۱۴۸۷ع سے سنہ ۱۵۰۹ع تک

کرشن دیوراج یا کشن رائے سنہ ۱۵۰۹ع سے سنہ ۱۵۳۰ع تک

تروما دختر

لمبا

رام راج سنہ ۱۵۳۰ع سے سنہ ۱۵۶۵ع تک

تاریخ دکن کا حصہ اوّل تمام ہوا